

یہ سال مبارک

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ

PDFBOOKSFREE.PK

دلوں کو لرزادینے والی
خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں

بدروح نمبر

قیامت کی 70 نشانیاں

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب

- 34- امن لم ہو جائے گا۔
- 35- قرآن کریم کے نسخوں کو آراستہ کیا جائے گا۔
- 36- مسجدوں میں نقش و نگار کئے جائیں گے۔
- 37- اونچے اونچے مینار بنیں گے۔
- 38- لیکن دل ویران ہوں گے۔
- 39- شراہیں پی جائیں گی۔
- 40- شرعی سزاؤں کو معطل کر دیا جائے گا۔
- 41- لونڈی اپنے آقا کو جنے گی یعنی بیٹی ماں پر عکرائی کرے گی۔
- 42- جو لوگ نکلے پاؤں، نکلے بدن، غیر مہذب ہوں گے وہ بادشاہ بن جائیں گے۔
- 43- عورت مرد کے شانہ بشانہ کام کرے گی۔
- 44- عورتیں مردوں اور مرد عورتوں کی نقالی کریں گے۔
- 45- غیر اللہ کی قسمیں کھائی جائیں گی۔
- 46- مسلمان بھی بغیر کہے جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہوگا۔
- 47- صرف جان پہچان کے لوگوں کو سلام کیا جائے گا۔
- 48- شرعی علم دین کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے لئے پڑھا جائے گا۔
- 49- آخرت کے کام سے دنیا کمائی جائے گی۔
- 50- مال غنیمت کو ذاتی جاگیر سمجھا لیا جائے گا۔
- 51- امانت کو لوٹ کا مال سمجھا جائے گا۔
- 52- زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا۔
- 53- عورتیں مردوں جیسا حلیہ بنائیں گی۔
- 54- آدمی اپنے باپ کی نافرمانی کرے گا۔
- 55- آدمی اپنی ماں سے بدسلوکی کرے گا۔
- 56- دوست کو نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کرے گا۔
- 57- آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا۔
- 58- بدکاروں کی آوازیں مسجدوں میں بلند ہوں گی۔
- 59- تاج گانے والی عورتوں کی تعظیم و تکریم کی جائے گی۔
- 60- گانے بجانے اور موسیقی کے آلات کو سنبھال کر رکھا جائے گا۔
- 61- سر راہ شراہیں پی جائیں گی۔
- 62- ظلم کو فخر سمجھا جائے گا۔
- 63- انصاف بکے لگے گا۔
- 64- موسیقی کی نے میں قرآن کریم کی تلاوت کی جائے گی۔
- 65- پولیس (Police) والوں کی کثرت ہو جائے گی۔
- 66- درندوں کی کھال استعمال کی جائے گی۔
- 67- یا تو تم پر سرخ آندھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے۔
- 68- یا زلزلے آجائیں۔
- 69- یا لوگوں کی صورتیں بدل جائیں۔
- 70- یا آسمان سے پتھر برسیں یا اللہ کی طرف سے کوئی اور عذاب آجائے۔

- 72- باتیں پیش آئیں گی۔
- 1- لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں گے یعنی نمازوں کا اہتمام رخصت ہو جائے گا۔
- 2- امانت میں خیانت کرنے لگیں گے۔
- 3- سود کھانے لگیں گے۔
- 4- جھوٹ کو حلال سمجھنے لگیں یعنی جھوٹ فن اور ہنر بن جائے گا۔
- 5- معمولی معمولی باتوں پر خونریزی کرنے لگیں گے۔
- 6- اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔
- 7- دین بچ کر دنیا جمع کریں گے۔
- 8- قطع رحمی یعنی رشتہ داروں سے بدسلوکی ہوگی۔
- 9- انصاف نایاب ہو جائے گا۔
- 10- لباس ریشم کا پہنا جائے گا۔
- 11- ظلم عام ہو جائے گا۔
- 12- ظلم عام ہو جائے گا۔
- 13- طلاوتوں کی کثرت ہوگی۔
- 14- ناگہانی موت عام ہو جائے گی۔
- 15- خیانت کرنے والے کو امین سمجھا جائے گا۔
- 16- امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا۔
- 17- جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا۔
- 18- سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔
- 19- تہمت درازی عام ہو جائے گی۔
- 20- بارش کے باوجود گرمی ہوگی۔
- 21- لوگ اولاد کی خواہش کرنے کے بجائے اولاد سے کراہت کریں گے۔
- 22- کمینوں (بد معاش، بد عنوان لوگوں) کے ٹھکانے ہوں گے۔
- 23- شریفوں کا ناک میں دم آ جائے گا۔
- 24- امیر اور وزیر جھوٹ کے عادی بن جائیں گے۔ یعنی صبح جھوٹ بولیں گے۔
- 25- امین خیانت کرنے لگیں گے۔
- 26- سردار ظلم پیشہ ہوں گے۔
- 27- عالم اور قاری بدکار ہوں گے۔
- 28- لوگ جانور کی کھالوں کا لباس پہنیں گے۔
- 29- مگر ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔
- 30- اور ایلو سے سے زیادہ کڑے ہوں گے۔
- 31- سونا عام ہو جائے گا۔
- 32- چاندی کی مانگ ہوگی۔
- 33- گناہ زیادہ ہو جائیں گے۔

(درمثور 52/6 بحوالہ اصلاحي خطبات: 220-214/7)

☆..... آفاق احمد کنڈی - ڈیرہ اسماعیل خان

جادوگر کا خواب

-- تحریر: ایم فیاض -- سرگودھا --

ہم اس بگولے کے ساتھ چل دیئے وہ اڑ رہا تھا اور ہم بھی اس کے ساتھ ساتھ اڑ رہے تھے جب وہاں پہنچے تو دیکھا تو کالی ماما کے منہ سے بڑے بڑے سانپ نکل رہے تھے وہ ان کا گوشت کھانے لگے تو میں غصہ میں آ گیا اور تلواریں نکالی اور اس گندی شکل کے جن سے میرا مقابلہ ہو گیا اس نے اٹھا مجھے پھینک دیا میری ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور میں نے نعرہ لگا کر وار کیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اس کو آگ لگ گئی اور پھر میں نے کالی ماما کے منہ پر زور دار وار کیا اور سب سانپ ختم ہو گئے اور وہ صرف پتھر کی صورت بن کر رہ گئی آج چاند کی بھی دس تاریخ ہو چکی تھی اور پھر وہ بگولہ ہنسنے لگا تم نے تمام آتماؤں کا خون کر دیا ماما کو مار کر اگر میں نے تم سے وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں تم اور تمہارے دوستوں کو ختم کر دیتا میں نے کہا ٹھیک ہے یہ لو میں نے مہک کو اس کے حوالے کر دیا اور اپنے دوستوں کو اڑا کر والیا۔ مہک پری رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا یہ جادوگر بڑا مکار ہے اس کا یقین مت کرنا میں نے مہک سے کہا میں تم کو پکڑ کر لے جاؤں گا اور اس جادوگر اور کالی ماما کو ختم کر دوں گا جادوگر ہنسنے لگا بابا۔۔۔ تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے تم نے دنیا کی سب سے بڑی طاقت اور حسین پری میرے حوالے کر دی ہے اور اب میں چاند کی چودہ تاریخ کو اپنے ختم میں آ جاؤں گا اور اس سے شادی کروں گا اور اس کے بچے کا خون کالی ماما کے چہرے میں دوں گا اور ساری دنیا پر میری حکومت ہوگی بابا۔۔۔ میں نے یونس اور منور سے کہا چلو بھاگ چلو منور نے کہا میں نہیں جاؤں گا میں ماما کے چہرے میں ہی رہوں گا یہ مجھے امیر بنائے گی اور یہ سب پریاں میری غلام بن جائیں گی بابا۔۔۔ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا میں نے اس کو زبردستی کھینچا تو بگولے نے کہا تم کسی کو زبردستی نہیں لے جا سکتے ہو پولس تم بھی میرے ساتھ مل جاؤ تم کو بھی ہیرے موتی سونا چاندی سب کچھ دوں گا اور یہ لڑکیاں تمہاری غلام ہوں گی اور تو بھی نہیں مرے گا ہمیشہ زندہ رہے گا کہنے تو اور تیری دولت مٹی میں مل جائے گی سب کچھ تیرا باد ہو جائے گا تو منور نے کہا خبردار میرے آقا کے بارے میں کچھ بھی کہا تو میں تمہارا سر تن سے جدا کر دوں گا پولس نے کہا کہنے تو بھی بہت جلد مرنے والا ہے اور تیرا یہ لالچ بھی پورا نہیں ہوگا پولس نے کہا فراز مہک کو جادوگر کے حوالے نہیں کرنا چاہیے تھا وہ تم سے بہت پیار کرتی تھی میں مہک تو کیا دنیا کی کوئی بھی چیز اپنے دوستوں کی خاطر قربان کر دیتا۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

میرا نام فیاض ہے میں ہاتھی وند کا رہائشی ہوں کیونکہ یہاں پر پہلے وقتوں میں بہت سارے ہاتھی رہا کرتے تھے یہاں پر ایک بہت بڑا جنگل تھا اور اس جنگل کو جب کاٹا گیا تو اس کے نیچے ایک سینکڑوں سال پرانا قبرستان نکلا اس قبرستان کی کچھ قبروں کی پینائش کی گئی

تو یہ قبریں نو نو دس دس گز لمبی تھیں جن سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ قبریں سینکڑوں سال پرانی ہیں یہ قبرستان تقریباً چار مربع زمین پر واقع تھا جو بات میں آپ کو بتانے والا ہوں یہ اس وقت کی بات ہے جب میں ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا ایک دن میرا دل سکول جانے کو نہ چاہ رہا تھا میں گھر سے سکول کی طرف گیا میرے سب دوست سکول پہنچ

گئے تھے اور میں اکیلا رہ گیا تھا میں قبرستان کی طرف چلا گیا اور وہاں ایک قبر کے ساتھ ایک لگا کر بیٹھ گیا۔ جب مجھے بھوک لگی تو قریب ہی ایک دن کا درخت تھا میں اس پر سے پھیلے تو زور زور کرکھانے لگا اور وقت کا پتہ ہی نہیں چلا سکول سے چھٹی بھی ہوگئی سب لڑکے گھروں کو واپس پہنچ گئے اور میں گھر نہ پہنچا میرے گھر والے پریشان ہو گئے میرے گھر والوں نے یونس سے پوچھا کہ فراز کیوں نہیں آیا گھر والے مجھے پیار سے فیض کی بجائے فراز کہتے تھے یونس نے کہا کہ وہ تو سکول گیا ہی نہیں تو آئے گا کیسے ہم کو تو پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہے۔

جب شام ہوئی تو میرے گھر والے بہت پریشان ہو گئے اور میرے دوست بھی پریشان ہو کر سب لوگ مجھے ڈھونڈنے لگے میری نظر درخت میں کسی کپڑے پر پڑی غور سے دیکھا تو وہ کوئی لڑکی تھی میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہی ہو اس نے پلٹ کر مجھ سے سوال کر دیا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو میں نے کہا میں تو سکول سے بھاگا ہوا ہوں اب تم بتاؤ کہ تم یہاں کیا کر رہی ہو اور تم ہمارے گاؤں بھاگی وڈ کی رہنے والی تو نہیں ہو وہ بولی میں دوسرے گاؤں سے آئی ہوں مگر تم اس درخت پر کیا کر رہی ہو اس نے کہا۔

میں لوگوں کی نظروں سے چھپ کر یہاں بیٹھی ہوئی ہوں میں نے کہا اچھا تو اب میں جا رہا ہوں وہ ایک دم نیچے اتر آئی اور اس نے کہا میں تمہارا صدیوں سے انتظار کر رہی ہوں میں نے کہا مگر میں تو تم کو جانتا تک نہیں اس نے کہا آج سے پانچ سو چوبیس سال چھ مہینے اٹھارہ دن پہلے کی بات ہے کہ تم مجھے سے چھڑ گئے تھے ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے تھے جس دن ہم دونوں کی شادی تھی اس دن کالی ماما اور اس کی جنوں اور بدر جوں اور بلاؤں کی فوج نے ہمارے محلات پر حملہ کر دیا۔

اس وقت ہماری فوج بڑی بہادری سے لڑی ہماریت جنوں نے ان کے بہت سے جن مار دیئے اس وقت تم بھی بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے اور تم نے ان کی تمام فوج ختم کر دی تھی مگر کالی ماما بچ گئی اور اس نے تم کو

موت کی نیند سلا دیا مجھے یقین نہ آ رہا تھا کہ تم مارے جا چکے ہو میں اس دن سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ اور میں تمہارے ساتھ ہی اپنے پیار کے ساتھ رہتی ہوں تمہارے ساتھ گھر میں مگر میں نے تم پر خود کو بھی ظاہر نہیں کیا کیونکہ تم بچے تھے اب تم بڑے ہو گئے ہو۔

میں نے کہا تم پاگل ہو جاؤ چلی جاؤ یہاں سے اتنی دیر میں میرے دوست مجھے ڈھونڈتے ہوئے یہاں آ گئے انہوں نے کہا فراز تم یہاں کیا کر رہے ہو میں تم کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو گیا ہوں چلو گھر چلو جب لوگ پریشان ہیں میں نے کہا میں اکیلا نہیں ہوں یہ لڑکی بھی میرے ساتھ ہے یونس نے کہا کون لڑکی مجھے تو کوئی لڑکی وڈ کی نظر نہیں آ رہی ہے منور نے کہا پاگل مت ہو گھر چلو۔

اتنے میں وہ لڑکی بھی ان دونوں پر ظاہر ہوگئی اس نے ان کو بتایا کہ میں فراز کی دوست ہوں اس کو دیکھ کر دونوں حیران رہ گئے کہ اتنی خوبصورت لڑکی چاند سا چہرہ سنہری بال جھیلی آنکھیں نازک بدن حسن کی ملکہ گلاب سا چہرہ میں نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے اس نے بتایا مہک اس کے دانت موتیوں کی طرح چمک رہے تھے میں نے کہا میرا نام فراز ہے اور یہ میرے دوست ہیں یونس اور منور اس نے کہا۔

میں آپ سب کے نام جانتی ہوں اس سے باتیں کرتے کرتے رات کے بارہ بج گئے ہم کو پتہ بھی نہ چلا میں نے مہک سے پوچھا تمہارے گاؤں کا نام کیا ہے تم کہاں رہتی ہو اس نے کہا میں سمندر پور رہتی ہوں یونس نے کہا آؤ ہم تم کو تمہارے گاؤں چھوڑ آئیں منور نے کہا اتنی دور گاؤں سے ہم کیسے جائیں گے۔ مہک نے کہا میں گاؤں نہیں جاؤں گی کیونکہ اب میں یہیں اسی قبرستان میں ہی رہتی ہوں یہیں میرا گھر ہے آؤ میں تم کو اپنا گھر دکھاتی ہوں۔

وہ ایک قبر کے پاس جا کر کھڑی ہوگئی اور ہم سے کہا کہ آنکھیں بند کر لو پھر ہم نے آنکھیں بند کیں اور پھر اس نے کہا کہ آنکھیں کھول دو ہم نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہم ایک بہت بڑے عالی شان محل میں

کھڑے ہیں وہاں حسین پریاں تھیں ان پریوں نے ہمارا استقبال کیا ہم کو بار پہنائے گئے اور سروں پر تاج پہنائے گئے اتنی روشنی تھی کہ رات بھی دن لگ رہا تھا۔ مہک نے ان سے ہمارا تعارف کروایا اور بتایا کہ یہ وہ انسان ہی جس کا ہم صدیوں سے انتظار کر رہے تھے مہک نے کہا آج تم آزاد ہو جاؤ خوشیاں مناؤ پریاں بہت خوش ہوئی انہوں نے کہا۔

کیسا انتظار کیسی خوشیاں ہم آپ کا کوئی کام نہیں کریں گے یہ سن کر سب پریاں اداس ہو گئیں۔ مہک نے کہا آپ بہت اچھے اور بہادر انسان ہیں میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں ہم آپ کا صدیوں سے انتظار کر رہے ہیں منور نے کہا۔

ہم تمہارا کوئی کام نہیں کریں گے ہم کو واپس جانے دو اتنی دیر میں اچانک ایک تیز ہوا چلی ہمارے سانس رکنے لگے اور ہم بے ہوش ہو گئے پھر پریاں کہنے لگیں اب تم واپس جا کر دکھائی مہک نے کہا یہ کس کی شرارت ہے ان کو ہوش میں لاؤ ان کی باتیں تو ہم سن رہے تھے مگر جسم کام نہیں کر رہا تھا پھر ہم کو ہوش میں لایا گیا ہوش میں آتے ہی میں نے کہا آپ کون ہیں ایک نے کہا ہم پری زاد ہیں میں نے پوچھا۔

مگر آپ میں کوئی مرد نظر نہیں آ رہا ہے اب کالی ماما کے پاس ایک جادوگر انسان ہے اب وہ ہم سب کو مار کر کالی ماما کے چرنوں میں ملی دینا چاہتا ہے اور مہک سے شادی کرنا چاہتا ہے اگر وہ مہک سے شادی کر لے تو باقی پریوں کو نہیں مارے گا فراز تو ٹھیک ہے مہک اس سے شادی کر لے اور سب کی جان بچالے یونس نے کہا وہ جادوگر ہے کون اس کا نام کیا ہے۔

منور نے کہا تم اس سے شادی نہیں کرتی تو مت کرو مگر ہم کو جانے دو یونس نے کہا۔

تم اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی تو ہم سب مل کر اس جادوگر کو مار دیتے ہیں تم اس کا نام بتاؤ مہک نے کہا تم اس کا نام جانا چاہتے ہو اس کا نام ہے جافر جادوگر یونس نے کہا یہ نام تو ہم نے پرانی کہانوں میں پڑھا ہے مہک

نے کہا ہاں یہ وہی جادوگر ہے جس کی آپ بچپن سے کہانیاں سنتے آرہے ہیں اور وہ سب اس کے غلام ہیں اس لیے ہم سب اس کو نہیں مار سکتے ہیں فراز نے کہا میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

مہک نے کہا۔ وہ چاند کی چودہ تاریخ والے دن رہا ہونے والا ہے اس کو جمائی بابا نے ایک سوسال پہلے قید کیا تھا کیونکہ اس نے جمائی بابا سے معافی مانگ لی ہے مجھے پتہ ہے کہ وہ رہا ہوتے ہی جمائی بابا سے بغاوت کر دیا اور پہلے کی طرح قیامت برپا کر دے گا کیونکہ وہ جوان لڑکیوں کا ہی خون کرتا ہے اور ان کا خون کالی ماما کے چرنوں میں بھینٹ چڑھاتا ہے کالی ماما کی تمام عکلیاں واپس آ جائیں گی جس دن ایک ہزار ایک سو گیارہ جوان لڑکیوں کا خون اس کو لے جائے گا اور اب صرف گیارہ لڑکیوں کا خون چڑھانا باقی ہے اور اب وہ آزاد ہونے والا ہے منور نے کہا۔

وہ جادوگر ہے کہاں میں اس کو قید میں ہی مار دوں گا مہک نے کہا فراز یہ بڑے کانوں والا تمہارا دوست بہت طاقتور ہے اگر یہ اس جادوگر کے جادو سے بچ کر وار کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس کو مار دے گا اور اگر جادوگر نے اس بڑے کانوں والے تمہارے دوست کو دیکھ لیا تو وہ اس کو بھی اپنا غلام بنالے گا منور نے کہا مگر وہ ہے کہاں مہک نے کہا وہ سات سمندر پار ایک پہاڑ کے نیچے قید ہے تم اس کو ایسے نہیں مار سکتے تو یونس کو غصہ آ گیا اس نے کہا یہ ہم کو پاگل بنارہی ہے ہم جارہے ہیں۔

یہ سن کر وہ رونے لگی آنکھوں سے موتی جھرنے لگے مجھے تو وہ اور بھی حسین لگنے لگی میں اس کا دیوانہ ہو گیا میں نے کہا میں اس کو اس حال میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا میرے دوست مجھے واپس جانے کے لیے کھینچنے لگے اور یونس نے کہا۔

اگر تم ہمارے ساتھ نہ گئے تو ہم تم سے ساری زندگی بات نہیں کریں گے میں مجبور تھا دوستوں کو بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا اس لیے میں ان کے ساتھ چل دیا ہم چلتے چلتے تھک گئے مگر واپسی کا راستہ نہ ملا تو مہک نے کہا

اس طرح آپ ساری زندگی بھٹکتے رہیں گے آپ کو راستہ نہیں ملے گا آپ آنکھیں بند کریں میں آپ کو وہیں چھوڑ آتی ہوں ہم نے آنکھیں بند کیں تو ہم وہیں دن کے درخت کے نیچے کھڑے تھے اور وہ حسن کی ملکہ روٹی ہوئی غائب ہوئی ہم گھروں کو واپس جانے لگے تو راستے میں اچھا خاصہ خوفناک شکل والا جن ہمارے سامنے کھڑا تھا بابا۔ بابا۔ بابا۔

اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اس نے خوفناک آواز میں کہا تم سب نہیں بچو گے اس کے لیے بے دانت بڑی بڑی آنکھیں آنکھوں کے اندر سانپوں کے منہ سے آگ برس رہی تھی۔

فرما تم کیا سمجھتے ہو کہ تم مہک پری سے شادی کر لو گے تم ایک معمولی انسان ہو تم میرا کیا مقابلہ کرو گے میں تم کو ایسی وقت ختم کر سکتا ہوں بابا۔ اس نے قہقہہ لگایا اور ایک چھوٹک ہم پر ماری اور ہر طرف دھواں دھواں ہو گیا ہم دھوئیں میں گر گئے اور ہم بے ہوش ہو گئے مجھے جب بھی ہوش آیا تو پتہ چلا کہ منور اور یونس وہاں سے غائب ہیں اور میرے سامنے ایک بزرگ کھڑے تھے انہوں نے کہا بیٹا میرا نام جمالی بابا ہے تم ہی وہ انسان ہو جو جافر جادوگر کو ختم کر سکتے ہو جافر جادوگر پہلے بہت نیک انسان ہوا کرتا تھا پھر وہ پیسے کے لالچ میں اُلٹے سیدھے جادو سیکھنے لگا اور کالی ماما کا دیوانہ ہو گیا مگر بابا جی میں اس کو کیسے مار دوں گا۔

بیٹا اس کے لیے میں تم کو کچھ چیزیں دوں گا بابا جی وہ کیا چیزیں ہیں بیٹا ان کا غلط استعمال بھی مت کرنا آج تمام رات تم عبادت کرتے رہنا اور اسی جگہ پر سو جانا مگر بابا جی وہ چیزیں ہوں گی کیا اور میں ان کو کیسے استعمال کروں گا۔ ایک سلمانی ٹوٹی ہوئی جس کو پائین کر تم کسی کو بھی نظر نہیں آوے گا ایک تلوار ہوگی جس پر نالغی لکھی ہوگی ایک جوتے کا جواز ہوگا جس کو پائین کر ہوا میں اڑ سکتے ہو اور وہ اس تلوار سے ہی مارا جائے گا کیونکہ جافر جادوگر بہت بڑا جادوگر ہے بیٹا اگر اس نے مہک سے شادی کر لی تو قیامت آجائے گی۔

وہ کیسے بابا جی وہ اس لیے کہ جتنی بھی پریاں ہیں ان سب کو مار کر کالی ماما کے چرنوں میں ڈال دے گا مگر بابا جی یہ کالی ماما اتنی کمینی کیوں ہے کیونکہ بیٹا جس کے بیٹے اتنے غیرت اور گندے ہوں ان کی ماں کیسی ہوگی کیونکہ وہ کتوں گدھوں اور بلی وغیرہ کی بلی چڑھا دیتی ہے وہ اپنے بچوں کو بھی معاف نہیں کرتی چاندی کی چودہ تاریخ کو وہ مہک سے شادی کرنے آئے گا اور مہک سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ اس کا خون ماما کے چرنوں میں چڑھا دے گا اور ماما زندہ ہو جائے گی اور کوئی طاقت اس کو نہیں مار سکتی کالی ماما اور جافر جادوگر مل کر قیامت برپا کریں گے بدرجہا چڑھیں گدی آتما میں زندہ ہو جائیں گی مگر اس سے پہلے تم مہک سے شادی کر لو بیٹا اور اپنے ساتھیوں کو بچالو بابی سب کچھ مہک تم کو بتا دے گی۔

مگر بابا جی میں مہک کے پاس کیسے جاؤں بیٹا اب وہ باہر نہیں آسکتی کیونکہ اب وہ کل میں قید ہے مگر مہک ان کی ملکہ ہے اور وہ بادشاہ کی بیٹی بھی ہے جب کالی ماما کی فوج نے حملہ کیا تو مہک کے ماں باپ اور سب جن پریاں اس نے ماری تھیں مگر مہک اور اس کی گلام کینز پر دور کسی باغ میں سیر کر گئیں ہوئی تھیں اس لیے زندہ بچ گئیں اب مہک پر تو جافر جادوگر کا جادو نہیں چل سکتا وہ کہتا ہے مہک جس دن اپنا ہاتھ مارے گی میں کو بھی قید کر لوں گا اب وہ چاندی کی چودہ تاریخ کا انتظار کر رہا ہے اس دن جب وہ تم لوگوں کے سامنے آیا اور یونس اور منور کو اٹھا کے لیے وہ ان کی بلی کالی ماما کے چرنوں میں دینے والا تھا کہ مہک نے اپنا ہاتھ مارا اور دونوں پر پھینک دیا اور خود بھاگ کر محل میں داخل ہوئی۔

مگر بابا جی آپ تو کہہ رہے تھے کہ جادوگر قید میں ہے اور مہک بھی کتنی تھی کہ وہ چاندی کی چودہ تاریخ کو آزاد ہوگا بیٹا اب وہ بہت زیادہ طاقت ور ہو گیا ہے قید تو ہے مگر ایک آدمی جس کا نام سیکھ جادوگر ہے اس کا سر نکال کر لے آیا تھا کیونکہ سیکھ جادوگر ایک بہت بڑا جادوگر ہے ایک دن جافر جادوگر اور سیکھ جادوگر کا مقابلہ ہو گیا وہ سیکھ جادوگر ناکام ہو گیا وہ دن قیامت کا دن تھا اس دن تمام بلائیں

میدان میں آگئیں ایک دوسرے کو مارنے لگیں اس دن تمام بدرجہا اور آتما میں ایک دوسرے کا خون پینے لگیں اور وہاں پر آگیا اور دھواں نظر آ رہا تھا جب جافر جادوگر نے دیکھا کہ میری ساری بلائیں مر رہی ہیں اور سیکھ جادوگر جیت رہا ہے۔

جافر جادوگر کو کالی ماما نے کہا تم اپنی تمام تر بلاؤں کو بلاؤ اور ان سے کہو کہ وہ ایک بہت بڑا پیالہ لو اور تمام آتماؤں کا خون اس پیالے میں بھر دو اور وہاں سے تم بھاگو اور وہاں سے تم کو ایک کنواں نظر آئے گا اور یہ خون کا پیالہ اس کو اس میں ڈال دینا اور وہاں سے ایک بہت بڑا پتھر حاضر ہوگا اس کے ہزار منہ ہوں گے اور پتھر کتنی ہوئی آگ اور سانپ ہوں گے وہ تم سے کہے گا کیا حکم ہے میرے آقا اور اس نے کہا کہ تم سیکھ جادوگر اور اس کی فوج کو ختم کر دو جادوگر نے جب یہ بات سنی تو اپنی تمام آتماؤں کو حکم دیا۔

وہ خون کا پیالہ مجھے لا کر دو وہ پیالہ اتنا بڑا تھا کہ سمندر کی گہرائی سے گہرا اور پہاڑوں سے اونچا جب وہ پیالہ بھر گیا تو جادوگر اس کو لے کر اندھے کنویں کی طرف بھاگا اور اندھے کنویں میں وہ خون کا پیالہ ڈال دیا اندر سے آواز آئی کیا حکم ہے میرے آقا اور جس طرح اس نے کالی ماما سے سنا تھا تو وہ بھاگ کر جنگ کے میدان کی طرف گیا اور سیکھ جادوگر کی تمام بلاؤں کو وہ کھا گیا جب سیکھ جادوگر نے یہ دیکھا تو وہ وہاں سے بھاگ گیا اور جب سیکھ جادوگر کو پتہ چلا کہ بابا جی نے جافر جادوگر کو قید کر لیا ہے اور اس کا سر کاٹ کر ایک پیاز کے نیچے جو سات سمندر پار دھن کر دیا ہے اور سیکھ جادوگر اس کو تلاش کرنے لگا ایک دن اس نے سر کو تلاش کر لیا اور اپنی تمام طاقت کو حاصل کرنے کے لیے اس کے سر کو لے کر اس پر سمندر کے اندر ایک چلہ شروع کر دیا اور وہ یہ بات بھول گیا تھا کہ اتنے بڑے جادوگر کی کھوپڑی کو اس نے حصار کئے بغیر اس نے چلہ کرنا شروع کر دیا ہے۔

چلے کے ایک ہفتہ بعد ہی اس کھوپڑی میں جان پڑ گئی اور چلے کے اکیس دن بعد وہ ایک خوفناک شکل

اختیار کر گئی اور سیکھ جادوگر یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا اس سے پہلے کہ سیکھ جادوگر کچھ کرتا جافر جادوگر کی کھوپڑی نے اپنے دانت سیکھ جادوگر کی کھوپڑی میں بیوستہ کر دیئے اور اس کا خون پی لیا اور اس کا خاتمہ کر دیا جافر جادوگر کی کھوپڑی اپنے دھڑ سے جالی جو پہاڑ کے نیچے تھا اور وہ ایک آگ کا گولہ بن کر اڑنے لگا اور ایک صندوق میں سے اس نے بہت سی شعلیں حاصل کر لیں۔

یہ صندوق ایک اندھے کنویں میں سے لیا تھا اور مہک پری کے نیچے آنا شروع کر دیا اچھا بیٹا اپنا خیال رکھنا اس کے بعد بابا جی غائب ہو گئے جب میں گاؤں کی طرف گیا تو پورا گاؤں ہم لوگوں کو تلاش کر رہا تھا۔ جب گاؤں والوں نے دیکھا کہ فرازا آ رہا ہے تو سب لوگ میری طرف دوڑ کر آئے تم لوگ کہاں چلے گئے تھے ہم تم کو دس سال سے ڈھونڈ رہے ہیں میں نے کہا ہم تو کل رات گئے تھے اور آج واپس آ گئے ہیں انہوں نے پوچھا یونس اور منور کہاں ہیں نے کہا وہ صبح آ جائیں گے مگر وہ پھر بھی نہ ماں میں نے ان کو یہ تمام بات بتائی جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا اور وہ کہنے لگے تم کچھ پاگل ہو تم جھوٹ بولتے ہو جب میرے گھر والوں کو پتہ چلا تو وہ روتے ہوئے میری طرف آئے میری والدہ رورور کر اندھی ہو چکی تھی اور میرے ابو بھی میری جدائی کا صدمہ برداشت نہ کر سکے اور اس دنیا سے چل بے جب مجھے پتہ چلا تو میں بھی رونے لگا۔

میں سمجھ رہا تھا کہ ایک دن کی بات ہے میرے بڑے بھائی جن کا نام گلزار ہے انہوں نے مجھے مار مار کر بے ہوش کر دیا اور جب میں ہوش میں آیا تو انہوں نے کہا یہ دس سال کی بات ہے اور تم کو پتہ نہیں چل رہا اور پھر میں سو گیا جب میری آنکھ کھلی تو آذان ہو رہی تھی میں نے وضو کیا اور نماز ادا کی اور اپنے رب سے دعا کی کہ اسے میرے رب مجھے کامیاب کر اور میرے دوستوں کی حفاظت کر صبح سویرے میں قبرستان کی طرف چلا گیا اور ان کو تلاش کرنے لگا جب مجھے وہ نہ ملے تو میں پریشان ہو گیا پھر مجھے بابا جی کا خیال آیا اور میں نے بابا جی والے جوتے پہن لیے اور ان سے کہا مجھے مہک پری کے پاس لے چلو

اور میں ہوا میں اڑنے لگا اور ڈر کے مارے کہ کہیں میں گر نہ جاؤں میری چیخیں نکل گئیں پھر مجھے غائب سے ایک آواز آئی تمہیں کچھ نہیں ہوگا مینا ڈرو مت پھر اڑتا ہوا میں مہک پری کے پاس پہنچ گیا اور مجھے دیکھ کر رونے لگی مجھے بانہوں میں بھر لیا اور کہنے لگی۔

میں تم سے پیار کرتی ہوں تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے میں جادوگر سے شادی نہیں کرنا چاہتی میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور وہ بھی ابھی میں تم کو کھونا نہیں چاہتی پہلے یوں اس منور کو جادوگر کی قید سے آزاد کراؤں گا پھر تم سے شادی کروں گا میں تم کو ڈھونڈتا رہا تم باہر کیوں نہیں آئی یہاں میں آرام کر رہی ہو میں باہر نہیں آسکتی کیونکہ اب میرے پاس وہ موتیوں کا ہار نہیں ہے میں نے تمہارے دوستوں کے گلے میں ڈال دیا تھا کیونکہ جادوگر ان کی بلی دینا چاہتا تھا اور چاند کی چودہ تاریخ سے پہلے آزاد ہونا چاہتا تھا جیسے ہی وہ ان کی گردن اڑانے لگا تو اس کو آگ لگ گئی اور وہ وہاں سے بھاگ گیا اور خود کو ہار نہ ہونے کی وجہ سے میں نے نکل میں قید کر لیا فراز نے پوچھا۔

بار میں ایسی کون سی طاقت ہے جب میں پیدا ہوئی تھی تو میرے ابو نے یہ بار میرے گلے میں ڈالا تھا اور وہ بار اب حضور بہت محنت اور بہت چلوں کے بعد حاصل کیا تھا اور ان سے ایک بابا نے کہا تھا کہ تمہارے گھر ایک بیٹی پیدا ہوگی اور وہ اتنی حسین ہوگی کہ ہر جن اور جادوگر اس کو حاصل کرنا چاہے گا اور اگر تو اس کی بات نہیں مانے گا تو وہ اس لڑکی کو اٹھا کر لے جائے گا اور جب جادوگر آزاد ہو جائے گا پھر نہ تم اور نہ تمہارے دوست بچیں گے اور تمہارے پورے گاؤں کو مار کر کالی ماتا پر خون کی بلی دے گا اس سے پہلے اگر تم مجھ سے شادی کر لو تو ہم سب زندہ بچ جائیں گے اور اس کو مار بھی دیں گے۔

میں نے کہا کچھ بھی ہو جائے میں سب سے پہلے اپنے دوستوں کو آزاد کراؤں گا اس کے بعد جو چاہو کرنا اسی وقت بابا جی آئے اور کہا بیٹا تم مہک سے شادی کر لو جس طرح مہک کہتی ہے ویسے ہی کرو پر بابا جی میں سب سے

پہلے اپنے دوستوں کو آزاد کراؤں گا اس طرح نہ تم بچو گے اور نہ وہ جس طرح میں کہتا ہوں ویسے ہی کرو شادی کرنے کے بعد جادوگر کی آج بھی ختم ہو جائے گی اور مہک بھی آزاد ہو جائے گی اور تم میں اتنی طاقت آجائے گی کہ تم کالی ماتا کا مقابلہ کر سکو اور اس کو ختم کر سکو گے۔

میں نے کہا ٹھیک ہے بابا جی جیسا آپ کی مرضی میری یہ بات سن کر مہک خوش ہوئی اور کینڑوں کو حکم دیا کہ جلدی سے جلدی شادی کی تیاری کرو میری آنکھوں کے آگے ایک خوبصورت منظر تھا جیسے خوبصورت تتلیاں یہ سب ایک سبز بڑھ کر ایک حسین جب یہ خبر جادوگر کے سننے لگا تو وہ آگ بگولا ہو گیا اس نے کہا میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا اس نے کالی ماتا کے چروں میں گر کر ماتا سے مدد مانگی اچانک اس نے منور اور یوں کو بہکانے کی کوشش کی اور یہ بار اتارنے کو کہا۔

بار مجھے لا کر دو تو میں تم کو ساری دولت دوں گا یہ سب لڑکیاں میں تمہاری غلام بنادوں گا۔ یوں نے کہا کہ میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا مگر منور لالچ میں آ گیا اتنی دیر میں کالی ماتا کی آواز آئی اے لڑکے ایک دن تم بہت بڑے جادوگر بنو گے کیونکہ تمہارے کان بڑے اور آنکھیں چھوٹی ہیں جادوگر بننے کے لیے یہی بات ضروری ہوتی ہے منور کے کان ویسے ہی بہت بڑے تھے اس لیے اس کو سکول میں کوئی دوست نہیں بناتا تھا سب سب اس سے ڈرتے تھے اور اس کو جادوگر جادوگر کہتے تھے جادوگر بہت خوش ہو رہا تھا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا ادھر سب شادی میں مصروف تھے سب خوش تھے ادھر مہک کو سرخ رنگ کا جوڑا پہنایا گیا جو بہت ہی قیمتی اور خوبصورت تھا اور مجھے ایک قیمتی سفید جوڑا بادشاہوں والا پہنایا گیا اور خوبصورت انگوٹھی پہنائی گئی۔

بابا جی نے جو انگوٹھی مجھے دی تھی وہ میں نے مہک کو پہنادی پھر مہک کو میرے سامنے بٹھایا گیا وہ جنت کی حور لگ رہی تھی ہونٹ ایسے جیسے گلاب جھیل سی آنکھیں ہونٹ جب وہ بات کرتی تو ایسے لگتا جیسے کسی سر ایک ساتھ مل گئے ہوں میں اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ اتنی حسین لڑکی اور

وہ بھی میری دلہن اتنی دیر میں بابا جی آ گئے اور انہوں نے ہماری شادی کی رسم ادا کی اور ہماری شادی ہو گئی اور ہم کو ایک بہت بڑے عالی شان محل میں پہنچا دیا گیا اتنی خوبصورت جگہ مہک کا چہرہ اتنا پیارا تھا کہ دل کرتا تھا کہ اس کو دیکھتا ہی رہوں۔

مہک اور میں ایک کمرے میں کہاں پر سوجھی ہوئی تھی اور اس کو میں دیکھے جا رہا تھا مہک نے کہا کہ تم خوش نہیں ہو جو اس طرح خاموش بیٹھے ہو میں بہت زیادہ خوش ہوں تم جیسی حسین و جمیل سے میری شادی ہو گئی مجھے اور کیا چاہے اور مہک نے پکڑ کر مجھے قریب کر لیا کہ اتنی دیر میں ایک بولہ آیا اس میں ایک چہرہ نظر آیا جس کی آنکھیں غصہ سے لال اور آگ برسا رہی تھیں اس کی گردن آواز آئی کہنے لگا کہ اگر اپنے دوستوں کی زندگی چاہتا ہے تو مہک کو ہاتھ مت لگانا۔

اتنی دیر میں مہک نے کہا تم اس کہنے کی بات مت ماننا جس مقصد کے لیے ہم نے شادی کی ہے وہ مقصد پورا کرو اور پھر یہ جادوگر نام کام ہو جائے گا۔

جادوگر نے غصے میں کہا ہاں اس کی باتوں میں مت آنا میں تمہارے دوستوں کو مار ڈالوں گا میں نے جب اس کی بات سنی تو میں نے مہک کو چھوڑ دیا جو میرے قریب ہی تھی اس نے کہا۔

کہنے دفعہ ہو جاؤ یہاں سے اور جادوگر بابا کبھی ادھر کبھی ادھر گھومنے لگا میں نے تلوار اٹھائی اور جادوگر کے دو کمرے کر دیئے اور پھر وہ جڑ کر بننے لگا میں ان دونوں کا خون پی جاؤں گا میں نے مہک سے کہا بابا جی نے تو کہا تھا کہ یہ تلوار اس کے خاتمہ کر دے گی مگر اس نے تو کچھ نہیں کیا وہ تو پھر زندہ ہو گیا۔

میں نے کہا میرے دوست کہاں ہیں اور جادوگر کے بننے کی آواز آئی بابا ہاں تو ان کو اپنے سامنے دیکھنا چاہتا ہے تو آنکھیں بند کر میں نے بند کر لیں دیکھا تو وہ کالی ماتا کے قدموں میں پڑے ہوئے تھے ایک گندی شکل والا جن تلوار لیے ان کے اوپر بڑا ہوا تھا اس کی آنکھوں کی جگہ بڑے بڑے گڑھے تھے اور اس کے بالوں کی جگہ تیز

دھار والے کانٹے تھے اور اس کی ناک بہت بے ڈھنگی اور منہ سے خون بہہ رہا تھا ان کو مارنے لگا تھا میں نے کہا چھوڑ دو ان کو جادوگر نے کہا۔

ٹھیک ہے ان کو چھوڑ دیتا ہوں یہ میرا وعدہ ہے تم سے اگر تو مہک کو میرے حوالے کر دے تو میں تمہارے دوستوں کو چھوڑ دوں گا میں نے کہا اگر تو مجھ سے کہتا ہے تو چل میں تیرے ساتھ چلتا ہوں اس نے کہا ٹھیک ہے چلو جادوگر نے کہا تم مہک کو بھی ساتھ لے چلو میں نے اپنا سامان ساتھ لیا اس نے کہا ٹھیک ہے چلو جادوگر نے کہا تم مہک کو بھی ساتھ لے چلو میں نے اپنا سامان ساتھ لیا اور اس نے کہا اب میں تمہاری شریک حیات ہوں اب جیسے کہو گے ویسے ہی کروں گی اور ہم اس جگہ کے ساتھ چل دیئے وہ اڑ رہا تھا اور ہم بھی اس کے ساتھ ساتھ اڑ رہے تھے جب وہاں پہنچے تو دیکھا تو کالی ماتا کے منہ سے بڑے بڑے سانپ نکل رہے تھے وہ ان کا گوشت کھانے لگے تو میں غصہ میں آ گیا اور تلوار نکال لی اور اس گندی شکل کے جن سے میرا مقابلہ ہو گیا اس نے اٹھا مجھے پھینک دیا میری ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور میں نے نعرہ لگا کر وار کیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اس کو آگ لگ گئی اور پھر میں نے کالی ماتا کے منہ پر زور دار وار کیا اور سب سانپ ختم ہو گئے اور وہ صرف پتھر کی مورتی بن کر رہ گئی آج چاند کی بھی دس تاریخ ہو گئی تھی۔

پھر وہ بولہ ہنسنے لگا تم نے تمام آتماؤں کا خون کر دیا ماتا کو مار کر اگر میں نے تم سے وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں تم او رہمہارے دوستوں کو ختم کر دیتا میں نے کہا ٹھیک ہے یہ لو میں نے مہک کو اس کے حوالے کر دیا اور اپنے دوستوں کو آزاد کر دیا۔

مہک مجھے دیکھ کر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا یہ جادوگر بڑا مکار ہے اس کا یقین مت کرنا میں نے مہک سے کہا میں تم کو پکڑ کر لے جاؤں گا اور اس جادوگر اور کالی ماتا کو ختم کروں گا جادوگر ہنسنے لگا بابا جی۔ تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے تم نے دنیا کی سب سے بڑی طاقت اور حسین پری میرے حوالے کر دی

ہے اور اب میں چاند کی چودہ تاریخ کو اپنے ختم میں آ جاؤں گا اور اس سے شادی کر لوں گا اور اس کے بچے کا خون کا لی ماتا کے چروں میں دوں گا اور ساری دنیا پر میری حکومت ہوگی بابا بابا۔

میں نے یونس اور منور سے کہا چلو بھاگ چلو منور نے کہا میں نہیں جاؤں گا میں ماتا کے چروں میں ہی رہوں گا یہ مجھے امیر بنائے گی اور یہ سب پر یاں میری غلام بن جائیں گی بابا بابا۔ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا میں نے اس کو زبردستی کھینچا تو بگولے نے کہا تم کسی کو زبردستی نہیں لے جا سکتے ہو یونس تم بھی میرے ساتھ مل جاؤ تم کو بھی ہیرے موتی سونا چاندی سب کچھ دوں گا اور یہ لڑکیاں تمہاری غلام ہوں گی اور تو بھی نہیں مرے گا ہمیشہ زندہ رہے گا۔

کینے تو اور تیری دولت مٹی میں مل جائے گی سب کچھ تیرا برباد ہو جائے گا تو منور نے کہا خبردار میرے آقا کے بارے میں کچھ بھی نہ کہنا تو میں تمہارا سر تن سے جدا کر دوں گا یونس نے کہا کینے تو بھی بہت جلد مرے والا ہے اور تیرا یہ لالچ کبھی انہیں ہوگا یونس نے کہا فراز مہک کو جادوگر کے حوالے نہیں کرنا چاہیے تھا وہ تم سے بہت پیار کرتی تھی میں مہک تو کیا دنیا کی کوئی بھی چیز اپنے دوستوں کی خاطر قربان کر دیتا میں نے بابا جی کو یاد کیا اور وہ حاضر ہو گئے اور کہا۔

میںاتم کو مہک جادوگر کے حوالے نہیں کرنا چاہیے تھی اگر تم دونوں ایک ساتھ رات گزار لیتے تو پھر جادوگر شاید کبھی کامیاب نہ ہو پاتا مگر اب مہک کی شادی تو ہو گئی مگر ابھی بھی وہ نواری ہے اور وہ جادوگر اس بات پر بہت خوش ہے لیکن میں پتا رو دگا تمہارے ساتھ ہے تم ہی رچ پاؤ گے پر بابا جی آپ نے کہا تھا کہ یہ تلوار بہت طاقت ور ہے جادوگر کو مار دے گی میں نے اس پر وار کیا وہ کٹ گیا مگر اس کو کچھ بھی نہ ہوا۔

بہنا وہ ایک بگولہ تھا وہ اس کو نہیں مار سکتی اس لیے تو کو ایک چلہ کرنا پڑے گا۔ وہ اس کو نہیں مار سکتی اس لیے تم کو ایک چلہ کرنا پڑے گا جو بنا کچھ کھائے اور پیئے کرنا ہو گیا اس

کے بعد یہ تلوار سب کچھ ختم کر دے گی مگر تمہارا دوست تمہارے لیے مشکل پیدا کر سکتا ہے اس لیے تمہیں اس کو مارنا ہوگا کیونکہ وہ تمہارے گاؤں کو برباد کر دے گا پر بابا جی میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا کیونکہ وہ ہمارا دوست ہے یونس نے کہا۔

بابا جی وہ ہمارا دوست ہے ہم اس کو کیسے مار سکتے ہیں لیکن اب وہ تمہارا دوست نہیں اب وہ جادوگر سے بھی بڑا ہو گیا ہے اس لیے اب وہ مصوم بچوں کا خون پینے لگا ہے کیونکہ اب وہ بہت بڑا جادوگر بن گیا ہے آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ جادوگر بن گیا ہے آؤ اب میں تم کو دکھاتا ہوں ہم نے دیکھا تو گاؤں کے لوگ چیختے ہوئے بھاگ رہے تھے اور وہ ان کا خون پی رہا تھا اس نے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک بوڑھے شخص کو پکڑ کر اپنے دانت اس کی گردن میں گاڑ دئے اور اس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کو چیر دیا اس کا دل اور کچھ نکال کر کھانے لگا اس کا چہرہ اتنا خوفناک تھا کہ اس کو دیکھتے ہی لوگ بے ہوش ہو جاتے تھے بابا جی نے کہا اب تم نے دیکھ لیا ہے صرف ایک دن اور ایک رات تمہارے پاس باقی ہے اس سے پہلے تم کو چلہ مکمل کرنا ہوگا۔

بابا جی نے کہا یہ چلہ تم کو کوہ قاف میں جا کر ایک پہاڑی کے ایک غار میں کرنا ہوگا وہاں ایک کالا سانپ ہے اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر مگر میں وہاں جاؤں گا کیسے بابا جی نے کہا یہ جوتے پہننا ان کو حکم دو میں نے جوتے پہنے ان کو حکم دیا اور میں کوہ قاف کے لیے روانہ ہو گیا اور یونس گاؤں میں آیا اس نے دیکھا کہ گاؤں میں لاشوں کے ڈھیر پڑے ہیں کہیں سر پڑے ہیں اور کہیں جسم اور ان کی امتزیاں باہر نکلی پڑی ہیں یونس نے کہا یہ کس کینے نے حالت بنائی ہوئی ہے میرے گاؤں کی گاؤں والوں نے کہا۔

میںاتم ٹھیک کہتے ہو ایک بلا گاؤں میں کسی بھی وقت آ جاتی ہے اور جو اس کو نظر آ جائے اس کا خون پی جاتی ہے اور چیر چھاڑ دیتی ہے اس کا چہرہ صحیح طرح سے نظر نہیں آتا بس اس کے بڑے بڑے کان نظر آتے ہیں یہ سن کر یونس

خوفناک ڈانچٹ

سمجھ گیا کہ یہ منور کا کام ہے اس کو غصہ آ گیا اتنی دیر میں شور مچ گیا کہ بلا آگئی سے بلا آگئی ہے۔ یونس نے دیکھا کہ یہ تو منور ہے جو لوگوں کا گون پی رہا ہے اور آنکھوں میں سے آگ برس رہی ہے۔

یونس نے کہا کہ جا یہ تیرے اپنے گاؤں والے ہیں تیرے بہن بھائی ماں باپ ہیں تو چھوڑ دے ان کو مگر منور نے ایک نہ سنی اور ہٹنے لگا بابا بابا۔ ہی ہی ہی۔۔ میں ایک جادوگر ہوں اور میں دنیا کا امیر ترین جادوگر بننا چاہتا ہوں کیونکہ یہ سب مارے جائیں گے اور دیکھتے ہی دیکھتے یونس اور منور کی لڑائی شروع ہو گئی یونس نے منور جادوگر کے منہ پر پتھر مار دیا اس کے بعد منور جادوگر نے غصے میں آ کر اپنے ایک کان کو حرکت دی اور ایک طوفان برپا کر دیا اور اس نے یونس کو پکڑ کر اس کے دھڑکے کر دیے اور اس کا سارا خون پی گیا اور یونس کو مار دیا اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ میرا دوست تھا اور جادوگر بہت پریشان تھا اگر فراز نے چلہ مکمل کر لیا تو وہ مجھے مار دے گا۔

ادھر فراز جب کوہ قاف پہنچا تو وہاں ایک دریا کے کنارے فراز ایک جھڑک گئے سے زمین پر آ گراڑنے کی کوشش کی مگر ایسا نہ کر سکا اتنی دیر میں دریا میں اسے ایک مگر مجھ باہر آیا فراز نے تلوار نکال لی اس نے کہا رک جا نادان لڑکے تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے میں نے کہا میں کوہ قاف جانا چاہتا ہوں اس نے کہا مجھے کس نے بھیجا ہے میں نے کہا۔

مجھے ہماری بابا نے بھیجا ہے اس نے کہا وہ تو میرے استاد ہیں میں ان کی بڑی عزت کرتا ہوں اور ان کا ہر حکم ماننا ہوں وہ میرے گردی ہیں آؤ تم میری پیٹھ پر بیٹھو میں تم کو پار لے جاتا ہوں جب ہم کنارے پر پہنچے تو اس نے پوچھ لیا۔

اب تم کہاں جانا چاہتے ہو فراز نے کہا کالے پہاڑ کے نیچے ایک غار میں مگر مجھ نے کہا وہاں غار میں ایک بہت بڑا سانپ ہے اس نے نزدیک کوئی بھی نہیں جاسکتا ہے آگے تمہاری مرضی مگر مجھ نے کہا اب میں واپس

جادوگر کا خواب

جا رہا ہوں فراز نے پوچھا مگر اس کے پاس کوئی کوئی نہیں جاسکتا ہے کیونکہ اس کے محافظ سانپ بہت زہریلے اور خطرناک ہیں جو انسان کو کچھ قدم کی دوری سے ہی ڈس لیتے ہیں میں نے کہا ٹھیک ہے میرے پاس سلیمانی ٹوٹی ہے وہ سانپ مجھ کو دیکھ ہی نہیں پائیں گے اس نے کہا ہو تو بہت اچھا ہے میں سانپوں کے بیچ میں سے گزرتا ہوا کالے پہاڑ کے پاس پہنچ گیا۔

جب میں غار کے قریب پہنچا تو اندر دیکھا کہ دو روشنیوں کے دیئے جل رہے تھے اور ایک بہت بڑا انانگ ناگ پھین پھیلے بیٹھا تھا میں اندر گیا تو دیکھا کہ اس سانپ کے آگے انسانی کھوپڑیاں ہڈیاں اور ڈھانچے پڑے ہوئے ہیں میں یہ سب دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا سانپ حرکت میں آ گیا اور غار سے باہر چلا گیا چاند کی چودھویں رات بھی سانپ کے جسم پر روشنی پڑ رہی تھی سانپ مست ہو کر لیٹ گیا اور آج رات میں میرا چلہ ہے میں سانپ کی کمر پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور میں نے چلہ کرنا شروع کر دیا قیام تک میں چلہ مکمل کر لیا اس کے بعد میں واپس کے لیے روانہ ہوا اور بابا جی کے پاس پہنچا بابا نے بتایا کہ اس سانپ کی ساری سکتی اب تمہاری تلوار میں ہے اور بابا جی نے بتایا۔

میںا مجھے ایک بات نہایت افسوس ہے وہ کیا بابا جی وہ یہ کہ منور جادوگر نے تمہارے دوست یونس کو ختم کر دیا ہے اور اس نے اپنے آقا اور جادوگر کو خوش کرنے کے لیے سارا خون اس کو پیش کر دیا ہے۔ اب یہ ان دونوں جادوگروں نے سارا گاؤں برباد کر دیا ہے۔ اب تم تباہت برپا کر دی ہے وہاں اب کچھ بھی باقی نہیں رہا ہے اپنے جوتوں کو حکم دیا کہ وہ مجھے جادوگر کے پاس لے جائیں بابا جی اور میں اس کے پاس پہنچ گئے جادوگر مجھے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

فراز نے کہا آج چاند کی چودہ تاریخ ہے اور آج تیرا آخری دن ہے اس نے کہا تو ایک معمولی انسان سمجھ اتنے بڑے جادوگر کو کیسے مارے گا جیساں سے چلا جا کیونکہ اس سے پہلے میں نے کئی انسانوں کو مار ڈالا ہے یہاں تک کہ

خوفناک ڈانچٹ

مجھے جمالی بابا یہ جو تمہارے ساتھ ہیں اس نے بھی مجھے مارنے کی کوشش کی مگر نہ مار سکا صرف قید کر سکا اور خود دینا سے چلا گیا آج مجھے تمام طاقتیں مل جائیں گی پھر مجھے کوئی بھی نہیں مار سکے گا اور پھر مہک سے میں شادی کروں گا اور جب اس کا بچہ پیدا ہوگا تو اس کے خون سے میں کالی ماما کو دوں گا اور پھر پوری دنیا پر حکومت کروں گا میں وہاں سے اڑا اور سیدھا کالی ماما کے پاس پہنچا تو اس کے آس پاس خوفناک دبوکھڑے تھے بڑی بڑی آنکھیں اور آنکھوں سے آگ نکل رہی تھی میں نے نفہر لگایا اور سلیمانی ٹوپی سر پر رکھی اور غائب ہو گیا اور تلوار سے ان دلوں کی گردیں کاٹنے لگا اور ان کے سر اڑا دیئے اتنی دیر میں وہاں جافر جادوگر بھی پہنچ گیا۔

جادوگر کے آنے سے پہلے ہی میں نے کالی ماما کا سرتن سے جدا کر دیا اور کالی ماما کو آگ لگ گئی اور وہ دھواں بن کر ختم ہو گئی جادوگر چیخنے لگے تم نے کیا کر دیا تم نے کالی ماما کو مار کر میری تمام آتماؤں کو مار دیا ہے۔

جادوگر سے میری جنگ شروع ہو گئی جادوگر آگ کے گولے برسائے لگا میرے سر سے ٹوٹی کر گئی تھی جس کی وجہ سے جادوگر نے مجھے دیکھ لیا میں نے فوراً ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھ لی جادوگر ہنسنے لگا بابا۔

آج تم غائب نہیں ہو سکتے کیونکہ آج چاند کی چودھویں ہے اور اس دن کوئی بھی چیز دوبارہ کام نہیں کرے گی کیونکہ وہ آج کی رات زمین پر گری ہے بابا۔

اس نے آگ کے گولے برسائے میں نے آگے تلوار کر دی جس سے وہ گولے ختم ہوتے گئے اور پھر اس نے میری طرف بہت سارے سانپ بھیجے میں نے ایک ہی وار میں ان تمام سانپوں کو ختم کر دیا جب اس نے دیکھا کہ اس کے تمام سانپ ختم ہو گئے تو وہ ڈر گیا اور کہنے لگا فراز تم میرے ساتھ مل جاؤ میں تم کو دنیا کی ہر چیز دوں گا میں نے کہا۔

کہنے میں تمہارے ساتھ کبھی نہیں ملوں گا میں نے غصے میں آ کر اس کی گردن دبوچ دی اور تلوار اس کی گردن

پر رکھ دی میں نے کہا اب تمہارا کام ختم ہو گیا ہے اور وہ چیخنے چلانے لگا اور کہنے لگا تم جو دنیا کی چیز چاہتے ہو مجھ سے لے لو اور مہک بھی لے جاؤ اور تمام میرے جن بھی اور پریاں بھی لے جاؤ اور مجھے چھوڑ دو میں نے کہا مہک کہاں ہے اس نے کہا وہ دہن بن کر ایک مندر میں بت کے اندر قید پڑی ہے اور میں اس سے شادی کرنے والا تھا پر تم نے کالی ماما کو ختم کر کے سب کچھ ختم کر دیا میں نے جافر جادوگر کو گردن سے دبوچ لیا اور وہ ترپے لگا میں نے اس کاٹھا کر زور سے دیوار میں مارا میں نے تلوار نکالی تو وہ ہنسنے لگا بابا۔

یہ تلوار مجھے نہیں مار سکتی میں نے ایک زوردار وار کیا کہ اس کے جسم کے دھڑکے کر دیئے اس کو آگ لگ گئی اور وہ دھواں بن کر ختم ہو گیا اس کا بیٹا وارنگ محل سب کچھ بھسم ہو گیا اور میں وہاں سے بھاگ کر دور چلا گیا اور میں نے جوتوں کو ختم کر دیا کہ مجھے جلدی سے مہک پری کے پاس لے چلو میں تھوڑی ہی دیر میں مہک کے پاس پہنچ گیا میں نے دیکھا تو جادو ختم ہو چکا تھا مندر کا بت ٹوٹا ہوا اور مہک بے ہوش پڑی ہوئی تھی تھوڑی دیر میں وہ ہوش میں آ گئی اور وہ مجھ سے لپٹ کر رونے لگی میں نے کہا میں نے کالی ماما اور جادوگر دونوں کو ختم کر دیا ہے اور اس کی سب طاقتیں ختم کر دی ہیں مہک نے کہا میرے رب تیرا شکر ہے کہ تو نے اس جادوگر سے ہمیشہ کے لیے ہم کو آزاد کر دیا ابھی ہم جا رہے تھے کہ منور جادوگر آگے سے آ گیا اور میرے پیروں میں پڑ گیا مجھے معاف کر دیں نے کہا اے کہینے انسان میں تم کو بھی بھی معاف نہیں کروں تم نے معصوم بچوں کا خون کیا ہے میں نے کہا جاؤ تم کو معاف کر دیا اور وہ جانے لگا وہ جانے لگا تو اس نے ایک خنجر میری کمر میں پیوست کر دیا اور ہنسنے لگا اور کہنے لگا میں نے اپنے آقاؤں کا بدلہ لے لیا ہے اور وہ اپنے کانوں کو پروں کی طرح پھڑپھڑا کے ہوا میں اڑنے لگا اور مہک مجھے پکڑ کر رونے لگی۔

ظالم انسان یہ تم نے کیا کیا تو نے اس کو نہیں مارا تم نے پورے گاؤں کا مار دیا ہے اگر یہ نہیں بچا تو کوئی بھی

نہیں بچے گا اتنی دیر میں جن پریاں جو مہک کے غلام تھے انہوں نے منور جادوگر کے کٹلے کر دیئے اور اس کو آگ لگ گئی مہک نے کہا اس کو فوراً بابا جی کے پاس لے چلو ادھر بابا جی حاضر ہو گئے انہوں نے فراز کے منہ پر پانی کا پھینکا مارا فراز ہوش میں آ گیا اور سب لوگ خوش ہو گئے اور رخم بھی بھر گیا اور بابا جی نے کہا۔ اچھا بیٹا اب میرا کام ختم ہو گیا ہے۔

اب میں چلتا ہوں اب کبھی واپس نہ آسکوں گا مہک نے کہا تم جن پریاں آزاد ہیں چلی جاؤ چند کنیریں مہک کے پاس رک گئیں انہوں نے کہا ہم آپ ہی کے ساتھ رہنا چاہتی ہیں مہک نے کہا بابا جی آپ ہم کو پروں سے لڑکیاں بنادیں۔

بابا جی نے کچھ پڑھ کر مہک اور پروں پر پھونک ماری تو مہک اور باقی پروں کے پر غائب ہو گئے اور بابا جی چلے گئے میں نے کہا اب گاؤں میں تو کچھ باقی نہیں رہ گیا سب کچھ ختم ہو گیا ہے تو مہک نے کہا نہیں ہم سب گاؤں جائیں گے اور سب کچھ زندہ ہو جائے گا مہک نے ایک پانی کا مٹک لیا اور اپنے چہرے کو پانی سے دھو پانی دودھ کی طرح بغیر اور روٹی والا ہو گیا اور یہ پانی گاؤں والوں پر پھینک دو ہم نے جب یہ پانی گاؤں والوں پر پھینکا تو سب لوگ زندہ ہو گئے اور سب لوگ ایک دوسرے کے گلے ملنے لگے۔

مہک سے کہا منور کو بھی زندہ کرو مہک نے کہا وہ جادوگر بن گیا ہے اس لیے وہ زندہ نہیں ہو سکتا وہ قیامت کے دن ہی زندہ ہوگا سب لوگوں نے مل کر گاؤں میں ایک بہت بڑا جشن منایا مہک نے اور ہم سب نے مل کر ایک بہت خوبصورت رنگ محل بنایا اور وہاں مہک اور فراز کی دوبارہ شادی کی گئی۔

مہک نے ایک لال رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی اور وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ گاؤں والے حیران رہ گئے کہ یہ انسان ہے کہ پری اور فراز کے کہنے پر باقی کنیروں کی شادی گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ کر دی گئی ایک نیلی آنکھوں والی لڑکی شادی یونس کے ساتھ کر دی

گئی فراز اور مہک کے تین بچے پیدا ہوئے کچھ عرصہ بعد مہک فراز اور بچے سب غائب ہو گئے جن کا آج دس سال گزر جانے کے بعد بھی کوئی پتہ نہ چل سکا۔



آدم خورد و شیر

رکھ دیئے محسن انہر کے بیٹھ گیا گو نے محسن کے دوسرے ہاتھ میں آنکھیں دی جس میں کوئلے دھبے تھے محسن نے بال کونکوں میں ڈال دیئے بنانا خیر کئے ہمشکل محسن کی منتیں کر رہی تھی کہ اس نے بال واپس کر دیے وہ اس کی غلام بن کر رہے گی۔

محسن نے کچھ نہ سنا اس نے جب بال جالائے ساتھ ہمشکل کی شکل بدلنا شروع ہو گئی وہ چیخنے لگی سانیہ نے جب یہ دیکھا تو اپنے برس میں سے اس نے خنجر نکالا جو وہ شکار کے لیے استعمال کرتی تھی اور محسن کو مارنے کے لیے دوڑی عائشہ یہ سب دیکھ رہی تھی اس سے پہلے کہ سانیہ محسن کو خنجر مارتی عائشہ محسن کے سامنے آ گئی وہ بھلا اپنے محبوب شوہر کو اپنی آنکھوں کے سامنے مارتے ہوئے کیسے دیکھ سکتی تھی سانیہ نے اب پھر محسن پر حملہ کرنا چاہا تو سانیہ کو لگا اب جیسے وہ مل نہیں سکتی بونے نے اسے روک لیا تھا محسن نے سنہری خنجر سانیہ کے دل میں اتار دیا۔

محسن نے اب عائشہ کی طرف دیکھا تو اس کا خون بہہ رہا تھا وہ اپنی بیوی کو مارنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس کو زندہ چھوڑنا بھی نہیں چاہتا تھا جیسے ہوئے خون کے ساتھ اس کی بیوی اس کو محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو کہ اس کو معاف کر دو یہ سب کچھ اس نے اس کو اپنا بنانے کے لیے کیا تھا لیکن بونے نے کہا آقا اس کو مار دو اور نہ یہ خون کی تڑپ میں تمہارا خون کر دے گی یہ سن کر وہ ایک مرتبہ کانپا اور پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر کے خنجر کا وار اپنی بیوی پر کر دیا وہ چند لمحوں کے لیے تڑپی اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ٹھنڈی ہو گئی۔ کافی دیر تک وہ اسکو دیکھ کر روتا رہا پھر وہ گھر کی طرف چل دیا۔ ایک تیز اندھیری آئی جو اس کا مردہ وجود سیٹھ کراڑتی ہوئی دور بہت دور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔



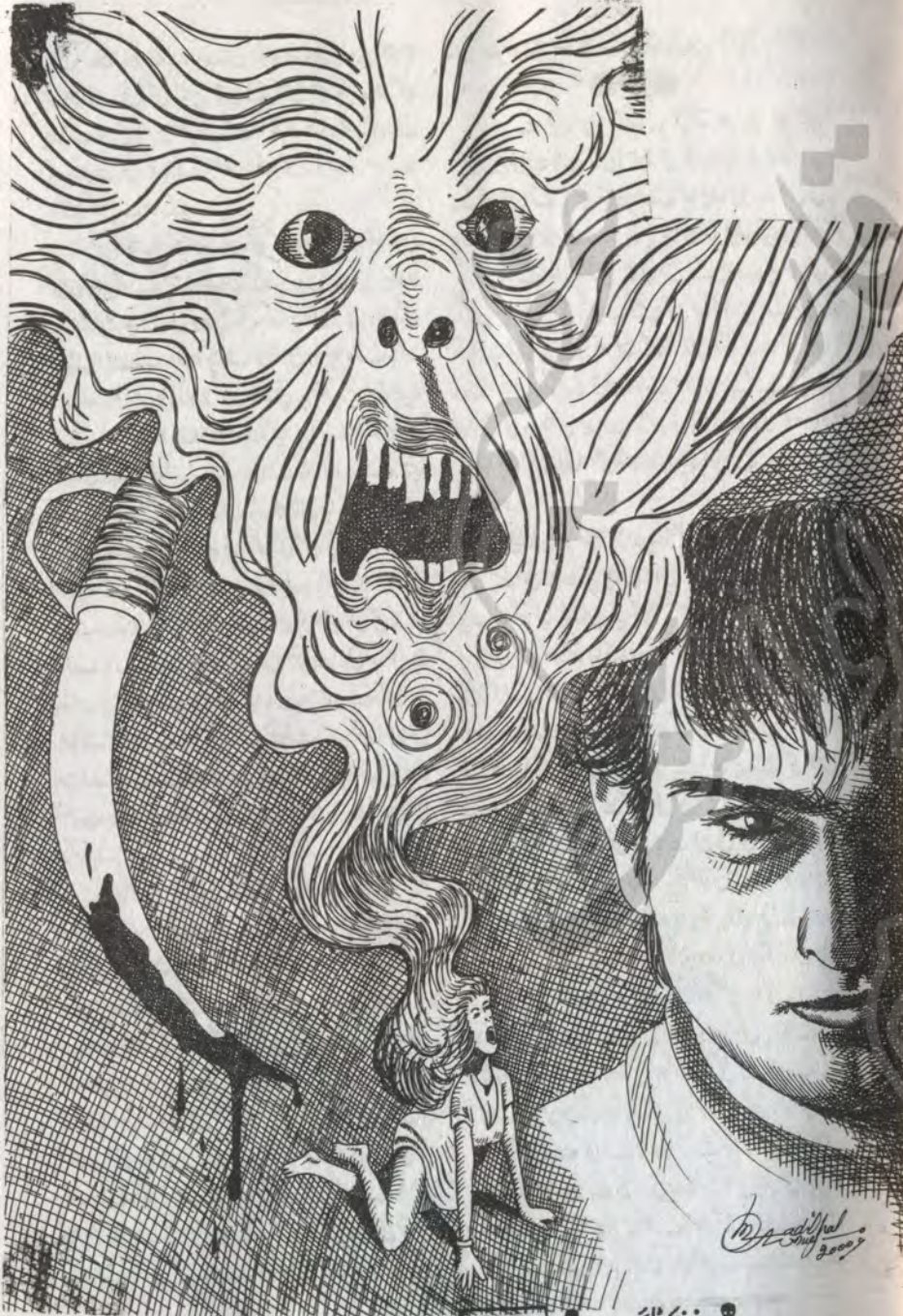
بھیا نک خواب

-- تحریر: قلم نشاد۔ رتو وال فتح جنگ --

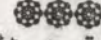
اس جڑکی نے اپنے بازو پر زور سے کاٹا تو اس کے بازو سے خون بہنے لگا اس نے اپنے بازو کا رخ زمین کی طرف کر دیا جیسے ہی اس کے خون کا ایک قطرہ زمین پر گرا تو وہاں سے دھواں اٹھنا شروع ہو گیا۔ جیسے جیسے اس کا خون زمین پر گر رہا تھا دھواں اتنا ہی تیز تر ہو رہا تھا فیضان کا تمام جسم پیسنے سے شرابور ہو گیا خوف اور دہشت کی وجہ سے وہ کانپ اٹھا دھوئیں سے لیک غراہٹ کی آواز ابھری اور ایک بہت ہی بھیا نک چہرہ دھوئیں سے باہر نکلا اس کا قد تقریباً دس فٹ ہو گا اس کے پورے جسم پر کالے کالے لمبے بال تھے اور اس کا منہ بھیڑیے کی طرح خوفناک تھا وہ غراتا ہوا دھوئیں سے باہر نکلا اور فیضان کو گھور گھور کر دیکھنے لگا اس کے دیکھنے کا انداز بہت ہی خوفناک تھا اسکی سرخ آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی اس کے اس انداز سے لگ رہا تھا کہ یہ پورے دیرانے کو تباہ کر دے گا پھر اس بھیڑیے نما درندے نے اپنا ایک پاؤں اوپر اٹھا کر زمین پر مارا تو زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں فیضان ڈری ڈری نظر دوں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی زبان سے ورد کے الفاظ بھی مشکل سے ادا ہو رہے تھے دیکھا میری طاقت کو یہ آج تمہاری وہ حالت کرے گا کہ کوئی اس دیرانے کی طرف آنے کا نام تو کیا دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کرے گا۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

آہ رات کے پرسکون ماحول میں فیضان کی چیخ بلند ہوئی اور وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا فیضان کی چیخ سن کر شعیب بھی اٹھ بیٹھا کیا ہوا فیضان شعیب نے دوڑ کر اس کے پاس آ کر پوچھا۔ فیضان کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا پورا بدن پیسنے سے شرابور تھا اور وہ بڑی گہری گہری سانسیں لے رہا تھا شعیب نے پاس رکھے ہوئے ٹیبل سے جگ اٹھا کر گلاس میں پانی اندھا لیا یہ لو پانی پیو۔ شعیب نے پانی کا گلاس فیضان کی جانب بڑھایا۔ فیضان نے پانی لیا اور ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گیا اب بتایا کیا ہوا تھا شعیب نے فیضان کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

یار بہت ہی ڈرنا خواب دیکھا ہے اس وجہ سے ڈر گیا تھا فیضان نے اپنے چہرے سے یہ سنا صاف کرتے ہوئے کہا آج کل تو تم روز ہی خواب میں ڈر جاتے ہو اللہ کا ذکر کر کے سویا کرو تو پھر ڈرنا خواب نہیں آئیں گے شعیب نے اسے مشورہ دیا اف اللہ کتنا بھیا نک



میں سوچا اور پھر اللہ کا ذکر کرتا ہوا دوبارہ سو گیا۔



ارے فیضان تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو میں تمہیں پورے کالج میں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں زاریہ نے فیضان کے پاس بیٹھے ہوئے کہا فیضان نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا وہ پریشان سا بیٹھا ایک جگہ کو مسلسل دیکھے جا رہا تھا پریشان اس کے چہرے پر نمایاں تھیں فیضان آج شعیب نہیں آیا کیا زاریہ نے پوچھا آیا ہے فیضان نے مختصر کہا مجھے تو نہیں لگتا کہ وہ آیا ہے ورنہ تم یوں اکیلے نہ بیٹھے ہوتے زاریہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا وہ ابھی میرے ساتھ ہی تھا اسے کوئی کام یاد آ گیا تھا کہہ رہا تھا ابھی آتا ہوں فیضان نے بے زاری سے کہا۔

فیضان تم پلیز زاریہ ابھی تم یہاں سے جاؤ میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں فیضان نے زاریہ کی بات کا ٹکڑا کر کہا فیضان یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ ناں زاریہ نے بے تابانی سے کہا پلیز زاریہ تم اس وقت یہاں سے چلی جاؤ مجھے اکیلا چھوڑ دو فیضان نے غصے سے کہا تو زاریہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے کیونکہ آج سے پہلے فیضان نے بھی اس سے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی اتنے میں شعیب بھی وہاں آ گیا اسنے بھی ان کی بات سن لی تھی فیضان تم تو ابھی مجھ سے تنگ آگئے ہو زاریہ آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی اور اٹھ کر وہاں چل دی ارے زاریہ رو کوشعیب نے اسے آواز دی لیکن وہ رکی نہ تھی بس چند ہی لمحوں میں اس کی نظروں سے اوجھل ہوئی۔ ارے فیضان تم بھی ناں ایسے ہی اپنا غصہ دوسروں پر نکالتے ہو دیکھو اب وہ تم سے ناراض ہو کر چلی گئی ہے شعیب نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا یار میں کیا کروں مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہی ہے کسی سے بات کرنے کو ذرا بھی دل نہیں کرتا ہے فیضان نے بیزاری سے کہا لیکن پھر بھی تم نے زاریہ سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی وہ تو تم سے بے پناہ پیار کرتی ہے شعیب نے اسے دیکھتے

یہاں سے باہر نکالو ورنہ میں مر جاؤں گی وہ یہ الفاظ بار بار کہہ رہی تھی لیکن میں نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے ڈری ڈری نظروں سے دیکھتا رہا اور پھر میں نے ایک بہت ہی بھیاں تک منظر دیکھا جسے دیکھ کر میرے رونے لگے ہو گئے۔

قبر آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھی اور اس دوشیزہ کی چٹینیں بلند ہونے لگیں فیضان مجھے یہاں سے باہر نکالو ورنہ میں مر جاؤں گی وہ چیخ چیخ کر یہ الفاظ کہہ رہی تھی اور میں اسے ڈر رہا تھا اچانک ہی اس دوشیزہ نے ہاتھ اوپر اٹھا دیے اس کا بازو بڑھنے لگا میں یہ منظر دیکھ کر کانپ گیا اس دوشیزہ کا بازو اتنا تسلیا ہو گیا کہ اس کا ہاتھ میری گردن تک آپہنچا اس نے گردن سے پکڑ کر زور سے کھینچا تو میری ایک چیخ بلند ہوئی اور میں قبر میں جا کر اور قبر بند ہو گئی اس کے ساتھ ہی میری آنکھ بھی کھل گئی یار شعیب یہ خواب میں مسلسل کئی روز سے دیکھ رہا ہوں اس نے خواب نے میرا آرام چھین لیا ہے میری امی کتنی تھی کہ جو خواب بار بار آئے وہ اصل میں حقیقت بن جاتا ہے فیضان پریشانی سے کہتا چلا گیا ہاں یار میں نے بھی سن رکھا کہ جو خواب بار بار آئے حقیقت میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے شعیب نے فیضان کو دیکھتے ہوئے کہا اب کیا ہوگا شعیب مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے فیضان نے پریشان ہو کر کہا۔

فیضان تم پریشان مت ہو اس کا کوئی نہ کوئی حل تو ہو ہی گا ناں ہو سکتا ہے کسی نے تم پر جادو کر دیا ہو پر کسی نے شعیب پریشانی سے بولا تو فیضان اور زیادہ پریشان ہو گیا اچھا چھوڑو اس بات کو رات بہت گہری ہوئی ہے اب تم سو جاؤ صبح کالج بھی جانا ہے شعیب نے کہا اور اٹھ کر اپنے بستر پر آ گیا اور ہاں صبح تمہارے خواب کے مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل بھی تلاش کروں گا شعیب نے کہا فیضان بھی بستر پر لیٹ گیا اور شعیب کی باتوں پر غور کرنے لگا شعیب کہہ رہا تھا کہ کہیں کسی نے مجھ پر جادو تو نہیں کیا لیکن مجھ پر جادو کس نیکیا ہے میری تو کسی سے کوئی دشمنی بھی نہیں ہے فیضان نے دل ہی دل

ہی کہا اچھا چھوڑو اسے میں اسے منالوں گا اور وہ مان بھی جائے گی تم یہ بتاؤ کہ میرا کام کیا کہ نہیں۔ فیضان نے پوچھا۔

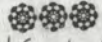
ہاں یار ایک لڑکے نے ایک بزرگ کا بتایا ہے لیکن وہ بزرگ صرف اسی سے ملتے ہیں جو چچ میں مصیبت میں ہو شعیب نے اسے بتایا یار شعیب وہ دوسرے عاملوں کی ہی طرح جھوٹا ہو گا ان کا تو کام ہی پیسے اکٹھا کرنا ہے اس ایک ہفتے میں پندرہ ہزار روپے ان عاملوں کی نظر ہو گیا ہے فیضان نے آہستہ سے کہا نہیں یار وہ لڑکا کہہ رہا تھا کہ وہ بزرگ پیسے نہیں لیتے ہیں۔ اور کام بھی کر دیتے ہیں شعیب نے اسے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا مجھے تو نہیں لگتا ہے کہ وہ پیسے بھی نہ لے اور کام بھی کر دے فیضان نے بے زاری سے کہا۔ لیکن یار ہمیں ان کے پاس جانا چاہیے ہو سکتا ہے وہ تمہارا کام کر دیں شعیب نے کہا فیضان نے سر ہلایا فیضان اور شعیب آپس میں گہرے دوست ہیں دونوں کے ماں باپ اب اس دنیا میں نہیں ہیں اس لیے دونوں ایک ساتھ رہتے ہیں اور ایک ہی کالج میں پڑھتے ہیں جبکہ فیضان کی ملاقات زاریہ سے اس کالج میں ہوئی تھی اب دونوں ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے اور ایک دوسرے کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں لیکن فیضان ایک خواب مسلسل کئی روز سے دیکھ رہا ہے کہ پریشان اور خوفزدہ ہو گیا تھا شعیب اور فیضان کئی عاملوں کے پاس گئے پیسوں کا نذرانہ دیا لیکن کچھ بھی نہ ہو سکا آج وہ دونوں کی بزرگ سے ملنے جا رہے تھے۔



فیضان اور شعیب اس وقت بزرگ کے گھر کے سامنے کھڑے تھے فیضان اگر بزرگ نے ہم سے ملنے سے انکار کر دیا تو شعیب نے دروازے پر دستک دے کر فیضان سے کہا تو پھر ہم گھر واپس چلے جائیں گے فیضان نے ہنس کر کہا اچانک ہی دروازہ کھلا جی کون ایک بچے نے سر باہر نکال کر کہا ہمیں رحمٰن بابا سے ملنا ہے شعیب نے جلدی سے کہا کون ہے بیٹا۔ اندر سے آواز سنائی دی

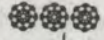
دادا ابو کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔ بچے نے اندر دیکھ کر کہا اندر لے آؤ انہیں آواز دو بارہ سنائی دی آئے انکل بچے نے آگے سے ہٹتے ہوئے کہا فیضان اور شعیب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اندر داخل ہو گئے اسلام علیکم۔

فیضان اور شعیب نے ایک ساتھ کہا۔ وعلیکم السلام بیٹھو بیٹا رحمٰن بابا نے چار پائی کی طرف اشارہ کیا دونوں ادب سے چار پائی پر بیٹھ گئے رحمٰن بابا بیچ پڑھنے میں مصروف تھے اور وہ فیضان کو بہت غور غور سے دیکھ رہے تھے فیضان اور شعیب کی نظریں بھی انہی کے چہرے پر تھیں انکے چہرے پر نور بتی نور تھا ان کے سر اور ذرا جی کے بال سفید تھے اور آنکھوں میں ایک کشش تھی بابا جی میں بہت مشکل میں ہوں آپ میری مدد کریں فیضان نے احترام سے کہا بیٹا مجھے لگ رہا ہے کہ تم مصیبت میں ہو اللہ پر بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہو جائیگا پہلے تو تم اپنا مسئلہ بتاؤ رحمٰن بابا نے فیضان کو دیکھتے ہوئے کہا تو فیضان نے تمام بات انہیں بتادی بیٹا تم کو روزانہ ایک ہی خواب آتا ہے مجھے لگ رہا ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی راز ہے اور میں آج رات عمل کر کے اس راز تک انشاء اللہ پہنچ جاؤں گا تم حوصلہ رکھو اللہ سب ٹھیک کر دے گا اب جاؤ اور کل میرے پاس آنا رحمٰن بابا نے کہا تو وہ دونوں وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے



رات کی تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی فیضان اور شعیب نے رات کا کھانا کھایا اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ یار شعیب مجھے وہ بزرگ بہت ہی اچھے لگے ہیں اور مجھے لگ رہا ہے کہ وہ میرا مسئلہ حل کر دیں گے فیضان نے پرسکون ہو کر کہا ہاں یار مجھے بھی لگ رہا ہے کہ وہ تمہارا مسئلہ ضرور حل کریں گے میں نے تو انہیں دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ دوسرے عاملوں کی طرح نہیں ہیں شعیب نے مسکراتے ہوئے کہا ہاں یار آج وہ سارا دن پریشان ہی تھی تم مانتا ہے اسے مجھے تو وہ پریشان بالکل بھی نہیں اچھی لگتی شعیب نے براہ منہ بنا کر کہا ویسے

تمہیں اس کے ساتھ اتنی ہمدردی کیوں ہے فیضان نے شرارتی لہجے میں کہا وہ میری ہونے والی بھانجھی ہے اس لیے شعیب نے فوراً سے کہا اچھا جی فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا بابا جی اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا کچھ دیر تک وہ بیٹھ کر باتیں کرتے رہے اور پھر سو گئے۔



فیضان نے پورا کالج چھان مارا لیکن اسے زاریہ کہیں بھی نظر نہ آئی تو وہ تھک ہار کر ایک جگہ پر بیٹھ گیا بیٹھے ہی اس کی نظر سامنے پڑی تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی کیونکہ اس سے کچھ ہی فاصلے پر ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے وہ کھڑی تھی فیضان جلدی سے اٹھا اور اس کے پاس آ گیا ہائے زاریہ۔ کس ہی فیضان نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا تھیک ہوں زاریہ نے نظر میں جھکا کر کہا آئی ایم سوری زاریہ مجھے تم سے اسی طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی میں بہت شرمندہ ہوں اگر تم مجھ سے اسی طرح ناراض رہی تو میں مر جاؤں گا پلیز فیضان ایسی باتیں مت کرو کون کہہ رہا ہے کہ میں تم سے ناراض ہوں پیار کرنے والے بھی بھی ناراض نہیں ہوتے ہیں بلکہ اس پر اعتبار کرتے ہیں لیکن تم نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا زاریہ نے فیضان نے حیران ہو کر پوچھا۔

فیضان کل جب میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم پریشان کیوں ہو تم نے مجھے نہیں بتایا تھا اس کا یہ ہی مطلب ہے ناں کہ تم مجھ پر اعتبار نہیں کرتے ہو زاریہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا زاریہ ایسی بات نہیں ہے مجھے تم پر اعتبار ہے بس میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا فیضان نے زاریہ کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا فیضان میں تو تم کو اس طرح پریشان دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہوں تم مجھے بتاؤ کہ تم آج کل کیوں پریشان رہتے ہو زاریہ نے پوچھا تو فیضان نے ساری بات زاریہ کو بتادی جسے سن کر وہ اور زیادہ پریشان ہو گئی تھی لیکن زاریہ اب تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے رخصت بابا میری مدد کرنے کو تیار ہو گئے ہیں فیضان

نے زاریہ کا ہاتھ آہستہ سے دبا تے ہوئے کہا۔ تو زاریہ مسکرا دی میں کب سے دیکھ رہا ہوں تم دونوں ہاتھ میں ہاتھ تھامے مسکرا رہے ہو شادی کی تاریخ طے ہوئی ہے کیا شعیب نے شرارت سے کہا ارے شعیب تم کب آئے فیضان نے پوچھا میرے خیال میں میں آج سے تقریباً بائیس سال پہلے اس دنیا میں آیا تھا شعیب نے سنجیدہ ہو کر کہا شعیب تم بھی ناں زاریہ نے ہنستے ہوئے کہا اتنے میں کلاس کا ناظم ہو گیا تو وہ تینوں کلاس کی طرف بڑھ گئے۔



فیضان اور شعیب اس وقت رخصت بابا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے بیٹا کل رات میں نے عمل کیا تھا اور میں سب کچھ جان گیا ہوں رخصت بابا نے فیضان کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ج بابا جی آپ پرے خواب کا راز جان گئے ہیں فیضان نے خوش ہوتے ہوئے کہا ہاں بیٹا میں تمہارے خواب کا راز جان گیا ہوں تمہارے خواب کے پیچھے ایک کہانی چھپی ہوئی ہے جسے میں جان گیا ہوں رخصت بابا نے کہا کیسی کہانی بابا جی شعیب نے تجس سے پوچھا۔ بیٹا آج سے ایک سو سال پہلے ایک گاؤں میں سادھو رہتا تھا وہ ہندو تھا اس کے پاس بہت طاقتیں تھیں اس نے یہ طاقتیں چلے کر کے اور بے گناہ اور معصوم انسانوں کو قتل کر کے حاصل کی تھیں سادھو کے گھر ایک بیٹی پیدا ہوئی وہ بہت ہی خوبصورت تھی اس لیے سادھو نے اس کا نام حسینہ رکھ دیا حسینہ جب جوان ہوئی تو اس کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا گاؤں کے تمام لڑکے اس کے عشق میں گرفتار ہو گئے لیکن وہ کسی کو بھی پسند نہیں کرتی تھی پھر ایک دن اس گاؤں میں ایک لڑکا آیا اس کا نام فیضان تھا گاؤں کے تمام لڑکوں سے زیادہ خوبصورت تھا اور وہ مسلمان تھا فیضان نے حسینہ کو دیکھا ہوا تھا لیکن وہ اس کا عاشق نہ تھا کیونکہ اس کے دل میں صرف اور صرف مومنہ تھی مومنہ اس کی کزن تھی اور وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے تھے حسینہ نے جب فیضان کو دیکھا تو وہ اسی کی ہو کر رہ گئی وہ

فیضان کو پسند کرنے لگی تھی اس کے دل میں صرف اور صرف فیضان کے لیے پیار تھا وہ اسے دیوانگی کی حد تک چاہنے لگی تھی۔

پھر ایک دن سادھو نے حسینہ کو اپنے پاس بلایا اور اپنی تمام طاقتیں حسینہ کو دے دیں اور اس کے کچھ ہی دنوں بعد وہ مر گیا حسینہ اب اس دنیا میں اکیلی رہ گئی تھی اس کی ماں تو اس کے پیدا ہونے کے بعد ہی انتقال کر گئی تھی حسینہ نے اپنے باپ سادھو کے ادھورے چلے کو مکمل کئے اور بڑی بڑی طاقتیں حاصل کیں۔ ایک دن حسینہ نے سوچا کہ وہ دیکھے کہ فیضان کے میں اس کے لیے کتنی محبت ہے لہذا اس نے منتر پڑھا اور فیضان کے دل کا حال جاننے لگی لیکن جب اسے پتہ چلا کہ فیضان کے دل میں صرف اور صرف مومنہ کے لیے پیار ہے تو وہ غصے سے سرخ ہو گئی اس نے بہت ہی بھیا تک طریقے سے مومنہ کو قتل کر دیا۔ کسی کو شک بھی نہ ہوا کہ یہ کام حسینہ نے کیا ہے وہ سب کے سامنے معصوم بنی ہوئی تھی اور پھر اس کے کچھ ہی دنوں بعد حسینہ نے فیضان کے ساتھ اظہار محبت کر دیا لیکن فیضان نے انکار کر دیا اس کے انکار کی دودھ جات تھیں ایک تو اس کے دل میں صرف مومنہ کے لیے پیار تھا اور دوسرا حسینہ ہندو تھی اور اس کے باپ نے اپنے چلے مکمل کرنے کے لیے کئی مسلمانوں کو قتل کیا تھا حسینہ سے فیضان کا یہ انکار برداشت نہ ہوا اور حسینہ فیضان کو اپنی آنکھوں کے سحر سے ایک دیرانے میں لے آئی اور فیضان سے کہا۔

ایک تو وہ اس سے شادی کر لے اور دوسرا وہ ہندو ہو جائے لیکن فیضان نے یہ سب کرنے سے انکار کر دیا تو حسینہ نے فیضان کو بہت ہی بھیا تک طریقے سے قتل کر دیا اسے پھر بھی چین نہ آیا تو وہ فیضان کا سارا گوشت نوچ نوچ کر کھا گئی اور اس کے ڈھانچے کو وہاں قبر کھود کر دفن کر دیا پھر حسینہ نے ایک بھیا تک چلے کرنے کے بارے میں سوچا وہ فیضان کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتی تھی لہذا اس نے فیضان کی قبر میں بیٹھ کر چلے شروع کر دیا وہ چلے بہت ہی خطرناک تھا چلے ناکام

ہونے کی صورت میں وہ خود اس قبر میں زندہ دفن ہو جاتی آخر کار بہت ہی محنت کے بعد حسینہ نے وہ چلے تو مکمل کر لیا لیکن وہ فیضان کو دوبارہ زندہ نہ کر سکی لیکن اس چلے کا اسے ایک فائدہ ہوا تھا وہ یہ کہ اسے یہ علم ہو گیا تھا کہ آج سے ایک سو سال بعد اس دنیا میں ایک لڑکا پیدا ہوگا وہ بالکل فیضان کی طرح ہوگا بلکہ اس کا نام بھی فیضان ہوگا اگر وہ اس لڑکے یعنی فیضان کو اس قبر میں دفن کر دے تو اس کا فیضان دوبارہ زندہ ہو سکتا تھا لہذا حسینہ اس قبر میں بیٹھ کر آج تک چلے کر رہی ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ تم ہی ہو۔

رخصت بابا تمام کہانی سنا کر خاموش ہو گئے فیضان اور شعیب ایک دوسرے کو حیران ہو کر دیکھنے لگے۔ اور اب حسینہ مین سو سال کے چلے کے بعد اتنی طاقت آگئی ہے کہ وہ تم کو خواب میں بھی نظر آنے لگی ہے وہ بار بار تمہارے خواب میں تمہیں ڈرانے کے لیے آتی ہے اور کچھ ہی دنوں بعد وہ تم کو اس ویرانے میں بھی لے جائے گی رخصت بابا نے فیضان کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کک کیا فیضان نے ڈرتے ڈرتے کہا لیکن بیٹا تم پریشان مت ہو میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گا لیکن اس کے لیے تمہیں بھی محنت کرنا پڑے گی رخصت بابا نے آہستہ سے کہا کیسی محنت بابا جی فیضان نے حیران ہو کر کہا اسکے لیے تمہیں ایک چلے کرنا پڑے گا اور چلے تم نے اسی ویرانے میں قبر کے پاس کرنا ہوگا رخصت بابا نے اسے بتایا کیا فیضان نے تقریباً چھپتے ہوئے کہا رخصت بابا چلے آپ کر لیں ناں فیضان چلے کیسے کر سکتا ہے شعیب نے رخصت بابا کو بغور دیکھتے ہوئے کہا میں بیٹا میں وہ چلے نہیں کر سکتا اگر میرے بس میں ہوتا تو میں چلے ضرور کرتا اگر تم اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہو تو وہ چلے کرنا ہوگا چلے ایک ہی رات کا ہے لیکن بہت ہی بھیا تک ہے رخصت بابا نے فیضان نے پر جوش انداز میں کہا تمہارا جوش دیکھ کر مجھے لگ رہا ہے کہ تم ضرور چلے کرنے میں کامیاب ہو گئے رخصت بابا نے مسکراتے ہوئے کہا بس بابا آپ مجھے چلا کا ورد اور اسے کرنے کا طریقہ بتا دیں فیضان نے رخصت بابا کو

بھیا تک خواب

دیکھتے ہوئے کہا بیٹا چلے تم نے اسی ویرانے میں بیٹھ کرنا ہوگا تم نے اس قبر سے تھوڑی مٹی اٹھائی ہے اور اس مٹی کو تم نے حصار کے اندر رکھ کر اس پر چل کرنا ہوگا جب تمہارا چلہ مکمل ہو جائے تو تم وہ مٹی دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر باہر آ جانا جب تم حصار سے باہر آؤ گے تو قبر چٹ جائے گی تو تم نے وہ مٹی اس پر پھینک دینی ہے پھر وہ ہمیشہ کے لیے اس قبر میں دفن ہو جائیگی چلے کے دوران حسینہ کی غلام بد رو حیں جن اور بیھوت تمہیں ڈرانے کی کوشش کریں گے لیکن تم نے حصار سے باہر نہیں نکلتا ہے حصار سے باہر نکلے تو تمہاری موت یقینی ہوگی رحمن بابا نے فیضان کو سمجھایا۔

بابا آپ بے فکر رہیں میں حصار سے باہر نہیں نکلوں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے فیضان نے اٹل لہجے میں کہا لیکن فیضان میں تمہیں وہاں اکیلا نہیں جانے دوں گا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا میں ان دوستوں میں سے نہیں ہوں جو مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ دیتے ہیں شعیب نے فیضان کی طرف دیکھ کر کہا بیٹا ہر کسی کو تم جیسے بہت کم ملتے ہیں فیضان بیٹا تم بہت خوش قسمت ہو کہ تمہیں شعیب جیسا دوست ملا لیکن شعیب بیٹا تم اس کے ساتھ نہیں جاسکتے ہو اسے اکیلے ہی وہاں جانا ہوگا رحمن بابا نے شعیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شعیب تم بے فکر رہو میں چلہ کر لوں گا مجھے تم جیسے دوست پر فخر ہے اور میں اس حسینہ کو ہمیشہ کے لیے قبر میں دفن کر دوں گا وہ نہ تو فیضان کو اس وقت حاصل کر سکی تھی اور نہ اب کر سکے گی میں اس کی ہر خواہش پر پانی پھیر دوں گا فیضان نے شعیب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کہا انشاء اللہ تم ضرور کامیاب ہو گئے۔

شعیب نے مسکراتے ہوئے کہا پھر رحمن بابا نے اسے چلے کا ورد بتایا اور وہ دونوں گھر واپس آ گئے گھر آ کر فیضان نے زاریہ کو بھی گھر بلایا فیضان اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں جیتے جی مری جاؤں گی تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی زاریہ نے رو ہا س لہجے میں کہا زاریہ

مجھے کچھ نہیں ہوگا ہاں اگر تم اس طرح روتی رہی تو میں حوصلہ ہار جاؤں گا اور میں چلہ کبھی بھی نہیں کروں گا فیضان نے جذباتی لہجے میں کہا نہیں فیضان تم ہمت نہیں ہارو گے میں ہر دم تمہارے ساتھ ہوں زاریہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا فیضان مسکرا دیا شعیب زاریہ کا خیال رکھنا اور اگر مجھے کچھ ہو گیا تو نہیں فیضان نہیں تمہیں کچھ نہیں ہوگا اور انشاء اللہ تم چلہ کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤ گے شعیب نے فیضان کی بات کا ثکر کیا۔

انشاء اللہ فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا اور فیضان تم بھی اپنا بہت خیال رکھنا میری دعا میں ہر دم تمہارے ساتھ ہوں گی زاریہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا زاریہ اور شعیب تم دونوں نے ہی تو اتنا حوصلہ دیا ہے کہ میں چلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا ہوں اگر تم دونوں میرا ساتھ نہ دیتے تو شاید میں کبھی بھی چلہ نہ کر پاتا اور اس اللہ کا بہت بڑا کرم ہے میرے اوپر وہ مجھے اس چلے میں ضرور کامیاب کرے گا وہ تو بڑا بخشنے والا ہے ہمیں اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا تو زاریہ اور شعیب بھی مسکرا دیے پھر فیضان شعیب سے گلے ملا اور موٹر سائیکل پر بیٹھ کر ویرانے کی طرف روانہ ہو گیا کافی ڈھونڈنے کے بعد فیضان کو وہ قبر مل ہی گئی فیضان نے اپنا موٹر سائیکل ایک درخت کے نیچے کھڑا کیا اور رات کا انتظار کرنے لگا شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے اندھیرا آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا فیضان کا دل اتنی ہی تیزی سے دھڑک رہا تھا وہ بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا ایک انجی ناسا خوف اسے محسوس ہو رہا تھا آخر اللہ اللہ کر کے وہ وقت بھی آ گیا جس کا فیضان کو بے چینی سے انتظار تھا فیضان نے ایک نظر پورے ویرانے میں دوڑائی تو ویرانہ چاند کی ملکی ملکی روشنی میں بہت ہی پر اسرار اور وحشت ناک لگ رہا تھا۔ فیضان نے ڈرتے ڈرتے قبر سے مٹی اٹھائی اور مٹی کو حصار میں رکھ کر چلہ شروع کر دیا ابھی اسے چلہ شروع کئے ایک گھنٹہ ہی گزر رہا تھا کہ اس خاموشی

ویرانے میں گھٹکھڑکے کی چھن چھن گونج اٹھی فیضان نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ ساتھ ادھر ادھر دیکھا تو اسے دور ہی ایک سایہ بڑھتا ہوا محسوس ہوا فیضان کا دل ایک آنجانے خوف سے دھڑکا اس نے اپنی نگاہیں اسی پر مرکوز کر دیں۔

جیسے وہ سایہ قریب آ رہا تھا گھٹکھڑکے کی چھن چھن بھی تیز ہو رہی تھی فیضان نے ایک گہرا سانس لیا اور آنکھیں بند کر کے ورد پڑھنے لگا اچانک ہی فیضان کو اپنے بدن میں ایک سر دلہرا شختی ہوئی محسوس ہوئی کیونکہ اس بار اسے گھٹکھڑکے کی آواز بالکل قریب سے سنائی دی تھی دوسرے ہی لمحے فیضان نے اپنی آنکھیں کھولیں سامنے دیکھتے ہوئے فیضان کا دل بری طرح دھڑکا ایک نہایت ہی حسین اور نوجوان لڑکی اس کے سامنے کھڑی تھی وہ گھور گھور فیضان کو دیکھ رہی تھی اسے نوجوان چلا جا یہاں سے ورنہ مارا جائیگا اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جا وہ غصے سے بولی لیکن فیضان نے اس پر توجہ نہ دی اور اپنا ورد پڑھتا رہا میں کہتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے ورنہ تمہارا وہ حال کروں گی کہ کسی کو تمہاری بڑیاں تک نہیں ملیں گی وہ غضبناک ہو کر بولی تو ایسے نہیں مانے گا ابھی تجھے بتاتی ہوں اتنا کہہ کر اس لڑکی نے اپنے بازو پر زور سے کاٹا تو اس کے بازو سے خون بہنے لگا اس نے اپنے بازو کا رخ زمین کی طرف کر دیا جیسے ہی اس کے خون کا ایک قطرہ زمین پر گرا تو وہاں سے دھواں اٹھنا شروع ہو گیا۔

جیسے جیسے اس کا خون زمین پر گر رہا تھا دھواں اتنا ہی تیز تر ہو رہا تھا فیضان کا تمام جسم پسینے سے شرابور ہو گیا خوف اور دہشت کی وجہ سے وہ کانپ اٹھ دھوئیں سے ایک غراہٹ کی آواز ابھری اور ایک بہت ہی بھیاں یک چہرہ دھوئیں سے باہر نکلا اس کا قد تقریباً دس فٹ ہوگا اس کے پورے جسم پر کالے کالے لمبے بال تھے اور اس کا منہ بھیڑیے کی طرح خوفناک تھا وہ غراتا ہوا دھوئیں سے باہر نکلا اور فیضان کو گھور گھور کر دیکھنے لگا اس کے دیکھنے کا انداز بہت ہی خوفناک تھا اسکی سرخ آنکھوں میں وحشت

ہی وحشت تھی اس کے اس انداز سے لگ رہا تھا کہ یہ پورے ویرانے کو تباہ کر دے گا پھر اس بھیڑیے نما درندے نے اپنا ایک پاؤں اوپر اٹھا کر زمین پر مارا تو زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں فیضان ڈری ڈری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی زبان سے ورد کے الفاظ بھی مشکل سے ادا ہو رہے تھے دیکھا میری طاقت کو یہ آج تمہاری وہ حالت کرے گا کوئی اس ویرانے کی طرف آنے کا نام تو کیا دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کرے گا۔ وہ لڑکی مسکراتے ہوئے بولی۔

فیضان گھٹکی باندھے اسے دیکھنے لگا لیکن اب بھی میں تمہیں ایک موقع دیتی ہوں اگر تو جانا چاہتا ہے تو چلا جا اس لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن فیضان نے اس کی ایک نہ سنی اسے انداز ہو گیا تھا یہ سب اسے حصار سے باہر نکالنے کی چال ہے لیکن اتنی جلدی فیضان بھی بار ماننے والا نہیں تھا اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ جب تک وہ حصار میں ہے اسے کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے جب اس لڑکی نے دیکھا کہ فیضان اس کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے وہ غصے سے سرخ ہونے لگی مار دو اسے وہ لڑکی اس درندے کی طرف دیکھ کر بولی تو اس خوفناک درندے نے ایک چیخ ماری اور فیضان کی طرف دوڑ لگا دی اسکی چیخ سے سارا ویرانہ لرز اٹھا تھا اور فیضان کا دل بھی اس کی چیخ سن کر دہل گیا تھا جیسے ہی وہ خوفناک درندہ حصار سے نکل آیا اسے ایک کرنٹ سا لگا اور وہ دور جا کر اس کی بھیاں تک چینٹوں سے پورے ویرانے کو ہلا کر رکھ دیا اس خوفناک درندے کا جسم اب آہستہ آہستہ سکڑنے لگا تھا کچھ ہی دیر بعد اس کا قد ایک فٹ کا ہو گیا تھا پھر اچانک ہی اس کے جسم سے آگ کا ایک شعلہ بھڑکا اور اس کے جسم کو آگ لگ گئی جب اس لڑکی نے یہ منظر دیکھا تو چینٹی ہوئی وہاں سے غائب ہو گئی فیضان نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنا ورد پڑھتا رہا کچھ ہی دیر بعد فیضان نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو اسے کوئی شخص اپنی طرف آتا ہوا دیکھا گیا جب وہ قریب آیا تو فیضان نے اسے پہچان لیا۔ وہ شعیب تھا فیضان اسے

بھیاں یک خواب

ف۔ فیضان وہ ۔ وہ زاریہ کی طبیعت بہت خراب ہے وہ بے ہوش ہے میں اور بار بار تمہارا نام لے رہی ہے تم جلدی سے میرے ساتھ چلو رخصت بابا کہہ رہے تھے کہ تم اپنا چلہ مکمل کر لینا شعیب نے جلدی جلدی کہا فیضان نے جب یہ سنا تو وہ لرز اٹھا وہ اپنی جگہ سے اٹھنے والا تھا کہ اسے رخصت بابا کی بات یاد آئی کہ جو کچھ بھی ہوگا نظر کا ہوگا کہ لہذا فیضان یہ سوچ کر بیٹھا کہ اور ورد پڑھتا رہا جلدی کرو فیضان ورد نہ زاریہ میرے جانے کی اس کی حالت بہت ہی خراب ہے شعیب نے بے تابلی سے کہا لیکن فیضان اپنی جگہ سے نہ اٹھا اچانک ہی اس قبر سے آگ کا ایک شعلہ اٹھا اور شعیب سے ٹکرایا تو اسے آگ لگ گئی اور شعیب کی خوفناک اور درد بھری چیخیں وہاں گونجنے لگیں فیضان نے اپنے جگر کی دوست کی یہ حالت دیکھی تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں آنسو اس کی آنکھوں سے رکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے فیضان نے جب سامنے دیکھا تو اسے اپنا دل حلقہ میں اٹکتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ شعیب اس کے سامنے کھڑا اسے گھور رہا تھا اس کی حالت بہت ہی خراب تھی اس کا تمام جسم کونے کی مانند جلا ہوا تھا اور گوشت اس کے جسم سے پھل کر نیچے گر رہا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد اس کا سارا جسم پگھل کر زیر میں جذب ہو گیا۔ فیضان نے اپنے آنسو صاف کرے اور ورد پڑھنے لگا ساری رات فیضان کے ساتھ ایسے واقعات پیش آتے رہے کبھی خون کی بارش شروع ہو جاتی کبھی کوئی خوفناک سایہ اسے اپنے ارد گرد آتا تو کبھی زمین پھٹتی ہوئی اور ایسے ایسے خوفناک درندے باہر آتے جسے دیکھ کر فیضان کانپ اٹھتا تھا بھی چلہ ختم ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا فیضان پڑھنے میں مصروف تھا اچانک ہی فیضان کو ایک طرف سے کسی لڑکی کی چیخنے کی آواز سنائی دی فیضان نے اس طرف دیکھا تو اس کے جسم پر کچھ ٹھاری ہو گئی

زار یہ نے روتے ہوئے کہا لیکن فیضان نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور درپردہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے یقین دہانے لگا کہ یہ اس کی زاریہ نہیں ہے اگر اس کی زاریہ ہوتی تو وہ کبھی اسے چلے چھوڑنے کو نہ کہتی وہ ڈھانچے غصے کے عالم میں زاریہ کی طرف بڑھا پلیر فیضان مجھے بجا لوزاریہ رو رو کر فیضان کی منٹیں کر رہی تھی اسے میں ڈھانچہ زاریہ کے سر پر پہنچ گیا اس نے زاریہ کو بالوں سے پکڑا اور زور سے اس کی گردن پر خنجر کا وار کیا تو زاریہ کا سر اس ڈھانچے کے ہاتھ میں رہ گیا اس کا ڈھر کاٹی دیر تک ہتھ پڑا ہاتھ پھرنے لگا اور فیضان کو اب دھوئیں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا کچھ دیر بعد جب دھواں ختم ہوا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا پھر جب فیضان کا چلہ مکمل ہوا تو فیضان نے مٹی دونوں ہاتھوں میں اٹھائی اور حصار سے باہر آ گیا اچانک ہی آسمانی بجلی اس قبر پر پڑی تو قبر ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گئی فیضان کو قبر کے اندر ایک حسینہ دکھائی دی وہ مٹی ہوئی تھی فیضان مجھے یہاں سے باہر نکالو اور نہ میں مر جاؤں گی میں زندہ ہوں فیضان مجھے باہر نکالو حسینہ نے بے متابی سے کہا اور پھر اچانک ہی اس کے ہاتھ بڑھنے لگے جیسے ہی اس کے ہاتھ قبر سے باہر آئے تو فیضان نے وہ مٹی حسینہ پر پھینک دی جیسے ہی مٹی حسینہ پر پڑی تو اس کی چیخوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور قبر ایک دھماکے کے ساتھ دوبارہ بند ہو گئی اور فیضان سجدے میں گر کر رونے لگا۔

پھر فیضان اٹھا جیسے ہی اس نے سامنے دیکھا تو

24 خوفناک ڈائجسٹ

مینا تم نے بہت ہی اچھا کام کیا ہے حسینہ کو مار کر تم نے انسانیت کو بچا لیا ہے تم نے محنت کی اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا اجر دیا خوش رہو مینا رحمن بابا سے ملنے کے بعد جب وہ گھر پہنچا تو شعیب اور زاریہ اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے جیسے ہی شعیب کی نظر فیضان پر پڑی وہ دوڑ کر اس کے گلے لگ گیا بہت بہت مبارک ہو میرے دوست میں خوش ہوں مجھے لگ رہا تھا کہ دینا کی سب بڑی خوشی مجھے آج ملی ہے میں اس دن کو کبھی بھی نہیں بھول پاؤں گا فیضان نے مسکراتے ہوئے کہا زاریہ کہاں ہے فیضان نے بے تابی سے پوچھا انے لوجی زاریہ اتنی چھوٹی ہو گئی ہے کہ تمہیں نظر ہی نہیں آ رہی ہے شعیب نے فیضان سے الگ ہو کر شرارت سے کہا تو زاریہ قہقہے لگا کر ہنسنے لگی فیضان اور شعیب بھی زاریہ کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔

لمبی باتیں کیا کرنی ہیں قصہ مختصر کچھ ماہ بعد فیضان نے زاریہ سے شادی کر لی اور شادی کے بعد زاریہ شعیب کے چچے پر گئی کہ اب تمہیں بھی شادی کر لینے چاہیے شعیب پہلے تو انکار کرتا رہا پھر بار بار زاریہ کا مجبور کرنے پر وہ مان گیا اور شعیب نے بھی اسے کہہ دیا کہ وہ خود ہی اسکے لیے لڑکی پسند کرے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے یہ بات سن کر فیضان اور زاریہ بہت ہی خوش ہوئے اور زاریہ نے اس کے رشتہ حاش کرنا

بھیا نک خواب

غزل

اس بھری دنیا میں کوئی بھی ہمارا نہ ہوا
غیر تو غیر تھے اپنوں کا بھی سہارا نہ ہوا
لوگ تو رورو کے بھی جی لیتے ہیں
اس جہاں میں ایک ہم ہیں کہ ہشتے بھی گزرا نہ ہوا
ایک محبت کے سوا کچھ نہ مانگا تھا تم سے
کیا کریں یہ بھی زمانے کو گوارا نہ ہوا
قم قم نساد۔۔ فتح جنگ

آدمی ہر کام میں ہار برداشت کر لیتا ہے لیکن عشق میں نہیں۔

c آدمی ہر فرد سے دل کی بات چھپا لیتا ہے لیکن دوست سے نہیں۔

c آدمی ہزاروں کے بیچ بے عزتی برداشت کر لیتا ہے لیکن ایک دوست کے سامنے نہیں۔

C دوست نہیں جو آپ کی بات سننے اور آگے پھیلانے بلکہ دوست وہ ہے جو آپ کی بات سننے اور سینے میں جذب کر لے۔

C وہ دوست نہیں جو اپنی جیب بچائے اور تمہاری جیب پر نظر رکھے۔

C وہ دوست نہیں جو کھانے پینے میں آپ سے ڈنڈی مارے۔

کشور کرن۔ چوکی

خوفناک ڈائجسٹ

راکشادیوی

--تحریر: سنبلی اینڈر خسار۔ صوابی--

نجانے رات کا وہ کونسا پہر تھا کہ افضل کی آنکھیں ایک آہٹ سے کھل گئیں اس کے ساتھ خیمے میں گوہر نیلم اور صائمہ بھی تھیں اس سے اوپر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی جانور ہو اس نے اس کے سامنے دیکھا تو خیمے کی دیوار پر ایک کالا سایہ دکھائی دیا خوف سے اس کی سانسیں رکنے لگیں اس نے اپنی ساری ہمت کو یکجا کر کے پوچھا کہ کک کون۔ سائے نے مہر کر دیکھا تو افضل بے ہوش کے قریب تھا سائے کی آنکھوں سے سرخ شعلے نکل رہے تھے اور اگلے ہی لمحے سایہ غائب تھا۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

گوہر نیلم اور افضل نہایت گہرے دوست تھے دونوں ایف ایف سی میں کالج میں ساتھ پڑھتے تھے ان کے گھر بھی ایک ہی گلی میں واقع تھے اس لیے ایک دوسرے کے گھر بھی آتے جاتے تھے کلاس میں دوسرے لڑکوں کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آتے تھے دونوں پرھانی میں بھی بہت تیز تھے اس کے علاوہ ان کے کلاس میں لڑکیاں بھی تھیں جس میں صائمہ نیلم اور یانی مثال آپ تھیں گوہر نیلم بہت پیار کرتا تھا مگر ابھی تک اظہار نہیں کر پایا تھا اور آخر ایک دن اس نے اظہار کر ہی دیا اسی طرح دن بھر تے گئے افضل نے صائمہ سے اظہار محبت کر دیا مگر وہ بولی۔

میں سوچوں گی اس دن تو سب کلاس والوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب پروفسر قادر نے کلاس میں اعلان کر دیا کہ اگلے ہفتے ہم سب نور پر جائیں گے اور یہ توہر پرنسپل صاحب نے اپنی طرف سے رکھی ہے کہ سارا خرچ پرنسپل صاحب خود ہی کریں گے خواہ کتنا ہی کیوں نہ آئے۔ نیلم اور گوہر تو خوشی سے پاگل ہو رہے تھے اور افضل نجانے کن سوچوں میں گم تھا گوہر نے پوچھا یا کیا بات ہے کیا تمہیں اس نور پر کوئی اعتراض ہے یا تم جانا نہیں چاہتے ہو افضل نے کچھ سمجھا تو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر میں صائمہ کی وجہ سے پریشان ہوں ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا گوہر بولا یا رات ہی کیا جلدی ہے سب

خوفناک ڈائجسٹ

26

❖ خوفناک ڈائجسٹ ❖

راکشادیوی

27

❖ خوفناک ڈائجسٹ ❖

چیل بیٹھی ہوئی تھی جو چلہ کر رہی تھی اور اس کے سامنے طلسمی آئینہ موجود تھا جو دیوار جتنا بڑا تھا اور وہ اس میں آنے والے واقعات آسانی سے دیکھ سکتی تھی راکشا چیل بہت ہی ظالم تھی اور وہ اب تک وہ بے شمار انسانوں کو موت کے ہیئت چڑھا چکی تھی یہاں تک کہ اس نے جانوروں کو بھی بخشا تھا اور کالے پہاڑوں کے سارے جانور ختم کر ڈالے تھے اور جو جانور بچ گئے تھے وہ پہاڑوں سے بھاگ گئے تھے۔

راکشا چیل آدھی رات کے وقت خوفناک غار میں بیٹھی ہوئی چلہ کر رہی تھی اور کالابت اندھیرے میں بمشکل نظر آ رہا تھا مگر راکشا چیل کی ظالم آنکھیں تو ہزار وولٹ کے دب بلب تھے جسے اندھیرے میں بھی آسانی سے سب کچھ نظر آتا تھا ابھی وہ ادا چلہ کی رپائی تھی کہ طلسمی آئینے سے شعاعیں نکلنے لگیں اور سیدھی راکشا چیل کی آنکھوں پر پڑی آئینہ کو دیکھ کر وہ چونک گئی کیونکہ آئینہ میں ایک بس کا منظر نظر آ رہا تھا جس میں تیس کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور سب ایک دوسرے سے زیادہ خوش دکھائی دے رہے تھے وہ اس منظر کو دیکھ کر نہایت حیران ہو گئی تھی اور اگلے ہی لمحے اس نے آئینے پر پھونک ماری اور آئینہ بالکل بے جان ہو گیا اس نے چلہ چھوڑا اور مندی مندی کچھ بڑبڑانے لگی منتر پڑھ کر اس نے غار کی چھت کی طرف پھونک ماری اور دیکھتے ہی دیکھتے چھت کے ساتھ الٹی لٹکی چکا ڈر سیدھی زمین پر آ گئی اور اس کے ارد گرد کالا دھواں چھانے لگا اور اگلے ہی لمحے چکا ڈر کی جگہ ایک بھیانک شکل کا بھوت کھڑا تھا جس کا سر جھکا ہوا تھا۔

کیوں بلایا ہے مجھے راکشا دیوی بھوت کے منہ سے آواز خارج ہوئی تو ایسے لگا جیسے غار درمیان سے پھٹ گیا ہو کالے بھوت جاؤ اور معلوم کرو کہ یہ کون لوگ ہیں اور کس طرف آ رہے ہیں راکشانے حکم دیا اگلے ہی لمحے کالا بھوت چکا ڈر میں تبدیل ہو کر غار کے منہ سے باہر نکل گیا۔



بس فرمائے بھرتی ہوئی منزل کی طرف رواں دواں

تھی اور وہ سب بس میں بیٹھے ہوئے خوشی سے ناچ رہے تھے عصر کے وقت انہیں دور سے کالے پہاڑوں کے آثار دکھائی دیئے تھے وہ سب بے اختیار خوشی سے اچھل پڑے کیونکہ پہاڑ بہت ہی دلکش نظر آ رہے تھے وہ بہت بے صبری سے بس کے پیچھے کا انتظار کرنے لگے کیونکہ وہ جلد از جلد کالے پہاڑوں پر پہنچ جانا چاہتے تھے آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور بس کالے پہاڑوں کے ساتھ ہی رک گئی وہ سب بڑی بے تابی سے نیچے اترے اور آگے بڑھنے لگے شام تک وہ پہاڑوں پر دیسے ہی گھومتے رہے سردی اپنے جو بن رہی اور تاریکی آہستہ آہستہ اپنے پر پھیلا رہی تھی اور تاریکی میں کالے پہاڑ ایسے لگ رہے تھے جیسے بڑے بڑے دیو بھیل جن کھڑے ہوں دن کو جو پہاڑ انہیں بہت ہی دلکش نظر آ رہے تھے رات کو وہ پہاڑ اتنے ہی بھیانک لگ رہے تھے رات کو انہیں پہاڑوں سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

پروفیسر صاحب نے کا حکم دیا کہ خیمے لگا دیئے جائیں موسم بہت ہی سرد ہے انہوں نے جلدی جلدی خیمے تھما دیئے اور کھانا کھانے لگے کھانا کھا کر سب اپنے اپنے خیموں میں گھس گئے تھکن کی وجہ سے وہ سب بہت جلد سو گئے نجانے رات کا کون سا پہر تھا کہ افضال کی آنکھیں ایک آہستہ سے کھل گئیں اس کے ساتھ خیمے میں گوبر نیلم اور صائمہ بھی تھکین اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی جانور ہو اس نے بے ساختہ سامنے دیکھا تو خیمے کی دیوار پر ایک کالا ساقید دیکھائی دیا خوف سے اس کی سانسیں رکنے لگیں اس نے اپنی ساری ہمت کو یکجا کر کے پوچھا کہ کک۔۔ کون سامنے نے مزکر دیکھا تو افضال بے ہوش ہونے کے قریب تھا سائے کی آنکھوں سے سرخ شعلے نکل رہے تھے اور اگلے ہی لمحے سایہ غائب تھا۔



راکشا چیل اپنے غار میں کالے بھوت کا انتظار کر رہی تھی کہ اچانک وہ چکا ڈر کی روپ میں اندر داخل ہوا زمین پر گرتے ہی اس نے کالے بھوت کی شکل اختیار کر لی راکشا دیوی میں نے ان کے بارے میں معلوم کر لیا ہے وہ

خوفناک ڈائجسٹ

کالے پہاڑوں کے ساتھ خیمے لگا کر یہاں چند دن گزاریں گے راکشانے یہ سنا تو آگ بگولہ ہوئی اور اس کی آنکھوں میں خون تیرنے لگا ان کی یہ ہمت کے میرے علاقے میں قدم رکھنے میں ان کا خون پی جاؤں گی وہ غصے سے دھاڑی تو ایسے لگا جیسے پہاڑوں میں آتش فشاں پھٹ پڑا ہو۔

نہیں چھوڑوں گی۔۔ نہیں چھوڑوں گی۔۔ میں ان کمینوں کو نہیں چھوڑوں گی۔ انہیں پتہ نہیں کہ میرے علاقے میں قدم رکھنے والوں کا کیا حشر ہوتا ہے میں ان کی تانہ بونی کر ڈالوں گی راکشا کی اجازت کے بغیر کالے پہاڑ وہیں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا راکشا چیل کے غصے کو دیکھ کر کالا بھوت بھی سہم گیا راکشانے منتر پڑھ کر بھوت پر پھونکا تو وہ چکا ڈر بن کر چھت سے دوبارہ نکل گیا راکشا نے اسی لمحے ایک اور منتر پڑھ کر دیوار پر پھونک ماری تو دیوار سے سرخ رنگ کا دھواں نکلنے لگا دیکھتے ہی دیکھتے اس دھواں سے چار سرخ رنگ کے ڈھانچے بن گئے کیا حکم ہے راکشا دیوی۔۔ سب نے ایک ساتھ مل کر کہا راکشا نے حکم دیا کہ جاؤ ان لوگوں کو خوفزدہ کرو کہ یہاں سے چلے جائیں یہ راکشا کی سلطنت ہے یہاں پر وہ آدم زاد کو برداشت نہیں کر سکتی راکشا کا حکم سن کر ڈھانچے غائب ہو گئے۔



افضال کو ساری رات ڈر کی وجہ سے نیند نہیں آئی اور وہ صبح ہونے کا انتظار کر رہا تھا صبح ہوتے ہی اس نے سب کورات والا واقعہ سنایا کہ مجھے یہ پہاڑ آسب زدہ لگتے ہیں گوہر نے اس کی باتوں پر یقین نہیں کیا کہ اس دور میں آسب کا وجود نہیں ہے پہاڑ ہیں ان میں آسب کا کیا کام وہ شام تک پہاڑوں کی دلکشی سے لفظ اندوز ہوتے رہیں اس وقت افضال بھی رات والا واقعہ بھول چکا تھا اور وہ بھی ان کے ساتھ لطف اندوز ہو رہا تھا شام کو جب وہ واپس خیموں کی طرف آ پہنچے تھے تو ان کے سامنے سرخ رنگ کا دھواں پھیلنے لگا اور سب بہت خوفزدہ ہو گئے اچانک ان کے سامنے چار سرخ رنگ کے ڈھانچے نمودار ہوئے

لڑکیاں تو ڈھانچوں کو دیکھ کر ہی بے ہوش ہو گئیں ڈھانچے ایک ساتھ گر جے یہ راکشا دیوی کی سلطنت ہے یہاں پر جو بھی زندہ آیا واپس نہیں گیا تمہارے لیے ایک موقع ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ انجام کے ذمہ دار تم خود ہوں گے گوہر بولا جاؤ جو کر سکتے ہو کرو ہم یہاں سے ایک ہفتہ گزار کر رہی جائیں گے اور تمہاری راکشا کو کبھی دیکھ لیں گے اور ڈھانچے اس کے ساتھ ہی غائب ہو گئے سب نے اسے سمجھایا مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا اور یہاں سے جانے کے لیے تیار نہیں تھا۔



کیا۔۔ اس کی یہ ہمت کہ میری ہی سلطنت میں ڈینگیں مارے میں دیکھ لوں گی سب کو شاید یہ لوگ ابھی میری طاقت سے واقف نہیں ہیں کہ راکشا کیا کچھ کر سکتی ہے اس نے ڈھانچوں پر پھونک ماری تو وہ سرخ دھواں میں تبدیل ہو کر دیوار میں غائب ہو گئے راکشا بہت غصے میں تھی وہ سوچ بچھ کر ان آدم زادوں کے خلاف قدم اٹھانا چاہتی تھی جس نے اس کو لاکار اٹھا وہ رات کو ان میں اپنی پسند کا شکار کرنا چاہتی تھی اس کی آنکھوں سے انگارے نکل رہے تھے اور وہ رات ہونے کا انتظار کر رہی تھی اس نے منتر پڑھ کر طلسمی آئینے پر پھونکا تو اس میں خیموں کا منظر نظر آنے لگا وہ سب بڑی آرام سے سو رہے تھے ایسے جیسے انہیں کسی چیز کی خبر نہ ہو راکشانے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور وہ بیٹھے بیٹھے اپنی جگہ سے غائب ہو گئی۔

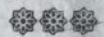


وہ سب بڑے آرام سے سو رہے تھے ان سب کی خرابائیں خیموں میں گونج رہے تھے اچانک راکشا چیل خیموں کے پاس نمودار ہوئی وہ ایک خیمے میں گھسی اندر پروفیسر قادر اور تین لڑکیاں سو رہی تھیں اس نے دو لڑکیوں کو اٹھایا اور خیمے سے باہر نکل گئی جسم میں کسی چیز کی جھکن محسوس کر کے دونوں لڑکیاں جاگیں اور جب ان کی نظر راکشا کے چہرے پر پڑی تو انہوں نے ایک بھیانک چیخ ماری مگر اگلے ہی لمحے راکشا چیل بجلی کی سی تیزی سے لڑکیوں سمیت اپنی جگہ سے غائب ہو گئی تھی۔ چیخ آواز

من کر باقی لوگ جاگ گئے چیخ کی آواز باہر سے آئی تھی
 پروفیسر صاحب ہانپتے کا پتہ باہر نکلے۔ کیا ہوا۔ کیا ہوا۔
 انفصال نے پوچھا وہ سویرا اور کنول دونوں اپنی جگہ سے
 غائب ہیں۔ پروفیسر نے ہانپتے ہوئے کہا۔ کیا۔ وہ سب
 ایک ساتھ چلے اور انہیں تلاش کرنے لگے مگر وہ وہاں
 ہوتیں تو ملتی ناں۔ مجھے لگتا ہے یہ سب راکشاد یوی کا کام
 ہے گوہر بولا ہاں ہم نے جنہیں بہت سمجھایا تھا کہ یہاں
 سے چلیں مگر تم نے ہماری ایک نہیں مانی اب بھگتو میں
 راکشا کو زندہ نہیں چھوڑوں گا میں اپنے ساتھیوں کا بدلہ
 لے کر ہی رہوں گا چلو یہاں سے چلیں ورنہ ہمارا بھی انجام
 بہت بھیا تک ہوگا ذیشان جو کہ بہت ہی ڈر پوک تھا بولا
 خاموش ہو جاؤ چلو کے بچے گوہر چیخ پڑا ہم یہاں سے کہیں
 نہیں جائیں گے اگر جائیں گے تو راکشا کو مار کر ہی جائیں
 گے ورنہ سب سبیں مر رہے۔



راکشا دونوں لڑکیوں کو لے کر غار میں آگئی وہ
 دونوں ابھی تک بے ہوش تھیں راکشا نے اپنے لیے لے لے
 دانت کنول کی گردن پر رکھے اور اگلے ہی لمحے وہ کنول کا
 سارا خون پی چکی تھی اس کے بعد اس نے کنول کی لاش کو
 اذہر کر رکھ دیا اور سارا گوشت کھالیا پھر اس نے سویرا کا
 بھی یہی حال کیا اور پھر بت کی پوجا کرنے میں مصروف
 ہوگئی آدھے گھنٹے کے بعد جب وہ پوجا سے فارغ ہوئی تو
 قہقہہ لگاری تھی کہ اب بھگتو راکشا کے ظلم وہ بولی اور پھر اگلی
 رات کا انتظار کرنے لگا اگلی رات وہ پھر خیموں کے پاس
 نمودار ہوئی اس بار اس کا رخ انفصال کے خیمے کی طرف تھا
 اس نے منتظر پڑھ کر ماری پر پھونک ماری اور اسے بے
 ہوش کر دیا پھر اس نے پروفیسر قادر کا بھی یہی حال کیا تھا
 اور دونوں کو اٹھا کر غار میں لے گئی ان کے ساتھ بھی وہی
 کچھ کیا جو کنول اور سویرا کے ساتھ کیا تھا۔



صبح جب وہ اٹھے تو ماریہ اور پروفیسر کو نہ پا کر سب
 کے دل دھڑکنا بھول گئے صاحبہ اور نیلم کا تو رورور کر برا
 حال تھا کیونکہ اس کی دوست بھی راکشا کا نشانہ بنی وہ سب

بہت ہی غمگین اور ڈرے ہوئے تھے اور سب سے بڑھ کر
 یہ کہ ان کا پروفیسر بھی اب ان کے پاس موجود نہیں تھا اور
 راکشا اسے بھی لے گئی تھی گوہر تو مارے غم کے بے ہوش
 ہو گیا تھا تین دوستوں اور پروفیسر کی لاموجودگی میں بے
 ہوشی میں اسے ایک بزرگ کا چہرہ دکھائی دیا جس کے
 چہرے سے نوری نور برسر رہا تھا وہ بولے بیٹا صبر کرو جو
 ہونا تھا وہ ہو گیا اب رونے دھونے کا کوئی فائدہ نہیں اس
 چیز مل کو ختم کرنے کے لیے تمہیں ایک رات کا چلہ کرنا ہوگا
 جو بہت ہی خطرناک ہوگا لیکن تم نے ذرا نہیں تم ثابت
 قدم رہو گے یہ ورد میں تمہیں بتاتا ہوں آج ہی رات چلہ
 کرو اور یہ ورد پڑھ کر اپنے سب ساتھیوں پر پھونکو راکشا
 انہیں اتھام بھی نہیں لگا سکے گی اللہ حافظ یہ کہہ کر بزرگ
 غائب ہو گئے گوہر کو ہوش آیا اور وہ خواب سب کے سامنے
 بیان کرنے لگا۔



راکشا ماریہ اور پروفیسر کا خون پی چکی تھی اور گوشت
 بھی بڑیوں سے کھا گئی تھی چار ڈھانچے جو کہ کنول سویرا
 ماریہ اور پروفیسر قادر کے تھے غار میں پڑے تھے اور غار
 میں جگہ جگہ خون لگا ہوا تھا اور عجیب بدبو پھیلی ہوئی تھی راکشا
 بہت خوش تھی کیونکہ اس نے اپنے چار دشمنوں کو اذیت کی
 موت مار دی تھی۔



گوہر رات کا انتظار کرنے لگا اور یہ چلہ اسے رات
 کے بارہ بجے کے نام شروع کرنا تھا رات ہوتے ہی اس
 نے حصار کھینچا اور اس میں بیٹھ گیا اس نے چلے کا ورد پڑھ
 کر سب پر پھونک دیا تھا اور انہیں ایک خیمے میں جمع کیا تھا
 اور خود حصار میں بیٹھا تھا وہ گھنٹے تو سکون سے گزر گئے مگر
 پھر اچانک خون کی بارش ہونے لگی مگر یہ بارش حصار سے
 باہر ہو رہی تھی پھر اچانک زمین پھٹی اور بہت سے ڈھانچے
 نکل کر بارش میں تپانے لگے ڈھانچے عجیب سی آوازیں
 نکال رہے تھے اور اس سے ماحول بہت ہی بھیا تک لگ
 رہا تھا خون سے سب ڈھانچے سرخ ہو گئے جو بہت
 خوفناک لگ رہے تھے گوہر نے آنکھیں بند کر لیں اور تیز

تیز ورد پڑھنا شروع کر دیا کچھ دیر بعد سب کچھ ختم ہو گیا
 آذان میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے وہ مسلسل ورد پڑھتا رہا
 اگلے ہی لمحے ایک کالا بھوت اس کے سامنے نمودار ہوا اور
 بولا۔

اے لڑکے یہ چلہ بند کرو ورنہ بہت برا ہوگا تیرا ایک
 ساتھی بھی نہیں بچے گا بھوت کی شکل دیکھ کر گوہر خوف سے
 کانپنے لگا بھوت نے اسے بہت ڈرایا دھمکیا مگر اس پر کوئی
 اثر نہیں ہوا پھر اچانک اس کو نیلم چلتی ہوئی نظر آئی آتے ہی
 وہ بولی چھوڑو گھوہر یہ سب اٹھو اور چلو راکشا کو بزرگ بابا
 نے مار دیا ہے دیکھو بزرگ بابا میرے پیچھے کھڑے ہیں
 بزرگ بابا بولے ہاں بیٹا انھوں نے مار دیا ہے اس راکشا
 کی بچی کو اب وہ یہاں بھی نہیں آئے گی اس دفعہ وارکاری
 تھا اس لیے گوہر اٹھ کر جانے ہی والا تھا کہ اس کی نظر نیلم
 اور بابا کے پاؤں پر پڑی جو الٹے تھے اسے یہ بھی راکشا کی
 سازش تھی اور وہ دوبارہ بیٹھ گیا نیلم اور بزرگ بابا نے
 اسے بہت سمجھایا مگر وہ مانا آخر وہ دونوں کالے رنگ کے
 ہلاؤں میں تبدیل ہو گئے اور اس کی طرف آنے لگے حصار
 کے قریب وہ آکر جل گئے اور غائب ہو گئے اور خوفناک سا
 آواز دونوں کے منہ سے نکلا جبری آواز میں کچھ وقت
 باقی تھی کہ اچانک راکشا چڑیل حاضر ہوئی پہلے اس نے
 گوہر کو ڈرایا مگر جب وہ نہ ڈرا تو اس نے اس کی طرف
 پھونکی ماری بہت سے پھونک اس کے منہ سے نکل گئے اور
 گوہر کی طرف جانے لگے لیکن جو بھی حصار سے نکلے تو
 سب جل گئے راکشا کو کوئی بھی وار اس پر اثر نہیں کر رہا تھا
 اور وہ بے بس تھی جیسے جبری آذان بلند ہوئی گوہر راکشا
 چڑیل پر پھونک ماری وہ جلنے لگی اور خوفناک آوازیں
 نکالنے لگی گوہر نے اپنے ساتھیوں کا انتقام لے لیا تھا
 تھوڑی دیر بعد آوازیں۔

آہ۔ مار دیا مجھے گوہر نے کہا کہ میرا نام راکشا
 چڑیل تھا پھر وہ سرخ اور نیلے رنگ کے دھوکے میں تبدیل
 ہو کر غائب ہوئی گوہر جگہ سے میں گر گیا کیونکہ اس نے
 راکشا جیسی ظالم چڑیل کو جنم واصل کر دیا تھا پھر وہ خیمے
 میں آیا اور سب کو خونخوری سنا دی سب بہت خوش ہو گئے مگر

اپنے دوستوں اور اپنے پروفیسر کی کمی کو وہ پورا نہیں کر سکتے
 تھے اور سب واپس جانے کی تیاری کرنے لگے صبح
 انہوں نے دیکھا تو حیران رہ گئے کالے پہاڑوں کا
 رنگ تبدیل ہو گیا ہے اور وہ اب رنگ برنگ دکھائی دے
 رہے تھے سرسبز اور شاداب لگ رہے تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ
 سب راکشا کا ظلم تھا جو اس نے پہاڑوں پر کیا تھا اب یہ
 ظلم ختم ہو گیا ہے پھر وہ بس میں سوار ہو کر واپس آ رہے
 تھے مگر سب اداس اور غمگین تھے۔ قارئین کرام کیسی گلی
 میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازئیے گا۔



بتاؤ دیتے

یونہی چھوڑ کر چلے گئے ہو جان من
 ہماری غلطی کیا تھی بتا تو دیتے
 ہم نے تمہیں پیار ہی کیا ہے جرم تو نہیں
 اگر جرم ہے تو اس کی سزا تو دیتے
 ہمیں تم سے پیار تھا اور کچھ ذہن میں نہیں
 اگر تمہارے ذہن میں کچھ تھا تو سمجھا تو دیتے
 ہم سے بڑھ کر تم کو کون چاہتا تھا ان زمانے میں
 اگر کوئی چاہتا تھا تو نہیں دکھا تو دیتے
 خود غرضی کے اس دور میں تم نے ہمیں چھوڑنا ہی تھا
 تو اس دنیا سے مارا نام و نشان مٹا تو دیتے
 کیوں ہمیں عمر بھر جلاتا چاہتے ہو سائل
 آگ جو بھڑکانی ہے بچنے اس کو بجھا تو دیتے
 ☆ آصف سائل۔ چٹائیاں



نمبر

اس دسمبر میں تو نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ اب میری تمام
 امیدیں میری تمام حسرتیں دم توڑ چکی ہیں۔ کم از
 کم تم خواب میں تو آ جاتے۔ اب تو جنوری کے بھی
 چند ایام گزر گئے ہیں۔ لیکن تم نے آنے میں بہت
 دی۔ یہ زندگی تیرے بغیر کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں

☆ غلام فرید جاوید۔ حمرہ شاہ قمر



من چلی

-- تحریر: رابی خان -- شیخ آباد - پشاور --

شامیال تو خود کو پتھر کہتا تھا مگر زرتاشہ نے اسے موم بنادیا تھا اور اس کے جذبات موم کی مانند پگھلتے چلے گئے وہ اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور اسے کوئی منتر پڑھ لیا اس کے ارد گرد کالا دھواں پھیلنے لگا اور پھر وہ اپنی جگہ سے غائب ہو گیا وہ کچھ دیر کے بعد زرتاشہ کے بیڈروم میں نمودار ہوا زرتاشہ کے بال بید سے نیچے جمبول رہے تھے اور وہ اڑی ترچھی بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی شامیال اسے گھورنے لگا شامیال کو صاف دکھائے دے رہا تھا کہ زرتاشہ کے دل و دماغ پر اس کا چھوڑا ہو سحر قابو پار ہا ہے رات کو جو تصویر زرتاشہ سے گری تھی اسی تصویر سے وہ عکس نکلا

زرتاشہ زرتاشہ کہاں ہو بھی کب سے تمہیں آوازیں دے رہا ہوں۔ ارمان نے زرتاشہ کو آواز دے کر کہا زرتاشہ جھٹ پر سے نیچے اتر آئی کیوں ملتی پھاڑ کر چیخ رہے ہو میں مری تو نہیں ہوں زرتاشہ ناگوار لہجے میں بولی ارے مریں تیرے دشمن تو کیوں مرے۔ ارمان میں تمہارے گھر میں ہوں تمہارے دل میں ہوں اور کیا کروں وہ ناگوار لہجے میں بولی۔

تم میری زندگی ہو جاؤ جلیں یہ ناممکن ہے میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی ورنہ میں اپنی مٹی کو دوبارہ زندہ نہیں کرنا چاہتی زرتاشہ آئی لو پو۔ پھر بھی تم شادی شدہ لائف سے ڈرتی ہو ہاں ارمان تم چاہے جو بھی کر لو مگر میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی کیونکہ میری مٹی بھلائی حسین تھی اور میرے ڈیڈی نے اس سے محبت کی شادی کی تھی مگر میری مٹی کے چاہنے والے بہت تھے اس لیے یہ بات ڈیڈی کو پسند نہیں تھی اور دونوں میں لڑائیاں شروع ہو گئیں مگر زرتاشہ تم یہ کیوں نہیں سمجھ رہی ہو میں شادی کے بعد تمہیں کھلی آزادی دوں گا۔

ارمان نے زرتاشہ کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا نہیں یہ سب وعدے میرے ڈیڈی نے بھی مٹی سے کئے تھے مگر بعد میں اپنا ایک بھی وعدہ نہیں نبھا۔ کا مجھے افسوس ہے کہ اگر تم نے مزید شادی کی بات کی تو میں تمہیں دل سے ہمیشہ کے لیے نکال دوں گی زرتاشہ میں گھر بسانا چاہتا ہوں تو بساؤ کس نے روکا ہے زرتاشہ نے کندھے اچکا کر کہا میں تم

نائنٹ کلب میں نو جوان نسل کا جوش و خروش دیکھنے کے لائق تھا فاسٹ میوزک چل رہا تھا زرتاشہ لڑکوں کے بیچ بیچ ناچ رہی تھی وہ اس کلب کے علاوہ اکثر رات دیر سے آوارہ گردی کرتی تھی مختلف قسم کے رنگین لائٹس کلب کے فرش کو رنگ رنگ کر رہی تھی زرتاشہ ایک منٹ رک گئی پھر اس کے بعد پتلون کے جیب سے سگریٹ نکالی اور جلادی کچھ دیر کے بعد وہ پھر سے اچھل کود کرنے لگی کئی لڑکیاں اور بھی ناچ رہی تھی جو زرتاشہ کی سہیلیاں تھیں ہائے بی بی بس بھی کرو بہت ہو گیا یہ اچھل کود نعمان نے زرتاشہ کا ہاتھ پکڑ کر روک دیا شراب پونے نوے گرام ہو رہے

ہو تو دفع ہو جاؤ مجھے کیوں ڈسٹرب کر رہے ہو آج کل وہ ارمان کو چھوڑ چکی تھی زرتاشہ کے نظریے کے مطابق کہ وہ زندگی کو گزرا رہی تھی اور لوگوں سے دوستیاں تو کی جاسکتی ہیں مگر شادی نہیں۔

جب ارمان کو اپنی اداؤں سے اپنا گرویدہ کر لیا تو جب وہ سنجیدہ ہوا تو زرتاشہ نے اسے چھوڑ دیا اس نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ زرتاشہ کو راضی کر لے مگر زرتاشہ نے ہر دروازہ اس کے لیے بند کر دیا اب زرتاشہ بھی کافی سمجھدار ہو گئی تھی وہ بیک وقت تین تین مردوں کو پنڈل کر رہی تھی وہ ہمیشہ سے اپنی کلاس یعنی امیر و کبیر لڑکوں سے دوستی کرتی تھی اور بگڑے ہوئے رئیس زادے اسے نائنٹس کلس میں کافی آسانی سے مل جاتے تھے لوگ ڈرائیو پر جانا لمبی لمبی ڈشیں مارنا یہ زرتاشہ کا من پسند مشغلہ تھا اب تو وہ شادی شدہ مردوں سے بھی دوستیاں بڑھانے لگی تھی۔

کلب کے جھوم کو چیرتا ہوا ایک آدمی آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا وہ کافی صحت مند اور توانا تھا اس کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ ہوگی اور اس کے لباس سے امارت چمک رہی تھی اس کا رنگ کالا تھا اس نے نائنٹ لباس پہن رکھا تھا اس کی جسمانی اعضاء جیسے پٹروں کو چھاننے کی ناکام کوشش کر رہے تھے ایک دم وہ سچ پر چڑھ گیا اس نے زرتاشہ کا ہاتھ پکڑ لیا زرتاشہ کا ترکتا ہوا وجود ساکت ہو گیا اور بے ساختہ اس کی نظریں اس آدمی کے چہرے پر جاسمہریں ارے مہران تم حیرت ہے تم اور کلب میں۔ چلو زرتاشہ میں تمہارے لیے آیا ہوں۔

اونو مہران تم غلط وقت پر آئے ہو دراصل مجھے چاہنا ہے نعمان بھی سچ پر چل کر آگیا۔ ابے کیوں لڑکی کو تنگ کر رہا ہے نعمان نے مہران کے مقابلے میں خاصہ کمزور تھا اور اس سے کم عمر بھی تھا دفع ہو جاؤ یہاں سے نعمان نے اسے کھلی دھمکی دے دی شٹ اپ۔ نعمان تم ہوتے کون ہو میرے دوستوں پر چیخنے والے زرتاشہ اونچی آواز میں بولی اے چھو کرے۔ دفع ہو جاؤ ورنہ میں تمہارا برا حال کر دوں گا مہران نے اسے گریبان سے پکڑ لیا کلب

میں میوزک کا شور بہت ہی تیز تھا اس وجہ سے کانوں پر پی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی نعمان نے بھی مہران کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر کہا جس سے مہران کی تنگ شرٹ چیر گئی اور آدھی پھٹ گئی مہران نے غصے میں آکر اسے ہوا میں بلند کر دیا اور زور سے زمین پر پٹ پٹ دیا اور اس پر لاتوں اور گھونٹوں کی بارش کر دی۔

کلب کی ناچتی ہوئی دیگر لڑکیاں بھی سٹیج سے بھاگ گئیں لڑکے ان کی طرف متوجہ ہوئے مگر سب تماشائی بن گئے مہران پر تو جیسے خون سوار تھا اس نے نعمان کی شرٹس پھاڑ دی اور اس نے کرسی اٹھا کر اس کے ہاتھ پر دے ماری نعمان ہاتھ پاؤں مار رہا تھا مگر اس کا ہر وار ناکام ہو رہا تھا زرتاشہ مہران کو روک رہی تھی نعمان کا سر پھٹ گیا تھا اور وہ درد سے کرا رہا تھا زرتاشہ بہت مشکلوں سے مہران کو کلب سے باہر لے گئی۔

جنگلی ہو تم کہنے ذیل کیا ضرورت تھی اس کی پٹائی کرنے کی وہ بڑا ہیرو بن رہا تھا میں نے تو زور اس کی ہوا نکال دی ابھی تو اس کو مار مار کر آدھ موار کرنے کا ارادہ تھا اب تم بھی گھر دفع ہو جاؤ میرا سارا موڈ غارت کر کے رکھ دیا ہے زرتاشہ نے ناک چڑھا کر کہا بے بی میں تمہارے لیے آیا تھا اور تم یوں بے رحم دکھا رہی ہو یہ کیا بات ہوئی میں میرا موڈ نہیں بے کل ملیں گے وہ یہ کہہ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی اور مہران وہاں کھڑا خود کو کوست رہا یہ بھی بڑی ڈھیت چیز ہے وہ بھی اپنی نئی گاڑی میں بیٹھ گیا اور اس کے پیچھے چل دیا۔

زرتاشہ کو پتہ چل گیا کہ مہران کی گاڑی اس کے پیچھے آ رہی ہے زرتاشہ کچھ دیر آہستہ آہستہ گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی مہران کو اس کا گھر کا پتہ تھا سو زرتاشہ اطمینان سے گاڑی چلا رہی تھی کچھ دیر کے بعد وہ اپنے بڑے بیٹے میں تھی اس علاقے میں امراء کی اکثریت رہا ش پڑی تھی نادار کا کا گیت سے کوئی بھی اندر نہ آئے ٹھیک ہے بی بی جی اور گارڈ کو بھی الرٹ رکھنا وہ حکم نامہ صادر کرتی ہوئی وہاں سے سیدھی اپنے کمرے میں آگئی اس نے غامد دیکھا تو رات کے دو کا وقت تھا اس نے شادو لیا اور نائی پہن لی

اس نے موبائل میز سے اٹھایا تو اس پر پانچ مس کالز آئی تھیں اور اب بھی بج رہا تھا زرتاشہ نے نمبر دیکھا۔

مہران باز آ جاؤ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا وہ بڑ بڑائی اس کے بعد اس نے موبائل کان سے لگا کر ہلو کہا مہران جلدی سے بولا بے بی اپنی گاڑی سے کہو کہ مجھے اندر آنے دو ورنہ میں ساری رات تمہارے گھر کے باہر کھڑ رہوں گا مہران تم گھر جاؤ تمہاری بیوی تمہارا انتظار کر رہی ہوگی اور اگر تم نہیں چارہ ہو تو میں اس کو بیٹیں بلا لوں گی مجھے مزید ڈسٹرب نہ کرو۔

یہ کہہ کر زرتاشہ نے کٹاک سے فون بند کر دیا اور بیڈ پر درازہ ہو گئی اس کی دھمکی تھوڑی کارگر ثابت ہوئی اور مہران وہاں سے لوٹ گیا۔



وہ جیسے ہی انھی تو صبح کے گیارہ بج رہے تھے اس کے بال اٹھے ہوئے تھے اور آنکھیں سرخ تھیں زرتاشہ سیدھی ہاتھ روم گئی اور فریش ہو کر باہر نکلی اس نے پیٹ کے اوپر ایک ٹاپ پہن لی اور ہاتھوں کے بازوؤں پر ٹاپ کے ساتھ میچنگ دوپٹہ ڈال لیا وہ اس لباس میں غضب ناک حد تک خوبصورت لگ رہی تھی اس نے موبائل فون پر کس سے نکالا اور اس پر انجمن نمبر ملا دی دوسری طرف نیل جاری تھی مگر ابھی تک کسی نے فون نہیں اٹھایا تھا اٹھاؤ ناں وہ منمنائی جب کسی نے فون اڑا کے نہیں کیا تو زرتاشہ نے دوبارہ اسی نمبر پر کال کر دی اس کے بعد کافی وقف کے بعد کال اٹینڈ کی گئی مگر دوسری جانب کوئی بھی آواز زرتاشہ کے کانوں میں نہیں گونجی تھی۔

وہ جلدی سے بولی بیلہ میری جان میں کتنی دیر سے فون ملا رہی تھی مگر آپ کہاں تھیں مجھے تو سوش ہونے لگی کہ کہیں سوئی ہوئی نہ ہو دوسری طرف سے بھی نسوانی آواز ابھری بائے میں ٹھیک ہوں مگر آپ کون ہو آپ کا نمبر میرے موبائل میں سیو نہیں ہے مہربانی فرما کر اپنا نام بتائیں زرتاشہ۔ زرتاشہ جھٹ سے بولی او میری جان زرتاشہ کہاں غائب تھی تم اتنی دنوں سے شکر ہے کہ تمہاری خیر خبر مل گئی ویسے بڑے بے وفا ہوا پتا نمبر بھی تبدیل کر دیا

اور مجھے بتایا تک نہیں زرتاشہ نے بھنوں کیفر دیں اسے اس جواب کی ذرا بھی توقع نہیں تھی تم بیلہ ہی ہونا زرتاشہ نے آہستہ آہستہ کہا۔

ہاں کیوں کیا تمہیں یقین نہیں ہے زرتاشہ ویسے تم نے ایک سال بعد رابطہ کیا ہے اور اب شکوک و شبہات کا اظہار کر رہی ہو کمال ہے یا ر مجھے دلی خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ مجھے تم نے دوبارہ فون کیا ہے بیلہ نہایت ہی شائستہ الفاظ استعمال کر رہی تھی زرتاشہ نے اس سے ادھر ادھر کی باتیں کی اور پھر فون بند کر دیا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ واقعی بیلہ ہو حالانکہ بیلہ کا کوئی وجود ہی نہیں ہے یا وہ بھی بہت ہی چالاک ہے کہ فوراً بیلہ بن گئی ہو اور اب میری بے وقوفی پر کھل کر ہنس رہی ہو۔۔۔ سن نہیں ایسا اتفاق بھی ہو سکتا ہے اور شاید یہ محض ایک اتفاق ہی ہو خیر اچانک اس کے موبائل پر میسج آ گیا غنفر آئی مس یو غنفر زرتاشہ کا بیٹا موبائل فریڈ بنا تھا غنفر سے صرف سچ پر بات ہوئی تھی زرتاشہ نے اسے خود کو ایک نہایت ہی غریب لڑکی ظاہر کیا تھا جو اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کال سیز میں جاب کرتی تھی جبکہ غنفر نے خود کو ایک امیر ظاہر کیا تھا زرتاشہ ایزی لوڈ کے لیے اسے کئی بار آتھا مگر زرتاشہ نے صرف ایک بار غنفر سے بات کی تھی اور وہ بھی اس کا دیوانہ ہو گیا تھا ہر بار اس سے ملنے کے لیے درخواست کرتا تھا۔ غنفر کیسے ہو زرتاشہ نے ریپیلے کیا میں ٹھیک ہوں تم کب مل رہی ہو زرتاشہ کو پیغام ملا۔

ابھی میں مل سکتی شاید سنڈے کو مل لوں کہاں ملوں گی سنڈے کو زرتاشہ نے جواب دینے کے لیے بن بن کر لیں کئے کسی فانیو سٹار ہوئی میں اور تم صرف ڈنر کریں گے غنفر نے جواب میں صرف ہنسی کا ساغول سینڈ کر دیا تھا اس کے بعد دوسرا پیغام ملا کہ میں ویٹ کروں گا زرتاشہ نے بھی خوشی کا ساغول سینڈ کر دیا اچانک اسے نوبی کا خیال آیا نعمان کس حال میں ہوگا اس نے نعمان کو فون کر دیا دوسری طرف دے جلدی کال ریسیو کر لی نعمان کہاں ہو اور کس حال میں ہو میں ساری رات سو نہ سکی ہوں اور تم کیسے

ہودل میں طرح طرح کے دوسرے گردش کرتے رہے ہیں ٹھیک نہیں ہوں ہسپتال میں ایڈمٹ ہوں میرا ڈیڈی تو پولیس کور پورٹ بھی کروا رہے ہو مگر میں نے جھوٹی کہانی گھڑی کہ میں کلپ میں دو چوروں کے ہاتھوں بری طرح پھٹ گیا ہوں گندم نے یہ بہت اچھا کیا ہے کیا میں ہسپتال آجاؤں کون سے ہسپتال میں ہونیس مت آنا میری ساری طبیعتی ہسپتال میں ہے تم فون کیا یہ بھی بہت ہے اوکے جانی پھر بات کریں گے زرتاشہ نے فون آف کر دیا۔



شامیال نے گہری مسکراہٹ لبوں پر کھیر دی اس میں گہری شیطانیت نظر آ رہی تھی مجھے بیوقوف بنانی تھی کمیٹی خیر اس کی آواز میرے دل کو چھو گئی ہے ایسی آواز جو میں نے بھی زندگی میں بھی نہیں سنی تھی سر ملی آواز کانوں میں رس گونئی آواز اور دل کے تاروں کو بے قابو کرنے والی سر ملی آواز میرے اندر تک گئی ہے یہ آواز اور میرے پور پور نس کو مضطرب کر گئی ہے اور میں اس لڑکی تک ضرور پہنچوں گا شامیال کے موہاں پر کسی انجان نمبر سے رنگ آئی مگر شامیال نے اسے ریسیو نہیں کیا کیونکہ اس کا نمبر بہت کم لوگوں کے پاس تھا اور وہ انجان نمبر ریسیو نہیں کرتا تھا وہ بارہ پھر اس نمبر سے اس کے سیل فون پر کال آئی اس نے کال ریسیو کی مگر کچھ بھی نہیں بولا دوسری طرف سے ایک مترنم سی آواز ابھری۔

بیلہ میری جان کیسی ہو اور پھر شامیال نے نسوانی آواز میں بیلہ نے کراس سے باتیں کی شامیال ایک شاطر مکار فریبی اور سحر تھا جو جادو پر گہرا دسترس رکھتا تھا زرتاشہ کی خوبصورت آواز نے اسے شیم باگل کر دیا تھا اور اب شامیال ہر حالت میں زرتاشہ تک پہنچ جانا چاہتا تھا وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا اس کے بعد اس کے چاروں طرف کالا دھواں چھا گیا جب کالا دھواں چھٹا تو وہ بدستور اسی طرح کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں ایک عدد تصویر تھی شامیال کی آنکھیں بند تھیں اور اس کی چمکیں اب آہستہ آہستہ سے ہلنے لگیں اس نے آنکھیں کھول دیں اور تصویر کو دیکھا وہ دیر تک تصویر کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیتا رہا

اور یہ تصویر زرتاشہ کی تھی شامیال تو اس کی آواز پر عاشق ہوا تھا مگر اس کی حسن اور شخصیت دھال کی تھی شامیال نے زرتاشہ کی تصویر جادو کے طریقے سے صاحب کی تھی شامیال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ تصویر میں جان ڈال دے وہ مدہوش نظروں سے تصویر کو گھور رہا تھا پھر اس کے شاطر دماغ میں ایک خیال آیا۔ اور وہ عنقریب اس پر عمل کرنا چاہتا تھا۔

اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں اور وہ اونچی الفاظ میں کوئی منتر پڑھنے لگا کچھ دیر کے بعد وہ بالکل ساکت و جامد کھڑ رہا اور پھر اس کا سراپا بدلنے لگا اس کے جسمانی خدو خال بالکل یکسر بدلنے لگے کچھ دیر کے بعد وہاں پر ایک کولی لڑکی کھڑی تھی اس نے گلابی اور آسمانی رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی اور وہ ہلاکی حسین تھی اس نے زرتاشہ کا نمبر ملایا اور دوسری طرف سے دوسری بل پر سیل اوکے کیا تھا بیلہ جی میں بیلہ بات کر رہی ہوں اچھا بیلہ کیسی ہو اور کیسے یاد کیا زرتاشہ کا لہجہ دھیمہ تھا یار میں تم سے ملنا چاہتی ہوں بیلہ نے کہا کیا زرتاشہ حیرت سے بولی اچھا ابھی تو شام کا وقت ہے کل میں لندن جاری ہوں سو پلیز زرتاشہ میں ایک بار تم سے ملنا چاہتی ہوں اچھا بیلہ تم یوں کرو مینا امین ہوں پر آجاؤ میں رات آٹھ بجے تمہارا انتظار کروں گی۔

ٹھیک ہے تمہارا بہت بہت شکریہ دے دے تم ویسے ہوگی پابدل گئی ہوگی بیلہ نے پیار سے کہا شاید میں پہلے سے بدل گئی ہوں کیونکہ انسان ہمیشہ تو ایک حال میں نہیں رہتا ہے اچھا دو گھنٹے کے بعد تم آجانا ہاں میں آجاؤں گی اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد اس نے رابطہ منقطع کر دیا اور گہری شیطانی مسکراہٹ اس کے لبوں پر دوڑ گئی زرتاشہ تو پہلے ملنے کی بات پر خوب بولکھائی مگر بیلہ نے یہ بات کہی کہ وہ لندن جاری ہے تو اس امید پر اس سے ملنے پر رضامند ہو گئی کہ وہ اسے پہنچانے کی نہیں اور یوں اس بیلہ سے جان چھوٹ جانے لگی وہ یہ بھول گئی تھی کہ وہ ایک شاطر شخص سے ملنے جارہی ہے اور وہ اس وقت کھر میں تھی اس کے ساتھ مہراں بیٹھا ہوا تھا یار کس کا فون تھا مہراں

نے مسکراہٹ کا دھواں اس کے منہ پر چھوڑتے ہوئے کہا میری ایک کینیڈا کا تھا اور میں اس سے ملنے جارہی ہوں تم دفغان ہو جاؤں میں مزید یک منٹ بھی تمہیں نہیں دیکھنا چاہتی مہراں کا منہ میڑھا ہو گیا۔

ابھی ایک گھنٹے پہلے سے تو اس سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی رہی تھی اس کو کیا ہو جاتا ہے بالکل یاگل ہے یاگل ہے مہراں زریب بڑبڑایا اور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا زرتاشہ نے اپنا وارڈ روپ کھولا اور ان میں سے خوبصورت شرٹ کے ساتھ لاگ پیٹنگ ٹکالی اس کے بعد پارلر کی طرف چلی گئی دو گھنٹے کے بعد وہ مینا امین ہوں میں موجودگی اس نے بیلہ کو کال کی بیلہ نے لپک کر کال ریسیو کی تھی میں پارکنگ میں ہوں زرتاشہ مترنم آواز میں بولی میں ہوں کے اندر تمہارا ویٹ کر رہی ہوں میں ایسا کرتی ہوں کہ گیٹ تک آجاتی ہوں اور وہاں پر کھڑی ہو کر تمہیں ملتی ہوں۔

ٹھیک ہے زرتاشہ نے کال منقطع کر دی زرتاشہ کا دل تھوڑا بہت نروس تھا کہ وہ ایک انجان لڑکی سے مل رہی ہے مگر وہ ڈوڈا کو ایک بولڈ لڑکی سمجھتی تھی اس لیے اس نے یہ رسک لیا تھا وہ جیسے ہی شیشوں سے بنے گیٹ کو پار کر گئی پنگ اور سکائی کمر کی ساڑھی میں لمبوس ایک حسین و جمیل دو تیزہ نے اس سے کہا ہائے زرتاشہ۔ زرتاشہ اسے سیکھ کر دنگ رہ گئی لوہائے بیلہ وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ ہی بیلہ ہے کسی ہوتم تو پہنچانی بھی نہیں جاری ہو زرتاشہ ہنس کر بولی پر تم تو ایک سال میں بالکل بھی نہیں بدلی ہو دونوں ہنستی ہوئی ہوں کے اندر لیڈیز کاؤنٹر کے اندر چلی گئیں وہاں پر ہوں میں اتار ش نہیں تھا دونوں آرام سے ایک دوسرے کے آنے سانسے پیچھ گئیں۔

تم بتا رہی تھی کہ کل لندن جاری ہو زرتاشہ نے اخلاقا پوچھا میں جاری ہوں مگر تمہاری ایک عدد تصویر میرے پاس ہے میں نے سوچا کہ تم میری پرانی دوست ہو تم سے مل لوں پھر آرام سے چلی جاؤں گی بیلہ ہنس کر بولی یہ تو کافی اچھا کیا تم نے ویسے وہ تصویر کب میں نے آپ کو دی تھی زرتاشہ تصویر کی بات پر الجھ کر رہ گئی تھی ہاں میرے

بیک میں تھی بیلہ نے جلدی سے بیک سے دو تصاویر باہر نکالیں یہ رہی تمہاری تصویر بیلہ نے تصویر زرتاشہ کو دیتے ہوئے کہا زرتاشہ نے تصویر کو بغور دیکھا مگر اس کو کچھ بھی لگا کیونکہ اس نے ایسی تصویر بھی نہیں اتاری تھی اور نہ کسی بیلہ نائی لڑکی کو دی تھی ہاں واقعی یہ تو میں کل کی طرح آج بھی ہوں زرتاشہ نے چہرے کے تاثرات غائب کرتے ہوئے کہا۔

واقعی یہ تو کمال کی بات ہے بیلہ نے بھی مسکرا کر اس کا بھرپور جائزہ لی یہ دوسری تصویر کس کی ہے زرتاشہ نے اس کے ہاتھ میں دوسری تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا یہ دراصل میرا بھائی ہے شامیال بیلہ نے اپنی اصل روپ کی تصویر زرتاشہ کو دیتے ہوئے کہا ویسے آپ کا بھائی کیوٹ اور بینڈم ہے نام بھی بالکل ڈیفیرنٹ ہے زرتاشہ نے تصویر کا بغور جائزہ لے کر کہا ویسے یہ ہمارے گھر کا مکمل پتہ بیلہ نے ایک عدد کارڈ بھی اس کی طرف بڑھا کر کہا اور پھر دونوں کچھ دیر تک باتیں کرتیں رہی آؤ دینے کے بعد بیلہ کوئی منتر پڑھنے لگی اور زرتاشہ کے کھانے پر بھی چھوٹک ماری اور اس کی آنکھوں کو دیکھتی اور اس کے چہرے پر آہستہ سے چھوٹیں مارتی رات دس بجے کے بعد وہ دونوں اپنے اپنے گھروں کو چل دیں۔

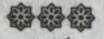


زرتاشہ جیسے ہی گھر پہنچی تو اس کا جی گھبرا ہوا تھا اس کی آنکھیں سرخ انگارہ بنی ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں شامیال کی تصویر تھی اور ہاتھ میں اپنی وہی تصویر پکڑ رکھی تھی وہ بار بار دونوں کو ایک ساتھ جوڑ کر دیکھتی اور پھر ہنستی وہ جیسے ہی بیڈ سے اٹھی اسے لگا کہ شامیال کی تصویر میں حرکت ہوئی ہو اور اس نے اپنا دایاں آنکھ ملنے انداز میں ماری ہو وہ چونک گئی اور تصویر کا بغور جائزہ لینے لگی اس نے تصویر کی طرح تصویر کو گھورتی رہی مگر کچھ بھی تصویر میں نہیں ہوا۔

اچانک اس کے سیل فون پر میسج آیا ہائے زرتاشہ یہ غصہ فز کا میسج تھا مگر زرتاشہ کا دل کسی بھی چیز میں نہیں لگ رہا تھا اس نے غصہ فز کو کوئی جواب نہ دیا اس کے بعد نعمان کی

کا لڑ آنے لگی مگر زرتاشہ نے موبائل بند کر دیا بیلہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوئی تو وہ اپنے مخصوص کمرے کی طرف چلی گئی وہ دروازے سے ایسے گزری کہ وہاں پر دروازہ نہ ہو بلکہ خلا ہوا اندر کا ماحول بہت ہی ڈروانا تھا اور بھیاں تک بھی تھا جگہ جگہ پر کھوپڑیاں پڑی ہوئی تھیں کمرے کا فرش پر جگہ جگہ کھوکھلا ہوا خون تھا بے شمار ہڈیاں اور گردنھری ہوئی تھیں اور کمرے میں دھواں گردش کر رہا تھا بیلہ کا وجود مختلف سانچے میں ڈلنے لگا اور اب وہاں پر شامیال کھڑا مسکرا رہا تھا۔

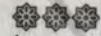
کمرے میں ایک کونے پر کالا تابوت رکھا ہوا تھا اور کالا سیاہ دھواں کمرے میں تابوت کے ارد گرد پھیلا ہوا تھا شامیال چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا تابوت کے پاس گیا اور تابوت کے ساتھ کھڑا ہو گیا اس نے اپنی کلائی تیز دھار چاقو سے کاٹ دی اور اپنے خون سے تابوت کے ارد گرد دائرہ لپیٹ کر بنارہا کچھ دیر گزرنے کے بعد وہ اسی تابوت میں لیٹ گیا اور تابوت کا ڈھک بند کر دیا کمرے میں شیخ دانوں میں رکھے ہوئے روشن چراغ بجھ گئے اور قبر کی کھٹانوں پر اندھیرا پورے کمرے میں پھیل گیا شامیال اپنے عمل میں مصروف ہو گیا۔



زرتاشہ نے گھڑی کی طرف دیکھا تو اسے حیرت ہوئی رات کے تین بجتے کا وقت تھا اور زرتاشہ کو ابھی تک نیند نہیں آ رہی تھی اس نے ابھی تک شامیال کی تصویر ہاتھ میں پکڑ رکھی تھیں اور شامیال کی تصویر کو گھور رہی تھی شامیال نے گھر کو اس تصویر میں چھوڑا تھا اور زرتاشہ اس سحر میں جکڑتی جا رہی تھی اچانک اس چھوٹی سی تصویر میں حرکت پیدا ہوئی اور زرتاشہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے لگیں تم کون ہو۔

بے اختیار زرتاشہ نے پوچھ لیا میں شامیال ہوں تصویر کے لب بے اور زرتاشہ کو اس نے جواب دیا ایسا لگ رہا تھا کہ یہ کوئی سکرین ہو زرتاشہ نے جلدی سے اس تصویر کو اپنی نظروں کے سامنے کر دیا اس کو لگا کہ اس کے وجود پر یمنیں سی ہو رہی ہے زرتاشہ نے جلدی سے کہا تو

مجھ سے کیا چاہت ہے میں تجھے چاہتا ہوں اور تجھے پالوں گا زرتاشہ پر پی طرح سے ڈر گئی تھی اور وہ ہولے ہولے سے نر زری تھی اچانک تصویر اچانک تصویر سے شعاع نکلی اور زرتاشہ کی آنکھوں میں پیوست ہو گئی زرتاشہ کے ہاتھوں سے تصویر نیچے چھوٹ گئی اور اس کا دماغ بھاری ہونے لگا کچھ دیر کے بعد وہ تاریکی کی دنیا میں اترتی چلی گئی۔



جیسے ہی صبح کی آذانیں سنائی دینے لگیں اس لمحے تابوت ک ڈھکن دھماکے سے کھل گیا اور شامیال اس میں سے باہر نکلا بابا بابا۔ بابا بابا۔ میں نے اپنا عمل مکمل کر لیا ہے اب میرا جادو پر دسترس مکمل ہو جائے گا میں سب سے بڑا جادوگر فقیر بن جاؤں گا آج میرے عمل کی آخری رات تھی اور وہ عمل میں نے نہایت کامیابی سے مکمل کر لیا ہے جس کی بدولت میں نے جادو پر دسترس حاصل کر لی ہے وہ کامیابی کے نشے میں شرسار ہو کر اپنی ہی تعریف کر رہا تھا اچانک اندھیرا کمرہ روشن ہو گیا بجھے ہوئے چراغ خود بخود روشن ہو گئے اور شامیال کو اسی اندھیرے کمرے میں ایک وجود دکھائی دیا وہ نسوانی وجود تھا اس کے بال ہوا کے دوش پر لہرا رہے تھے اور وہ ہوا میں معلق تھی اس کا حسن کسی شہزادی جیسا تھا وہ ترش ہوئی شامیال کے پاس آئی۔

مبارک ہو تم کامیاب ہو گئے ہو شیطان دیوتا کے تابوت میں لیٹ کر تم نے پندرہ راتوں کا عمل مکمل کر لیا ہے اور شیطان کی دیوی نے بطور خاص مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تمہیں وہ منتر سکھا دوں جس کے نتیجے میں تم نے اتنا خطرناک عمل کیا ہے۔

ادھر آؤ اس ساحر زادی نے شامیال کو اپنی طرف بلایا تو وہ اڑتا ہوا اس کے پاس جا کھڑا ہوا میں تمہیں تین منتر سکھاؤں گی اور دوسالوں کے جواب دوں گی مگر میں ایک منتر صرف ایک بار پڑھوں گی ٹھیک ہے تم پہلے مجھے وہ تین منتر سکھا دو جو میں ایک بار سنوں گا ٹھیک ہے ساحر زادی نے شامیال کو تینوں منتر سکھا دیئے اور کہا کہ

اب تم دنوں کا فاصلہ لمحوں میں بچے کر سکتے ہو تم بلند یوں تک جا سکتے ہو اور انسان کے اندر تک جا سکتے ہو تم پانی کے اندر میلوں سفر کر سکتے ہو اور پہاڑوں کر زبر کر سکتے ہو ساحر زادی نے شامیال کو اس کی خوبیاں بتائیں اب دوسوال پوچھو شامیال نے پہلا سوال کیا میں ایک لڑکی زرتاشہ سے پیار کرنے لگا ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں کیا میری شکلیاں شادی کے بعد برقرار رہیں گی یا ختم ہو جائیں گی۔

اگر تم نے شادی کی تو تمہاری شکلیاں برقرار نہیں رہیں گی اور شادی کے بعد ختم ہو جائیں گی۔ شامیال کچھ مضطرب ہوا وہ دوسرا کوئی الٹا سوال کر کے ساحر زادی کو ابھی نہیں پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ کوئی آسان سوال کا جواب دے کر چلی جائے ساحر زادی نے کہا شامیال صبح چھوٹنے والی ہے دوسرا سوال کرو اگر تم نے وقت ضائع کیا تو میں چلی جاؤں گی۔

میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ میں امر ہونا چاہتا ہوں اور قیامت تک جینا چاہتا ہوں ساحر زادی نے اسے کچھ دیر کھڑا اس کا عمل بہت ہی خطرناک ہے اس کا عمل چھویں ہے کہ جولوڑی تمہیں دل سے پسند ہوں سب سے پہلے دیوتا کے بت کے قدموں میں اسے قربان کرنا ہوگا مگر یاد رہے وہ کنواری ہو اسے بعد ایک مہینے تک ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر ایک عمل کرو گے اور پھر مہینے کے اختتامی رات کو تمہیں پھر سے ایک حسین و جمیل لڑکی کی قربانی دینی ہوگی اور پھر تم ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر ایک مہینے تک عمل کرو گے اور یہ عمل مسلسل چھ مہینوں تک کرو گے جن میں تمہیں چھ کنواری لڑکیاں درکار ہوں گی اور یاد رہے کہ چھ کنواری لڑکیوں کی قربانی دینے کے بعد تم ایک خون کے حوض میں اتر کر غسل کرو گے اور ایک مہینے اسی تالاب میں کھڑے ہو کر وہی عمل کرو گے اگر تم کامیاب ہو گئے تو تمہیں اس عمل کے بعد ایک اور لڑکی کا خون پینا ہوگا اور سور کا گوشت بھی کھاؤ گے اس کے بعد تم امر ہو جاؤ گے شیطان کی بے ہوش زادی بولی اور دھواں میں تحلیل ہونے لگی روک ساحر زادی اگر میں یہ عمل شروع کر دوں تو میں

خون کے تالاب کو کیسے ڈھونڈوں گا یہ سب تمہیں خود بخود معلوم ہوتا جائے گا ساحر زادی بولی اور دھواں میں تحلیل ہو کر غائب ہو گئی۔

شامیال اس بند کمرے سے اسے باہر نکلا کہ جیسے وہ ہوا ہوا کوئی روح ہو وہ سیدھا والا بیخ میں آ گیا امر ہونے والا عمل بہت ہی مشکل ہے اس میں سات مہینے تک مجھے شیطان کی عبادت کرنی ہوگی اور شاید اگر ناکام ہو گیا تو بھی موت میرا مقدر ہوگی خیر مگر زرتاشہ کس حال میں ہوگی اس کے دل میں زرتاشہ بیٹھی ہوئی تھی جو ہر وقت اسکے لیے دھڑکتا رہتا تھا مجھے زرتاشہ کی خبر لین چاہیے اس کے دل نے گویا اسے مجبور کر دیا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا شامیال تو خود کو پتھر کہتا تھا مگر زرتاشہ نے اسے موم بنادیا تھا اور اس کے جذبات موم کی مانند پکھلتے چلے گئے وہ اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور اسے کوئی منتر پڑھ لیا اس کے ارد گرد کالا دھواں پھیلنے لگا اور پھر وہ اپنی جگہ سے غائب ہو گیا وہ کچھ دیر کے بعد زرتاشہ کے بند روم میں نمودار ہوا زرتاشہ کے بال بیڈ سے نیچے جھول رہے تھے اور وہ اڑتی ترچھی بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی شامیال اسے کھورنے لگا شامیال کو صاف دکھائے دے رہا تھا کہ زرتاشہ کے دل و دماغ پر اس کا چھوڑا ہوا سحر قابو پار ہے رات کو جو تصویر زرتاشہ سے گری تھی اسی تصویر سے وہ عکس نکلا تھا اور دھویں کے مانند زرتاشہ کے ارد گرد پھیل گیا تھا۔

اب وہ تصویر خالی تھی اس میں کچھ بھی نہیں تھا شامیال زرتاشہ کے سر ہانے بیٹھ گیا اور اس کے ریشمی بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا زرتاشہ بھی کچھ دیر کے بعد کسمائی اور پھر ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی اس کی نگاہیں شامیال سے چار ہوئیں اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے شامیال نے اس کے اندر جھانکا اسے محسوس ہوا کہ زرتاشہ کے من میں کچھ بھی نہیں ہے اس کا من خالی ہے نہ اس میں پہلے سے کسی انسان کے لیے محبت موجود ہے اور نہ وہ کسی کے لیے محبت بھرے جذبات رکھتی ہے البتہ شامیال اس پر اپنا سحر رفتہ رفتہ گہرا کر رہا تھا تاکہ وہ زرتاشہ کے دل میں رچ بس سکے شامیال زرتاشہ کے لب بے ہاں بول گیا

کہنا چاہتی ہو میرے دل میں اس لفظ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے زرتاشہ نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا مجھے کچھ بھی کچھ نہیں آ رہا ہے کہ میں کیا کروں شامیال نے زرتاشہ کے چہرے پر ایک منتر چھوٹ کر مار دیا جس کی وجہ سے وہ نیند کی وادیوں میں اترتی چلی گئی اور اب بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی شامیال دیر تک اس کو گھورتا رہا پھر غائب ہو گیا۔



صبح صبح زرتاشہ کی آنکھ کھلی اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرہ ستا ہوا تھا وہ کل کے واقعات کو یاد کرنے لگی ایسا سبیل نامکن ہے یہ اسے آہستہ آہستہ سب کچھ یاد آنے لگا اس نے اٹھ کر لیڈر دیکھا تو آج سڑے تھا اچانک اس کے موبائل پر غنفر کا میسج آیا پائے زرتاشہ ۔ ہاؤ آریو۔ زرتاشہ نے غنفر کو سڑے کا وقت دیا تھا اور آج سڑے تھا اس نے موبائل اٹھ کر دیکھا تو جواب دے دیا آئی ایم فائن کیا ہوا ہے صبح جس لمحہ کچھ نہیں تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں کب ملوگی زرتاشہ اس کا میسج دیکھ کر کچھ بہتر محسوس کرنے لگی اچھا تم کیا کر رہی ہو آنسر میں زرتاشہ نے کہا۔

کچھ نہیں ابھی ابھی اٹھی ہوں اوت تمہیں میسج کر رہی ہوں اچھا تم کب تک ملیں گے زرتاشہ کو اس کی بے چینی مسجور میں بھی نظر آ رہی تھی یارل لیں گے برتھوڑا سا صبر تو کرو دوسری طرف سے پیغام آیا مگر آج آپ کو ملنا ہی ہوگا کیونکہ آپ نے وعدہ کیا تھا گویا غنفر نے اسے وعدہ یاد دلانے کی کوشش کی ہو ہاں یاد ہے بھولی نہیں ہوں آج ہم بچہ ساتھ میں کریں گے زرتاشہ نے گویا اس سے مل لینے کا فیصلہ کر لیا ٹھیک سے میں انتظار کروں گا اور ہاں ابھی سے ملنے کا وقت طے کر غنفر کے اس میسج پر وہ گویا سوچوں کے بھنور میں ڈوب گئی۔

آپ یوں کریں کہ کوئی افغانیو شار ہوٹل میں بچہ طے کریں اور مجھے پتہ بتادیں میں گریگسے لے کر آ جاؤ گی دوسری طرف سے صرف اوکے۔ کا پیغام ملا اور زرتاشہ نے مسکرا کر سیل فون کو دیکھا زرتاشہ نے وارڈروب سے

ڈھپلا ڈھالا عمامہ قمیض شلوار والا سوٹ نکالا اور شوخ میک اپ کیا تا کہ وہ پوری طرح غریب لڑکی نظر آئے اور کچھ ہی دیر بعد اس کے موبائل پر غنفر کا میسج آیا اس میں ہوں کا مکمل پتہ درج تھا۔

زرتاشہ نے اسے آنسر دے دیا اور سوچنے لگی واقعی بندہ مگر کا ہے کہ اتنے ٹائم میں ہوٹل کا نام بھی بتا دیا یہ تو ڈینس کا مہنگا ترین ہوٹل ہے زرتاشہ خود کئی بار وہاں اکثر جاتی رہی تھی اچانک ایک ٹیکسی ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں رکی اور اس میں سے سارہ لباس میں سے زرتاشہ کا انتظار کر رہا تھا اس نے شیشے کے بند شیشے والا دروازے میں سے پارکنگ ایریا میں زرتاشہ کو دیکھ رہا تھا غنفر کا خوبصورت سڈول باڈی بلڈر جسم تھا اس کا چہرہ سفید دودھیا رنگ کا تھا وہ بلیک پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا اور اس کی رستہ نشی غضب ناک حد تک خوبصورت تھی اس کے بال گردن تک جمول رہے تھے زرتاشہ ہوٹل کے اندر داخل ہو گئی وہ حیران نظروں سے ارد گرد دیکھنے لگی اور پھر وہ غنفر کی طرف چلی آئی کیونکہ غنفر نے اسے اپنا مکمل حلیہ مسجور میں بتایا تھا بیلوکیا۔

آپ غنفر ہوزرتاشہ نے میز پر بیٹھے ہوئے نوجوان سے کہا جی ہاں اور آپ زرتاشہ ہو غنفر نے مسکرا کر کہا۔ زرتاشہ اس کے سامنے بیٹھی وہ واقعی خدا نے آپ کو حسین بنایا ہے زرتاشہ نے کچھ توقف کے بعد کہا اور آپ آپ بھی تو خوبصورت سحر انگیز ہو بیٹھو مجھے بتاؤ کہ گھر والوں کو بتا کر آئی۔ نہیں تم میرے دوست ہو کیا میں انہیں بتا کر آتی کہ میں ایک لڑکے سے ملنے جا رہی ہوں ہاں تم تو مل کر کلاس سے تعلق رکھتی ہو ورنہ اپر کلاس میں تو یہ بائیں عام بھی جاتی ہیں زرتاشہ نے اسے خود کو غریب ظاہر کیا تھا ورنہ زرتاشہ تو لڑکوں کو کوشی پیچہ کی مانند استعمال کرتی تھی جی خیر میں تو بتا ہی چکی ہوں کہ میں ماں باپ کی اگلی اولاد ہوں۔

زرتاشہ اس کے احساسات کو دیکھنا چاہتی تھی سو اس کا امتحان لینے کی کوشش کر رہی تھی دراصل ماما اور پاپا دونوں بہت ہی پیار کرنے والے ہیں پاپا باہر رہتے ہیں بابا ان

دونوں ماموں کے ہاں گئی ہے اور میں گھر میں اکیلی رہتی ہوں غنفر نے صف ہوں کہا۔ کیا تمہیں اکیلے گھر میں ڈینس لگتا ہے زرتاشہ مسکرا کر گئی کہ کس سے بھوت سے یا کسی آسپ سے نہیں میرا یہ مطلب نہیں ہے وہ بری طرح جھنجھلا گیا۔

انسانوں سے ڈنہیں لگتا اگر مجھے انسانوں سے ڈر لگتا تو کیا میں یہاں برا کیلے ملنے آ جاتی ہرگز نہیں خیر تم یہ بتاؤ کہ تم اپنی ٹیلی بیک گراؤنڈ کے بارے میں بتاؤ میرا بیک گراؤنڈ بہت ہی سادہ ہے کیونکہ جب میں پیدا ہوا تو مٹہ میں سوئے گا کچھ لے کر آ گیا میری ایک چھوٹی بہن ہے میرے موم ڈیڈ بہت ہی امیر و بھیر ہیں اور اپنی رہنمائی لائف میں بری طرح غرق ہیں میں اس وقت کئی ہوٹلر پلازہ اور فیکٹریوں کا واحد مالک ہوں غنفر نے پوری سچائی بیان کر دی۔

آپ کی زندگی میں تو کئی لڑکیاں بھی آئی ہوں گی زرتاشہ نے پوچھا ہاں آف کورس بہت زیادہ مگر کسی سے بھی بن نہ سکی مجھے تو کسی سادہ سی لڑکی کی ضرورت تھی جو عمر بھی مجھے پیار کرے اور میری دولت کو نہ دیکھے مجھے دیکھے وہ جتنی لڑکیاں بھی تھیں مجھے نہیں لڑکی میری دولت پر نظر نہیں گاڑے نہ بیٹھی ہوئی تھیں دونوں دیر تک باتیں کرتے رہے اور بچ کرنے کے بعد دونوں لاٹک ڈرائیو پر چلے گئے اب شام کے سائے پھیل رہے تھے جبکہ واپس شہر میں ان کی گاری داخل ہوئی تم نے بتایا نہیں کہ تم کہاں رہتی ہو غنفر نے پوچھا میں تمہیں تمہارے گھر تک چھوڑ آتا ہوں۔

نہیں غنفر یہ نہ کرنا اگر مجھے کسی عزیز نے آپ کی گاڑی سے نکلے ہوئے دیکھ لیا تو میرے لیے بہت مشکل ہو جائے گی پلیز آپ مجھے یہیں کہیں اتار دیں اور واقعی غنفر نے اسے اتار دیا وہ روڈ پر کھڑی ہو گئی غنفر نے گاڑی آگے بڑھائی اس نے یوٹرن لیا۔ اور گاڑی دوسرے سائڈ پر لے گیا کچھ دور جا کر اس نے گاڑی واپسی اسی سڑک پر ڈال دی جس روڈ پر زرتاشہ کھڑی تھی اس نے دیکھ لیا کہ زرتاشہ کی ٹیکسی میں سوار ہو رہی ہے ٹیکسی آگے بڑھ گئی اور

غنفر نے اس کو فالو کرنا شروع کر دیا اس کو حیرت ہو رہی تھی ٹیکسی ڈینس کے بڑی کوچیوں کی سمت جا رہی تھی غنفر نارمل رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا جبکہ زرتاشہ نے اسے شہر کے تنگ و تاریک گلیوں کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ وہاں رہتی ہے اور کم سی سی زندگی گزار رہی ہے خیر وہ بدستور اس کے پیچھے جاتا رہا اور یہ جان کر اسے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ٹیکسی ایک بڑے اور خوبصورت بنگلے کے سامنے رک گئی زرتاشہ نے اسے پیسے دیئے اور بنگلے میں داخل ہو گئی غنفر بھی یہاں قریب ہی رہتا تھا جو کہ دوسرے ٹاؤن تک دس منٹ کا راستہ تھا غنفر سوچوں میں ڈوب گیا اور وہاں سے چلا گیا۔

زرتاشہ نے موبائل کو دیکھا جب وہ غنفر سے ملی تھی تو اس نے اپنا موبائل سامٹ کیا تھا اور نعمان نے کوئی بیس منٹ کال کی تھی اور بہت سارے مسجور کئے تھے مہران کی بھی تھی زرتاشہ نے موبائل سے سم نکالی اور نئی خریدی ہوئی سم موبائل میں ڈال دی یہ نمبر صرف غنفر کے پاس تھا اور یہ نمبر اس نے ہی زرتاشہ کو لے کر دی تھی زرتاشہ نے سکون کا سانس لیا کہ چلو جان چھوٹی ان دو کمبوں سے اور اچانک اس کے منے نمبر پر رنگ نوج تھی یہ غنفر کا نمبر ہوگا اسے ہتے ہوئے بیلو کہا مگر دوسری جانب شامیال تھا اسکی آواز کا ٹون میں رس گھولا کئی تھی تم وہی تصویر والے ہونا۔

زرتاشہ کو وہی تصویر یاد آ گئی تھی جس نے رات کے وقت اس سے باتیں کی تھیں تم سے ڈر لگنے لگا ہے تم کوئی جادوگر ہو زرتاشہ کے چہرے پر خوف کے گہرے سائے سمٹ آئے یہی سمجھ لو مگر میں تمہیں چاہنے لگا ہوں اور تمہاری وہ بہن بیلہ کھل گئی بیلہ تو ملک سے باہر چلی گئی ہے شامیال کی مدہوش آواز سنا دی شامیال ہی نے بیلہ کا بہروپ بھرا تھا اس کی کوئی بہن نہ تھی زرتاشہ نے اگلے لمحے میں موبائل فون بند کر دیا مگر یہ کیسا اس کے سیل فون سے ابھی بھی شامیال کی آواز گونج رہی تھی میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں شامیال کی آواز اس کے سیل فون سے نکلی تو بتاؤ زرتاشہ نے ڈرے ہوئے لمحے میں کہا تم سے شادی کرنا

چاہتا ہوں۔۔۔ شادی۔۔۔ زرتاشہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئی مگر میں شادی نہیں کر سکتی میں بھی شادی نہیں کروں گی شامیال۔

کیوں زرتاشہ میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا اور اپنی جادوئی طاقتوں سے تمہیں ہواؤں کی سیر کراؤں گا میں تمہیں اپنی ملکہ بنانا چاہتا ہوں شامیال میں تم سے نہیں بلکہ کسی بھی مرد سے شادی نہیں کرنا چاہتی اور نہ میں اس جھنجھٹ میں پڑنا چاہتی ہوں یہ تم کیا کہہ رہی ہو تم جانتی نہیں ہو کہ تم کے انکار کر رہی ہو شامیال میں ایک بات تمہیں پہلے سے بتا دوں کہ ایک تم ہی نہیں سیکڑوں میرے دیوانے ہیں مگر میں شادی کے بندھن میں گر کر نہیں بندھنا چاہتی ہوں جو بھی مجھے شادی کی آفر کرتا ہے وہ میرے نزدیک بیکار انسان ہو جاتا ہے اس لیے آئندہ یہ بھول کر بھی مت کہنا۔

زرتاشہ نے درشت لہجے میں کہا اس کا بند موبائل سے اب شامیال کی آواز آتا بند ہو گئی یقیناً وہ زرتاشہ کی بات سن کر غصہ ہو گیا ہوگا اور موبائل سے اپنا جادو بٹالیا ہوگا زرتاشہ نے بھی سکون۔ سانس لیا کہ شکر ہے وہی طور پر ہی سہی شامیال سے جان چھوٹی مگر زرتاشہ ڈر رہی تھی کیونکہ اس بار وہ ایک جادوگر کے ہاتھ چڑھ گئی تھی زرتاشہ نے موبائل فون آن کیا تو وہ کچھ دیر کے لیے گم سم ہو گئی وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ غنفر کو کیسے پینڈل کروں غنفر کے علاوہ شامیال اور نعمان بھی تھا زرتاشہ نے نفی میں سر ہلایا مجھے شادی نہیں کرنی اور نہ میں بھی شادی کے لیے رضامند ہو سکتی ہوں اچانک اس کے نیو نمبر پر ایک بار پھر نے بغیر نام کے نمبر سے کال آنے لگی اس نے ڈرتے ہوئے کال ریسیو کی وہ سمجھ رہی تھی کہ یہ کال شامیال کی ہوگی مگر کال کرنے والا غنفر تھا۔

ہیلو غنفر نے کہا زرتاشہ نے بھی جواب میں ہیلو کہا کیا گھر پہنچ گئی ہو اس نے صہیر لہجے میں پوچھا ارے غنفر آپ کو بہت فکر ہے میری ہاں مگر کیوں نہیں ہوگی محبت جو کرتا ہوں تم سے غنفر کی اس بات پر زرتاشہ ہلکلا کر ہنس دی ہاں غنفر میں خیر خیریت سے گھر پہنچ گئی ہوں ابھی تک

ہوئی ہوں بعد میں بات کرتے ہیں غنفر سے اس کا رابطہ منقطع ہو گیا وہ موبائل کی سکرین کی طرف دیکھنے لگی اچانک سکرین پر شامیال کی تصویر بننے لگی اور چند لمحوں میں ہی سکرین شامیال کی تصویر پر سے جگمگا اٹھی ایسا لگنے لگا جیسے شامیال کی تصویر کسی نے سکرین سے نیچے ہٹا دی زرتاشہ حیران و پریشان ہو گئی مگر دستور سکرین کو دیکھنے لگی شامیال کی تصویر جو موبائل سکرین میں رکھ رہی تھی وہ بولنے لگی زرتاشہ مجھے تم سے بات کرنی ہے زرتاشہ حیرت سے بولی۔

کیا بات ہے جیسے تم مجھے دیکھ رہی ہو ویسے میں بھی تمہیں اس سکرین پر دیکھ رہا ہوں اچھا اور کچھ ہو زرتاشہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں تم صرف میری ہو میں تمہارے لیے سب سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہوں یا کر سکتے ہو میرے لیے زرتاشہ تیزی سے بولی سب کچھ موبائل سکرین میں شامیال بولا کیسے اگر تم سے شادی کروں گا تو میں تمہارے لیے جادو کو ترک کر دوں گا اور تمہیں اپنی ساری طاقتیں دے دوں گا تم سب کچھ کر سکو گے ہواؤں میں پروں کی طرح اڑ سکو گے سمندر میں سفر کر سکو گے اور وہ سب کچھ کر سکو گے جو عام انسان کے بس کی بات نہیں ٹھیک ہے شامیال تم مجھے سوچنے کے لیے وقت دو ٹھیک ہے تم سوچو میں پھر رو رو آؤں گا ٹھیک ہے جب میں تمہیں بھلاؤں تب تم آنا اچانک سکرین سے شامیال غائب ہو گیا زرتاشہ نے سکون کا سانس لیا۔

زرتاشہ سوچوں میں گم ہو گئی وہ زیادہ تر شامیال کے بارے میں سوچنے لگی تھی یہ مجھے کیا ہو رہا ہے میں کیوں شامیال کے بارے میں سوچنے لگی ہوں وہ شاید میرے حواسوں پر کچھ زیادہ ہی سوار ہوا ہے یا پھر مجھے اس سے محبت ہونے لگی ہے نہیں میں کسی سے محبت نہیں کر سکتی میں کسی کا قیدی نہیں بننا چاہتی میں آزاد رہنا چاہتی ہوں اور میں کسی کے دھوکے میں بھی نہیں آؤں گی میں ہمیشہ اپنے دل کی بات سنوں گی وہ انہی سوچوں میں درگرواں تھی کہ اچانک مین گیٹ کی ٹھنکی بجھ اٹھی وہ باہر کی طرف چلی گئی

وہاں پر لان تھا چوکیدار نے دروازہ پہلے سے کھول دیا تھا گیٹ کے سامنے مہراں کھڑا تھا زرتاشہ نے اسے اشارے سے اندر بلا دیا وہ چوکیدار کو نظر انداز کر کے اندر آ گیا۔

بائے زرتاشہ کیسی ہو اور کس حال میں ہو تمہارے سامنے کھڑی ہوں تم بتاؤ کیسے آنا ہو زرتاشہ نہ تو تمہارا ہسر مل با تھا اور نہ ہی تم سے رابطہ ہو پارا ہے میں بہت پریشان ہوں اور مجھ سے رہنا گیا میں سیدھا چلا آیا ہاں مہراں ڈیڈ چند دنوں میں آنے والے ہیں اس کے سامنے تو میں تم انگوں کو گھر نہیں بھلا سکتی اور میں اب ڈیڈ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں کیونکہ وہ ہی ان سب کا اصل مالک ہے اگر میں ڈیڈ کے سامنے وہی سائل کروں گی تو وہ مجھ سے بہت ناراض ہوں گے تم جاؤ۔

اوکے اور تب آنا جب تمہیں میں بلاؤں ورنہ زمین میری بہت اچھی دوست ہے اور تم میرے دوست کا شوہر ہو بان ٹھیک ہے مگر تم مجھ سے یوں بے رخی ظاہر کر کے اچھا نہیں کر رہی ہو اگر تم مجھے چھوڑ دو گی تو میں تمہیں کسی کا قابل نہیں سمجھوں گا مہراں گویا سمجھ گیا تھا کہ زرتاشہ اس سے اکتا چکی ہے اور اب وہ اس کا پیچھے گھوڑ کرنا چاہی ہے تو وہ بھی دھمکیوں پر رات آ گیا وہ تو تم مجھے دھمکی دے رہے ہو زرتاشہ طنز سے بولی۔

ہاں میں تمہیں دھمکی دے رہا ہوں میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتا آئی کا منٹ و دیو یہ تم جاتے ہو یا میں تمہیں دھکے دے کر اس گھر سے نکالوں زرتاشہ غصے سے بولی۔ اوکے جارہا ہوں مگر دیا رکھنا کہ تم نے بہت برا کیا ہے اور اس کا انجام بھی تمہیں خود ہی بھگتنا ہوگا مہراں غصہ ہو کر چلا گیا زرتاشہ نے سکون کا سانس لیا کہ اس سے تو جان چھوٹی وہ صوفے پر گر گئی اور ایک بار پھر شامیال کی سوچوں میں گم ہوئی گئی شامیال تم میرے حواسوں میں بستے جا رہے ہو وہ زبردست بڑ بڑائی۔

شامیال اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور کسی سوچ میں گم تھا میں اگر زرتاشہ سے شادی کروں گا تو اپنی جادوئی

صلاحیتیں کھودوں گا اور یوں میرا بد صورت روپ واپس آ جائے گا میں نے تو کالی طاقتوں کو حاصل کرنے لیے چالیس سال کی طویل ترین قربانیاں دیں ہیں اور اب جب میں دنیا کا سب سے بڑا جادوگر بننے لگا ہوں تو یہ مجھے پریم کا روگ لگ گیا ہے شاید میں اگر زرتاشہ کو اتنا چاہتا ہوں تو اسے اپنی داسی کیوں نہ بناؤں وہ دن رات میرے پاس ہوگی اور میرا کہنا مانے کی نہ میں بد صورت ہوں گا اور نہ میری طاقتیں سلب کی جائیں گی اور ویسے بھی مجھے یا تو امر ہونے کا چلہ شروع کرنا چاہیے یا پھر کچھ اور کرنا پڑے گا میں زرتاشہ کو کسی بھی قیمت پر نہیں ہونا چاہتا ہوں وہ ہرچیز میں گم تھا اور بار بار زرتاشہ کا چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے آ رہا تھا۔

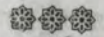
زرتاشہ میں نے جو حرم پر چھوڑا ہے وہ دھیرے دھیرے تم پر اثر چھوڑے گا اور وہ اثر جب مکمل طور پر تم کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا تب تم ڈورٹی ہوئی آؤ گی اور میری بانہوں میں ہوگی وہ دھیرے دھیرے سے مسکرایا اس کی مسکان زہریلی تھی جیسے کوئی شیطان مسکرا رہا ہو شامیال ایک نوجوان لڑکا نہیں تھا بلکہ وہ ایک بد صورت بورھا تھا اور اس کی جو خوب صورت وجود تھا جس پر نوجوانیاں مرنے تھیں یہ جادوئی تھا شامیال پچھلے چالیس سالوں سے جادو کا غیر و کار تھا اور اب شامیال ایک بڑا جادوگر بن گیا تھا اگر جادوئی طاقتیں اس کی ختم ہو جائیں ہیں تو وہ ایک ساٹھ سالہ بوڑھے کا روپ دھار لیتا اور وہ جواہر بن مانیات کرتا ہے وہ نہیں کر سکتے گا یہی وجہ تھی کہ وہ اب سوچ رہا تھا وہ صحیح طریقے سے سوچ رہا تھا اپنی نظروں میں۔

رات کیسے گزر گئی یہی نہیں چلا زرتاشہ بستر سے اٹھی تو بے ساختہ اس کی نظر کھڑی پر پڑی اف ہو میں تو بہت سی لائٹ ہو چکی ہوں ہاں رات کو دیر تک سوچتی رہی تھی اور اس جادوگر کے میں بارے میں سوچ رہی تھی ابھی دس بج رہے ہیں وہ اٹھی اور شاور لینے کے لیے ہاتھ روم میں گئی وہ کچھ دیر کے بعد بالکل فریش ہو کر باہر نکلی اس نے موبائل فون کو دیکھا صبح صبح غنفر کا میسج آیا تھا زرتاشہ

میں تم سے ملنا چاہتا ہوں زرتاشہ بھی اور پھر ریلے دیا کہ کہاں ملوں گے زرتاشہ میں تمہیں اپنا گھر دکھانا چاہتا ہوں زرتاشہ نے بکا رہا اور کچھ دیر کے بعد اسے فون کر دیا غنفر نے پہلی ہی بل پر کال ریسیو کر لی جیسے وہ بے تاب بیٹھا ہوا تھا۔

بائے غنفر تم مجھے اپنا گھر دکھانا چاہتے ہو ماں زرتاشہ میں یہی چاہتا ہوں کہ تم میرا گھر دیکھو تمہارا گھر کہاں ہے غنفر نے جلدی سے اسے اپنے گھر کا پتہ نوٹ کر دیا تو زرتاشہ اس کا گھر کا پتہ سن کر حیرت زدہ رہ گئی کیونکہ وہ جو ایڈریس بتا رہا تھا وہ اس کے گھر کے کافی قریب تھا اور تھوڑے سے فاصلے پر اس کا گھر تھا وہ بھی انیس کا رہائشی تھا اس منت کی دوری پر اس کا گھر واقع تھا زرتاشہ غم سم ہو گئی۔

زرتاشہ کب آؤ گی ملنے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد غنفر کی آواز سنائی دی اس جب موقع ملے گا میں آؤں گی اسے تم فی الحال کوئی انتظار مت کرو ٹھیک ہے زرتاشہ جب آنے کا ارادہ ہو مجھے پہلے سے بتانا تاکہ میں گھر کو سجا سکوں زرتاشہ نے کچھ دیر سوچا ادھر کی باتیں کی پھر اس سے رابطہ منقطع کر دیا وہ ایک بار الیجہ کر رہی اس کے ذہن میں شامیال کا عکس ابھرنے لگا وہ جتنا شامیال کے خیال سے پیچھا چڑانا چاہتی تھی وہ اتنا ہی اس کے ذہن پر سوار ہو رہا تھا۔



مہران ایک تنگ سی گلی میں کھڑا تھا کچھ دیر کے بعد اس کے پاس ایک کالے رنگ کا آدی کھڑا ہوا تو وہی میں تمہاری خدمات حاصل کرنا چاہتا ہوں کیسی خدمات توئی ایک درمیانے قد کا آدی تھا اس کی رنگت کالی تھی اور سر بالوں سے عاری تھا جبکہ وہ چہرے سے بدعاش لگ رہا تھا مہران بولا تو وہی مجھے ایک لڑکی کو اغوا کروانا ہے یہ ہے اس کی تصویر مہران نے توئی کی طرف زرتاشہ کی تصویر بڑھائی توئی نے تصویر لے لی اور اس کے بارے میں مہران سے معلومات کرنے لگا مہران نے اس کو وہ تمام معلومات دے دیں جو اسے معلوم تھیں اسے ایڈوانس میں

پچاس ہزار روپے بھی دے دیئے اور اسے کہا کہ میرے خیالی حلیے پر اس لڑکی کو منتقل کرنا ہے تاکہ میں اس سے مل لوں بڑا تر پایا ہے مجھے اس لڑکی نے ٹھیک ہے مہران کام ہو جائے گا آپ بے غم ہو جاؤ بلکہ میں آج ہی اس چھوڑ کر پر نظر رکھتا ہوں اور اگر مجھے موقع ملا تو آج ہی اسے اغوا کرتا ہوں ورنہ دوسری صورت میں رات کو اس کی گلی کو اٹھاؤں گا ٹھیک ہے توئی جو تمہیں بہتر لگے مہران وہاں سے چلا گیا اور توئی اپنی بلیک ٹرک کی گاڑی میں بیٹھ گیا اس کا رخ ڈینس کی طرف تھا وہ زرتاشہ کی گھر کی طرف جا رہا تھا۔



زرتاشہ نے اپنے اچھے ہوئے ذہن کو جھنکنے کی کوشش کی اور وہ اب موبائل کی طرف متوجہ ہو گئی اس نے غنفر کا نام موبائل میں ظاہر کیا اور ملایا غنفر نے بہت جلد موبائل ریسیو کیا بائے میری جان اتنی جلدی فون کیسے کیا غنفر میں آج ہی تمہارے گھر آ رہی ہوں میں انتظار کر رہا ہوں وہ خوش ہو کر بولا اس کے بعد دونوں کا رابطہ نوٹ کیا زرتاشہ نے سیف میں سے شلوار میں نکالی اور وہ پہن لی وہ شلوار میں بھی بہت ہی زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی اس نے وہ پتہ کندھے پر ڈالا اور اب میک اپ کرنے لگی وہ آدھے گھنٹے میں تیار ہو گئی اور پھر بنا گاڑی کے گھر سے باہر نکلی آگے کچھ فاصلے پر اس کے سامنے ایک گاڑی آ کر رک گئی وہ گاڑی مکمل طور پر سیاہ تھی اور اس میں کالے رنگ کے شیشے لگے ہوئے تھے گاڑی اس کے قریب رک گئی مگر اس کے پیچھے ایک نیکی بھی آ رہی تھی زرتاشہ نے نیکی کو روکا اور اس میں سوار ہو گئی جب نیکی چل پڑی۔

اس کے پیچھے پیچھے گاڑی بھی چلنے لگی کچھ دور ہی بنگلوں کی ایک لمبی قطار شروع ہو گئی سڑک کے دونوں اطراف خوبصورت بنگلے بنے ہوئے تھے مگر اس دن ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے سب لوگ کہیں چلے گئے ہوں کوئی بھی ذی روح نظر نہیں آتا تھا نیکی ایک بڑے اور خوبصورت بنگلے کے سامنے رک گئی زرتاشہ اس میں سے اتری اور

خونفاک ڈائجسٹ

44

من چلی

نیکی والے کو کرایا دیا غنفر کا کمرہ دوسری منزل پر تھا وہ کمرے کی کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا کہ اس نے دیکھا کہ اس کے کمرے کی کھڑکی میں سے اس کے بنگلے پر ایک نیکی آ کر رک گئی اور اس میں سے زرتاشہ اتر گئی اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی اچانک نیکی کے پیچھے ایک کالے رنگ کی گاڑی آ کر رک گئی زرتاشہ بنگلے کے گیٹ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

نیکی آگے بڑھ گئی اچانک کالے رنگ کی گاڑی سے ایک جٹا کنٹینر نکلا وہ چلیے سے ہی بدعاش لگ رہا تھا وہ لمحے میں ہی زرتاشہ کی طرف متوجہ ہوا اور نیکی عقاب کی طرح زرتاشہ پر جھپٹ پڑا زرتاشہ نے ایک تیز چبھ ماری اس آدی نے زرتاشہ کو منہ پر وہال رکھا ظاہر ہے اس میں گور و فارم تھا جس نے زرتاشہ کو بے ہوش کر دیا زرتاشہ لوٹ گئی اس نے زرتاشہ کو ہاتھوں میں اٹھایا اور گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا غنفر تیزی سے کھڑکی سے ہٹا اس نے دروازے سے داخل نکالا اور گیٹ کی جانب جانے لگا اس نے جیسے ہی گیٹ کھولا کالے رنگ کی گاڑی جاری ہو گئی وہ اتنی دور نہیں گئی تھی غنفر جلدی سے اندر چلا گیا اور کیراج میں سے جلدی اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا اس نے تیزی سے گاڑی باہر نکالی اور جس طرف کالے رنگ کی گاڑی گئی تھی اس طرف گاڑی کو موڑا اس کو کالے رنگ کی گاڑی دکھائی دی وہ خاصی دور جا چکی تھی وہ اس کے پیچھے چلنے لگا گاڑی وہ مہارت سے چلا رہا تھا مگر کالے رنگ کی گاڑی کا ڈرائیور بھی بہت ہی مہارت رکھتا تھا وہ گاڑی کو بہت تیزی سے لے جا رہا تھا کالے رنگ کی گاڑی اب ڈینس سے نکل چکی تھی۔

وہ اب شہر کے سڑکوں پر رواں دواں تھی غنفر نے دل میں سوچا کہ وہ مستقل گاڑی کا پیچھا کرے گا شہر میں بہت رش تھا مگر کہیں بھی ٹریفک جام نہ تھا اب گاڑی مختلف راستوں پر جا رہی تھی غنفر اب کچھ فاصلے سے اس کا پیچھا کر رہا تھا کالے رنگ کی گاڑی اب شہر کے مضافات سے نکل چکی تھی وہ اب دوسرے راستے پر گاڑی میں تھی وہ اب جس علاقے میں جا رہی تھی یہاں اکثر غریب رہائش پذیر

تھے اور ان علاقوں میں سرکاری فلیٹ بنے ہوئے تھے یہاں پر ایک گندگی کا ڈھیر تھا اور دھول مٹی سے انا ہوا تھا علاقہ تھا گاڑی اب ایسے فلیٹ کے سامنے رکی جو کہ تین منزلہ تھا یہاں پر ہر طرف بے شمار فلیٹ بنے ہوئے تھے جو کہ ایک ہی طرز تعمیر پر بنائے گئے تھے کچھ ہی دیر میں گاڑی فلیٹ کے اندر چلی گئی غالباً فلیٹ میں اور بھی کئی افراد تھے کیونکہ مین گیٹ کھلا ہوا تھا غنفر نے اس سے دور گاڑی کھڑی کی اور پستول نکال کر گاڑی سے نکل آیا وہ وہاں کچھ دیر کھڑا رہا ہر طرف تین تین چار چار منزلہ عمارتیں بنائی گئی تھیں اور ان عمارتوں میں لوگ رہائش پذیر تھے مگر کسی کو شک بھی نہیں گزرا ہوگا کہ کالے رنگ کی گاڑی میں ایک اغوا کی واردات ہوئی ہے یہ علاقہ سول فلیٹ پر مشہور تھا۔



نومی تم نے کمال کر دیا مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم نے اتنی کم وقت میں اس کم بخت ڈاکو یا یہ لوہے بے تمہارا انعام مہران نے نومی کی طرف ایک خالی رنگ کا لفافہ اچھال دیا جو کہ نومی نے پکڑ لیا اب تم جاؤ سر تمہارا کام ختم نومی نے ادب سے سر کو جنبش دی اور وہاں سے نکل گیا زرتاشہ کو اس نے آرم دے کمرے میں بیڈ پر لٹایا تھا فلیٹ مہران کی ملکیت تھی وہ اکثر وقت گزارنے کے لیے یہاں آتا رہتا تھا وہ زرتاشہ کو بھی یہاں پر لانا چاہتا تھا مگر زرتاشہ مہران کو بچہ رہی تھی اور اس کی قربت کے لیے مہران تڑپ رہا تھا۔

اب مہران اس فلیٹ پر بالکل اکیلا تھا اور زرتاشہ بے ہوش تھی وہ نومی کے پیچھے گیٹ تک آیا اور گیٹ بند کر دیا غنفر فلیٹ کے دروازے کی طرف بڑھتی ہی والا تھا کہ فلیٹ کا دروازہ کھلا اس میں سے وہی کالے رنگ کی گاڑی باہر نکلی اور سیدھی سڑک کی طرف مڑ گئی غنفر نے دیکھا کہ اس گاڑی کے پیچھے فلیٹ کا دروازہ بند کرنے کے لیے ایک نوجوان بھی برآمد ہوا تھا اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی وہ عمر سے تین سال لگتا تھا وہ پینٹ شرٹ میں میوٹ تھا اس نے فلیٹ کا مین گیٹ بند کر دیا غنفر

تیزی سے اس کی طرف بڑھا مگر گیت بند ہو چکا تھا عمارت تین منزلوں پر تھی اور بہت ہی بوسہ بھی باہر سے دھول مٹی نے عمارت کا نقشہ لگا دیا تھا وہ سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیے وہ کوئی لائحہ عمل تیار کرنے لگا۔

نومی نے تو کام کر دیا اور پھر چلا گیا اب مہراں اس فلیٹ میں اکیلا تھا اس نے بے ہوش زرتاشہ کے ہاتھ باندھ دیئے پھر اس کے دونوں پیرری سے مضبوطی سے باندھ لئے چند ہی لمحوں میں اس نے کام نہایت تیزی سے کیا اس کے شیطانی دماغ جیسے کچھ چل رہا تھا زرتاشہ ہینڈ پر سیدھی لیٹی ہوئی تھی وہ ابھی تک بے ہوش تھی وہ ابھی تک بے خبر تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے مہراں کا چہرہ انعام بن چکا تھا۔

آج میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ ساری زندگی مجھے یاد رکھے گی بہت تر پاپا ہے تو نے مجھے مہراں عمارت سے بولا وہ کچھ دیر زرتاشہ کو دیکھنے کا پھر بڑبڑایا پہلے تمہیں ہوش تو دلاؤں وہ کمرے سے نکل کر باہر براڈے میں آیا وہاں پر اس نے پانی کا بھرا ہوا جگ اٹھایا اور کمرے کی طرف چلا گیا۔

غفنفر سوچ چکا تھا کہ وہ قریباً گیت کے سامنے باہر کھڑا تھا وہ تقریباً دس منٹ تک بے سدھ کھڑا رہا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ شاید اندر پورا ایک مجرموں کا مکمل گروہ ہو پہلے تو اس نے سوچا کہ یہ کال پولیس سے کرنا چاہیے مگر پھر اس کے ذہن میں خیال آیا اور اس نے فوراً اس پر عمل کرنے کے بارے میں سوچا وہ زور زور سے دروازے کو کھٹکھٹانے لگا اس نے دروازے پر بیک وقت کئی بار دستک دی مہراں کے ہاتھ میں جگ تھا وہ کمرے میں داخل ہی ہوا تھا کہ اس نے مین گیت کی آواز سنی یہ کمرہ پہلی ہی منزل پر تھا یعنی بالکل مین گیت کے سامنے اس لیے وہ اگر اوپر ہی منزلوں پر ہوتا تو اوپر سے جھانک لیتا دروازے پر دستک اب بھی مسلسل بوری تھی شاید نومی ہوگا یہ جگہ صرف اسے معلوم ہے خبری یہ بلا ہوش میں نہ آجائے اس نے ایک پنی زرتاشہ کے منہ پر لگا دی اور گیت کی طرف بڑھنے لگا۔

جونہی مہراں نے گیت کھولا غفنفر نے فوراً اس پر پستول تان لیا اور اسے دکھا دے کر آگے اندر چلا گیا مہراں اب غفنفر کی زد میں تھا مہراں نہایت ہی حیران و پریشان ہوا مہراں غرا کر بولا کوئی ہو تم تمہاری موت اگر ذرا بھی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی غفنفر غرا کر بولا آگے چلو مہراں آگے چلنے لگا غفنفر اس کے پیچھے چلنے لگا پستول اس کے سر کے پیچھے نکلی تھی اور اس نے مہراں پر خاص نظر رکھی تھی مہراں بولا۔

اگر تم کوئی چورا چکے ہو تو تم بہت برا کر رہے ہو تمہیں پتہ ہے کہ تم نے کس بندے کو لوٹنے کی کوشش کی ہے ٹھیک ہے یہ وقت بتانے کا کہ کون کے پچھاڑتا ہے زرتاشہ کو ہوش آ گیا تھا وہ انجان جگہ پر بھی اس نے ہلنے کو کوشش کی تو وہ گھبرا گئی وہ ہاتھوں اور پیروں سے بندھی ہوئی تھی اس کا منہ بھی بند تھا وہ نہ تو چلا چلا کر آسمان سر پر اٹھاتی وہ بمشکل اٹھ کر بیڈ میں بیٹھ گئی اچانک مہراں کمرے میں داخل ہوا اور اس کے پیچھے غفنفر مہراں نے ہاتھ اٹھائے تھے اور غفنفر نے اس کے سر کے پیچھے ہاتھ میں پستول پکڑا تھا زرتاشہ ان دونوں کو دیکھ کر سمجھ نہ سکی اور اوں اوں کی آوازیں نکالنے لگی جب غفنفر نے زرتاشہ کو دیکھا تو غصے سے بے قابو ہو گیا اس نے مہراں کے کچھواڑے پر زور دار لات رسید کی وہ آگے کی طرف زور سے گرا اور منہ کے بل گر گیا مہراں نے اس پر ایک ہلکی چیخ ماری اور غفنفر نے لاتوں کی اس پر بارش کر دی وہ اس کے جسم کے مختلف حصوں پر لاتیں مار رہا تھا مہراں کو اس نے ذرا بھی سمجھنے کا موقع نہ دیا جیسے وہ اس کا سر منہ بتا رہا تھا وہ دیر تک اس کو مارتا رہا حتیٰ کہ مہراں بے دم ہو گیا کچھ لاتیں اس کی کھوپڑی پر بھی پڑی تھیں اس کا چہرہ ہولناک ہو گیا تھا۔

غفنفر زرتاشہ کی جانب متوجہ ہوا اس نے اس کے منہ سے پنی ہٹائی اور جلدی جلدی اس کے ہاتھ پاؤں کھولنے لگا اس کے ہاتھوں کی کلائیوں میں رسی اتنی مضبوطی سے باندھی تھی کہ اس کی کلائیوں سرخ ہو رہی تھی اس کو بہت تکلیف بھی ہوئی تھی اب بھی اس کے پیروں میں جلن ہو رہی تھی وہ جلدی سے بولی یہ سب کیا ہے غفنفر

نے اس کو کہا اس کے آدمی نے تجھے اغوا کیا تھا مہراں ابھی تک زمین پر بے سدھ پڑا تھا آؤ یہاں سے نکلیں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے زرتاشہ ساری بات سمجھ گئی تھی پتہ نہیں اگر تم نہیں آگے تو یہ درندہ میرے ساتھ کیا کچھ نہیں کرتا زرتاشہ اس پر تھوک کر بولی زرتاشہ اگر تم کہو تو میں اس کو یہی کر رہی ہوں ختم کر دوں۔

نہیں یہ غضب مت کرنا یہ میری دوست زمین کا شوہر ہے وہ دونوں فلیٹ سے باہر نکل گئی اور مہراں کو جاتے وقت ایک لات بھی رسید کر گئی تھی اور اس پر تھوکا بھی تھا جبکہ غفنفر نے اس کو کئی لاتیں ماری تھیں بیک وقت رسید کی اور دونوں جلدی سے فلیٹ سے نکل گئے آگے اب وہ گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے غفنفر نے اسے پوری کہانی بتائی اور پھر زرتاشہ سے اس نے پوچھا مجھے تم شروع سے صاف صاف بتاؤں کہ تم کیا مجھ سے چھپا رہی تھی زرتاشہ واقعی غفنفر کی احسان مند ہو گئی تھی اس نے شروع سے کہا پہلے تمہارے گھر جاؤں گے پھر میں سب کچھ سچ سچ تمہیں بتاؤں گی ٹھیک ہے غفنفر نے کہا اور دونوں اس کے گھر کی طرف چل دیئے۔

وہ دونوں اب غفنفر کے گھر میں موجود تھے اس نے پہلے اسے اپنا پورا گھر دکھایا پھر اس کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا پھر زرتاشہ مجھے سب کچھ سچ سچ بتاؤ ٹھیک ہے غفنفر سب سے پہلے تو یہ کہ میں نے تم سے جھوٹ بولا تھا کہ میں غریب ہوں میں بھی تمہاری طرح نہایت امیر ترین ہوں اور کروڑوں کی اکلوتی وارث ہوں پھر زرتاشہ نے اسے شروع سے اپنی کہانی سنا دی اور اس نے ایک لفظ بھی اس سے نہیں چھپایا غفنفر اس کی کہانی ایسے سن رہا تھا جیسے وہ کوئی انہونی داستان سن رہی تھی زرتاشہ تم نے یوں قسم سے مجھے حیران کر دیا۔

اگر تم اتنی آوارہ نایب لڑکی ہو تو میرا اور تمہارا مزاج میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے زرتاشہ مجھے شامیال سے ملنے کا شوق پیدا ہوا ہے یعنی ایک جادوگر بھی تمہارا عاشق ہے وہ تمہیں بہت چاہتا ہے اور وہ اپنی ساری جادوئی طاقتیں بھی تمہیں دینا چاہتا ہے وہ واقعی عجیب

انسان ہے اس کے واقعات بھی بہت عجیب ہیں بند ہو بائیں سے تم سے بات کر لیتا ہے اور اس کی تصویر حرکت کرتی ہے جبکہ تمہارا کہنا ہے کہ تم کبھی بھی شادی نہیں کرو گئی تم نے ارمان کو انکار کیا مہراں نے اس لیے تمہیں اغوا کیا کہ تم نے اس کو انکار کیا تھا اور پھر شامیال وہ جادوگر وہ بہت زیادہ حیران رہ گیا۔

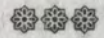
تم تو مکمل طور پر من چلی ہو زرتاشہ اس کے باوجود بھی میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں آئی لو یو۔ وہ زرتاشہ کو دیکھ کر بولا زرتاشہ ویسے اگر تم اغوا ہوئی اور پھر اس کیلئے مہراں نے تمہارے ہاتھ پاؤں باندھ لئے تو شامیال نے تمہاری مدد کیوں نہیں کی شکر ہے کہ اس جادوگر نے میری مدد نہیں کی خدا نے یہ موقع تمہیں دیا اور میں تمہاری شکر گزار ہوں تم پہلے مرد ہو جو میرے دل کو لگے ہو زرتاشہ ہنس کر بولا۔

اور جہاں تک شامیال کا سوال ہے وہ ضرور وہ دن کے لیے مجھ پر نظر نہیں رکھے گا کیونکہ میں نے سوچنے کے لیے اس سے وقت مانگا تھا وہ ہر وقت میرے ذہن پر سوار رہتا تھا مگر جب سے تم نے ہو وہ میرے ذہن سے اتر گیا ہے۔ غفنفر زرتاشہ کی بات سن کر ہنس ادا ہوں دیر تک اسی موضوع پر باتیں کرتے رہے اس کے بعد خود غفنفر نے اسے گھر ڈراپ کیا اور اس کے گھر پر آ گیا زرتاشہ نے پہلے اس کو شامیال کی تصویر دکھائی تو وہ تصویر دیکھ کر روگ رہ گیا وہ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی شہزادہ ہو غفنفر رشک سے بولا یہ تو بہت ہی خوبصورت ہے مگر سے تو جادوگر زرتاشہ نے اس کی حیرت کو نظر انداز کر کے کہا اور شاید یہ اس کا بہرہ ہو اس کی اصل شکل کچھ اور بھی ہو سکتی ہے غفنفر نے ہوں میں جواب دیا۔

بالکل تم ٹھیک کہتی ہو خیر مجھے اس جادوگر سے چھٹکارہ حاصل کرنا ہے جب آئے گا تو مجھ سے سوال ضرور کرے گا ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو شاید اگر ایسے بھی تیرا انکار پسند نہ آیا تو یہ بھی تجھے اغوا کر سکتا ہے اور پھر مشکل بہت ہوگی زرتاشہ غفنفر کی اس بات پر چونکی ہاں ایسا ہو سکتا ہے اور مجھے اس سے ڈر بھی لگتا ہے کیونکہ وہ جادوگر وہ دسترس

رکھتا ہے اور غضنفر تم مجھ سے دور رہو وہ کمینہ میری وجہ سے تمہیں بھی نقصان پہنچا۔ کتا ہے اس لیے ہمیں سوچ سمجھ کر ہی ان کا سامنا کرنا ہوگا اور شاید وہ ہم سے اب بے خبر ہوگمروہ زیادہ بے خبر نہیں رہے گا وہ میرے پاس ضرور آئے گا اور وہ مجھ سے سہری مرضی معلوم کرے گا زرتاشہ نے یہ باتیں خدشات کے طور پر کہیں اور غضنفر بولا ہاں زرتاشہ تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو میں جانتا ہوں تم بھی اپنے گھر جاؤ میں احتیاط ایک عمل کے پاس جا رہا ہوں تاکہ ہم دونوں اس کے شر سے محفوظ رہیں کیونکہ تمہاری باتوں جادو کی توڑ کا جواب عامل کی روحانی عمل سے دونوں ہاں غضنفر تم ٹھیک کہہ رہے ہو کیونکہ مجھے شروع سے اس جادوگر سے ایک خوف سا محسوس ہوتا ہے جیسا کہ وہ کم بخت شدید محبت کے باوجود مجھے موت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دے گا۔

ہاں غضنفر پہلے تم مجھے میرے گھر میں ڈراپ کر دو پھر چلے جانا جہاں تمہارا دل چاہے تم چلے جانا وہ دونوں غضنفر کے گھر سے نکلے اور پھر غضنفر نے پہلے گھر زرتاشہ کو ڈراپ کیا پھر اپنی گاڑی آگے بڑھائی۔



شامیال گھر میں اکیلا تھا اس نے زرتاشہ پر کوئی نظر نہیں رکھی تھی کیونکہ اس نے زرتاشہ پر جادو پھرا اثر چھوڑا تھا اور وہ یہ توقع کر رہا تھا کہ زرتاشہ دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئے گی مگر اگر وہ دونوں کے اندر اندر اس کے پاس نہیں آئی تو پھر اس کا جادو ناکام ثابت ہوتا مگر جادو ناکام ہونے کی ایک وجہ ہو سکتی تھی اور وہ بھی عجیب تھی اگر ان دونوں میں زرتاشہ کے دل میں کوئی اور جگہ بناتا شامیال پریشانی سے نبل رہا تھا کیا زرتاشہ کے میں کسی نے اور نے جگہ بنائی ہوگی یہی تو میرا جادو ناکامیاب ہوا ہے۔

مجھے دیکھنا چاہیے کہ وہ کون ہے وہ تیزی سے کمرے سے نکلا اور نیچے خفیہ خانے میں چلا گیا وہاں پر پراسرار ماحول تھا اور وہ کوئی منتر پڑھنے لگا ایک قدم آدم آئینہ روشن

ہوا اس نے غالباً منتر اسی آئینے پر پڑا تھا اسی لیے وہ آئینہ کسی سکرین کی طرح روشن ہو گیا اور اس میں زرتاشہ کا شبیہ ابھرنے لگا مجھے اس شخص کا چہرہ دیکھنا ہے جو اس لڑکی کے دل میں سایا ہوا شامیال نے آئینے سے پوچھا اور پھر زرتاشہ کا عکس ختم ہوا وہاں پر اب غضنفر کا چہرہ نمودار ہوا وہ اس انجان چہرے کو دیکھ کر اچھل پڑا اور پھر وہ غضب ناک ہو کر تہ خانے سے نکلا اس کی آنکھیں سرخ تھیں اس چھوکرے کی وجہ سے میرا عمل ناکام ہوا ہے ورنہ آج زرتاشہ میری بانہوں میں ہوتی اور میں یا اس سے شادی کر لیتا یا اس کی بیوی دینے کے لیے تیار کرتا میں اس لڑکے کو نہیں چھوڑوں گا اور اس کو ابھی اسی وقت ختم کر دوں گا وہ منہ ہی منہ منتر پڑھنے لگا۔



گھنفر اس وقت دلیلیس سے باہر تھا وہ شہر کے مضافاتی علاقے میں تھا اس علاقے میں ایک جھوپڑی بستی بھی تھی تو وہ اسی وقت اس جھوپڑی بستی میں تھا اس میں ایک اللہ والے رہتے تھے یہ اللہ والے بزرگ بھی اسی جھوپڑی بستی میں رہتا تھا وہ ہر وقت ذکر الہی میں مصروف رہتے تھے غضنفر اسی باباجی کے ساتھ جھوپڑی میں بیٹھا ہوا تھا باباجی گویا ہر چیز سے بے نیاز تھے اور ذکر الہی میں مصروف تھے غضنفر خاموشی سے باباجی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا وہ باباجی کو کچھ ماہ پہلے سے جانتا تھا باباجی صاف وشفاف سفید کپڑوں میں ملبوس تھے اور اس کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید تھے اچانک باباجی نے آنکھیں کھول کر غضنفر کو دیکھا۔

باباجی نے نرم لہجے میں اسے بتایا غضنفر بہت ہی صحیح سقت پر آئے ہو مجھے تمہارا ہی انتظار تھا غضنفر پہلے تو حیران ہوا پھر اسے پہلے بھی پتہ تھا کہ باباجی بہت ہی کرامات والے ہیں جی باباجی وہ کیسے ابھی تو میں نے آپ کو کچھ بتایا بھی نہیں ہے۔

گھنفر بیٹے وہ شیطان جادوگر کو ابھی ابھی تمہارے بارے میں پتہ چلا ہے اور اب وہ تمہیں مارنا چاہتا ہے اگر تم بروقت نہیں آتے تو شاید اس کے شیطانی وارکارو کو کتنا مشکل

ہوتا شاید وہ ڈھونڈتا ہوا یہاں پرے باباجی زرتاشہ سے وہ شادی کرنا سچا ہوتا ہے وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا وہ امر جیون کا راز اس نے معلوم کیا ہے اور وہ اس کی بیوی دینا چاہتا ہے مجھے سب معلوم ہو گیا ہے انسانیت خطرے میں پڑ جائے گی اگر اس کا خاتمہ نہیں ہوا تو باباجی اس کا خاتمہ کیسے ہوگا صبر کر ابھی وہ تم پر وار کرنا چاہتا ہے پہلے وہ وار کرے اس کے بعد ہم دیکھیں گے۔

اچانک ایک تیز طوفان ہر طرف پر ہوا ہر چیز ہلنے لگی اور ایسا لگا کہ غریب لوگوں کی بستی ہوا اپنے ساتھ اڑا کر لیجائے گی باباجی نے ہاتھ اٹھایا اور پھر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگے طوفان تھمے لگا اور پھر بالکل ہی ختم ہو گیا۔

باباجی یہ سب کیا تھا وہ تمہیں موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا تھا اسے اپنی دانستہ میں معلوم کیا تھا کہ تم اس وقت جھوپڑی میں ہو اور اس نے تمہیں ختم کرنے کے لیے جادوئی طوفان کو یہاں بھیجا تھا مگر شکر ہے خدا کا کہ تم میرے ساتھ ہو غضنفر نے عقیدت سے باباجی کو دیکھا اور پھر اچانک باباجی بولے میں نے محسوس کیا ہیکہ وہ کم بخت یہاں پر آ گیا ہے مجھے محسوس ہوا ہے وہ یہاں قریب ہی سے اور پھر اچانک ان کی جھوپڑی ہلنے لگی اور ان کی ہلکی ہوئی جھوپڑی میں ایک دم آگ بھڑک گئی باباجی نے چھوٹے ارد گرد ماری تو جلتی آگ بجھ گئی۔ اور دونوں باہر نکلے جھوپڑی سے باہر شامیال کھڑا تھا بزرگ بابانے اسے قبر الوظفروں سے گھورا شامیال نے جو ان کے بہرہ پ میں تھا جو غضنفر کا ہم عمر لگ رہا تھا مگر جب بزرگ باباجی نے اپنی لاشی اس کی طرف کی تو وہ ایک ساتھ سالے بوڑھے کے روپ میں ڈھل گیا شامیال غرایا۔

اسے بدھے کیون ہم سے دشمنی چاہتا ہے اس لڑکے کو میرے حوالے کر دے باباجی تحمل سے بولے تو نے یہاں آ کر اپنی موت کو دعوت دی ہے تو سرکش سے اور سرکش لوگ واجب القتل ہوتے ہیں باباجی نے اپنی لاشی اس کی گردن میں ماری اور اس کی لاشی اس کی گردن کے ارد گرد اپنے کئی شامیال منتر پڑھنے لگا مگر باباجی نے جھما

دے کر اسے اپنے قریب کر لیا اور اس کی دونوں آنکھوں میں اپنی ہاتھ کی انگلیاں دے کر اسے اپنے قریب کر لیا اور اس کی دونوں آنکھوں میں اپنی انگلیاں ٹھوس دیں اچانک شامیال کو آگ لگ اور وہ وہی جل کر ختم ہو گیا اس کی راکھ دھیمی ہوا کے دباؤ پر اڑ کر گھر گئی باباجی بولے غضنفر بیٹا شیطان کا چیلہ تھا جب کوئی شیطان کا چیلہ مرتا ہے تو شیطان بہت خوش ہوتا ہے وہ کیسے باباجی غضنفر حیرت سے بولا۔

وہ ایسے کہ شیطان سوچتا ہے کہ اس کا ایک ساتھ اس سے پہلے جہنم وصل ہوا ہے تم اب گھر چلے جاؤ اور زرتاشہ کو مہارک بادو میں یہاں سے کہیں اور جا رہا ہوں تاکہ کہاں اور کسی دوسرے شیطان کا خاتمہ کر سکوں جب غضنفر مڑا اور پھر مڑ کر دیکھا تو باباجی غائب تھے وہ خوش خوشی زرتاشہ کے پاس پہنچا اور زرتاشہ نے دروازہ کھولا تو سامنے غضنفر بڑا خوش دکھائی دے رہا تھا اسے تم تو چند گھنٹے پہلے ہی گئے تھے اب کیوں واپس آ گئے کیوں کہیں خوش نہیں ہوئی کیا غضنفر نے پوچھا کیوں نہیں ہوئی اور پھر غضنفر نے اسے خوشی خوشی سارا ماجرہ سنایا یہ سب سن کر غضنفر کے گلے لگ گئی اور ذخوشی سے اچھل پڑی غضنفر نے خوشی سے کہا اب ہمارے راستے میں کوئی بھی رکاوٹ نہیں آئے گی وہ خوشی سے بولی غضنفر میرے لیے تم قابل ہو مگر میرے ماں باپ نے بھی محبت کی شادی کی تھی مگر میرے بچپن میں ہی دونوں الگ ہو گئے زرتاشہ میں سب جانتا ہوں میں بھی تمہیں نہیں چھوڑوں گا اور تمہیں ایک مضبوط سہارے کی بھی ضرورت ہے ورنہ مہران اور شامیال جیسے گدھے تمہارے ارد گرد منڈلاتے رہیں گے زرتاشہ اس کی بات سن کر ایک بار پھر اس کے گلے سے لگ گئی۔ آؤ جان ہم اپنی شادی کی تیاری کریں۔

من چلی ہو میں اپنی من کی آزاد پنچھی
نقد کر مجھے میں اڑتی پھروں ہوا میں آزاد پنچھی
رابی خان۔ پشاور۔

آدم خور دوشیزہ

-- تحریر: اسد شہزاد گوچرہ --

آدمی رات کو جب طوفانی بارش کی آواز سنائی دی اور میری آنکھ کھل گئی تو میں نے اپنے وجود میں عجیب سی بے کلی محسوس کی بارش کی سنسناتی آواز مجھے پاگل کر رہی تھی تجھے بری طرح خون طلب محسوس ہونے لگی میں گھبرا کر باہر لان میں نکل آئی ہر طرف سناٹا طاری تھا لیکن میرے قدم جیسے میرے اختیار میں نہ تھے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ مجھے اپنے عقب میں اسی لڑکی کی آواز سنائی دی میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ لڑکی سامنے کھڑی تھی اس لڑکی نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا پھر ہم آج اسی جگہ پر تھے وہاں آج بھی ایک انسان موجود تھا لے لیں پھر پھر ار پھر لڑکی نے پھر شہرہ رگ کافی چاقو سے میں نے اس دن کی طرح اپنا منہ اس کی شہرہ رگ پر رکھ دیا فارغ ہوئی سر اٹھایا تو پھر وہی سب کچھ ہوا میں اپنے لان میں کھڑی تھی میری زبان خون کے نمکین ذائقے کی تصدیق کر رہی تھی اب تو یہ معمول بن گیا تھا کہ جب بارش ہوتی تو وہ لڑکی آجاتی لیکن جب بارش نہ ہوتی تو وہ لڑکی نہ آتی ایک دفعہ تو طویل عرصے تک بارش نہ ہوئی تو میرا نشہ بری طرح ٹوٹنے لگا یہاں تک کہ میں اپنا ہی جسم بھنبھورنے لگی مجھے کچھ سمجھ نہ آیا اسی عالم میں میں نے گاڑی نکالی اور بنا کسی سمٹ کا تعین کئے چل پڑی اور بلاوجہ سڑکوں پر گاڑی دوڑانے لگی میں ایک ویران سڑک پر پہنچی تو وہاں ایک لڑکے نے لفٹ مانگی جو میں نے کسی بے فکری کے بغیر دے دی رستے میں معلوم ہوا وہ مزدور ہے اور وہ اپنی گھر جا رہا تھا ہوا گرم ہوا تو مجبوراً لفٹ لینا پڑی اس کا گھر زیادہ دور نہ تھا اس نے مجھے چائے کی دعوت دی جو میں نے بخوشی قبول کر لی ہم اندر چلے گئے اور پھر کیا تھا کہ میں موقع ملے ہی اس کو دھریا اور اس کا خون پینے لگی چھری کے تیز وار سے میں نے اس کی گردن کاٹی تھی اس کا خون بہت ہی لذیذ تھا دل کو سکون مل سا گیا اور پھر واپس لوٹ آئی۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

نیگم صاحبہ سمن بی بی آئی ہیں میں نے ان کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے ملازم نے عائشہ کو بتایا جو کہ اپنے کمرے میں رسالے کے مطالعے میں مصروف تھی اچھا تم چائے بناؤ میں آتی ہوں جی بہتر ملازم نے جواب دیا عائشہ اور سمن بچپن کی کہلیاں ہیں وہ ایک دوسرے کی زندگی کی ہر حقیقت کی واقف ہیں ان کی دوستی کو پچیس سال ہو گئے عائشہ نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی سمن کو ڈانٹنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ آج پندرہ دن کے بعد اس سے ملنے آئی تھی تو بڑے ہی شروع ہو گئی جو مجھے چائے پانی تو پی لینے دیتی اچھا اب جلدی سے چائے پلاؤ۔

خوفناک ڈائجسٹ

50

خوفناک ڈائجسٹ

آدم خور دوشیزہ

51

خوفناک ڈائجسٹ

اے سخن کی بجی یہ کس ڈھونگی بابا کا اشتہار اٹھلائی ہو میں نے ایسے ڈھونگی بابا کے بارے میں بہت سنا ہوا ہے ان کے پاس ہوتا کچھ نہیں بس پیسے ضائع ہوتے ہیں عائشہ نے تفصیل لہجے میں کہا ارے نہیں یار یہ بہت پیچھے ہوئے بابا ہیں یاد اور اپنی فریڈ نہیں تھی نوشی وہ بھی اس بابا کے پاس تھی اس کا اولاد والا مسئلہ بابا کے پاس ہی حل ہوا ہے سخن نے سسل بولتے ہوئے کہا ج میں عائشہ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

ہاں یار راج امید ہے کہ سخن بھائی بھی ٹھیک ہو جائیں گے پھر حج ہی بابا جی کے پاس چلتے ہیں سخن ایک برس میں ہے عائشہ سخن کی بیوی ہے ان کی شادی کو سات سال ہو گئے ہیں پانچ سال ان کے ہنسی خوشی گزرے اس کے بعد ان میں ایک لڑکی کی وجہ سے اختلافات پیدا ہو گئے شادی کو سات سال ہونے کے باوجود اولاد کی نعمت سے محروم تھے اس لیے سخن کی توجہ دوسری طرف ہو گئی حالات دن بدن خراب ہوتے جا رہے تھے نتخیاں برہتی جاری تھیں اب تو سخن نے عائشہ سے بات کرنا بھی چھوڑ دی تھی وہ دونوں الگ الگ کمروں میں سوتے تھے دوسرے دن حسب معمول سخن جب آفس چلا گیا تو عائشہ کاموں سے فارغ ہو کر سخن کا انتظار کرنے ہی تاکہ وہ جلدی جلدی گروٹشکر کے پاس جائے سخن اور عائشہ گاڑی میں بیٹھی بابا کی طرف جاری تھیں۔

جب وہ بابا کے پاس پہنچی تو ان کے پاس کافی رش تھا ایک گھنٹہ انتظار کے بعد جب ان کی باری آئی تو سب لوگ جا چکے تھے صرف وہ دونوں رہ گئی تھیں عائشہ اور سخن جب گروٹشکر کے کمرے میں داخل ہوئی تو اندر اندر بیٹھا اور دھواں دھواں سا تھا عجیب سی چیز چلنے کی بد بو آ رہی تھی ان دونوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں دونوں کو ایسے لگا جیسے ابکائی آنے لگی ہو ابھی وہ دونوں خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھیں کہ بابا کی آواز آئی۔

اندر آ جاؤ بچہ وہ دونوں ڈرتی ڈرتی اندر جانے لگیں بابا کی پھر آواز آئی ڈرو نہیں وہ دونوں بابا کے پاس جا کر بیٹھ گئیں تو بابا نے اپنا منہ اوپر کیا تو عائشہ کی چیخ نکلتے نکلتے رہ

گئی اسے ایسا لگا جیسے اس کی آواز بند کر دی ہو سخن بھی ڈر گئی تھی پھر بابا نے کہا۔

بچہ مجھے سب پتہ ہے تمہاری مراد پوری ہو گئی تمہارا شو بہر تمہارے قدموں میں ہوگا۔ بابا نے اپنی بھاری اور بھدی آواز میں کہا عائشہ حیران رہ گئی کہ بابا جی کو کیسے پتہ چلا بچہ یہ میرے لیے معمولی باتیں ہیں حیران ہونے کی ضرورت نہیں میری مدد کریں بابا میری مدد کریں میں سخن سے بہت پیار کرتی ہوں پلیز میری مدد کریں بچہ کیا کر سکتی ہوں اپنے شوہر کو پانے کے لیے بابا نے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا۔

میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں بابا نے اسے دودن کے بعد آنے کا کہا ساتھ کہا کہ اکیلے آنا ہے رات کو جی بابا میں آج جاؤں گی لیکن بابا جی رات کو سخن گھر پر ہوتا ہے میں کیسے آؤں گی بابا نے کہا بچہ تو اس کی فکر نہ کر میں یہ کام اپنے پیروں سے کروالوں گا تو رات کے وقت دروازہ اندر سے بند کر کے آنکھیں بند کر لینا میرا بیروں تمہیں میرے پاس پہنچا دے گا۔

لیکن بابا جی رات کو کیوں بچہ ایک عمل کرنا ہے بچہ زیادہ سوال نہ کر جو کہا ہے وہ کر ٹھیک ہے بابا جی اب جا بچہ اور نذرانہ باہر دیتے جانا اور دودن بعد اپنے کمرے میں آنکھیں بند کر کے بیٹھ جانا۔

آج عائشہ کو بابا کے پاس سے آئے ہوئے دوسرا دن تھا کل اس نے چلے کے لیے جانا تھا اسے بہت ڈر لگ رہا تھا اتنے میں ملازم نے آکر بتایا کہ صاحب کچھ دنوں کے لیے دہلی چلے گئے ہیں سخن عائشہ سے بات نہیں کرتا تھا اس لیے ملازم کو بتا کہ چلا گیا عائشہ نے شکر کیا کہ چلو یہ مسئلہ تو حل ہو گیا۔

آج عائشہ کو بابا کے پاس چلے کے لیے جانا تھا عائشہ نے آج جلد ہی کھانا کھا لیا اور نوکر کو ان کے کمرے میں بھیج دیا لیکن عائشہ کا دل ڈر رہا تھا لیکن سخن کو پانے کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتی تھی فارغ ہو کر عائشہ اپنے کمرے میں چلی گئی دروازے کو اندر سے لاک کرنے کے بعد وہ اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی اور آنکھیں بند کر کے جب

آنکھیں کھولیں تو وہ اپنے بیڈ پر تھی وہ لیٹ گئی اور مدھوش ہو گئی۔ صبح جب عائشہ کی آنکھ کھلی تو دروازہ زور زور سے بج رہا تھا عائشہ نے آنکھ کر دروازہ کھولا تو سامنے اس کی نوکرانی پریشان کھڑی تھی۔

بی بی جی کیا ہوا تھا آپ کو آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے دو پہر کے دودن چکے ہیں آپ نے دروازہ کیوں نہیں کھولا میں بہت پریشان ہو گئی تھی نوکرانی نے ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ دیا کچھ نہیں سیکھ رات کو دیر سے سوئی تھی اس لیے آنکھ نہیں کھلی کچھ طبیعت بھی خراب تھی تم جاؤ اپنا کام کرو بی بی جی کچھ کھانے کے لیے لاؤں ہاں ناشتہ تیار کرو میں آتی ہوں عائشہ اپنے کمرے میں آگئی تو نہاد حوکر فریش ہو کر ناشتہ کیلئے چلی گئی آج وہ اپنے آپ کو ہلکا کھکا محسوس کر رہی تھی سارا دن کام میں گزار گیا شام کو عائشہ کو بہت پیاس محسوس ہوئی اس نے بی بی جی کے پانی پیا لیکن اس کی پیاس نہیں بجھی عجیب بے چینی تھی جو سخن نہ ہو رہی تھی اتنے میں گروٹشکر کے پاس جانے کا نام بھی ہو گیا تھا جلدی جلدی اپنے کمرے میں جا کر اپنے بستر پر بیٹھ گئی اور آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر بعد گروٹشکر کی بھدی آواز سنائی دی۔

بچہ آنکھیں کھول دو تو اپنی منزل کے بہت قریب ہے بابا جی آج میری حالت بہت خراب تھی پھر عائشہ نے وہ سب کچھ بتا دیا بچہ فکر نہ کر یہ سب مشروب کی وجہ سے ہے سب ٹھیک ہو جائے گا یہ لے بچہ پی جاتی رہی بچہ ٹھیک ہو جائے گی عائشہ پھر مست ہو رہی تھی گروٹشکر نے اپنے پیروں کو اشارہ کیا اور عائشہ اپنے کمرے میں پہنچ گئی اسی طرح عائشہ اگلے کئی دن گروٹشکر کے پاس جاتی رہی اور ہر روز ہی اسے مشروب پینے کو ملتا۔

عائشہ اپنے کمرے میں سوئی ہوئی تھی تو دروازہ زور زور سے بجنے لگا عائشہ کی آنکھ کھلی تو آواز آ رہی تھی بی بی جی صاحب جی آگے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں عائشہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی اور قنات دروازہ کھولا اور سخن کے کمرے کی طرف چل دی اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ سخن نے اسے بلایا ہے دل میں ڈر بھی رہی تھی کہ شاید کوئی غلطی ہو گئی

آنکھیں کھولیں تو وہ بابا کے پاس تھی اس نے دائیں رف دیکھا تو ایک عجیب و غریب مخلوق کھڑی تھی اس کی تین آنکھیں تھیں ناک نہیں تھا ہونٹ چپٹے تھے اس کی ایک ناک تھی اس کے پورے جسم پر بال تھے عائشہ کی نظر جب اس پر پڑی تو بے ہوش ہو گئی عائشہ کو جب ہوش آیا تو بابا جی سامنے بیٹھے تھے اور کوئی نہیں تھا۔

ڈر گئی تھی بچہ گروٹشکر نے اپنی بھدی آواز میں کہا بابا جی وہ کدھر ہے عائشہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں کہا ڈرو نہیں وہ میرا بیروں تھا جس کو دیکھ کر تم ڈر گئی تھی لیکن بابا جی وہ کدھر ہے عائشہ ابھی بھی ڈری ہوئی تھی۔

بچہ وہ چلا گیا ہے تو میری بات غور سے سن اگر تو اپنے خاندان کو اپنا تباعد بٹانا چاہتی ہے تو تمہیں ایک آزمائش سے گزرنا ہوگا۔ بابا جی میں سخن کو پانے کیلئے کچھ بھی کر سکتی ہوں گروٹشکر نے اسے ایک پیالہ میں سرخ رنگ کا ایک مخلول دیا اور کہا۔ بچہ مشروب سمجھ کر پی جاؤ یہ تیری پہلی آزمائش ہے عائشہ نے پیالہ پکڑ کر اس کو غور سے دیکھتے ہوئے یوں لگا کہ جیسے اس میں خون ہو لیکن اس نے کہا کچھ نہیں اور اپنے خیال کو چھٹک دیا اور پیالہ منہ سے لگا لیا ابھی ایک گھونٹ ہی اندر رہی تھی تو اسے ایسا لگا جیسے ابکائی آنے لگی ہو اس نے پیالہ کو منہ سے ہٹا دیا گروٹشکر نے جب دیکھا تو کہا۔

بچہ پی جاؤ رو نہیں میں نے اس پر عمل کیا ہے بی بی جاؤ بچہ عائشہ نے پیالہ پھر منہ کیساتھ لگا لیا اور ایک ہی سانس میں گئی اسے ابکائی تو آئی لیکن وہ برداشت کر گئی کیونکہ وہ اپنے شوہر کا پیار پانے کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی مبارک ہو بچہ تو پہلی آزمائش میں کامیاب ہو گئی ہے عائشہ کو ایسا لگا جیسے اسے نیند آ رہی ہو اس نے اپنا س پکڑ لیا اور بابا جی سے کہا۔

بابا جی مجھے نیند آ رہی ہے اب میں اپنے گھر کیسے جاؤں گی بچہ تو پریشان نہ ہو مجھے ہر پہنچا دیا جائے گا بابا جی نے اسے آنکھیں بند کرنے کو کہا عائشہ نے آنکھیں بند کیں پھر بابا جی آواز آئی بچہ آنکھیں کھول دو عائشہ نے جب

ہے جس کی سزا دینا چاہتے ہیں عائشہ جب کمرے میں داخل ہوئی تو محسن بے اختیار اس کے گلے میں لگ گیا روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

عائشہ مجھے معاف کر دو میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں عائشہ کو یقین ہو گیا کہ گروشنکر نے سب کیا ہے اب گروشنکر کے پاس جانے کا نام کمزور ہوا تھا اور محسن اسے اپنے پاس بیٹھا کر پیار کرنا چاہتا تھا ابھی عائشہ سوچ رہی تھی تو گروشنکر کی آواز آئی پھر اس کا انتظام ہو جائے گا تو محسن کے ساتھ پیار کر کا فی فیروہ محسن کیساتھ رہی پھر محسن نے کہا مجھے نیند آرہی ہے چلو سو تے ہیں وہ اور محسن لیٹ گئے تھوڑی دیر بعد محسن گہری نیند سو گیا تو عائشہ نے بھی آنکھیں بند کر لیں تو گروشنکر کی آواز آئی پھر آنکھیں کھول دو عائشہ نے آنکھیں کھولی تو وہ گروشنکر کے پاس تھی بابا اگر محسن جاگ گیا تو مسئلہ ہو جائے گا۔

بچہ تو فکر نہ کر ہماری مرضی کے بغیر وہ نہیں جاگے گا بابا میں آپکا شکریہ کس طرح ادا کروں بچہ یہ تیرا چلے کا آخری دن ہے آج آخری بار مشروب پینا ہے تجھے اب سب ٹھیک ہو جائے گا اور ہاں اب میں تمہیں نہیں ملوں گا میں کچھ عرصہ کے لیے دور جا رہا ہوں تجھے اپنا ایک کام سوچ رہا ہوں بول کرے گی ہاں بابا میں کروں گی آپ حکم کریں تو سن بچہ یہ جو سامنے غار سے اس میں ایک بت پڑا ہوا ہے وہ بت نہیں ہے اس میں طاقتیں ہیں اس میں اور جس سے وہ خوش جائے اسے طاقتیں دیتا ہے تو اسے اپنے ساتھ لے جا اور سنبھال کر رکھنا اسے ہر ہفتہ بعد انسانی خون سے نہلانا ہوتا ہے۔

کیا خون بابا جی میں انسانی خون کہاں سے لاؤں گی ہاں بچہ خون۔ خون کا انتظام تجھے خود کرنا ہوگا اگر تو نہیں لینا چاہتی تو تیری مرضی اتنا یاد رکھ اگر تو نہ لے گی تو برباد ہو جائے گی محسن تجھ سے نفرت کرنے لگے گا تو بڑی نصیب والی ہے آقا نے تجھے چنا ہے نہیں نہیں بابا جی میں لے کر جاؤں گی انہیں۔

پھر گروشنکر نے اسے سب کچھ سمجھا دیا۔ اب اپنی آنکھیں بند کر تجھے میں تیرے گھر کے تہہ خانے کے

دروازے پر پہنچا دیتا ہوں وہاں آقا محفوظ رہیں گے ان کو تہہ خانہ صاف کر کے اونچی جگہ پر رکھ دینا اور ایک دیا بھی ضرور جلا دینا بچہ بھی خون سے نہلانا ہو تو اس طریقے سے میں نے کہا ہے۔ اب چاہیے جا۔

عائشہ نے آنکھیں بند کر دیں اور جب آنکھیں کھولیں تو اپنے تہہ خانے کے دروازے کے سامنے کھڑی تھی عائشہ کے ہاتھ میں بت تھا اس نے جلدی سے تہہ خانے کا دروازہ کھولا اور بت کو لیکر اندر چلی گئی تہہ خانہ بہت گندہ تھا عائشہ نے جلدی سے ایک سائینڈ پر پڑا میز صاف کیا اور اس پر بت کو رکھ دیا اور جلدی سے اپنے کمرے میں واپس آگئی اور مست ہو کر سو گئی دوسرے دن عائشہ کو شام ہوتے ہی بے چینی نے گھیر لیا تھا اس نے آج بت کبھی نہ لیا تھا عائشہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ بے چین کیوں ہے کافی دیر ادھر ادھر گھر میں گھومنے کے بعد وہ تھک کر بیٹھ گئی اسے پھر بھی اپنی بے چینی کی سمجھ نہ آئی تو اس نے سوچا کہ بت کو نہلائے جلدی جلدی پھر محسن آگئے تو مشکل ہو جائے گی اب مسئلہ یہ تھا خون کہاں سے لے کافی دیر سوچنے کے بعد اس کی نظر اپنے بٹے کے ملازم کو آواز دی رحو۔ جی بی بی جی جھاڑو لے لو تہہ خانے کی صفائی کرنی ہے خود جلدی سے کچن میں چلی گئی وہاں سے تیز دھار چھری لی اور اپنے دوپٹے میں چھپائی اسے میں رحمو آگیا چلیں بی بی جی ہاں چلو اتنے میں فون کی کھنٹی بجی تھی تو اس نے فون ریسو کیا فون محسن کا تھا اس نے لیٹ آنے کا بتایا عائشہ نے سوچا یہ پھر وہی اچھا ہے پھر وہ اور ملازم تہہ خانے میں چلے گئے اور صفائی شروع کر دی بی بی جی یہ بت کہاں سے آیا ہے اس کو چھوڑ دینا کمرہ کمرہ عائشہ نے اسے جھڑک دیا جی بہتر بی بی جی اب رحمو پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا اب عائشہ شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ رحمو کی طرف بڑھ رہی تھی اس نے دوپٹے کے نیچے سے چھری نکالی اور رحمو کی گھونپ میں گھونپ دیا دوہین دفعہ وار کیا رحمو کے منہ سے درد کراہیں لگیں عائشہ نے اسے جینے کا موقع بھی نہ دیا اب عائشہ نے خون جمع کرنے کے لیے برتن تلاش کیا تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد اسے ایک پینٹ والا خالی ڈبل

اب عائشہ نے چھری رحمو کی گردن پر چلا کر ڈبے میں خون جمع کیا اور گروشنکر کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق بت کے آگے جھکی اور کہا۔

آقا بیجنت قبول کرو اور ڈبہ بت کے سرالٹا دیا پورا بت خون سے نہا گیا بت سے آواز آئی بالکی ہم پر سن ہوئے آج سے تم کو ایک طاقت دیتا ہوں تجھے آنے والے خطرے کا احساس ہو جائیگا کہ گاشکر یہ آقا آقا اس لاش کا کیا کروں اور مجھے بے چینی کیوں ہو رہی ہے لاش کی فکر نہ کرو اور اس کی گردن پر منہ رکھ تیری بے چینی خود ہی ختم ہو جائے گی اس کے بعد بت سے آواز آنا بند ہو گئی عائشہ پہلے کراہت ہوئی پھر بے چینی جو بڑھ رہی تھی مجبور ہو کر اس نے رحمو کی گردن پر منہ رکھ دیا اور غناغٹ خون پینے لگی اور اسے اب اپنی بے چینی کم ہوئی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اب مزہ بھی آ رہا تھا جب خوب جی بھر کر کون بی لیا تو اسے خیال آیا کہ کہیں محسن نہ آجائے اس نے جلدی سے ایک کپڑا منہ صاف کیا اور جلدی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگی لیکن تہہ خانہ کا دروازہ بند کرنا نہ بھولی تھی اپنے کمرے میں آکر نہانی اور کپڑے بدلے اور بیڈ پر لیٹ گئی اس پر نشہ چھانے لگا آہستہ آہستہ سو گئی صبح جب آنکھ کھلی تو محسن واش روم میں تھا وہ جلدی سے اٹھی اور ملازم کو آواز دے کر ناشتہ کے لیے کہا اتنے میں محسن باہر آگیا رات کو تہہ خانے جلدی سو گئی اور کھانا بھی نہیں کھایا تمہاری طبیعت تو ٹھیک سے ناں محسن نے پیار سے اس کے پاس بیٹھ کر کہا پہلے تو عائشہ محسن کے پیار پر حیران ہوئی پھر جلدی سے جواب دیا بس محسن آپ کا انتظار کرتے کرتے پتہ نہیں چلا چلو کوئی بات نہیں محسن نے اس کے سر پر بوسہ دیا اور کہا آؤ ناشتہ کریں کیکنہ اتنی دیر میں ناشتہ لگا چکی تھی دونوں اب ناشتہ کی میز پر تھے ابھی ناشتہ ختم کیا ہی تھا کہ کیکنہ آئی محسن نے کہا رحمو سے کہو میری گاڑی صاف کر لے صاحب جی میں آپکو بتائے گی تھی رحمو کل شام سے غائب ہے کیا اور تم مجھے اب بتا رہی ہو کہیں چوری کر کے بھاگ تو نہیں گیا عائشہ کوئی چیز غائب تو نہیں۔

پتہ نہیں محسن دیکھو تو پتہ چلے گا چلو دیکھو اور بتاؤ

میں پولیس کو بتاتا ہوں۔ عائشہ نے محسن کو دکھانے کے لیے ایک چکر گھر کا لگایا اور کوئی چیز غائب نہ ہونے کا بتا دیا پولیس آئی اور ملازم کا نام پتہ پوچھ کر چلی گئی۔ محسن آفس چلا گیا اور عائشہ اپنے کمرے میں عائشہ کی نظر آئینے پر پڑی تو حیران رہ گئی کیونکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گئی تھی اس کے گال سرخ ہو گئے تھے جسم بھر گیا تھا پھر عائشہ کو خیال آیا یہ میں نے کیا کر دیا ہے میں قاتل ہوں میں نے خون پینا شروع کر دیا ہے اتنے دن میں بابا نے مجھے خون پلایا ہے عائشہ کے چہرے پر گھبراہٹ سے پسینہ آگیا گھبراہٹ سے وہ تہہ خانہ میں چلی گئی اور بت کے سامنے گر گئی اور رونے لگی۔

اتنے میں بت سے آواز آئی عائشہ تو پریشان نہ ہو تو نے کچھ بھی غلط نہیں کیا ہے تجھے محسن کا پیار مل گیا ہے تو خوبصورت ہو گئی ہے اور تجھے کیا چاہے لیکن آقا اگر کسی کو پتہ چل گیا تو مجھے پھانسی ہو جائے گی اور یہ گناہ ہے گناہ اور نیک میں کچھ نہیں ہوتا اور تجھے میرے ہوتے ہوئے کچھ نہیں ہوگا اور تجھے وہ کچھ ملے گا جو تو نے سوچا بھی نہیں ابجا اور کل پھر تو نے مجھے نہلانا ہے یاد ہے ناں آقا وہ لاش کہاں گئی ہے بچہ اس کی فکر نہ کر اور بے فکر ہو جا جا اور سکون سے سو جا تجھے میرے ہوتے ہوئے کچھ نہیں ہوگا پھر عائشہ اپنے کمرے میں واپس آگئی آج عائشہ نے بت کو نہلا لیا تھا آج وہ سوچ رہی تھی وہ کس کو اپنا شکار بنائے اتنے میں نوکرانی نے آکر چائے اس کے سامنے رکھی تو عائشہ کی نظر اس پر پڑی اس نے ذہن میں آیا تو کڑوا کر کہا ہے اور مل جا میں گے لیکن اس سے بہتر کوئی شکار نہیں مل سکتا عائشہ نے فوراً کیکنہ سے کہا تم میرے ساتھ چلو مجھے تہہ خانے میں کام ہے ابھی چلو چائے بعد میں بی لوں گی پھر صاحب بھی آجائیں گے وہ ناراض ہوں گے جلدی کر دے عائشہ نے ادھر ادھر دیکھا کوئی دیکھ تو نہیں رہا وہ بے وقوفی نوکر چھٹی پر تھے تو اس نے پھر بھی احتیاط کرنا ضروری تھا تو جکرانی آگے آگے چل پڑی تھی عائشہ بھی جلدی جلدی اس کے پیچھے چل پڑی چھری پہلے ہی تہہ خانے میں اس نے چھپا رکھی تھی کیکنہ نے لائٹ آن کی اور سیڑھیوں سے

نیچے اترنے لگی سیکینہ سامنے بت کو دیکھ کر ڈر گئی وہ تھا ہی اتنا
ڈروانا۔

بی بی جی۔۔ بی بی جی یہ کیا ہے عائشہ نے نیچے آتے
ہوئے تہہ خانہ کا دروازہ بند کر دیا تاکہ کوئی مشکل نہ ہو تم
پریشان نہ ہو سیکینہ تم وہاں دیکھو میں نے کچھ گلے رکھوائے
تھے۔ عائشہ نے جلدی سے چھری نکالی اور جلدی سے سیکینہ
کے منہ پر ہاتھ رکھ کر چھری اس کے گلے پر رکھ دی لیکن
اسکے گلے پر چلا نہ سکی کیونکہ سیکینہ نے عائشہ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا
وہ عائشہ کو گراتا چاہتی تھی اس نے عائشہ کو جھٹکے دے کر خود کو
بچانا چاہا لیکن عائشہ نے اسے نہیں چھوڑا وہ عائشہ سے
اپنے آپ کو چھڑانے کو بھرپور کوشش کر رہی تھی لیکن وہ
عمر رسیدہ عورت اور عائشہ جوان تھی لیکن پھر بھی کافی دیر کی
کوشش کے بعد وہ عائشہ سے اپنے آپ کو چھڑانے میں
کامیاب ہو گئی اور سیز جھیل کی طرف بھاگی عائشہ بھی فوراً
اس کی طرف لپکی کیونکہ اس نے ساتھ ساتھ بچاؤ بچاؤ کہتا
بھی شروع کر دیا تھا عائشہ نے اسے چوٹی میز میں پر جالیا اور
نیچے کی طرف کھینچا اور اس کے بازوؤں کو قابو کر کے اس
کے دل میں خنجر اتار دیا عائشہ کے لیے آج بہت مشکل ہوئی
تھی وہ باپ رہی تھی اب اس نے خنجر اس کی گردن پر پھیرا
اور ایک برتن میں اکٹھا کیا اور بت پر ڈالا اور جلدی سے
گردن پر رکھ دیا خون دیکھ کر اس پر وحشت طاری ہو گئی تھی
وہ خون کی رسی بھی یکدم سے اسے لگا جیسے کوئی دروازہ پیٹ
رہا ہو تہہ خانے کا بڑے زور سے وہ سیدھی کھڑی ہو گئی
اور پریشان نظروں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی اس
کے ذہن میں پھل پھل رہی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا یہ کیا
ہو رہا ہے اس نے بت کو دیکھا اور آنکھیں بند ہونے کے
قریب تھیں کہ ایک دم خاموشی چھا۔



محسن اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا در سوچ رہا تھا کہ
اس نے اپنی بیوی کے ساتھ اچھا نہیں پایا ایک بے وفائے کی
کے لیے اپنی بیوی کو دور کیا اگر وہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتا
تو بھی یقین نہ کرتا اچھا ہوا جو مجھے پتہ چل گیا ورنہ میں اپنی
بیوی کو ہمیشہ کے لیے کھو دیتا شکر ہے اب سب ٹھیک

ہو جائے گا آج ڈر باہر کرنے کا موڈ ہے تو جلدی گھر جانا
ہے سو وہ جلدی جلدی اپنا کام ختم کرنے لگا اور گھر جانے
کے لیے نکل پڑا محسن نے بارن بجایا اور چوکیدار نے
دروازہ کھولا محسن کو آج خلاف توقع گھر میں خاموشی محسوس
ہوئی اس نے سیکینہ کو آواز دی کہ چائے لائے اور عائشہ کو
دیکھنے کے لیے کمرے میں گیا لیکن اسے نفی ادھر سیکینہ بھی
چائے نہ لے کر آئی تھی وہ تھوڑا حیران ہوا کہ آج کیا بات
ہے وہ فوراً باہر گیا اس نے چوکیدار کو آواز دی اور پوچھا
سب کہاں ہیں تو اس نے علمی کا اظہار کیا اور یہ بھی کہا کہ
باہر کوئی بندہ نہیں گیا سب اندر ہی ہوں گے اس نے
پورے گھر کو چھان مارا لیکن گھر میں کوئی نہیں تھا عائشہ کی
سب چیزیں بھی موجود تھیں وہ صوفے کی پشت سے
سر نکائے سوچ رہا تھا سب کہاں گئے ہیں اس کے ذہن
میں آیا کیوں نہ پولیس کو اطلاع کرے اس فون کرنے کے
لیے آنکھیں کھولی تو اس کی نظر فرش پر پڑی تو وہاں سرخ
خون کے قطرے تھے ایک لائن میں تھے جو باہر کی طرف
جارے تھے جہاں پچھلا دروازہ تھا گھر کا اس نے ہاتھ پر
لگا کر دیکھا تو وہ خون تھا یہ کیا ہے وہ بہت سخت پریشان
ہو گیا کہیں عائشہ کو کچھ ہو تو نہیں گیا وہ اندر کی طرف بھاگا
جہاں سے خون کے قطرے آ رہے تھے خون کے قطروں پر
دیکھتے ہوئے وہ تہہ خانے کے دروازے تک پہنچ گیا
اور پریشانی میں دروازہ بجائے لگا عائشہ دروازہ کھول لیا ہوا
ہے نہیں کیا ہوا ہے وہ پریشانی میں دیکھ ہی نہ سکا کہ دروازہ
باہر سے بند ہے کافی دیر دروازہ ہینے کے بعد جب دروازہ
نہ کھلا تو وہ تھک ہار کر بیٹھ گیا اچانک اس کی نظر دروازے
کے پینڈل پر پڑی تو اس نے اسے پکڑ کر کھولا تو دروازہ کھلتا
ہی چلا گیا جب اس نے اندر کا منظر دیکھا تو اسے لگا کہ اس
کی آنکھیں بند ہو رہی ہیں منظر یہ تھا ایسا تھا ایک دم
خاموشی چھائی تو عائشہ اپنے ہوش حواس میں لوٹ آئی
عائشہ خالی خالی نظروں سے دروازے کی طرف دیکھ رہی
تھی کہ کیا ہوا ہے اتنے میں بت کی آنکھیں روشن ہوئیں
عائشہ میرے پاس آئیں تجھے بتاتا ہوں کہ کیا ہوا ہے یہ
سب اس طاقت کا کرشمہ ہے جو میں نے تجھے دی ہے

تیرے لیے خطرہ ہے تیرا شوہر آنے والا ہے اور تیرے
لیے بہتر ہے کہ تو یہاں سے چلی جائے تیرا آنے والا وقت
نظر آ رہا ہے اگر تو یہاں رہی تو بہت بڑی مشکل میں پھنس
جائے گی اور میں بھی کچھ نہیں کر سکوں گا کیونکہ تیرا شوہر پکا
مسلمان ہے وہ بھی برداشت نہیں کرے گا جو تو سب کچھ
کرتی ہے تو چل یہاں سے جلدی کر لیکن آقا یہ سب کیا
ہو رہا ہے کیوں میں محسن کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں
میں نے اس کے لیے سب کچھ کیا تھا بچہ خطرہ بڑھ رہا ہے
چل یہاں سے چلی جا جلدی مجھے اٹھا اور پر آقا باہر کو
بے کوئی نہیں ہے بچہ چل بچہ آقا یہ لاش بچہ لاش کو غائب
کرنے کا نام نہیں ہے عائشہ نے جلدی سے بت کو اٹھایا
اور دروازے کی طرف بڑھی۔



محسن نے جب دروازہ کھولا تو سامنے خون ہی خون
تھا اسے لگا اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ رہا ہوا اس
نے ذوق و سنبھالا اور اندر کی طرف گیا تو اس نے دیکھا کہ
سیکینہ کی لاش کی گردن کی پڑی ہے عائشہ یہاں بھی نہیں ملی
اس کی پریشانی بڑھ گئی عائشہ کہاں ہے کہیں عائشہ کو کچھ
ہو گیا ہو ناقد نہ کرے وہ فوراً سنٹک روم میں آیا اور پولیس
کو فون کیا پولیس آئی اور جائزہ لیکر چلی گئی اور اسے قاتل کو
ڈھونڈنے لگی محسن کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی اس نے
عائشہ کو خود ہی ڈھونڈنے کا فیصلہ کر لیا اس نے اپنے تمام
جاننے والوں کو فون کیا عائشہ کی سہیلیاں سب سے پتہ کیا
لیکن کہیں بھی پتہ نہیں چلا۔



عائشہ مورتی لے کر پچھلے دروازے سے باہر نکلی تو
شام کا اندھیرا تھا وہ مورتی کو لے کر شال کے رخ پر بھاگنے
لگی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے کس طرف
جائے اس کا گھر غیر گنجان آباد علاقے میں تھا عائشہ کو
بھاگتے ہوئے دو گھنٹے ہو گئے تھے اب وہ کافی تھک چکی تھی
عام حالات میں عائشہ شاید دس منٹ بھی نہ بھاگتی لیکن
نسلی خون پینے کا اثر تھا کہ وہ مردوں سے بھی زیادہ
ٹھاک رہی تھی عائشہ نے سڑک کا موڑ مڑا تو ایک دم کوئی

تیز لائٹ اس کی آنکھوں میں پڑی اور کوئی چیز اس کے
ساتھ ٹکرائی شدید درد کا احساس ہوا اسے اس کے بعد اسے
کچھ ہوش نہ رہا۔

عائشہ کی جب آنکھ کھلی تو وہ ایک عالی شان کمرے
کے بیڈ پر تھی آہستہ آہستہ اس کے ذہن میں گزرے
واقعات گھومنے لگے دروازہ بج رہا تھا وہ اپنے ہی گھر سے
بھاگ نکلی تھی پھر اس کی ننگ کی سخت چیز سے ہونی اور
اسے کچھ ہوش نہ رہا تھا اب اسے محسن کی یاد آ رہی تھی کہ پتہ
نہیں وہ کتنا پریشان ہوگا وہ حیران تھی کہ کہاں سے کون لایا
ہے اسے یہاں اسے محسن کی یاد آ رہی تھی اس کی آنکھوں
میں آنسو آ گئے اس نے یہ سب محسن کا پیار پانے کے لیے
کیا تھا اب اس سے ہی بھاگ رہی تھی پتہ نہیں وہ کیسا ہوگا
لیکن مجھے یہاں کون لایا ہے میں اس سے بڑے خطرے
میں پھنس گئی تو کیا ہوگا عائشہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی اس نے سوچا
مجھے یہاں سے جلد نکل جانا چاہیے وہ بیڈ سے نیچے اترنے
لگی تھی کہ دروازہ کھلا ایک ادھیر عمر شخص اندر داخل ہوا
دیکھنے سے ہی وہ ہارعب اور شریف انسان لگ رہا تھا۔

بیٹا آپ کو ہوش آ گیا شکر ہے بیٹا آپ کو زیادہ
چوٹ نہیں آئی بیٹا آپاں سڑک کے درمیان کیوں بھاگ
رہی تھیں اس شخص نے آتے ہی پوچھا عائشہ وہ وہ میں چلو
بیٹا رہنے دو ابھی تمہاری طبیعت کیسی ہے بھوک لگی ہے وہ
آپ مجھے بیٹا آپ مجھے اٹکل کہہ سکتی ہو اٹکل مجھے یہاں
آپ لے کر آئے ہیں۔

نہیں بیٹا آپ میری بیٹی کی گاڑی سے ٹکرائی تھیں
پھر اس نے اپنی بیٹی سانیہ کو آواز دی بیٹا مہمان کے لیے
کچھ کھانے کے لیے لاؤ پھر ایک لڑکی جس کے حسن کی
تعریف جتنی بھی کروں کم ہوگی خوبصورت نین نقش بھرے
بھرے گال اور پنک رنگ وہ کسی پری کی طرح پاک
صاف پاکیزہ لگ رہی تھی۔

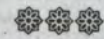
ادوہ ایک ہوش آ گیا میں سانیہ ہوں مجھے پیار سے سنی
کتے ہیں آپ کا کیا نام ہے جتنی وہ خود خوبصورت تھی اتنی ہی
خوبصورت ہی اس کی آواز تھی میرا نام عائشہ ہے اچھا آپ
کچھ کھا لو پھر آرام سے باتیں کریں گے اچھا بیٹا آپ آرام

کرلو بعد میں ملاقات ہوگی سانہ نے مجھے جوں دیا اور ساتھ کچھ سنیکس بھی تھے عائشہ اور کچھ چائے ہوتو بتاویں نہیں بس کافی ہے عائشہ جب سنیکس سے فارغ ہوئی تو سانہ نے کہا۔

عائشہ آپ بھاگ کیوں رہی تھی کیا آپ کے پیچھے کوئی لگا ہوا تھا کوئی عائشہ نے ذہن میں سوچا اسے سچائی نہیں بتانی چاہیے عائشہ نے کہا ہاں میرے پیچھے کچھ آوارہ لڑکے لگ گئے تھے میں اپنے جاری بھی کہ گاڑی رستے میں خراب ہوگئی تو گھر زیادہ دور نہیں تھا میں نے کہا پیدل ہی چلی جاتی ہوں کہ وہ آوارہ لڑکے پیچھے لگ گئے اوہ اسی لیے آپ میری گاڑی سے نکل گئی تھیں اچھا آپ کے گھر میں کون کون سے میرا شوہر محسن وہ ملک سے باہر ہے عائشہ نے جھوٹی کہانی بناتے ہوئے کہا اچھا آپ کے ہاتھ میں ایک مورنی تھی آپ کا نام مسلمانوں والا ہے آپ کا بندہ بھب کیا بندہ ہے۔

نہیں میں مسلمان ہوں وہ تو میں میرا مطلب ہے کہ مجھے پرانی چیزوں کا جنون ہے تو میں ایسی چیزیں اکثر خریدتی رہتی ہوں اچھا وہ ہے کہاں۔

وہ گاڑی میں پڑی ہے رات کافی ہو چکی ہے صبح اسے منگوائیں گے آپ آرام کریں صبح بات ہوگی گڈ نائٹ سانہ کہہ کر چلی گئی اور عائشہ نے بھی آنکھیں بند کر لیں اور گزرے ہوئے حالات کے بارے میں سوچنے لگی اور پھر اس کی آنکھیں بند ہوئے لگیں۔



محسن اسے سب جگہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا تھا پر کہیں پتہ نہیں چلا تھا اس کے دل میں بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ میں اس نے عائشہ کو مار دیا ہو جس نے سکیڈ کو قتل کیا ہے آخر کار محسن کے بھی ذہن نے یہ قبول کرنا شروع کر دیا تھا کہ اب عائشہ اسے نہیں ملے گی ایک دن محسن بازار سے کچھ چیزیں خرید رہا تھا کہ اسے کسی نے پکارا آواز سنائی تھی اس نے پلٹ کر دیکھا تو پیچھے محسن کھڑی عائشہ کی بچپن کی دوست اس کی اس سے ملاقات آج دو سال بعد ہو رہی تھی۔

محسن بھائی کیسے ہیں آپ عائشہ کا کیا حال ہے پچھلے دس دن سے شہر سے باہر گئی ہوئی تھی محل والا ہوئی ہے آج میں عائشہ سے ملنے کے لیے آتا تھا جوار میں محسن نے سب کچھ بتا دیا ساری تفصیل سننے کے بعد محسن کا رنگ اڑ گیا ہے کچھ سمجھائی نہیں دے رہا تھا پھر اس نے محسن کو اپنے ساتھ گھر آنے کا کہا لیکن محسن نے انکار کر کے محسن کا میل نمبر لے لیا تاکہ عائشہ کے بارے میں چنتا رہے۔



صبح عائشہ کی آنکھ کھلی تو سانہ نے اسے ناشتہ کر کے دو نوں گپ شپ کرنے کی عائشہ نے اس سے مورتی کے بارے میں پوچھا منگوائی ہے کہ نہیں اس نے منگوائی ہوں عائشہ دل میں سوچنے لگی اس لڑکی میں ہر خون ہے سرخ سرخ اس کے رخسار اس کی خونی پیاس کو رہے تھے اس نے سوچا کیوں نہ اس کا ہی آج خون جائے سانہ بھی اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی یکدم عالم چونکی اور حیرت سے عائشہ اچھل ہی پڑی جب سانہ نے خون کا انتظام سے نہیں پریشان ہونے کی ضرورت ہے میں ابھی لیکر آئی اور جب سانہ کمرے میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں جگ تھا اور دو گلاس تھے اس نے گلاس میں عائشہ کے لیے خون ڈالا ایک میں اپنے عائشہ حیران پریشان سانہ کو دیکھ رہی تھی سانہ نے اس سامنے ایک گلاس خون کا غما غٹ پی گئی زیادہ مت آدم خورد و شیر۔

لیکن تم کیسے جانتی ہو آدم تم بھی ایسا کیوں عائشہ منہ سے نونے ہوئے الفاظ نکل رہے تھے مجھے اپنی سمجھو میرے بارے میں کسی کو علم نہیں تھا کسی کو بھی لیکن اب تمہیں پتہ ہے سرف میں تمہیں سب بتاتی ہوں پہلے یہ پی لوار گڈیڈی آگئے تو مشکل ہو جائے گا عائشہ گلاس ہونٹوں سے لگا لیا اور پی گئی ایسے جیسے کوئی بہت مزیدار شراب ہو خون ختم کرنے کے بعد سانہ برتن کر چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد وہ لوٹ کر آئی مجھے مزہ نہیں آتا تھا اب تم مل گئی ہو تو کیا خوب گزرے گی

مل نہیں گئے آدم خورد و اس کے بعد وہ دونوں بیٹے لگیں ابھی وہ بیٹ رہی تھیں کہ اس کے ڈیڈی اندر آگئے ہاں بھی خوب باتیں ہو رہی ہیں اس کے ڈیڈی نے صوف پر بیٹھے ہوئے کہا جی ڈیڈی۔

بیٹا اگر تم ٹھیک ہو تو تمہیں گھر چھوڑ آؤں عائشہ کی ہنسی یکدم غائب ہو گئے وہ سوچنے لگی میں گھر کیسے جاسکتی ہوں وہاں محسن کو پتہ چلا کہ میں خون جیتی ہوں تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا سانہ عائشہ کے بولنے سے پہلے ہی بول پڑی ڈیڈی اس کا کوئی گھر نہیں ہے یہ بے سہارا ہے اور بہت ہی دھمی سے اس نے مجھے سب بتا دیا ہے میرا خیال ہے اسے آرام کرنے دیں میں آپ کو سب بتاتی ہوں آپ چلیں میرے ساتھ پھر سانہ او اس کینڈی چلے گئے عائشہ لیٹ کے سوچنے لگی شاید سانہ نے میرے دل کی بات پڑھ لی ہے یہ لڑکی پتہ نہیں اپنے اندر کیا کیا پراسرار طاقتیں لیے ہوئے ہے جو بھی ہے اس نے مجھے اپنے پاس رکھا ہے یہ کافی ہے اتنے میں سانہ اندر آگئی سانہ تم نے کیسے جانا کہ میں گھر نہیں جاسکتی تم نے اپنے ڈیڈی سے کیا کہا ہے سب بتاتی ہوں پہلے اپنے بارے میں مجھے سب بتاؤ پھر میں بھی بتاتی ہوں عائشہ نے اپنے بارے میں سب کچھ اسے بتا دیا جس نے کرسانہ نے افسوس کا اظہار کیا عائشہ نے کہا اب تم بتاؤ کہ یہ ایک ایسی کہانی ہے جب میں نے ہوش سنبھالا تو ٹھیک تھی سوائے اس کیکھانے میں ہنریاں اور دالیں ذرا پسند نہیں تھیں اور گوشت کی میں بری طرح دیوانی تھی جب بھی گھر میں گوشت یا قیمہ نہ پکنا تو میں پورا گھر سر پر اٹھاتی تھی میری وجہ سے ہی ڈیڈی ہر وقت فریج میں گوشت پھنچتی اور تیار رکھتے تھے لیکن مجھے گوشت کی اتنی شدید طلب ہوئی کہ بعض اوقات فریج میں سے کچا گوشت ہی نکال کر کھانا شروع کر دیتی اور آہستہ آہستہ میری کچا گوشت کھانے کی عادت پختہ ہوتی چلی گئی لیکن میں یہ کام نہایت رازداری سے کرتی سوائے میری بات کے اور کوئی اس میں انوالون نہیں تھا یہ اندروں کی بات ہے جب میں آٹھویں جماعت میں پڑھتی تھی میرا کمرہ شروع سے ہی الگ تھا مطالعہ کا بھی مجھے منون کی

بیدار ہوتا ہے اس کو مقدس سمجھا جاتا ہے اور پیدائش سے دو سال بعد قبیلے کے مذہبی پیشوا اسے ایک خاص کنیا میں رکھ کر اس پر مختلف تجربات اور عمل کرتے ہیں جس سے اس بچے میں چند مافوق الفطرت خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں۔

وہ کون سی خصوصیات ہیں۔ عائشہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔ پہلی یہ کہ وہ لوگوں کے ذہن پر بڑھ لیتا ہے دوسری یہ کہ فاضل اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے تیسری یہ کہ وہ اپنی ہی شکل میں رد بدل کر سکتا ہے۔

حیرت انگیز عائشہ کے منہ سے نکلا۔ اس کتاب میں جو تصویریں تھیں وہ بھی حیران کن تھیں عام آدمی انہیں دیکھ کر بی حواس یا خستہ ہو سکتا ہے ایک تصویر میں زندہ انسانوں کا گوشت قبیلے کے لوگ گدھے اور سور کے پیوند والے جانور کی پوجا کر رہے ہیں اور ایک تصویر میں لوگ زرکاش بچے کے دل اور دماغ کھول کر مذہبی پیشوا اسے مافوق الفطرت بتا رہے ہیں اسی ایک اور تصویر میں بھی سفید چمڑی والے مذہب دنیا کے لوہ لٹکے ہوئے ہیں اور ان کی شبہ رئیس کٹی ہوئی ہیں نیچے تالاب میں زرکاش بچوں کو نہایا جا رہا ہے خون سے اسی طرح تصویروں کو دیکھتے دیکھتے میں ایک ایسی تصویر پر جاری جس میں زرکاش نسل کا ایک مرد اور عورت اٹھیں دیوتا کے بت کی پوجا کر رہے ہیں ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں میں تصویر کو باغور دیکھ رہی تھی کہ مجھے محسوس ہوا کہ تصویر میں موجود اٹھیں دیوتا کی آنکھوں نے حرکت کی ہے پہلے تو میں نے اسے وہم سمجھا جب دوسری بار آنکھوں نے حرکت کی تو میرے سارے جسم میں سر آمیزی پھیل گئی میں صفحہ پلٹنے کی بہت کوشش کی لیکن میرے ہاتھوں نے حرکت کرنے سے انکار کر دیا اور میں سناکت ہو گئی اٹھیں کا بت بار بار آنکھوں کی تہیلیوں کی جنبش سے مجھے دیکھنے لگا اور پھر اس کے پتھر لیے ہونٹوں نے حرکت کی اور ان پر مکروہ مسکراہٹ نے بھرا کر لیا میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔



محسن گھر میں بیٹھا ہوا تھا وہ عائشہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کے تھک چکا تھا پولیس نے بھی کوئی جواب نہ دیا سراغ لگا تھا اٹھیں دروازے پر تیل ہوئی نوکرانی نے دروازہ کھولا محسن نے کھانا پکانے کے لیے نئی نوکرانی رکھی تھی تاکہ کھانے کا باقی کاموں کا مسئلہ حل ہو جائے اتنے میں محسن کی آواز محسن بھائی ہیں گھر پر تو نوکرانی نے اسے اندر لے آئی محسن بھائی کیا حال ہے عائشہ کا کچھ پتہ چلا نہیں۔ محسن نے جواب دیا محسن بھائی جب آپ عائشہ سے ناراض تھے تو ہملوگ ایک بار بابا کے پاس گئے تھے وہ بہت پہنچا ہوا ہے اس کی وجہ سے عائشہ اور آپ پھر اپنی خوشی رہنے لگے ہیں۔

کیا کیا مطلب ہے تمہارا محسن نے کہا پھر محسن نے مشورہ دیا اس کے پاس چلنے کا جب وہ لوگ اس بابا کے پاس گئے تو وہاں بابا موجود نہیں تھا انہیں بتایا گیا تھا کہ یہاں گوئی بابا نہیں رہتا ہے اور محسن یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہاں پر وہ عمارت نہیں تھی جس میں وہ پہلے آچکے تھے محسن نے محسن سے کہا۔

محسن بھائی مجھے طرح یاد سے یہاں ہی ہم دونوں آئی تھیں محسن شاید تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے نہیں محسن بھائی کوئی غلط فہمی نہیں مجھے یاد ہے سب اب کیا کریں محسن نے کہا۔ محسن تھوڑی دیر سوچتی رہی پھر یوں۔ محسن بھائی میں ایک اور بابا کو جانتی ہوں اس کے پاس چلتے ہیں پھر وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر اس بابا کی طرف چل دیئے اس بابا کا ٹھکانہ شہر کے شمال میں قدرے ویران علاقے میں تھا جب ہم اس کے ٹھکانے پر پہنچے تو وہاں اینٹوں کی دو کنال کے رقبے پر چار پانچ فٹ اونچی دیوار بنی تھی اس کے اندر ایک اینٹوں کا گروہ تھا وہاں لوگوں کا کافی رش تھا ہماری باری دو گھنٹے بعد آئی وہ اندر گئے تو اندر ایک گندا مندر اور لمبی داڑھی والا اسے دیکھ کر اکرامت آ رہی تھی آدمی بیٹھا ہوا تھا جب ہم نے اسے اپنا مسئلہ بتایا تو اس نے آنکھیں بند کر لیں اور کچھ منہ میں پڑھتا رہا ایک دم اس نے آنکھیں کھولیں اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں پھر اس نے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ میں تم لوگوں کی مدد نہیں

خونفاک ڈائجسٹ

کر سکتا لیکن بابا کیوں۔ کیا مسئلہ ہے کیا ہے ہم آپ کو جتنے آپ مانگیں گے اس سے زیادہ پیسے دیں گے پلیز ہماری مدد کریں میری بیوی غائب ہے میری نوکرانی قتل ہو گئی ہے کچھ تو بتائیں محسن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا وہ لوگ جن کی وجہ سے یہ سب ہوا ہے وہ مجھ سے بڑی طاقت والا ہے میں نے تمہیں کچھ بتایا تو مجھے جلا کے بھسم کر دیا جائے گا تمہاری بیوی کا لے جاؤ اور شیطان طاقتوں کے پتھر میں پڑ گئی ہے بس اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا چلے جاؤ جاؤ۔ بابا ہم پر رحم کریں کچھ تو بتائیں۔

ٹھیک ہے تمہاری مدد صرف ایک آدمی کر سکتا ہے اس کے پاس چلے جاؤ ہو سکتا ہے وہ کچھ مدد کریں پھر اس نے ہمیں ایک پتہ بتایا ہم نے اسی وقت وہاں جانے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ میں بہت پریشان ہو گیا تھا شیطان طاقت کا سن کر ہم جب وہاں پہنچے تو وہ ایک مزار تھا ہم نے ادھر دیکھا ہمیں باظرف نہیں آئے وہاں کافی لوگ جو نظر انداز عقیدت پیش کرنے آئے تھے ایک طرف جمو پڑی تھی وہاں بھی کافی لوگ تھے ہم اس طرف گئے تو محسن نے ایک آدمی سے پوچھا۔

یہاں کیوں رش ہے تو اس نے بتایا کہ ہم یہاں اپنے مسئلے بابا جی سے حل کروانے کے لیے آئے بہت اچھے اور پرہیزگار بابا جی ہیں تو محسن کو پتہ چل گیا کہ ہمارا مطلوب شخص یہی ہے تو محسن اپنی باری کا انتظار کرنے لگا سب سے آخر میں محسن اور محسن کی باری آئی تو وہ لوگ اندر گئے تو محسن نے دیکھا وہ بابا جی بہت بارعب اور نوارنی چہرے والے بابا تھے ان کے چہرے پر سفید داڑھی اور ہاتھوں میں سیخ ہے بابا کی آواز گوئی اندر آ جاؤ وہاں کیوں کھڑے ہو محسن مینا۔

محسن بڑا حیران ہوا کہ بابا جی کو کیسے پتہ چلا محسن اندر جا کر ان کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا بابا جی آپ کو کیسے علم ہوا۔ بچہ خدا کی مہربانی ہے آپ بتاؤ کیا مسئلہ ہے محسن نے اپنا سارا مسئلہ بابا جی کو بتایا یہ بات سن کر وہ بزرگ ایک اور کمرے میں چلے گئے۔

بچی ہی تو تھی رات کے سنانے میں ایسی خوفناک

آدم خور و شیر

صورتحال کا مقابلہ نہ کر سکی بے ہوش ہو گئی آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی دیکھا تو وہ کتاب کمرے میں نہ تھی میں اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کیا وقت دھیرے دھیرے نرتار ہاں واقعے کو دو سال بیت گئے ایک دن میری ماں کا روڈ ایکسڈنٹ ہو گیا

ہم جب ہسپتال پہنچے تو ماں اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہی تھیں انہوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مجھے قریب ہونے کے لیے کہا بابا اس وقت دوائی لینے گئے تھے پھر میری ماں ایک انکشاف کیا بیٹا میں تمہاری سنی ماں نہیں تمہیں بنی کی چاہا اور ہمیشہ اپنی بیٹی سے بھی زیادہ پیار کیا میری بخشش کی دعا کرنا یہ تمہارا کچھ پر احسان ہو گا یہ کیا کہہ رہی ہیں ہاں میری بچی یہ سچ ہے ماں میرے والدین کہاں ہیں

بیٹا ایک دفعہ تمہارے ابو اور میں میرے لیے گئے وہ افریقہ کا ایک پسماندہ علاقہ کا ٹوٹا افریقہ کے جنگلات بہت مشہور ہیں ہم نے جنگل کی سہ کے لیے ایک نیلی کا پتھر لیا اس کا پائلٹ جانی تھا جو تمہارا گائیڈ بھی تھا وہ اس سارے علاقے کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا ہم نو بجے نیلی کا پتھر پر سوار ہو کر روانہ ہوئے جانی ہمیں ساتھ ساتھ جنگل کے بارے میں بتایا جا رہا تھا اس نے ہمیں بتانا شروع کیا کہ جنگل بہت گھنا ہے جنگل کے درمیان بہت خطرناک اور عجیب و غریب رسوم والے ایسے قبائل آباد ہیں جو آدم خور ہیں یہ قبائل مذہب دنیا سے پوری طرح کٹے ہوئے ہیں اگر وہ دینا کے لوگ ان کے قریب بھی چلے جائیں تو وہ ان کو پکڑے کر ان کا کھانا جاتے ہیں اس کی وجہ سے سیاحان جنگلات کے قریب بھی نہیں جھکتے اپنی قبائل میں ایک فیملی زرکاش ہے جو انتہائی غیر مذہب خطرناک وحشی آدم خور ہے انہوں نے کے ساتھ ساتھ بے حد پر اسرار ہے اس قبیلے کے لوگ حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں جانی کی باتیں سن کر تمہارے ذہنی کا اشتیاق بڑھتا گیا تمہارے ڈیڈی نے جانی سے فرمائش کی کہ وہ اس قبیلے کے قریب سے دیکھنا چاہتے ہیں پہلے تو تمہارے ڈیڈی کے کہنے پر جانی نے انکار کر دیا کہ وہاں

خونفاک ڈائجسٹ

جان کا خطرہ ہے لیکن تمہارے ڈیڈی کے اصرار کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے جانی نے نیلی کا پھر کا رخ اس قبیلے کی طرف کر دیا موسم صاف تھا پرواز قدرے سچی تھی میرے پاس جدید کیمرا تھا جس سے میں گا بے بگا بے تصویریں لے رہی تھی تقریباً س منٹ بعد جانی نے بتایا ادم خور قبیلے کا علاقہ شروع ہو گیا۔

وہاں ہمیں جھوپڑی اور وحشی جھنگ دکھائی دیئے جانی نے ہدایت کے مطابق پرواز اور پیکی کر لی اب نیلی کا پھر زمین سے 300 فٹ کی بلندی پر تھا اور دائرے میں چکر لگا رہا تھا تاکہ نیچے کا منظر آسانی دیکھ سکیں اور تصاویر بھی لے سکیں وحشی ہمیں دیکھ کے شور و غل کرنے لگے تمہارے ڈیڈی نے واضح دیکھنے کے لیے جانی کو نیلی کا پھر اور نیچے لے جانے کے لیے کہا ابستی کا منظر صاف نظر آ رہا تھا ہم سب بہت خوش تھے کہ اچانک نیلی کا پھر کے فن رونر کسی چیز سے ٹکرائے اور نیلی کا پھر ڈولنے لگا دراصل ہم ابستی کا نظارہ کرنے میں اتنے محو تھے کہ جانی کا دھیان بھی ہٹ گیا نیلی کا پھر کے فن رونر درختوں کی شاخوں سے ٹکرا گئے جس سے نیلی کا پھر کا رخ بدل گیا جانی نے اونچی آواز میں کہا نیلی کا پھر کو کنٹرول کرنے کے لیے نیچے اتارنا ضروری ہے ورنہ تباہی کا خطرہ ہے اس نے ہمارا جواب سے بغیر نیلی کا پھر نیچے تار دیا جانی کا خیال تھا چند لمحوں کے بعد نیلی کا پھر کو دوبارہ اٹھا کر اس کے رخ تبدیل کر لیں گے مگر خیال خیال ہی رہا نیلی کا پھر زمین پر اترتے ہی زرکاش قبیلے کے باشندے درختوں کی اوٹ سے نکل کر نیلی کا پھر کی طرف سر پٹ بھاگے اس سے پہلے کہ نیلی کا پھر ہم اوپر اٹھاتے وحشیوں نے نیلی کا پھر کو گھیر لیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے زرکاش وحشیوں نے نیلی کا پھر پر قبضہ کر لیا۔

چند ایک جانی پائلٹ کو زور و کوب کرنا شروع کر دیا جس سے رہی سہی امیدیں دم توڑ گئیں چند ہی لمحات میں انہوں نے ہتھیار خالی کر دیئے تاکہ اسے اتار لیا گیا وہ ہمیں حیرت میں لے کے چل دیئے تھوڑی ہی دور جا کر ہمیں گڑھے میں دھکا دے کر مارا دیا اور اپنے پتہ رکھ دیئے اور

ساتھ پہرہ بھی لگا دیا سب کچھ چند منٹوں میں ہو گیا ہم سیاح سے قیدی اور وہ بھی ادم خور قبیلے کے بن گئے تھے ہم سب کے چہروں پر موت کی زردی چھا گئی تمہارے ڈیڈی نے مجھے حوصلہ دیا اور کہا۔

ہمیں یہاں سے نکلنے کی ترکیب سوچنی چاہیے اس لیے کہ میرا رور کے برا حشر ہو رہا تھا کچھ دیر بعد گھاس پھوس ہٹایا جانے لگا اور پھر اوپر سے بد شکل وحشیوں کے چہرے جھانکتے نظر آئے اور پھر رسیوں کی بنی میڑھی لٹکانی نئی زبان تو ہم ان سمجھ نہیں سکتے تھے مگر ہم نے اندازہ لگایا کہ وہ چاہتے ہیں ہم باہر آئیں کچھ وہ اشارے بھی کر رہے تھے باہر صورتحال بڑی عجیب تھی دائرے میں تمام وحشی کھڑے تھے ایک طرف آگ کا االاؤ روشن تھا جسے دیکھ کر ہم سہمی ایک طرف چہوتے پر بڑی بھیا نک شکل والا شخص بیٹھا تھا۔

ہمارے علاوہ 3 اور آدمی تھے ہم لوگ سمجھ گئے کہ ہمارا آخری وقت آ گیا ہے ان لوگوں نے صبح کا ناشتہ ہمارے گوشت سے کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور پھر پتھر پر بیٹھے شخص نے عجیب و غریب زبان میں تیز تیز کچھ کہا تو اچانک ہی وہ سب کچھ ہو گیا جو ہم نے سوچا بھی نہ تھا اس شخص کی آواز سننے ہی ایک وحشی نے جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا وہاں موجود جو آدمی تھے ان میں سے ایک آدمی کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اسے کچھ ایسے مخصوص انداز میں زور دے کر گھمانے لگا جیسے پتھر کس کو کھاتے ہیں چند لمحوں میں وہ آدمی مر گیا پھر وہ وحشی دوسرے آدمی کی طرف بڑھنے لگا اس آدمی کے بعد ہماری باری تھی ہم خوف سے قہر قہر کانپنے لگے۔

جب بزرگ واپس آئے محسن بیٹا میری بات غور سے سنو تمہاری بیوی کو شیطان نے برائی کے رستے پر ڈال دیا جہاں سے اس کی واپسی ممکن نہیں تمہارے اور تمہاری بیوی کے درمیان تعلقات خوشگوار تھے تو یہ بیٹی اسے لے کر شیطان کے غلام بن کر واپس آئی تاکہ تم اس سے دوبارہ پیار کر لے لو گرو و شکر کہ بھی ایک عورت کی تلاش تھی جو اپنے خاوند سے بہت پیار کرتی ہو اور اپنے خاوند کے

لے کچھ بھی کر سکتی ہو اس کے پیچھے اس کا خاص مقصد تھا ایک تو برائیوں کو پھیلانا دوسرا اپنے اس شیطان کو خوش کرنا کیونکہ تمہاری بیوی پر بیزارگی اس طرح برائیوں کی حیثیت ہوتی ہے پھر بزرگ نے ساری تفصیل محسن کو بتادی محسن کو ایسے لگا جیسے اس کے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا ہو محسن کے آنسو نہیں رکنے رہے تھے بزرگ نے کہا صبر کرو بیٹا صبر ہی سب مشکلات کا حل ہے۔

بابا جی اب کیا ہو گیا بیٹا اب وہ انسانیت کی دشمن بن چکی ہے ہم اگر اس کو سونڈ بھی لیں تو کوئی فائدہ نہیں اس کو خون پینے کی عادت پڑ گئی وہ عادت نہیں چھوڑے گی چاہے کچھ بھی ہو نہیں بابا جی کچھ تو حل ہو گا کوئی طریقہ ہو گا اسے بچانے کا نہیں بیٹا اب کچھ نہیں ہو سکتا اب تم کو ایک اہم فیصلہ کرنا ہو گا چونکہ تمہاری بیوی انسانیت کے لیے خطرہ ہے اور اس کا ایمان بھی خراب ہو گیا ہے وہ اب کافر ہے اس کا خاتمہ ضروری ہے اسے صرف تم ختم کر سکتے ہو کہ..... کیا بابا جی میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں بیٹا تمہیں ایسا کرنا پڑے گا بیٹا میرے پاس دو دن بعد تا میں تمہیں سب سمجھا دوں گا اور اس کا پتہ بھی بتا دوں گا پھر وحشی دوسرے آدمی کی طرف بڑھنے لگا وحشی کو اپنے پاس آتے ہوئے دیکھا تو اس آدمی نے فوراً ہاتھ پٹنڈی کی طرف بڑھایا جب اس کا ہاتھ باہر آیا اس کے کے ہاتھ میں ریوالتھ تھا۔

پھر بجلی بوندی اس نے دزد دزدین فائر کئے ایک تو وہ جو چہوتے پر بیٹھا اور دوسرا جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا تیسرا جو ہمارے پیچھے کھڑا تھا ان کو نشانہ بنایا اور وہ اپنی جگہ پر شہتیروں کی طرح گر پڑے جس سے سائینڈوں پر اٹھنے وحشیوں میں کھلبلی مچ گئی اور جس وحشی کا جدھر منہ تھا ادھر بھاگنے لگا پھر وہ آدمی ایک طرف بھاگ نکلا اور ہمیں بھی بھاگنے کا اشارہ کیا ہم بھی اس کے پیچھے بھاگے چند لمحوں میں میدان صاف ہو چکا تھا ہمارے تعاقب میں کوئی نہ آیا جلد ہی ہم درختوں کے جھنڈ میں جا گئے اور جیسے ہی درختوں سے ذرا آگے نکلے تو مسرت کے مارے ہماری چپچپ نکل گئیں سامنے ہی ہمارا نیلی کا پھر کھڑا تھا جانی نے

فوراً ہی اپنی سیٹ سنبھال لی اور ہمیں بھی جلدی بیٹھنے کی ہدایت کرنے لگا۔

میں اسی وقت تمہارے ڈیڈی کی نظر دوسالہ نیلی آنکھوں والی بچی پر پڑی جو ہلکے سا نولے رنگ کی تھی اور وہ وحشیوں سے الگ تھلک محسوس ہو رہی تھی میں بھی اس بچی کو دیکھ چکی تھی تو ہم دونوں کی نظریں ملیں میرا خیال تھا یہ کسی ایسے جوڑے کی بچی ہے جن کے والدین کو یہ وحشی کھا چکے ہیں اسے ہم ساتھ لے چلتے ہیں اتنی دیر میں جانی نیلی کا پھر سٹارٹ کر چکا تھا اور وہ آدمی جانی کے ساتھ بیٹھ چکا تھا تمہارے ڈیڈی نے ایک کر اس بچی کو اٹھا لیا اور تیزی سے نیلی کا پھر میں داخل ہوتے ہوئے بچی کو جوری طرح مدافعت کر رہی تھی اس کو میں نے دیوبق لیا اور تمہارے ڈیڈی نے پھرتی پھرتی سے دروازہ بند کر دیا وحشیوں کا غول نظر آیا جو کہ نیلی کا پھر کی طرف دوڑ رہا تھا نیلی کا پھر اب بلند ہو چکا تھا۔

بچی ابھی تک گلا بھار کر چیخ رہی تھی تمہارے ڈیڈی نے اس آدمی سے اس کا نام پوچھا اس آدمی نے اپنا نام جمیل بتایا وہ بھی جنگل کی سیر کرنے کے لیے آئے تھے کہ راستہ بھولنے کی وجہ سے ان کے قابو ہونے کے بہت شکر گزار تھے کہ اس کی وجہ سے ہماری جانیں بچ گئیں بہت کوشش کے باوجود اس آدمی کا پتہ نہ چل سکا جس کی یہ بچی تھی تو ہم نے اس بچی کو گود لے لیا اور وہ بچی جیسی ہی تھی سنا یہ اپنی کہانی سن کر خاموش ہو گئی۔

اس کا مطلب یہ ہوا تم کسی ایسے والدین کی اولاد ہو جو ادم خوروں کی خوراک بن گئے ہیں اور تم نے کچھ عرصہ زرکاش قبیلے میں پرورش پائی ہے عاشق نے کہا۔

ماما نے یہ بھی بتایا میں وحشیوں کے ساتھ رہتی اس لیے ویسی ہی حیرتیں کرنی لحاظ ماما پوری توجہ مجھ پر مرکوز کر دی تب ایک سال بعد مجھ میں سیدھا آہا وہ لمحات ماما کے میرے ساتھ آخری تھے کتاب میں آنکھیں ملنے والے واقعے کے بعد کوئی واقعہ پیش نہ آیا لیکن میرے دل میں کوئی بات مسلسل چھری رہی لیکن پھر ایک ایسا واقعہ ہوا کہ میری پرسکون زندگی اچھل پھیل ہو گئی اس دن میں گھر میں

اکیلی تھی بلکی بلکی بارش ہو رہی تھی ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی میں برس پر کھڑی موسم سے لطف اندوز ہو رہی تھی کہ لپکا ایک میری چٹھی حسن پھڑکی مجھے احساس ہوا میرے پیچھے کوئی کھڑا ہے میں نے فوراً پیچھے دیکھا ہے میرا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

کچھ دنوں بعد محسن باباجی کے پاس پہنچ گیا باباجی کچھ لوگوں کے ساتھ مصروف تھے باباجی نے حسن کو سائیڈ پر پھینکے گاٹا لٹا دیا جیسے ہی باباجی نے ان حضرات کو فارغ کیا محسن کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا بیٹا میری بات غور سے سنو تمہاری بیوی انسانیت کی دشمن ہے اسے ختم کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے بیٹا تمہاری بیوی ایک ایسی لڑکی سے جا ملی ہے جو زرا کاش قبیلے کی ہے وہ بھی تمہاری بیوی کی طرح آدم خور ہے اور زرا کاش قبیلے کی اصل طاقت ہے اور پھر بابا بے سانیہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا بیٹا اگر سانیہ واپس زرا کاش قبیلے میں چل گئی تو ان کی طاقتیں واپس آجائیں تم سانیہ کو ایسے سمجھو جیسے وہ ایک تالی کی چابی ہے۔

بیٹا اگر وہ زرا کاش قبیلے میں واپس چلی گئی اور وہاں کے سردار سے شادی کر لی تو وہ بے انتہا شیطانی طاقتوں کی مالک بن جائے گی پھر تمہارے لیے اسے ختم کرنا مشکل ہو جائے گا جتنی جلدی ہو سکے اس کام کو پورا کرو خیر اب بھی وہ تمہارے لیے خطرہ ہے کیونکہ تم جب اس کے سامنے جاؤ گئے تو تمہارا ذہن پڑھ لے گی تمہیں جانے سے پہلے ایک رات کا چلہ کرنا ہے جو ہے تو بہت مشکل لیکن اس کا نام کم ہوگا یہ آسانی ہے تمہارے لیے اور مشکل یہ کہ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر کرنا ہے بابا نے سارا طریقہ محسن کو سمجھا دیا محسن بابا کو مطمئن کر کے واپس گھر کی طرف چل پڑا۔

دوسری طرف ہو رہو ہمیشگی کھڑی تھی مجھے لگا کہ میں آئینہ دیکھ رہی ہوں اور پراسرار انداز میں مسکرا رہی ہوں حالانکہ میں مسکرائیں رہی تھی میرا سر چکرانے لگا برس پڑا آئینہ کہاں سے آئے گا دروازہ بھی بند تھا اس سے پہلے کہ میں اپنے ہوش سے بے گانہ ہوتی اس ہمشکل کے لب لب

ڈرو نہیں سانیہ میں تمہاری دوست ہوں تمہیں لینے آئی ہوں۔

ک۔ب۔ک۔ کون ہو تم میں تمہاری دوست ہوں آؤ چلیں اس نے ہاتھ بڑھایا کہاں۔ میرے منہ سے لہر وپیں جہاں سے تمہیں لایا گیا ہے جینچن میں زرا کاش قبیلے میں میں تمہیں نہیں جانتی میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی اچھا نہ جاؤ میری بات تو سنو لو کی بے تکلفی سے بولی تھی پا کر تم پاگل ہو جاؤ گی۔

یہ کہتے ہوئے اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے ایسے لگا جیسے میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو اور ہوا بھی یہ ہی تھا جب میرے پاؤں کے نیچے زمین آئی تو میں بہت سے درختوں کے درمیان کھڑی تھی وہاں کا منظر دیکھ کر میری حرائی دو چند ہو گئی وہاں ایک خوبصورت لڑکا جس کے ہاتھ پاؤں اور منہ حتیٰ سے بندھے ہوئے تھے ایک درخت کے تنے کے ساتھ بندھا تھا۔ میری ہمشکل لڑکی نے ایک تیز دھار چاقو لڑکے کی گردن پر پھیر دیا تو گرم گرم اپنے خون کا فوارہ اس کی گردن سے نکلنے لگا۔ پی لو اس نے مجھے اشارہ کیا میں تو گوشت بھی صرف حلال جانوروں کا کھاتی تھی مجھے نہیں پتہ تھا میرے ساتھ کیا ہوا میں جلدی سے جھکی اور اپنے ہونٹ اس لڑکے کی شہدہ رگ پر رکھ دیئے اور لپ شپ خون پینے لگی خون پینے میں اتنی محو ہو گئی کہ مجھے لڑکی کے بارے میں بھی یاد نہ رہا خوب سیر ہو کر خون پینے کے بعد اٹھ کر دیکھا تو مجھے لڑکی کہیں دکھائی نہ دی تو میں گھبرا گئی اور خوف محسوس کرنے لگی میرے دل میں دو خیالات یکدم سر اٹھانے لگے ایک یہ کہ میں گھر کیسے جاؤں گی دوسرا یہ کہ میرے ہاتھوں ایک انسان بھی قتل ہو چکا ہے۔

کہاں ہو میرے سامنے آؤ مجھے اس کا نام بھی معلوم نہ تھا میں اسے کس نام سے پکاروں اسی گھبراہٹ میں میری نظر پھر لاش پر پڑی تو بری طرح چونکی جس جگہ لاش پڑی تھی وہاں زمین شک ہو رہی تھی اور لاش از خود اس شک زمین کے شکاف میں گر گئی پھر زمین آپس میں مل گئی میں نے دیکھا کہ وہاں اب خون اور لاش کو نام و نشان نہ تھا پھر

خونفک ڈائجسٹ

میرے دماغ پر بوجھ پڑنے لگا اور غبار چھانے لگا میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا ذرا دیر بعد غبار چھٹا تو میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اسی طرح بارش ہو رہی تھی گھبراہٹ ایک لازمی امر تھا میں اپنے کمرے کے تیسرے پر تھی بارش اسی طرح ہو رہی تھی میں دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی اور آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی تو یہ سب تمہارا وہم تھا۔

عائشہ نے پوچھا نہیں عائشہ ایسا نہیں ہے آئینے میں میں نے دیکھا کہ میرے کپڑے پانی سے شربا رہیں اور منہ خون ٹھنڈا ہوا ہے میں فوراً ہاتھ روم کی طرف بھاگی اور جلدی جلدی نہا کر کپڑے بدل کر اپنے بیڈ پر لیٹ گئی تجسس عروج پر تھا پھر میری زندگی ایک نئے ڈگر پر چل نکلی جس کا ڈیڈی کو کچھ علم نہ تھا لیکن ایک دن پھر اسی رات کو جب طوفانی بارش کی آواز سنائی دی اور میری آنکھ کھل گئی تو میں نے اپنے وجود میں عجیب سی بے گلی محسوس کی بارش کی سنسنائی آواز مجھے پاگل کر رہی تھی تجھے بری طرح خون طلب محسوس ہونے لگی میں گھبرا کر باہر لان میں نکل آئی ہر طرف سناٹا طاری تھا لیکن میرے قدم جیسے میرے اختیار میں نہ تھے۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ مجھے اپنے عقب میں اسی لڑکی کی آواز سنائی دی میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ لڑکی سامنے کھڑی تھی اس لڑکی نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا پھر ہم آج اسی جگہ پر تھے۔ وہاں آج بھی ایک انسان موجود تھا لے لیں پھر پھڑ پھڑا تھا لڑکی نے پھر شہدہ رگ کاٹی چاقو سے میں نے اس دن کی طرح اپنا منہ اس کی شہدہ رگ پر رکھ دیا فارغ ہوئی سر اٹھایا تو پھر وہی سب کچھ ہوا میں اپنے لان میں کھڑی تھی میری زبان خون کے نمکین ذائقے کی تقدیر تھی کبھی اب تو یہ معمول بن گیا تھا کہ جب بارش ہوتی تو وہ لڑکی آجائی لیکن جب بارش نہ ہوتی تو وہ لڑکی نہ آتی ایک دفعہ تو طویل عرصے تک بارش نہ ہوئی تو میرا نشہ بری طرح نونسنے لگا یہاں تک کہ میں اپنا ہی جسم پھینچوڑنے لگی مجھے کچھ یاد نہ آیا اسی عالم میں میں نے گاڑی نکالی اور بنا کسی سمت کا تعین

آدم خورد و شیزہ

کئے چل پڑی اور بلاوجہ سڑکوں پر گاڑی دوڑانے لگی میں ایک ویران سڑک پر پہنچی تو وہاں ایک لڑکے نے لفٹ مانگی جو میں نے کسی بے فکری کے بغیر دے دی رستے میں معلوم ہوا وہ مزدور ہے اور واپسی گھر جا رہا تھا ہوا تو مجبوراً لفٹ لینا پڑی اس کا گھر زیادہ دور تھا اس نے مجھے جائے کی دعوت دی جو میں نے بخوشی قبول کر لی وہ تھوڑا پریشان ہو گیا کیونکہ اس نے مجھ سے اخلاقاً پوچھا تھا ہم دونوں اندر چلے گئے اس نے مجھے ایک کمرے میں چار پانی پر بٹھا دیا اور خود لینے چلا گیا۔

میں نے کمرے کا جائزہ لیا تو وہاں مجھے چھریاں پڑی نظر آئیں پھر وہ واپس آ گیا میں چھریاں ہاتھ میں لے کر چیک کرنا شروع کر دیں اور اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اس نے کہا یہ میں بھی سبھی عید پر قصائی والا کام بھی کرتا ہوں وہ لڑکا بہت صحت مند تھا اس سے بہتر شکار کیا ہو سکتا تھا میں نے ایک دم پلٹ کر اس پر چھری کا وار کیا جو سیدھا اس کی گردن پر ہوا وہ گر کر ترپنے لگا اس کی آنکھوں میں حیران تھی میں منہ اس کی گردن پر رکھ دیا اور غناغٹ خون پینے لگی مجھے اپنے آس پاس کی کوئی خبر نہ تھی یہ میرا پہلا گناہ تھا جو میں نے اپنے ہاتھوں سے کیا تھا خون پینے سے فارغ ہو کر میں نے اس کے کپڑوں سے جلدی جلدی منہ صاف کیا اور گاڑی میں بیٹھ کر واپس آ گئی اس رات ایک اور واقعہ ہوا جس نے مجھے مکمل کوڈ اعتماد اور مافوق الفطرت خون آشام بنادیا محسن نے فیصلہ کیا کہ وہ چلے کل رات کرے گا آج کی رات وہ آرام کرے گا رات کا کھانا کھا کر محسن جلدی ہی سو گیا رات کا پتہ نہیں کون سا پہر تھا جب محسن کی آنکھ کھلی کمرے میں گھپ اندھیرا تھا محسن رات کو لائٹ بند کر کے سوتا تھا محسن کو کمرے میں کسی ذی روح کی موجودگی کا احساس ہوا محسن بڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا اس نے چاروں طرف غور سے دیکھا اسے ایک جانور کا ہیولہ نظر آیا اسی وقت اس کی غراہٹ ابھری اور نیلے رنگ کی روشنی کمرے میں پھیلتی چلی گئی محسن نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگت کا جانور جس کی شکل سوراور کتے کی پیوند کاری معلوم ہوتی تھی شعلہ بار نظروں سے دیکھنے لگا محسن کے

خونفک ڈائجسٹ

پورے بدن میں خوف کی لہر دوڑ گئی جانور کا منہ کھلا اور بھدی آواز سنائی دی۔

تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم زرکاش قبیلے کی رانی کو تم چھو بھی نہیں سکتے آخر کار اس نے لوٹ کر آنا ہے ہمارے قبیلے میں تمہوں ہو جس اب تھوڑا سا سنبھل گیا تھا میں ان کا ایک بچاری ہوں۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ محسن نے غصے سے کہا ایک دم اس درندے نے اپنی دونوں ٹانگیں اٹھا کر حملہ کرنا چاہا لیکن جیسے ہی محسن کے جسم کو مس ہوئی وہ جانور چیختا ہوا غائب ہو گیا جیسے کسی نے اس کی ٹانگیں جلادی ہوں محسن نے شکر کیا کہ وہ جانور بھاگ گیا باقی پوری رات جاگتے ہی گزر گئی دوسرے دن محسن چلے کی تیار کر کے چلے والی جگہ پہنچ گیا محسن نے ایک پرانی قبر ڈھونڈی کیونکہ بابا نے کہا تھا پرانی قبر کے سروالی سائیز پر کھڑے ہو کر کرنا ہے پہلے تو محسن کو قبرستان کا سنا دیکھ کر بہت ہی خوف آیا جیسے اپنی قبر سے مردے باہر آ جائیں گے پھر محسن نے ہمت کی کیونکہ اس کے گلے میں بابا کا دیا ہوا تعویذ تھا محسن نے آیت الکرسی کا ورد کر کے اپنے گرد دائرہ لگایا اور ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا اور چلے والا ورد پڑھنے لگا پہلے پانچ منٹ تو آرام سے گزر گئے۔

محسن آنکھیں بند کئے ہوئے ورد کر رہا تھا کہ ایک دھماکے کی آواز سنائی دی اور محسن اپنی جگہ سے لڑکھڑایا محسن کا دوسرا پاؤں نیچے ٹکے والا تھا کہ محسن نے اپنا توازن ٹھیک کیا اور اس پاس دیکھا تو کچھ بھی نہیں تھا محسن نے دوبارہ آنکھیں بندیں اور ورد کرنے لگا کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ محسن کو چیخ سنائی دی بہت بھیا تک کان بھاڑ دینے والی آواز تھی محسن نے بے اختیار اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ دیا اور آنکھیں کھول دیں محسن نے دیکھا وہی بھیا تک شکل والا جانور سامنے کھڑا ہے اور محسن کو گھور رہا ہے میں نے تمہیں روکا تھا کہ ہماری مہارانی کا چچھا چھوڑ دو اب اپنے انجام کے خود ذمہ دار ہو گئے۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے محسن نے کہا پھر اس نے چیخ ماری تو ایسے لگا جیسے ننوں وزن کی کوئی چیز ہسٹنی جا رہی ہو

محسن نے اس پاس دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا محسن کی ایک دم سامنے نظر اٹھی ایک بہت بڑا ڈھابہ تیز رفتاری سے آ رہا تھا محسن کو ڈری وجہ سے پسینہ آ رہا تھا محسن بھاگنے ہی لگا تھا کہ وہ اڑدھا دارے سے ٹکرا گیا اور غائب ہو گیا محسن نے خدا کا شکر ادا کیا محسن نے آنکھیں بند کیں اور ورد شروع کر دیا۔

محسن کے آخری پندرہ منٹ رہتے تھے کہ ایک دم زلزلہ آنا شروع ہو گیا محسن نے خود کو بہت سنبھالا لیکن اب مشکل ہو رہا تھا محسن کا پاؤں زمین پر ٹکے والا تھا کہ اس کی نظر گھڑی پر پڑی آخری دو منٹ رہ گئے تھے اس نے فنا فٹ خود کو سنبھالا محسن کی نظر جب اوپر اٹھی تو اس نے دیکھا زوشتی کا ایک طوفان تھا جو لہروں کی صورت میں اس کی جاؤں لیکن دیر ہو چکی تھی وہ بہت قریب آ چکی تھی محسن نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کئے محسن کو جھجکا اور وہ لہروں محسن کے جسم میں جذب ہو گئیں اور محسن کو آواز آئی بولیں آقا کیا کر سکتا ہوں۔

محسن نے اس پاس دیکھا کچھ نظر نہ آیا پھر میں آپ کو وہاں نظر نہیں آؤں گا کیونکہ میں آپ کے دماغ میں ہوں اب آپ کی اجازت کے بغیر کوئی آپ کی سوچ نہیں جان سکتا اور میں آپ کو ہر چیز کا حل بھی بتا سکتا ہوں اور تم کیا سکتے ہو سب کچھ کر سکتا ہوں جو آپ کہیں سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ عائشہ اور وہ لڑکی کدھر ہے آقا وہ اس وقت ایک گھر میں ہیں اچھا یہ بتاؤ کیا عائشہ ٹھیک ہو سکتی ہے محسن نے امید بھرے لہجے میں کہا نہیں آقا وہ ٹھیک نہیں ہو سکتی آپ کو اسے ختم کرنا ہوگا اور ایک اہم بات آقا دوسری لڑکی کو اس کے قبیلے والے واپس لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ اب تک وہاں اس لیے نہیں گئی کیونکہ وہ دوسری لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف نہیں لے جاسکتے ورنہ آپ اسے کبھی ختم نہ کر سکتے۔

اچھا چلو چلتے ہیں ان کے پاس آقا آپ آنکھیں بند کریں میں آپ کو وہاں پہنچا دیتا ہوں لیکن وہاں آپ پھونک پھونک کر قدم بڑھانا ورنہ نقصان بھی ہو سکتا ہے

پہلے آپ کو اس لڑکی کو ختم کرنا ہوگا۔ بعد میں اپنی بیوی کو۔

عائشہ اور سانیہ کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ اک دم دھماکہ ہوا اور دھواں پھیل گیا اور سانیہ کو اپنی بمشکل نظر آئی عائشہ کی تو حیرت سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں دونوں میں کوئی فرق نہیں تھا میں تم دونوں کو خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہوں بمشکل نے کہا کیا خطرہ سانیہ نے پوچھا عائشہ کا شوہر آ رہا ہے اور اس کے پاس بہت ساری طاقتیں ہیں عائشہ کے بارے میں وہ سب کچھ جان گیا ہے اور تمہارے بارے میں بھی وہ تم دونوں کا خاتمہ کرنے آ رہا ہے روحانی طاقتیں اس کی مدد کر رہی ہیں تم دونوں میرے ساتھ قبیلے چلو تم دونوں وہاں محفوظ رہو گے نہیں ہم تمہارے ساتھ نہیں جائیں گی۔

عائشہ نے کہا وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تم جاؤ یہاں سے سانیہ نے بھی غصے سے کہا بمشکل نے افسوس سے ان کی طرف دیکھا۔ اور کہا اگر میری ضرورت ہو تو مجھے بلا لینا ہا تو۔ تو بول دینا میں آ جاؤں گی سانیہ کو وہ الفاظ فوراً سمجھ میں آ گئے بمشکل چلی گئی۔

آقا ہمارا مقابلہ اس کی بمشکل لڑکی سے بھی ہو سکتا ہے وہ ایک بہت بڑی اور گندی طاقت ہے کالی دنیا سے آئی قبیلے کی رانی کو بچانے اتنا کہہ کر بونا چپ ہو گیا تم چپ کیوں ہو گئے ہو کیا تمہارے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے آقا اس کو ختم کرنے کے لیے ہمیں اس کے بال کا ٹکڑا جلانے ہوں گے جو بہت مشکل کام ہے کیونکہ وہ چھلاوہ ہے کیا تم بھی اسے نہیں پکڑ سکتے پتہ نہیں آقا کوشش تو کرنی ہی ہے بہر حال چلو پھر چلتے ہیں ادھر ہی محسن ایک گھر میں کھڑا تھا جو اپنی بناوٹ کے لحاظ سے بہت خوبصورت تھا محسن کو کچھ آوازیں سنائی دیں۔

محسن نے اپنی بیوی کی آواز پہچانی لی تھی وہ کمرہ ڈھونڈنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی تھی محسن کمرے کے اندر چلا گیا آپ یہاں عائشہ سکتے کی حالت میں دیکھ رہی تھی دوسری لڑکی بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی ہاں میں ہی

ہوں سانیہ بھی حیران کھڑی تھی یہ کون ہے اور عائشہ ایسے کیوں دیکھ رہی ہے عائشہ یہ کون ہے عائشہ نے کوئی جواب نہ دیا سانیہ نے پاس آ کر عائشہ کو جھجھوڑا تو عائشہ نے کہا یہ محسن ہے میرا شوہر۔

کیا سانیہ نے حیران ہو کر کہا۔ محسن نے اپنی طاقت سے پوچھا اب بتاؤ کیا کریں آقا میں آپ کو خبر لا دیتا ہوں آپ اس سے اسے مار سکتے ہیں عام انسان کی طرح لیکن آقا جلدی کہیں اس کی بمشکل نہ آجائے ادھر سانیہ نے یہ سنا تو اسے لگا جیسے اس کی موت آ گئی ہے اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے ابھی وہ سوچ رہی تھی کہ اس کی زبان نے کچھ لفظ ادا کر کے شروع کر دیئے جب وہ منتر پڑھ رہی تھی تو اس نے دیکھا کہ محسن کے ہاتھ میں سنہری رنگ کا خنجر آچکا تھا اور وہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا محسن نے خنجر مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو سانیہ نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔

جب سانیہ نے آنکھیں کھولیں تو منظر بدلا پڑا تھا محسن نیچے کھڑا تھا خنجر ابھی تک اس کے پاس اور سانیہ کی بمشکل اس کے پاس کھڑی مسکرا رہی تھی جبکہ عائشہ پریشان محسن کو دیکھ رہی تھی بمشکل نے سانیہ کو کہا کہ میں نے تمہیں کہا تھا خطرہ ہے لیکن تم نے میری بات نہ مانی محسن خنجر لے کر سانیہ کے قریب چلا گیا اور اس نے خنجر مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اسے چکر آیا اور وہ نیچے گر گیا۔ اور بونے کی آواز آئی۔

آقا وہ آگئی ہے آپ جس کا کہا ہے میں نے آپ فکر نہ کریں آپ بس لیٹے رہیں میں اس کے بال لانے کی کوشش کرتا ہوں اس کو لگ رہا ہے آپ پر اس کا وار ابھی کام کر رہا ہے وہ بے فکر کھڑی ہے ہم اس کے بال آسانی سے کاٹ سکتے ہیں اب محسن کو بونے کی آواز نہیں آ رہی تھی محسن دم سادھے لیٹا رہا بمشکل جو کہ بڑی بے فکر سے کھڑی تھی ایک دم گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی پھر ایک جگہ محسن کے قریب اس کی نظر ٹک گئی۔

تم معمولی بونے میرے بال نہیں لے جاسکتے واپس کر وہ میرے بال اتنے میں بال بونے نے محسن کے ہاتھ پر

ڈاکٹر جنید اپنی لیبارٹری میں انسان کو بوجھانے سے نجات دلانے کے لیے ایک تجربے میں مشغول تھا یہ تجربہ اب آخری مراحل میں تھا جنہی دونوں میں دنیا سے بوجھانے غائب ہونے والا تھا اب صرف فارمولا نمبر 03 کی کمی تھی یہ فارمولا ملک کے شمالی علاقہ میں (پونا گڑھ) کے ایک کئی سو صدی پرانے کنوئیں میں سنہری چوگڑوں Golden.bats کے خون کے تیل میں پایا جاتا تھا۔ اس کنوئیں کے پارے میں مشہور تھا کہ یہ بدروحوں، جن بھوت پریت آسپیں مخلوق کا مسکن ہے رات کے وقت اس کنوئیں کے دھانے سے پر اسرار روشنیاں نکلتی ہیں بہت سے ملکی و غیر ملکی آدمیوں نے اس راز کو افشاء کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے جس نے بھی کنوئیں میں اترنے کی کوشش کی اپنی موت کو لٹکارا، سنہری چوگڑوں Golden.Bats ”فانا“ اس کا گوشت نوج لیتی اور چند ہی منٹوں میں ہڈیوں کا پتھر بنادیتی اس کنوئیں کے ارد گرد انسانی حیوانی ڈھانچے کافی تعداد میں بکھرے پڑے ہیں اس علاقے کو ڈبیر قرار دے دیا گیا ہے کبھی یہی علاقہ سیاہوں کا مرکز تھا لیکن اب صورتحال اس کے برعکس تھی اب اس علاقے میں انسان تو کیا چند پرند بھی نظر نہیں آتے، لیکن قدرتی دولت سے یہ علاقہ اب بھی مالا مال ہے۔ پھل دار، اور چنار کے درختوں اور چھوٹی بڑی پہاڑیوں آبشار، ندی، نالے اور جھیلوں کے، نیلے اور سنہری پانی سے اپنی کشش پر قرار رکھے ہوئے ہے ڈاکٹر جنید مجھ سے عمر میں (2) سال بڑا تھا بلا کا ذہین تھا ڈاکٹر جنید نے امریکہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن میں سائنس کی دنیا میں قدم رکھا میں نے اپنی تعلیم لندن سے حاصل کی اور ڈاکٹر جنید کے ساتھ ہی سائنس کی پر اسرار دنیا میں داخل ہو گیا ڈاکٹر جنید کا اور میرا نئے نئے تجربے کرنے کا مہفلہ بن گیا تھا مجھے آج بمل پور میں آئے ہوئے دوسرا روز تھا میرے ساتھ میری بہن حشر بھی تھی ہم جمل پور کے وزیرے رئیس کرم داد کی حویلی میں ٹھہرے ہوئے تھے حویلی کچھ خاص نہیں تھیں بس عام سی تھی رئیس کرم داد بھی نیک پار سپاچ وقت کا نمازی تھا شام کے 4 بج رہے تھے میں اور میری بیاری بہن حشر بلج میں بیٹھے جو کہ حویلی کی 4 دیواری کے اندر تھا موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے موسم خوشگوار تھا، اچانک مویا، فون کی گھنٹی بجی حشر نے فون اٹھایا ”بیلو مسز

حشر اسپیکنگ“ دوسری طرف سے ڈاکٹر جنید کا بھائی آواز سنائی دی حشر کسی ہو ٹھیک ہو ناں؟ امید ہے معلومات مکمل کر لی ہو گی؟ حشر نے پرست لہجے میں کہا ”جی سر کام مکمل ہے“ اور پھر گڑبڑ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی اب شام کے 4 بج رہے ہیں ہم تقریباً 8 بجے تک پہنچ جائیں گے ڈاکٹر جنید نے میرے پارے میں پوچھا؟ حشر ڈاکٹر نزاکت صاحبہ کد حشریں حشر نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا ”وہ میرے قریب ہی کھڑے ہیں یہ ہیں ان سے بات کریں اور پھر فون میرے ہاتھ میں تھا ”بیلو ڈاکٹر صاحب؟ دوسری طرف سے آواز سنائی دی ڈاکٹر نزاکت صاحبہ جلدی پہنچنے کی کریں میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں میں نے کہا“ رائٹ سر ہم ابھی پہنچتے ہیں اور پھر رات مطلع متفق ہو گیا ہم نے رئیس کرم داد سے واپس جانے کی اجازت لی سب سے ملنے کے بعد اپنی جیب میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے جمل پور، پونا گڑھ سے مغرب کی طرف 10 کلومیٹر کے فاصلے پر تھا اور گولڈن پلازہ پونا گڑھ سے شرق کی طرف 20 کلومیٹر کے فاصلے پر سرسبز پہاڑوں کے درمیان آبادی سے الگ تھلک پر سکون ماحول میں واقع تھا جمل پور سے گولڈن پلازہ کی طرف (2) سڑکیں جاتی تھیں ایک سڑک پونا گڑھ کے درمیان سے جبکہ دوسری سڑک بالکل قریب سے نکلتی تھی یہ سارا علاقہ پہاڑی تھا ہماری گاڑی باہر والی سڑک پر دوڑی جا رہی تھی مل کھائی سڑکیں اوپر سے نیچے دائیں سے بائیں پر خطر پہاڑیوں پر ایسے محسوس ہو رہا تھا نجانے یہ سفر ختم ہو گا کبھی یا نہیں نجانے یہ احساس میرے دل میں کیوں پیدا ہوا تھا شام کے نائے پھیلنے جا رہے تھے کہ اچانک ڈرائیور سائیڈ والا بیک سائیڈ ٹائر دھماکے سے پھٹ گیا دائیں اور بائیں سائیڈ پر گہری کھائی تھی گاڑی کھائی میں گرے ہوئے بال بال پٹی یہ تو اچھا ہوا جیب کی رفتار توڑی تھی، موت کا تصور کرتے ہوئے جسم میں خوف کی جھرجھری سی ہو گئی وہ بھی بھیا یک موت خیر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم موت کے منہ میں جاتے جاتے بچ گئے وکیل کھول کر اسپین دوسرا وکیل فٹ کیا ایک نظر گڑبڑ کی طرف ڈالیں 6 بج رہے تھے دوبارہ سفر کا آغاز کیا کار حشر چلا رہی تھی آہستہ آہستہ رات کی سیاہی نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کار کی بیڈلائٹس روشن کر دی گئی وسیع و عریض رستے پر پھیلا ہوا پہاڑی سلسلہ رات کی تاریکی میں پہاڑ پیولے کی طرح نظر آ رہے تھے تقریباً پونے سا بجے کا

وقت تھا ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا حشر خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی میری نظریں سامنے سڑک پر تکی ہوئی تھی یہ کافی دشوار موڑ تھا دائیں طرف ٹرن کر کے چڑھاؤ شروع ہو جاتی تھی موڑ خیریت سے کٹ گیا اب گاڑی چڑھاؤ پر دوڑی جا رہی تھی کہ اچانک ڈرائیور سائیڈ والا وکیل کھل گیا بائیں طرف پہاڑ تھا جبکہ دائیں طرف سنگھ گہرائی تھی جب لڑکھائی ہوئی ہماری خوف میں دبی ہوئی چیخوں کے ساتھ گرتی چلی کی جیب کی پھٹ پتھروں سے گرائی ہماری چیخوں سے منجن پہاڑیاں گونج کر رہ گئی خوف اور دہشت کی وجہ سے میری آنکھوں کے آگے اندھرا چھا گیا جب مجھے ہوش آیا میں گاڑی سے باہر پڑا تھا۔ سانس لینے کی کوشش کی ایسے محسوس ہوا جیسے کہ بے ہوش ہونے کا پھر بھڑکے ہوئے ہوئے ہوئے۔

پورے جسم میں درد کی لہریں اوپر سے نیچے آ رہی تھی ایک نظر گاڑی کی طرف ڈالی جیب کے گرد ایک کلاسا ہوا ہوا محسوس رہا تھا جیب کی حالت ایسے تھی جیسے کسی مشین میں ڈال کر پریس کر دیا ہو اچانک حشر کا خیال آیا حشر کا خیال آتے ہی میرے دل میں طرح طرح کے خیالات گردش کرنے لگے میں اپنی تمام قوت بیکار کے کھڑا ہو گیا جیسے ہی میں کھڑا ہوا وہ کلاسا ہوا بھلیا عتاب ہو گیا میں نے اپنے جسم کو ہلا جلا کر چپک کیا جسم بالکل صحیح تھا میں پیشانی پر پتھر یا جیب کی باڈی لگنے سے زخم ہو گیا تھا۔ جب میں جیب کے قریب پہنچا اندر حشر موجود نہ تھی۔ اب میری آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قائل ہو گئی تھیں توڑی سی تلاش کے بعد جیب سے 10 کڑ کے فاصلے پر حشر آوندھے منہ خون میں لت پت گری ہوئی مل گئی میں نے جلدی سے حشر کو سیدھا لیا اور نبض چیک کی مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میزائل اچھل کر قتل میں گیا ہوا حشر مر چکی تھی۔ میری کل کائنات حشر مجھے تھا چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جاملی تھی۔ میرے مٹی اور ڈیڈی ایک فضائی حادثے میں مجھے حشر اور ڈاکٹر جنید کو اکیلا چھوڑ گئے تھے اور اب میری بیاری بہن بھی نہیں اکیلا چھوڑ گئی میری آنکھوں میں آنسوؤں کا طوفان اٹھ آیا تھا میں کافی دیر تک حواشیں مار مار کر رو رہا تھا آخر کار میں نے اپنے دل کو سنبھالا میرے پاس اور چارابھی کیا تھا سوائے دل کو سنبھالنے کے میں نے اپنے بوٹ میں فٹ جیڈ چھوٹے سے موبائل فون کو نکالا اور (گولڈن پلازہ) ڈاکٹر جنید کو آگاہ کیا۔ کچھ ہی دیر بعد ڈاکٹر جنید بلی کا پتھر لیکر پہنچ گیا نزدیک ہی ہمارا جگہ پر بلی کا پتھر اتار لیا۔ بلی

کا پتھر کے پڑوں کی ہوائے سوسکے پتوں اور مٹی کا گرد و غبار سا کھڑا کر دیا تھا کچھ ہی دیر بعد پڑوں کی رفتار میں کمی ہوئی بلی کا پتھر کی انرجی بلاش روشن کر دی گئی طاقتور بلیوں کی روشنی نے دن کا ساں سایہ اکر دیا تھا۔ ڈاکٹر جنید دوڑنا ہوا ہمارے قریب پہنچا اور حشر سے لپٹ کر رونے لگا میرا دل کر رہا تھا میں بھی زور زور سے روؤں، لیکن میرے آنسو خشک ہو چکے تھے۔ میں نے ڈاکٹر جنید کو حشر سے علیحدہ کیا ڈاکٹر جنید کی حالت ہالگوں کی سی ہو گئی تھی۔ ہم دونوں نے حشر کے مردہ جسم کو اٹھا کر بلی کا پتھر میں رکھا تقریباً 20 منٹ میں گولڈن پلازہ پہنچ گئے۔ بلی کا پتھر نیچے اتار کر گولڈن پلازہ کا عمل پیلے ہی سے پتھر کھڑا تھا، ہر آنکھ اٹھار تھی۔ حشر کو آہوں اور سسکیوں میں سپرد خاک کیا۔ اور تیسرے ہی دن ڈاکٹر جنید حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرما گیا ایک زخم ابھی مٹا نہیں تھا دوسرا زخم مل گیا تھا میری دنیا اندھیر ہو چکی تھی میں نے صبر اور حوصلے سے کام لیا وقت اپنی رفتار سے بخیر پرواز رہا۔ آج 2 ماہ ہو گئے ہیں گولڈن پلازہ کا مکمل کنٹرول میں نے سنبھال لیا ہے۔

گولڈن پلازہ 25 ایکڑ رقبے میں پھیلا ہوا تھا جسکی اہم پریکٹیکل لیبارٹریز انڈر گراؤنڈ بنائی گئی تھی، رہائش کے لئے سکرپٹ کی امریکن ڈیزائن کو بھی، (گولڈن پلازہ پہاڑیوں کو تراش کر بنایا گیا تھا) چار دیواری 20 فٹ اونچی اور دیواریوں پر (11000) دولت بجلی کی بجلی تدریس نظام گئی تھی سکرپٹ کے مورچوں میں چاک و چونڈا ایل ایم جی 20 (L.M.G.20) گنوں سے مسلح سیکورٹی گارڈز پہرے پر معمور تھے۔ اور مزید برطانوی مسل کے کتے بھی رکھے گئے تھے گولڈن پلازہ کا دفاعی حصار ایک ناقابل تفسیر حصار تھا ہر طرح کے فضائی حملے سے نپٹنے کے لیے۔ زمین سے فضا میں مار کرنے والے ایم، ٹی، سیونی میزائل (M.T.70) نصب تھے۔ اور طاقتور ریڈائی لموں کے حامل ریڈار پر چاک و چونڈا عہدہ بغیر آنکھ جھپکائے بیٹھا تھا ریڈار کی سپیڈر سکرین پر کڑھ میزائل کو بھی آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا، کوڈ میزائل دیکھنے کی ٹیکنالوجی صرف ہمارے پاس تھی گولڈن پلازہ جس کا اصل نام ہے جی پی (JIP) جس کا بانی اور تخلیق کار ڈاکٹر جنید وکڑی تھا۔ ہم نے ایسی ادویات بنائی تھیں صرف میں این سی ایس (N.C.S) کیپول کے پارے میں بتاؤں گا اس میں کیا خوبی اور صلاحیت تھی (N.C.S) کیپول کھاتے ہی آدمی غائب ہو سکتا تھا اور دل میں دوبارہ تصور کرتے ہی ظاہر ہو

سکتا تھا لیکن بہت سی حیرت انگیز جادو اثر ادویات بتائی تھی ہمارا ارادہ تھا کہ یہ تمام ادویات سن 2000 ہزار میں متعارف کروائی جائیں چنانچہ میں نے ڈاکٹر جنید کے ادھورے مشن کو عمل کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ میں سگری سوچ میں غرق تھا کہ آیا سنہری چنگوڑوں کو کیسے حاصل کیا جائے میرے ذہن میں پروفیسر رضوان کے بارے میں خیال آیا کیوں نہ پروفیسر رضوان کی مدد لی جائے پروفیسر رضوان نوری علم کا ماہر تھا بہت سے جن بموت کو اپنے قبضے میں لے رکھا تھا پروفیسر رضوان کا فون نمبر مجھے معلوم نہیں تھا پروفیسر کے پاس فون کرنے کے لیے اپنا بیٹروم کی طرف چل دیا میرے کوٹ لڑگے ڈیجیٹل آڈیو ٹیک ریوٹ سے مشکل نکل کر اپنا بیٹروم کے دروازے سے نکرائے کیپیوٹر نازد دروازے کلک کی آواز سے کھلتے چلے گئے اور اندر داخل ہوئے ہی خود بخود بند ہو گئے میرے پی اے (P.A) ارشد قریشی نے کھڑے ہو کر سلام کیا میں نے پروفیسر رضوان کے آفس کا ٹیلی فون نمبر لانے کو کہا P.A ارشد قریشی نے کیپیوٹر پر ٹیلی فون ڈائریکٹری میں سے نمبر دیکھنے کے بعد فون ملایا۔ ایک رسیور میں نے اپنے کان سے لگا لیا، پہلی رنگ میں پروفیسر رضوان نے فون کا رسیور اٹھایا رسیور کے ہیڈ فون میں سے پروفیسر کی آواز ابھری، ہیلو پروفیسر رضوان اسپیکنگ؟ میں گولڈن پلازہ سے ڈاکٹر نزاکت وکری P.A بول رہا ہوں بات کریں؟ ہیلو؟ پروفیسر صاحب کیا حال ہیں آپ کے؟ دوسری طرف سے پروفیسر کی ہر مسرت آواز آئی ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ کی کرم نواز ہے آپ سنائیں آپ کا کیا حال ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے پروفیسر صاحب آپ جلدی سے گولڈن پلازہ پہنچیں بھلا باتیں ہی کر بیٹھ کر کریں گے۔

آپ سے ضروری کام ہے جتنا بھی جلدی ہو سکے پہنچنے کی کریں دوسری طرف سے حیران کن اور تجسس بھری آواز آئی اوکے، رائٹ سر؟ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا گھڑی دن کا ایک بج رہی تھی۔ ٹائم بہت ہی کم تھا میں تیزی سے اپنا بیٹروم سے باہر نکل آیا مختلف راہداریوں اور کمروں سے ہوتا ہوا لفٹ کے ذریعے زیر زمین لیبارٹری میں آگیا یہاں پر تجربے کا کام جاری تھا میں نے کچھ دیر ہرج ہرج کا بغور جائزہ لیا (P.C.L) لیبارٹری سے نکل کر کچھ ہی فاصلے پر دائیں طرف اپنے قدم بڑھا دیئے۔ کنٹرول روم کے دروازے پر ایک سیگورٹی گارڈ یزر گمن سے منع کھڑا تھا۔ گارڈ نے مجھے اپنی طرف آنا

دیکھ کر سلیوٹ کیا کنٹرول روم کا آؤٹریک دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا کنٹرول روم کے اندر مختلف قسم کے رنگ برنگے بلب جل بجھ رہے تھے ہر بلب کے نیچے ایک والیم اور ٹین لگا ہوا تھا دوسری طرف دیوار پر چھوٹے بڑے لیور اور گیز میٹر لگے ہوئے تھے میں نے والیم نمبر 1 اور والیم نمبر 7 کو سیٹ کرنا شروع کیا اب سرخ بلبوں نے تیزی سے جلتا بجھتا شروع کر دیا تھا یہی عمل والیم نمبر 2 اور والیم نمبر 10 پر دہرایا اور کچھ وقفے کے بعد دائیں اور بائیں سائیڈ کے لیوروں کو اوپر کیا اب گیز میٹر کی سوئیوں نے تھر تھراٹا شروع کر دیا تھا اور آہستہ آہستہ سوئیوں نے اوپر اٹھنا شروع کر دیا، گیز میٹر کی سوئی جیسے ہی (10.k.m) پر پہنچی ایک دم لیوروں کو ڈاؤن کر دیا لیور شعاعوں کی ریٹج (3.k.m) سے بڑھا کر (10.k.m) کر دی تھی ہر قسم کا ہتھیار اس ریٹج میں آتے ہی ٹھاکہ ہو جاتا تھا ہرج ہرج کا بغور معائنہ کیا سب چیزیں اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک کام کر رہی تھیں ہر طرف سے مطمئن ہو کر جب میں کنٹرول روم سے باہر آیا ایک ریوٹ پہلے ہی سے تھک کھڑا تھا ریوٹ کے مصوئی اٹیل کے ہونٹوں میں لرزش پیدا ہوئی سر پروفیسر صاحب فریڈمنگ روم میں آگیا انتظار فرما رہے ہیں۔ میں نے کہا؟ رائٹ میں آتا ہوں؟ اور پھر ریوٹ والیں آگیا کھلی فضا میں تازہ ماسٹ لیا فریڈمنگ روم کے دروازے پر پہنچ کر دروازے پر دستک دی اور اندر داخل ہو گیا۔ پروفیسر صاحب آنکھیں بند کئے صوفے پر بیٹھے تھے مجھے اندر آ کر دیکھ کر کھڑے ہو گئے میں نے پروفیسر کے ساتھ مصافحہ کیا اور ہم دونوں صوفے پر بیٹھ گئے حال احوال لینے کے بعد مشروب کا دور چلا میں پروفیسر کو ساتھ لیکر لفٹ کے ذریعے نیچے لابیئرری میں آگیا لابیئرری مختلف کتابوں سے بھری بڑی تھی ایک طرف ایک گول میز رکھی ہوئی تھی میز کے ارد گرد کرسیاں ترتیب سے رکھی ہوئی تھیں میں نے پروفیسر کو کرسی پر بیٹھنے کا ہاتھ سے اشارہ کیا اور خود میں کتابوں کی سیف کی طرف بڑھتا چلا گیا میں نے سیف کا شیشہ ایک طرف کر کے اس میں سے ایک موٹی سی سرخ جلد کی کتاب نکالی۔

میں پروفیسر کی سوالیہ نظروں کو دیکھتا ہوا ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا کچھ دیر خاموشی رہی اور پھر میں نے بولنا شروع کیا پروفیسر صاحب لگتا ہے آپ کچھ سوچ رہے ہیں؟ پروفیسر نے جواب میں سر ہلایا پروفیسر صاحب اس کتاب کے لیے آپ کو بلایا ہے؟ پروفیسر نے پریشان سے لمبے میں پوچھا؟ میں مطلب سمجھا نہیں آپ کیا ماننا چاہتے

ہیں میں نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور پھر بولنا شروع کیا پروفیسر صاحب پہلے آپ اس کتاب پر یہ لکھا ہوا ٹائم پڑھیں اور پھر میں نے کتاب کا متن پروفیسر کی طرف کر دیا غریب پر مومٹے حروف میں لکھا ہوا تھا (اسرار کنواں) پروفیسر اچھل کر ایسے کھڑا ہو گیا جیسے کسی سانپ نے کاٹ لیا ہو، اور منہ سے بے اختیار نکل گیا خونی پر اسرار کنواں اور پھر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا پروفیسر نے کتاب میرے ہاتھ سے اچھلی لی تھی میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا یہ آپ کیسے لی؟ میں نے مختصر جواب دیتے ہوئے کہا اس کے بارے میں بھی بتا دوں گا میں نے پروفیسر کے ہاتھ میں سے کتاب لے لی اور پھر میں بولاسا نشان کو مکمل کرتا ہے بس آپ کی مدد کی ضرورت ہے؟ پروفیسر نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا ڈاکٹر صاحب مجھے بھی اس کنوئیں کی بددوحوں اور دوسری مخلوق سے ملنے کا بہت شوق ہے میرے پاس ایسے عمل ہیں جن سے میں ان کو اپنے قبضے میں لے سکتا ہوں میں خوشی سے میز پر مکا مارنے ہوئے بولا بہت خوب اسی لیے تو آپ کو منتخب کیا ہے ہم دونوں نے کتاب کا مطالعہ کیا کلفی دیکر پلاننگ (Planing) بتی رہی آخر کار صبح پانچ بجے کا پر اسرار کنواں جانے کا ٹائم طے پلایا رات کے آٹھ بج رہے تھے پروفیسر صبح 4 بجے آنے کا کہہ کر اپنے گھر روانہ ہو گیا اور میں خواب گاہ (Bad Room) میں آکر خیالوں ہی خیالوں میں پلاننگ (Planing) بنانے لگا میں جلدی دینا دماغ سے بے خبر غنیمت کی داونوں میں پر اسرار کنوئیں کی تلاش میں نکل پڑا میں اب پوتا ٹھڈ کی پٹاڑیوں میں داخل ہو چکا تھا اور اب کنوئیں کے دھانے پر کھڑا تھا دھانے پر کھڑا کنوئیں کا بغور جائزہ لے رہا تھا میں نے ایک بڑے سے چکر کے گرد موٹا سر باندھا شروع کیا سر باندھنے کے بعد ایک سر کنوئیں میں لٹکا دیا اور پھر میں نے رے کے ذریعے کنوئیں میں اترا شروع کر دیا۔ اچانک سنہری چنگوڑوں Golden Bats نے حملہ کر دیا میں اس اچانک حملے سے ہلکا گیا اور رے سے میرا ہاتھ چھوٹ گیا میری دلخراش چیزوں سے کنواں گونج کر رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ موت مجھے اپنے بازوؤں میں تھامتی یک دم میری آنکھ کھل گئی میرا پورا بدن پسینے میں شرابور تھا دلیری طرح دھڑک رہا تھا ساتھ ہی رگے پانی کے جک میں سے پانی گاس میں ڈال کر پانی ٹیل پر رکھے ٹائم ٹیس کی طرف نگاہ ڈالی رات کے گیارہ بج رہے تھے تھکانے پھر کسی وقت نیند نے مجھے اپنی گود میں لے لیا۔ زوں زوں کی تیز اور

71

بے سری آواز سے میری آنکھ کھل گئی کمرے کی لائٹ بند تھی کمرے میں ایک فٹ بال نما چیز اپنی بھیاک اور بے سری آواز نکالتی ہوئی کمرے کی دیوار کے ساتھ چکر لگا رہی تھی اس ناگمانی آفت سے میں ہلکا کر رہ گیا میں نے ریوٹ اٹھا کر ٹیوب لائٹ ان کی کمرہ روشن ہوتے ہی وہ فٹ بال نما چیز اب صاف دکھائی دے رہی تھی وہ ایک خوفناک شکل کی کھوپڑی تھی جو کہ مسلسل رگے بغیر گردش کر رہی تھی مجھ پر اس خوفناک کھوپڑی کی دہشت طاری ہو گئی تھی میری نظریں کھوپڑی کے گرد مسلسل چکر لگا رہی تھی اچانک کھوپڑی جھٹکا کھاکر رکی بند سے کچھ فاصلے پر ہوا میں مقلع ہو گئی اب زوں زوں کی آوازیں بھی آتا بند ہو گئی تھی میں حیران تھا کمرے میں کبھی داخل ہونے کی جگہ نہیں تھی یہ اتنی بڑی کھوپڑی کہاں سے داخل ہو گئی ابھی میں شش و پنج میں جلتا تھا کہ اچانک کھوپڑی کی بے نور آنکھوں میں سے سبز رنگ کی شعاعیں نکلتا شروع ہو گئی میں نے ریوٹور سے کھوپڑی پر گولی چلاتا چاہتی اس سے پہلے کہ میں ریوٹور کا ٹریگر دبانا ایک بھیاک اور گرچہ دار آواز کمرے میں گونجی؟

خبردار تمہارا یہ کلونا میرا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اس سے پہلے کہ میرا قہر تجھ پر نازل ہو اپنی زندگی اور موت کا پروانہ پڑھ لو اس کے بعد جو دل چاہے کرو میرے ہاتھ سے ریوٹور چھوٹ کر نیچے کر گیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ اچانک کھوپڑی میں دوبارہ بجلی کی پیدا ہوئی کھوپڑی نے اپنا بے سر راگ دوبارہ اٹھانا شروع کر دیا کھوپڑی کے کان سے ایک سنہری رنگ کی چنگوڑ نمودار ہوئی اس کے بچوں میں ایک سفید سا پرچہ دیا ہوا تھا جو کہ ان کے بقول میری زندگی اور موت کا پروانہ تھا بیڑ پر ڈال کر دوبارہ کھوپڑی کے کان میں داخل ہو گیا اور پھر اچانک کھوپڑی اپنا بے سر راگ اٹھاتی ہوئی غائب ہو گئی کھوپڑی غائب ہوتے ہی میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر میں نے پیرچہ سداکار کے پڑھنا شروع کر دیا جس کی تحریر کچھ یوں تھی مسٹر ڈاکٹر نزاکت وکری آپ حیران ہو رہے ہو گئے یہ سب کیا چکر ہے؟ یہ چکر کو نہیں ہے بس تمہاری غلطیوں اور غلطائیوں کا نتیجہ ہے یہ ہی کھوپڑی تمہاری جان بھی لے سکتی تھی مگر نہیں تمہارے لیے یہ میری پہلی وارننگ ہے اس کے بعد تم کو خوب سمجھتے ہو کیا ہو گا؟ سنہری چنگوڑیں حاصل کرنا چاہتے ہو؟ نامکن؟ نامکن؟ نامکن؟ ہمتی اسی میں ہے سنہری چنگوڑوں کا خیال دل سے نکال دو۔ اس سے پہلے تمہارے والد کو

71

بہت شوق تھا سنہری چنگوڑیں حاصل کرنے کا اور پراسرار
 کونوں کے راز جاننے کا انجام دیکھ لیا اپنے ساتھ نئی بے
 گناہ افراد کو بھی مروا۔ تمہاری پیاری اور لاڈلی بہن اور
 چھائی کو بھی بہت شوق تھا ان کا انجام بھی اپنی آنکھوں سے
 دیکھ لیا ہو گا؟ غمگنہ کے لیے اشارہ ہی کافی ہے؟ اگر میری
 بیٹی تم پر دیوانہ نہ ہوتی تو میں کب کاموت کا مزہ چکھا دیتا
 اسی کی وجہ سے ابھی تک میں رہا ہوا ہوں؟ کیوں اپنی جان
 کے دشمن بنے ہو سنہری چنگوڑیں کیا ہیں؟ اور پراسرار
 کون کیا ہے؟ اگر یہ سب تم جان جاؤ تو تمہاری سات
 پشتیں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھیں؟ اب یہ تم خود
 فیصلہ کرو گے موت یا زندگی؟ آپ کا خیر اندیش یا بھروسہ
 کا چند؟ جو تک قیلے کا سردار سردار دوسگن پراسرار
 کون

مجھے تھائی نہیں میں خوفزدہ غسل خانہ کی دیوار سے ٹکیے لگاتے کھڑا تھا میں نے ڈرتے ڈرتے اپنے دل کو نبھانے ہوئے اور خوف پر قابو پاتے ہوئے دوبارہ پھواریے کا بیٹن آن کیا لیکن ابانی بالکل صاف تھا میں نے جلدی جلدی نما کر کپڑے بدلے کمرے میں کچھ دیر چل قدمی کرتا رہا فرحت سے دودھ نکال کر یاد دودھ پینے کے بعد دوبارہ بیڈ پر دراز ہو گیا۔ میرے ذہن میں عجیب و غریب خیالات گردش کر رہے تھے کہ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی میں نے پہلی بار رنگ میں درسیور اٹھایا درسیور میں پروفیسر کی بھرائی ہوئی آواز ابھری ڈاکٹر نزاکت صاحب مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے اس سے آگے اسکی زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی میں نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا؟ پروفیسر صاحب خیر تو بے کیا ہو گیا ہے؟ کوئی ڈراؤنا خواب تو نہیں دیکھ لیا ہے؟ پروفیسر نے اپنی آواز کی کرش پر قابو رکھتے ہوئے دوبارہ کنا شروع کیا ڈاکٹر صاحب کوئی ڈراؤنا خواب نہیں دیکھا یہ سب حقیقت میں ہوا ہے میں نے پوچھا کیا ہوا ہے کچھ بتائیں مجی تو سہی؟ ڈاکٹر صاحب آپ جلدی میرے گھر پہنچنے کی کریں میری بیوی بچے؟ اس سے آگے اس کی زبان ساتھ نہ دے رہی تھی بڑی مشکل سے کہا ق ق ق ق ہو گئے ہیں اس کے بعد رابطہ منقطع ہو گیا ق ق ق ق کا فظ سن کر میں چونک کر رہ گیا میں سوچ رہا تھا یہ کسے ہوا؟

آنکھوں سے آنسوؤں نکل نکل کر اپنے نشان بقی چھوڑ گئے تھے، دائیں طرف پولیس کا عملہ کھڑا تھا میں نے پروفسر کا کندھا پکڑ کر بلایا، پروفسر کو شاید ابھی تک میرے آنے کا احساس نہیں ہوا تھا ایک دم چونک کر کھڑے ہو گئے پھر مجھ سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگا آج سے پہلے میں نے پروفسر کو اتنا خوفزدہ کر رکھو اور گھبرایا ہوا نہیں دیکھا تھا پروفسر کی یہ حالت دیکھ کر میرا دل بھر آیا، میں نے پروفسر کو پیٹھ پر کیا اور رمل سے پروفسر کے آنسوؤں صاف کئے اور اپنے بھی تھوڑی دیر کے بعد انکھوں نے پروفسر سے نفیض کا آغاز کیا انکھوں نے پروفسر کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا، پروفسر صاحب آپ بتا سکتے ہیں یہ سب کیسے ہوا؟ پروفسر نے کچھ توقف کے بعد تفصیل بتانا شروع کی انکھوں صاحب یہ تقریباً رات ایک بجے کا وقت تھا میں اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا ساتھ والے کمرے میں میرے بیوی بیٹے سوئے ہوئے تھے اس کمرے کا دروازہ میرے کمرے کے اندر سے ہی کھلتا ہے اچانک چیخ و پکار کی آواز سے میں ہڑ برا کر اٹھ بیٹھا چیخوں کی آواز میں میری بیوی بچوں کی آہی تھیں مجھے ایسے محسوس ہوا تھا جیسے ان کو کوئی ذبح کر رہا ہو میں جلدی سے دروازہ کھولا چلا دروازہ اندر سے لاک تھا میں نے اپنی لمباؤں کو مدد کے لیے حاضر کرنا چاہا لیکن میری زبان نے ایک لفظ بھی اڑا نہیں کیا مجھے ایسے محسوس ہوا تھا جیسے کہ کسی نیچی طاقت نے میری زبان کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے، واقعی ایسے ہی ہوا تھا بعد میں مجھے پتہ چل گیا چیخوں کی آوازیں مسلسل آہی تھیں میں نے جلدی سے ہسپتال کے کھلی فون ملانا چاہا اس سے پہلے کے میں ٹیلی فون پر نمبر ڈائل کر تاہی فون

تاک ہو گیا۔

کر دیا اور ساتھ ہی دروازہ بھی خود بخود کھلتا چلا گیا میں جلدی سے کمرے کے اندر داخل ہوا وہ بلائیں اٹھانام کر کے واپس جا چکی تھیں غائب ہو گئی تھیں میرے پیوی بیچے ساکت پڑے تھے ان کے چہروں پر نیلاہٹ پھیل ہوئی تھی اور آنکھیں خوف کی وجہ سے کھلی ہوئی ایک جگہ پتھرائی ہوئی تھیں۔ میں کافی دیر تک باری باری ان سے لپٹ کر روتا رہا۔ پھر میں نے سب سے پہلے ہسپتال کو آگاہ کیا اسطرح چھپدری صادق نے پورے ماڈل ٹائون کو اس واقع سے آگاہ کر دیا اس کے بعد میں نے اسی ٹیلی فون سے جو تعویذ دیر پہلے غائب ہوا تھا پولیس اسٹیشن فون کر دیا اور میں..... انشپٹر نے بات کاتے ہوئے پوچھا آپ کی پیوی اور بچوں کی عمریں اور ان کے نام بتائیں؟ پروفیسر نے دوبارہ پوچھا شروع کیا میری پیوی کا نام کریں تھا عمر تقریباً 25 سال تھی بچے کا نام نوید تھا عمر 10 سال تھی بیٹی کا نام شمع تھا عمر 7 سال تھی انشپٹر نے پروفیسر کا بیان قلمبند کرنے کے بعد کمرے کا جائزہ لیا پھر بیڈروم لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے لیجا گیا اس رپورٹ کے ساتھ صبح مجھے بیچے نعش ہمارے حوالے کر دیں پوسٹ مارٹم رپورٹ؟ پوسٹ مارٹم کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ متھولین کی گردنوں پر تین تین باریک سوراخ تھے جن کے ذریعے سے خون باہر گیا لہذا یہ کسی انسان یا درندے کا کام نہیں ہے کسی باہر کی مخلوق کا کام ہے

اتفاق ظاہر کیا اور ہم دونوں پہلی کاپڑ میں بیٹھ کر پوتا گڑھ کی قائل پہاڑیوں کی طرف چل دیے۔ پہلی کاپڑ اپنی خوفناک آواز نکال رہا تھا۔ ہر لمحہ منہل کے قریب تر قریب ہوتا جا رہا تھا ہم صبح 6 بجکر 20 منٹ پر روانہ ہوئے تھے تقریباً 20 منٹ میں پوتا گڑھ کی پہاڑیوں میں داخل ہو چکے تھے سورج کی کرنیں کھاس پر گرے ہوئے غنیم کے قطرہوں پر گر رہی تھی ایسے گلن ہو تھا کہ جیسے کسی نے سونے کے موتی بکھیر دیئے ہوں صبح کا منظر کشادہ و قریب اور کتنا سندر ہوتا ہے۔ اب کنوئیں کے بالکل اوپر پہنچ چکے ہیں فضاء ہی فضاء میں رہتے ہوئے کوئی آدھے گھنٹے میں مختصر اور اہم ویڈیو فلم بنائی اور پھر واپس آگئے ہمارے لیے قائل غور بات 2 پہاڑیاں تھیں ایک پہاڑی مشرق کی طرف کنوئیں سے تقریباً 30 گز کے فاصلے پر جبکہ دوسری پہاڑی مغرب کی طرف تقریباً 50 گز کے فاصلے پر تھی پلاننگ Planing کچھ اس طرح بنی تھی۔ جو 2 پہاڑیاں مشرق اور مغرب کی طرف ہیں مشرق والی پہاڑی کے سرے پر ایک رسر باندھ کر اس کا دوسرا سرا مغرب والی پہاڑی کے سرے پر باندھ دیا جائے کسی جانور کا تازہ گوشت باریک ٹائیکلون کی ڈوری والے جال میں ڈال کر رسر کے ساتھ باندھ کر کنوئیں کے دھانے پر لٹکا دیا جائے چنانچہ ہم مطلوبہ سالن اور 2 آدمی ساتھ لیکر دوسرے دن صبح 10 بجے مذکورہ جگہ پر پہنچ گئے مشرق والی پہاڑی پر مضبوطی سے رسر باندھ کر رسر کو پینڈل کرنے کے لیے ایک قوی پیکل آدمی بیٹھا دیو پہلی کاپڑ کے ذریعے رسر کا دوسرا سرا مغرب والی پہاڑی پر باندھ دیا اس پہاڑی پر بھی رسر پینڈل کرنے کے لیے ایک آدمی بیٹھا دیا اور گوشت والے جال کو کنوئیں کے اوپر رسر کے ساتھ باندھ کر لٹکا دیا صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے پہلی کاپڑ کنوئیں کے اوپر ہوا میں معلق تھا۔ دونوں آدمی اشارے کے دھڑکتے میں نے گرین سگنل دے دیا اشارہ ملتے ہی رسر کو اوپر نیچے کرنا شروع کر دیا گیا گوشت والا جال جیسے ہی کنوئیں کے دھانے پر جاتا فوراً ہی واپس اٹھا لیا جانا یہی عمل جاری تھا کہ سنہری چنگاڑیں نمودار ہوئیں ساتھ ہی ہمارے دل کی دھڑکن بھی تیز ہو گئی سنہری چنگاڑیں سینکڑوں کی تعداد میں تھیں دیکھتے ہی دیکھتے چند ہی منٹوں میں گوشت کا صفایا کر دیا گوشت کھانے کے بعد اب ان کا رخ ہماری طرف تھا ہمیں اس کی بالکل توقع نہیں تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے پہلی کاپڑ کو چاروں اطراف سے گھیر لیا کچھ چنگاڑوں نے دنگر سکرین سے ٹکرائی شروع کر دیا ان کے

ٹکرائے سے ایسا لگتا تھا کہ ابھی شیش توڑ کر اندر داخل ہو جائیں گی ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے پروفیسر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا ڈاکٹر صاحب میرا کوئی بھی عمل کام نہیں کر رہا ہے کیونکہ ہم اس وقت ہوا میں ہیں اور دوسرے نمبر پر سنہری چنگاڑوں نے ہمارے گرد مضبوط حصار بنا رکھا ہے اس سے پہلے کہ ہم ان چنگاڑوں کا نوالہ بنیں ہمیں فوراً یہاں سے لٹکنا چاہیے میں نے پہلی کاپڑ کا رخ پہاڑیوں سے باہر کی طرف کر دیا سنہری چنگاڑوں نے ہمارا اتنا بے خوفی صرف پہاڑیوں تک کیا ہم جیسے ہی پوتا گڑھ کی حدود سے نکلے سنہری چنگاڑیں واپس لوٹ گئی۔ ہم واپس گولڈن پلازہ آگئے۔ ابھی ہم پہلی کاپڑ کو نیچے اتار رہے تھے کہ اچانک ان دونوں آدمیوں کا خیال آیا بغیر اسباب کے ہم پوتا گڑھ پہنچے سنہری چنگاڑیں واپس کنوئیں میں جا چکی تھیں اس سے پہلے وہ اپنا کام کر چکی تھیں جس کا ہمیں ڈر تھا یہ دیکھتے ہی ہماری جان نکل گئی کہ وہ دونوں آدمی پہاڑی پر موجود نہیں تھے ان کی جگہ بڈیوں کے ڈھانچے پر تھے سنہری چنگاڑوں نے ان کے جسم سے گوشت نوج لیا تھا۔ آہستہ آہستہ دن ڈھلکا گیا اور رات نے اپنی سیاہی کی لپیٹ میں ہرچیز کو لپیٹا شروع کر دیا اور پھر آہستہ آہستہ رات بھی ڈھلچ گئی اور صبح نے ہر طرف اجالا بکھیر دیا میں ابھی نہانے کے لیے ہاتھ روم میں داخل ہو رہا تھا کہ پروفیسر چیخا ہوا کمرے میں داخل ہوا میں جلدی سے پروفیسر کی طرف لپکا میں نے پروفیسر سے پوچھا؟ خیر تو بے کیا ہوا؟ ہے؟

پروفیسر نے میرے ہاتھ میں ایک لفافہ تھمایا اور غصے میں پھٹکارتے ہوئے بولا سردار! دیکھ! یہ خط بھیجا ہے میں نے لفافہ کھول کر اس میں سے ایک سنہری رنگ کا پرچہ نکل کر پڑھنا شروع کیا جسکی تحریر کچھ یوں تھی ڈاکٹر نزاکت وکڑی اور پروفیسر صاحب آداب باخیریت زندگی کم خیریت اپنے دونوں آدمیوں کا شکر کر لیا ہو گا یہی حال میں تمہارے ساتھ بھی کر سکتا تھا مگر نہیں میں اتنی آسمان موت تمہیں نہیں ماروں گا ایک خوفناک اور بھیانک موت ماروں گا یہی موت ماروں گا کہ تمہاری روحیں بھی کانپ اٹھیں۔ میں کتا ہوں ابھی بھی وقت ہے سنہری چنگاڑیں حاصل کرنے کا خیال دل سے نکال دو؟ سوائے موت کے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا؟ سردار ذوق لگن پر اسرار کنواں۔ اور پھر اچانک خط میرے ہاتھ سے غائب ہو گیا ہم اس اچانک خط غائب ہونے سے گھبرا گئے میں نے پروفیسر سے کہا ہم آج ہی چلتے ہیں دیکھ لیں گے سردار

لڑا رہتے سے ہوتے ہوئے کچھ ہی دیر بعد کنوئیں کے دھانے پر پہنچ گئے۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا ہوا کی ہونکی تھی ہمارے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے کنوئیں کے چاروں اطراف جھاڑیوں نے حصار بنا رکھا تھا ہم نے جھاڑیوں کو کاٹ کر ختم کیا اور پھر کنوئیں میں جھانک کر دیکھا اندر کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا اندر اندر میرا ہی اندیشہ تھا ہم نے اندر میرے میں دیکھنے والے جیسے لگائے اور دوبارہ اندر جھانک کر دیکھ اب اندر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ کنوئیں میں جہاں تک قوت بشارت جا رہی تھی نیچے تک میڑھیاں جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں میں نے پروفیسر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شکر ہے میڑھی کا انتظام بہت اچھا کیا گیا ہے؟ ہماری پہلی مشکل آسان ہو گئی؟ اور پھر ہم میڑھیاں اترتے ہوئے کنوئیں میں داخل ہو گئے کنوئیں کی دیواروں پر مگڑیوں کے جالے لگے ہوئے تھے سائیزر کے جالے اور بڑی بڑی سائیزرز خوفناک منظر پیش کر رہی تھیں۔ ابھی ہم نے پندرہ بیس میڑھیاں اتر دی ہو گئی کہ اچانک ایک سائیزر نے اچھل کر پروفیسر کے کان پر کاٹ لیا اور پھر اچھلتی واپس جالے میں بیٹھ گئی شاید پروفیسر کا خون کڑوا تھا پروفیسر کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی پروفیسر بولا ڈاکٹر صاحب جلد سے مرہم میرے کان پر لگاؤ سائیزر کے کانٹے سے جلن ہو رہی ہے میں نے جلدی سے مرہم کی ڈیسے نکل کر پروفیسر کے کان پر لگا دیا مرہم لگتے ہی جلن ختم ہو گئی۔ کنوئیں کے چاروں اطراف میں بڑی بڑی خوفناک شکلوں والی سائیزر ہمیں گھور رہی تھیں کہ اچانک ہم پر سنہری چنگاڑوں نے حملہ کر دیا اور اچانک ہی میڑھیاں غائب ہو گئی ہم اس غیر متوقع حملے سے گھبرائے ہماری درخواستیں پھیلنے لگیں کنوئیں کے درو دیوار کو ہلا کر رکھ دیا تھا ہم لڑکھڑاتے ہوئے کنوئیں کی تہ کی طرف جا رہے تھے سنہری چنگاڑیں پروفیسر کے جسم پر چڑھ گئی تھیں دل ہلا دینے والا منظر تھا۔ میری آنکھوں کے آگے اندیشہ اچھا کیا پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔

جب مجھے ہوش آیا تو اپنے آئینہ کنوئیں کی تہ پر پلایا میرے نزدیک ہی پروفیسر بے ہوش پڑے تھے ان کا پورا بدن سو جھا ہوا تھا میرے دماغ میں چند کھوں پلے والا منظر کھونٹے لگائیں جلدی سے اپنے سر کو جھٹکا دے کر کھڑا ہو گیا میرا جسم بالکل صحیح تھا معمولی سی بھی خراش نہیں آئی تھی نجانے سنہری چنگاڑوں نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تھا میں نے اپنی وائزنگن اٹھا کر پروفیسر پر پانی برساتنا شروع کر دیا پانی

پڑتے ہی پروفیسر کے جسم سے سوجھن غائب ہو گئی اور دوسرے ہی لمحے پروفیسر بڑا کر اٹھ بیٹھا اور پچھلی پچھلی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا شاید اس کو اپنے زندہ نہ پتے پر یقین نہیں تھا جب اسے یقین ہو گیا کہ واقعی ہم زندہ ہیں اچھل کر کھڑا ہو گیا قریب ہی وائر گن بڑی بھی پروفیسر نے گن کو اٹھا کر چیک کیا گن بالکل صحیح تھی پروفیسر اپنے کیلے کپڑے خشک کرتے ہوئے بولا ڈاکٹر صاحب حیران ہوں ہم زندہ کیسے بچ گئے میں 2 دو ٹوک سا جواب دیتے ہوئے بولا پروفیسر صاحب سب اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے کہ میں کا دھانکسی تارے کی طرح چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا جس سے صاف پتہ چلتا تھا کہ ہم کئی سو فٹ گہرائی میں ہیں کہیں کے چاروں اطراف میں مضبوط لکڑی کے دروازے لگے ہوئے تھے میں نے پروفیسر کو کہا کہ ہم ان دروازوں میں سے کسی ایک کو کھولتے ہیں پروفیسر نے ہاں میں سر ہلایا پروفیسر اپنی رائے دیتا ہوا بولا ڈاکٹر صاحب میں بوڑھیں سنبھل کر کھڑے ہوتا ہوں تم اکیلے ہی دروازہ کھولو تاکہ کسی بھی قسم کے خطرے سے آسانی سے بچنا جائے پروفیسر چوکا ہو کر کھڑا ہو گیا پروفیسر نے گن کا رخ دروازے کی طرف کیا ہوا تھا۔ میں نے جیسے ہی دروازے کو کھولا ان سے ناگوار سی بو باہر نکلی ہم نے جلدی سے اپنی سانس بند کر لیں کچھ دیر کے بعد سانس لیا اب وہ ناگوار بو ختم ہو چکی تھی ہم جیسے ہی کمرے کے اندر داخل ہوئے دروازے میں حرکت پیدا ہوئی دروازے نے اوپر اوپر ہلنا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بند ہو گیا ہم اس اچانک دروازہ بند ہونے سے گھبرا گئے اور دوبارہ زور لگا کر دروازہ کھولنا چاہا لیکن بے سود دروازہ نہ کھل سکا ہمارے دل بری طرح سے دھڑک رہے تھے ہم اس کمرے میں قید کر دیے گئے تھے ہم نے اپنی وائر گنیں مضبوطی سے اپنے ہاتھوں میں تھام لی سانس دیوار میں لرزش پیدا ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک خلا بنا گیا خلا میں سے چار بد شکل شیر جتنی جسامت کی ہلائیں چمکنا آتی ہوئی اندر داخل ہوئی اس سے پہلے کہ ہم کوئی ایکشن لیتے ہلائیں اڑتی ہوئی ہم پر بھیجی ہم پھرتی سے اپنی جگہ بدل کر نیچے لیٹ گئے تھوڑی سی بھی دیر ہماری جان لے سکتی تھی ہلائیں دیوار کے ساتھ ٹکرا کر دھڑم سے نیچے گر گئیں اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ اٹھیں میں نے وائر گن کا رخ ان کی طرف کر کے پانی کے چار فائبر کے جیسے ہی پانی ان کے جسموں پر پڑا دھواں بن کر غائب ہو گئیں ہلائیں غائب ہوتے ہی خلا دوبارہ بند ہو گیا۔ ہم دوبارہ پھر

قید ہو کر رہ گئے پروفیسر بولا ڈاکٹر صاحب میں فرش کو چیک کرتا ہوں اور تم دیوار پر لگے کسی بین یا پنڈل وغیرہ کو ڈھونڈنے کی کوشش کرو اور پھر ہم اندھوں کی طرح ٹٹولنے لگے تھوڑی سی کوشش کے بعد پروفیسر کا ہاتھ آہنی چیز سے ٹکرایا پروفیسر نے چیخے ہوئے کہا ڈاکٹر صاحب جلدی آؤ مل گیا پنڈل مل گیا جلدی آؤ میں دوڑتا ہوا پروفیسر کے قریب پہنچا لیور مٹی میں دبا ہوا تھا ہم دونوں نے لیور کے ارد گرد سے مٹی ہٹائی مٹی ایک طرف ہٹا کر پنڈل نمایاں ہو کر آگے پیچھے کرنا شروع کیا اچانک لڑک کی آواز سے کمرے کا فرش دو اطراف میں بٹنا چلا گیا جب ہم نے اندر بھاگنا کر دیکھا تو ہمارے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی ایک خونخوار بلا قاتل نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہی تھی اور اس کا جسم لحد بہ لحد بڑھتا جا رہا تھا۔ فرش کا بلا بند کرنے کے لئے جیسے ہی میں نے لیور ہلایا نتیجہ الٹ نکلا کمرے کی چت نے آہستہ آہستہ نیچے کی طرف آنا شروع کر دیا اوپر بھی موت نیچے بھی موت ہم نے وائر گن سے بلا پر پانی برساتنا شروع کر دیا پانی پڑتے ہی بلا کا جسم گھٹنا شروع ہو گیا دوسرے چھت بالکل سرسبز پتلی تھی اس سے پہلے کہ مرث ہمارا گلا دہانی ہم نے بیک وقت نیچے تہ خانے میں چھلانگ لگا دی جیسے ہی ہم نے نیچے چھلانگ لگائی چھت اور فرش مل کر ایک ہو گیا اچانک وہ بلا دوبارہ نمودار ہوئی ہلانے پروفیسر حملہ کر دیا ہلانے پروفیسر کو اپنے خوفناک ہاتھوں میں اٹھا کر ایک طرف دوڑ لگا دی میں نے پروفیسر کو بچانے کی کئی کوشش کی لیکن ناکام رہا ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ پروفیسر کا کیا بنے گا کہ اچانک سبز رنگ کا دھواں نمایاں کر دیا کرنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس بیولے نے ایک گوریلا نما بلا کا روپ دھار لیا ابھی میں سنبھلتے ہی بلا تھا کہ اس ہلانے مجھے اپنے کندھوں پر ڈال لیا اور بلا معلوم منزل کی طرف دوڑ لگا دی میں نے اپنے آپ کو اس بلا سے آزاد کروانے کی کئی کوشش کی لیکن میری کوئی بھی تدبیر کارے نہیں آئی گوریلا نما بلا مختلف راہداریوں اور کمروں سے ہوتی ہوئی ایک کھوپڑی نما شکل میں داخل ہو گئی محل خوفناک چیخوں سے گونج رہا تھا لیکن چیخنے والے کہیں نظر نہیں آرہے تھے بلا ایک اندھیرے کمرے میں داخل ہو گئی اور مجھے زور سے زمین پر پٹخ دیا میرے حلق سے دغراش جی نکل گئی اور پھر وہ بلا دھواں بن کر غائب ہو گئی میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور کمرے کا بغور جائزہ لینے لگا کمرے میں اوپر اوپر چمکاوڑیں اڑتی پھر رہی تھیں اچانک کمرہ خوفناک چیخوں

سے گونج اٹھا میں جلدی سے اٹھ کر کمرے کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا میں خوفزدہ نظروں سے اوپر اوپر دیکھ رہا تھا کمرے کوئی شے دکھائی نہ دی اچانک کمرہ روشن ہو گیا اور ہر چیز واضح نظر آنے لگی ایک طرف بڑا سا طاوت رکھا تھا اہل انسانی ڈھانچے گلے میں پھندا ڈال کر انکار کے تھے ان کی حالت دیکھ کر لگتا تھا کہ ان کو ازیتیں دے کر مارا گیا ہے کمرے کے فرش پر انسانی کھوپڑیاں اور ہڈیاں بکھری پڑی تھیں اور دیوار پر جگہ جگہ خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ میری خوف اور دہشت سے بری حالت تھی میں نے اٹھ کر طاوت کا جائزہ کیا طاوت پر کافی مٹی جمی ہوئی تھی میں نے اپنے خوف پر قابو پاتے ہوئے جیسے ہی طاوت کا ڈھکن کھولا ایک دم کمرے میں اندھیرا چھا گیا اور پھر اچانک ہی کمرہ دوبارہ روشن ہو گیا یہ دیکھ کر میں نے بوکھلا کر طاوت کا ڈھکن واپس بند کر دیا طاوت میں ایک خوب رو لڑکی کی لاش پڑی تھی میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی میں جلدی سے طاوت بند کر کے پیچھے ہٹ گیا اچانک ڈھانچوں میں لرزش پیدا ہوئی اور دوسرے ہی لمحے ڈھانچے اپنے گلے سے پھندا نکال کر آہستہ آہستہ میری طرف بڑے میرا خوف کی وجہ سے برا حال تھا میں نے وائر گن سے ان پر پانی برساتنا شروع کر دیا ڈھانچوں پر پانی جیسے ہی پڑا ڈھانچے دھواں بن کر غائب ہو گئے کمرے میں ایک بار پھر اندھیرا چھا گیا اور پھر دوبارہ کمرہ روشن ہو گیا اس دفعہ مجھے اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی طاوت میں لرزش پیدا ہوئی اور پھر طاوت نے اپنی جگہ سے ہلنا شروع کر دیا دائیں ہلایا بائیں ہلا اور پھر چھت کی طرف اٹھنا چلا گیا اور پھر آہستہ آہستہ نیچے کی طرف آنا شروع ہو گیا اور دوبارہ اپنی جگہ پر ساکت ہو گیا میری نظروں طاوت پر لگی ہوئی تھیں چر کر آواز سے طاوت کا ڈھکن کھلا اور طاوت نے دوبارہ ہلنا شروع کر دیا اچانک چمکاوڑوں نے تیزی سے اوپر اوپر اڑنا شروع کر دیا چمکاوڑوں کے پروں کی پڑ پڑاہٹ نے عجیب شور برپا کر رکھا تھا اچانک کمرہ بمیابک چیخوں سے لرز اٹھا ایسے لگتا تھا کوئی کسی کو بے دردی سے ذبح کر رہا ہو طاوت سے لاش اچھل کر باہر آہڑی اور ایک جھٹکے سے اچھل کر کھڑی ہو گئی لاش خونخوار نظروں سے مجھے گھور رہی تھی مجھے اپنی رگوں میں خون جتا ہوا محسوس ہو رہا تھا لاش کی سبز آنکھیں انگاروں کی طرح دھک رہی تھیں لاش نے آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنا شروع کیا دیا لاش نے اپنی دونوں آنکھیں

نکل کر میرے سر پر دے ماری میں پہلے ہی ہوشیار کھڑا تھا میں پھرتی سے نیچے بیٹھ گیا آنکھیں دیوار کے ساتھ ٹکرا کر واپس لیٹ رہی تھیں کہ میں نے برق رفتاری سے اچھل کر وائر گن سے آنکھوں پر پانی برساتنا شروع کر دیا پانی نے دونوں آنکھوں کو جلا کر بھسم کر دیا لاش نے پاؤں کی طرح اوپر اوپر بھاگنا شروع کر دیا لاش اندھی ہو چکی تھی ایک نہ سمجھنے والا چیخوں کا سلسلہ شروع ہو گیا کمرے میں زلزلہ سا آگیا تھا کمرے میں جھٹکے لگنے شروع ہو گئے اور پھت کی آئینیں نیچے کرنا شروع ہو گئی لاش نے مجھے اٹھا کر طاوت میں پٹخ دیا اور خود بھی طاوت میں لیٹ گئی طاوت میں زلزلہ سا آگیا طاوت کا ڈھکن ایک جھٹکے سے بند ہو گیا ڈھکن بند ہوتے ہی طاوت نے چھت کی طرف اٹھنا شروع کر دیا اور پھت بھاڑتا ہوا آسمان کی طرف بلند ہوتا چلا گیا لاش کی اور میری زور آزمائی شروع ہو گئی لاش نے میری گردن دبانا شروع کر دی مجھے اپنی موت تاجبی ہوئی دکھائی دے رہی تھی میں نے اپنی تمام قوت یکجا کر کے لاش کے پیٹ میں کون کی بارش شروع کر دی اور ساتھ ہی پانی کی بول بولی مشکل سے بول کھول کر علیحدہ کی بول کا ڈھکن کھول کے سارا پانی باکے منہ میں اندھل دیا پانی جیسے ہی لاش کے پیٹ میں گیا لاش کا جسم خوفناک دھماکے سے پھٹ گیا اور میری دغراش چیخوں سے فضا گونج اٹھی پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا جب مجھے ہوش آیا تو اپنے آپ کو بند کمرے میں لوہے کے ایک بڑے سے پیچھے میں بند بیٹھا مجھے کے باہر تین خوفناک کتے اپنی دو گز لمبی خون آلود زبان باہر نکالے بیٹھے تھے ان کی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں وہ سوچ رہے تھے کب پیچھے کھلے اور کب ہم اہلی نکالو بیٹھا کر کھائیں میرے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی میں نے خوفناک کتوں سے بچنے کے لیے تدبیر سوچنا شروع کر دی میں نے یہ تہہ کر لیا تھا جیسے ہی پیچھے کھلے فوراً ہر حملہ کر دیا جائے ان پر پہلے حملہ کرنا دشمن کو چرکنا کر کے متعارف تھا میری وائر گن اب بھی میرے کندھے میں لگی ہوئی تھی حیرت کی بات تو یہ ہے جب لاش کا جسم پھٹا تو میں کیسے زندہ بچ گیا یہ سب اس نیلی چھت والے کی کرم نوازی تھی جو مجھے ہر بار موت کے منہ سے بچا رہا تھا رات کی تاریکی بڑھتی آ رہی تھی کمرے میں جا بجا سپائیز کے بڑے بڑے جاگے لگے ہوئے تھے ایک سپائیز تیزی سے جالانی ہوئی پیچھے کی طرف بڑھتی آ رہی تھی کو بڑی جسامت جتنی سپائیز اپنی سرخ سرخ آنکھیں مجھ پر جمائے ہوئے تھی

اور تیزی سے میری طرف بڑھتی آ رہی تھی میں نے وائرمن گن کا رخ سپائیز کی طرف کر کے پانی پر سیلا دو سرے ہی لمحے سپائیز کو نکلے بن کر زمین پر گر گئی اور اچانک ہی بجنہ کھلا اور نکٹوں نے اپمل کر بجنے میں چھلانگ لگادی میں اس اچانک حملے سے بوکھلا گیا ایک کتے نے میری ٹانگ پر اپنے خونخوار دانت گاڑ دیئے بھلا دونوں کتے میرے بازوؤں پر ٹوٹ پڑے میں نے اپنی قوت یکجا کر کے دونوں کڈوں کو سر سے پکڑ کر بجنے سے باہر اچھال دیا اس سے پہلے کہ وہ اندر آتے میں نے تیسرے کتے کو گردن اور لاتوں سے پکڑ کر ان دونوں کتوں کے اوپر پھینک دیا پھر تھے وائرمن سیدھی کر کے اندھا دھند پانی پر سنا شروع کر دیا چند ہی منٹوں میں کتے راکھ کا بھر بن گئے۔ میرا زخموں سے برا حال تھا میرے پاس پانی کی بھلتا تین بوتلیں بچ گئی تھیں ایک بوتل کا ڈھکن کھول کر وائرمن میں انڈلی اور ایک بوتل کا پانی زخموں پر ٹپکا پانی لگاتے ہی زخم غائب ہو گئے رات کی تاریکی نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا جب میری نگاہ روشن دان میں پڑی تو میں چونک کر رہ گیا روشندان سے چاند نظر آ رہا تھا میں حیران تھا اس کنوئیں میں چاند کدھر سے آیا میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات گردش کر رہے تھے میں سوچ رہا تھا کہ پروفیسر کا کیا ہوا گا وہ زندہ بھی ہو گیا نہیں کیا ہم کلیاب بھی ہو گئے یا موت سے لڑتے لڑتے ایسے ہی مرجائیں گے؟ مجھے بھوک محسوس ہوئی میں نے ایک بریڈ ٹیلٹ نکال کر کھائی ٹیلٹ کھاتے ہی بھوک ختم ہو گئی اچانک دور سے قدموں کی چاپ سنائی دی قدموں کی چاپ کمرے کے قریب ہوتی آ رہی تھی کمرے کی دیوار کے قریب آکر قدموں کی چاپ رک گئی۔ میری نظریں دیوار کی طرف جی ہوئی تھیں دیوار میں لرزش پیدا ہوئی اور پھر دوست میں جتنی چلی گئی اور ساتھ ہی بجنہ غائب ہو گیا سامنے ایک بلا ہو ہو ڈانٹو سار کی ہم شکل ہاتھ میں دو پھن والی تلوار لئے کڑی تھی غصے سے پھٹکارتی ہوئی جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئی اوھر میں نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے وائرمن سے پانی پر سنا شروع کر دیا پانی پڑتے ہی بلا کا جسم سینکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور ہر طرف چیخوں پکار کا عالم شروع ہو گیا کان پھاڑ دینے والی چیخیں اب مسلسل کمرے کے قریب ہوتی آ رہی تھیں میں نے اپنی جان بچانے کے لیے کمرے سے باہر دوڑ لگا دی یہ قید خانہ ایک جبرستان میں واقع تھا قید خانے کے چاروں اطراف میں قبریں تھیں چیخوں پکار کی آوازیں یہی تھیں

آ رہی تھیں تھوڑی دیر پہلے چاند نظر آ رہا تھا مکمل ہے اب چاند کانٹیں بھی نام و نشان نہ تھا اندھیری رات تھی قبرستان کھنی چالوں سے ڈھکا ہوا تھا میں نے اندازے سے نامعلوم منزل کی طرف قبروں کے درمیان سے دوڑنا شروع کر دیا مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی میرے پیچھے دوڑ رہا ہے میں نے اور تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا دوڑتے دوڑتے میری کانٹیں لڑکھڑانے لگیں تھیں سانس بھی پھول چکی تھی اور کپڑے سینے میں تر ہو گئے تھے قبرستان ختم ہونے کے ابھی تک کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے لگتا تھا قبرستان کئی سو میلوں میں پھیلا ہوا ہے آخر کار میں بھانٹے بھانٹے مڑھاں ہو کر اوندے میں ایک قبر پر گر گیا۔

اچانک قبر میں زلزلہ سا آگیا اور مجھے ایسے محسوس ہونے لگا کہ کوئی شے مجھے اندر کی طرف کھینچ رہی ہے میں نے اپنی تمام قوت یکجا کر کے دوبارہ دوڑنا شروع کر دیا خدا کا شکر ہے کہ کچھ ہی دیر بعد قبرستان ختم ہو گیا قبرستان ختم ہوتے ہی ایک نئی مصیبت نے میرا استقبال کیا سرد ہواؤں کے جھونکے میرے پورے بدن کو کپکپا رہے تھے میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا اچانک اتنی سردی اکل سے آئی۔ میرے کپڑے بھی کئی جگہ سے پھٹے ہوئے تھے سردی سے میرا برا حال تھا ہر چیز دھند میں گئی ہوئی نظر آ رہی تھی میں گمان منزل کی طرف بڑھتا جا رہا تھا یہ ایک چھوٹی سی سڑک تھی سڑک کے کناروں پر گلاب کے پودوں نے دیوار سی بنا دی تھیں پھولوں کی سبک میں نے پہلی دفعہ محسوس کی تھی کیا خوب محسوس کن خوشبو تھی اچانک مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی میرے پیچھے آ رہا ہو میں نے خوفزدہ ہو کر سرپٹ دوڑ لگا دی راستے میں ایک گمراہ کنواں تھا میں برق رفتاری سے بھانٹا جا رہا تھا اور دوسرے ہی لمحہ کنوئیں میں گر پڑا چلا خوف کی وجہ سے میری چیخ بھی نہ نکلے پانی اور پھر میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا جب مجھے ہوش آیا تو اپنے آپ کو ایک خوبصورت کمرے میں پایا میں ایک خوبصورت پتنگ پر لپٹا ہوا تھا پتنگ پر ٹھکل کا بستر لگا ہوا تھا میرے پیچھے ہونے کپڑے تبدیل تھے بنیم پر شزاروں والا لباس تھا اس کمرے کا دروازہ بند تھا انٹیمشی میں کوئٹے دھک رہے تھے اس لیے سردی کا بالکل بچہ ہی نہیں چلتا تھا میں حیرت بھری نظروں سے ہر چیز کو دیکھ رہا تھا میں سوچ رہا تھا کہ میں کسی نئی شیطانی چال میں تو نہیں پھنس گیا ہوں ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کلک کی آواز سے کمرے کا دروازہ

کھلا میں اٹھ کر بیٹھ گیا میں یہ دیکھ کر کشیدہ رہ گیا ایک خوبصورت نوجوان دو شیرو کمرے کے اندر داخل ہوئی اس نے اپنے ہاتھوں میں لندیر کھانوں سے بھی ہوئی (بڑے) طشتی اخبار کھی تھی طشتی پتنگ رکھ کر میرے ساتھ بیٹھ گئی میں حیرت بھری نظروں سے مسلسل دیکھنے جا رہا تھا خدا نے کیا خوب اس کو بنایا تھا اس کا گلاب سا گلابی چہرہ پہلے گلاب کی پتیوں جیسے ہونٹ بس کیا تاؤں سر سے پاؤں تک حسن ہی حسن تھا وہ مجھے مخاطب کر کے بولی لگتا ہے مجھ میں کھو گئے ہو میں تمہاری ہی ہوں بعد میں جی بھر کے دیکھ لینا پہلے کھانا کھاؤ میں چونک کر رہ گیا اور منہ سے بے اختیار نکل گیا کیا مطلب؟ وہ دوبارہ مسکرا کر بولی ڈاکٹر صاحب پہلے کھانا کھائیے اس کے بعد باتیں کریں گے میں نے جلدی سے طشتی پر دھکا ہوا ربڑی رومل اتر کر ایک طرف رکھا طشتی میں روٹیاں بھی ہوئی مرثی اور سلاد رکھی ہوئی تھی مجھے کئی دن ہو گئے تھے کھانا کھائے ہوئے میں نے چند ہی منٹوں میں ساری چیز کا مفلکا کر دیا اتنا لندیر کھانا زندگی میں پہلی دفعہ کھلیا تھا پھر اس نے میرے ہاتھ دھووائے اس کے بعد طشتی اخبار کر کے سے باہر چلی گئی کچھ ہی دیر بعد واپس آئی اور میرے ساتھ پتنگ پر بیٹھ گئی کچھ دیر خاموش رہی پھر بولنا شروع کیا ڈاکٹر نزاکت وکڑی صاحب میرا نام شزاروی زین نگار ہے اور اس محل میں اکیلی ہی رہتی ہوں یہ محل کالے سمندر کے درمیان میں واقع ہے یہ کلاس سمندر پر اسرار کنوئیں کے خوب میں ہے یعنی کہ ہم خوب میں ہیں میں اس کی باتیں خود سے سن رہا تھا پھر وہ بولی جب تک میں اپنی بات مکمل نہ کر لوں تم نے سچ میں بالکل بولنا نہیں ہے پھر اس نے دوبارہ بولنا شروع کیا مجھے برسوں سے اپنے شزاروے کے آنے کا انتظار تھا میں اکیلی اس محل میں رہ رہ کر آتا چلی تھی میں ہر وقت اداس رہتی تھی آخر میرا پستانچ ہو میرا شزاروہ آیا خوشی سے اس کا چہرہ کھلا جا رہا تھا پھر میرے گرد اپنی نرم و نازک ہانپوں کا غیر ڈال کر میری آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈال کر بولی جس شزاروے کا مجھے برسوں سے انتظار تھا وہ تم ہو؟ میں چونک کر رہ گیا پھر وہ پتنگ سے نیچے اتر گئی کچھ دیر کمرے میں شطرنجی رہی پھر دوبارہ بولی ڈاکٹر صاحب میں آج اپنے می ڈیٹی کے پاس خوشخبری سنانے جا رہی ہوں شام کو لوٹ آؤں گی اور یاد رکھنا اس کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرنا باہر خوفناک قسم کی بلا میں محسوس رہیں ہیں ان کو تمہاری موجودگی کا پتہ چل گیا ہے کیونکہ اس وقت تم میری پناہ میں ہو اس لیے وہ تمہیں

کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی جب ہماری شادی ہو جائے گی تو یہ سب بلا میں غلام ہو گی اس کی یہ پر اسرار باتیں سن کر مجھے حیرت کا ایک جھٹکا لگا پھر کمرے سے باہر چلی گئی اور میں سوچنے لگا یہ کیا نئی مصیبت گلے پڑ گئی ویسے میں ایک بات بتانا چلوں میں اس کے حسن کا قیدی بن گیا تھا سورج کی کرنیں روشندان سے اندر آ رہی تھیں اور ساتھ ہی پرندوں کے چھپانے لگی آوازیں دل میں اپنی سر ملی آواز سے جلو جو گا رہی تھیں اچانک مجھے اپنی وائرمن اور دوسرے سالن کا خیال آیا وہ سب سالن غائب تھا میں نے کمرے کی ایک ایک چیز چھان ماری لیکن سالن کہیں نہ ملا میں نے پریشانی سے کمرے میں اوھر اوھر ٹھٹھا شروع کر دیا پھر میرے دل میں باہر کی دنیا دیکھنے کی حسرت پیدا ہوئی اس کے کتنے کے بلو جود میں کمرے سے باہر نکل آیا باہر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں لان میں گلاب کے پھول پھرنے ہوئے تھے ایسے لگتا تھا کسی تقریب وغیرہ میں پھول برسائے گئے ہیں دور تک کالے پانی سے جل تھل سمندر نظر آ رہا تھا میں سورج کی تپش میں جسم سلانے لگا اچانک 4 لمبے ترنگے دیو نمودار ہوئے ان کی خوفناک شکلیں اور ہاتھوں چمکتی ہوئی دھار کی ٹنگی تلواریں تھیں مجھے اپنی جان بچانی ہوئی محسوس ہو رہی تھی انہوں نے مجھے چاروں اطراف سے تلواروں کی نوک پر لے لیا ایک دیو نے آگے بڑھ کر میری آنکھوں پر کالے رنگ کی پٹی باندھی اور پھر مجھے اپنے کندھے پر اٹھا کر اڑانا شروع کر دیا پھر اس نے بلندی سے نیچے اترنا شروع کیا پھر مجھے ایک ستون کے ساتھ باندھنا شروع کر دیا پھر میری آنکھیں کھول دی یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی یہ پہاڑی علاقہ تھا اور میں ایک چوڑے پر ایک ستون کے ساتھ بندھا ہوا تھا میرے دائیں طرف آگ کا ایک بڑا آلاؤ روشن تھا اور بائیں طرف اونچے چوڑے پر ایک خوفناک شکل کا دیو بیٹھا تھا اور اس کے پہلو میں شزاروی زین نگار بیٹھی تھیں میں شزاروی زین نگار کو اس کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر چونک کر رہ گیا میرے سامنے سینکڑوں کی تعداد میں خوفناک شکلوں کی بلائیں بیٹھی تھیں وہ مجھے اپنی خونخوار نظروں سے گھور رہی تھیں ایک دیو میرے پیچھے ہاتھ میں ٹنگی تلوار لیے کھڑا تھا شاید وہ اشارے کا شہر تھا میری گردن اڑانے کے لیے چوڑے پر بیٹھے دیو نے اپنی گردن آواز میں میرا نام لیا ڈاکٹر نزاکت وکڑی آج فیصلے کا دن ہے آج تمہارا فیصلہ کر دیا جائے گا مجھے آج اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی



روئے گی میرا دل بھی بحر آیا شزاوی زرين نگار روستے ہوئے مجھے کہنے لگی خدا را ہاں کسود تم میرا پیار ہو میں تمہیں کھوتا نہیں چاہتی ہاں کھوں نہیں تو میں تمہارے سے پہلے مرجاؤں گی میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا فیصلہ کروں آخر میں اس فیصلے پر پہنچا ہاں کر دی جائے۔ میں نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے حج کرکما ہاں مجھے شزاوی قبول ہے مجھے یہ شرط قبول ہے میرا جواب ہاں میں سن کر شزاوی مجھ سے لپٹ گئی اور پھر ہم پر پھولوں کی بارش شروع ہو گئی سردار نے ہمارے سر پر ہاتھ رکھا اور اپنی شفقت ہماری چھاؤں میں محل میں لے آیا ایک بہت بڑی تقریب منعقد کی گئی جس میں ہزاروں بلاؤں وغیرہ نے شرکت کی سب کی موجودگی میں ہماری شادی کر دی اب شزاوی بہت خوش ہے اور شزاوی میری بیوی بن گئی ہے میں بھی بہت خوش ہوں کہ مجھے ایک پیار کرنے والی بیوی ملی ہے اب میں پر اسرار کنویں کا شزاوی ہوں پر اسرار کنویں کی بلا میں میری غلام ہیں آہستہ آہستہ دن مینوں میں اور پھر سالوں میں بدلتے گئے اب ماشاء اللہ میرے دو بچے ہیں بڑے بچے کی عمر 12 سال ہے اس کا میں نے جینے نام رکھا ہے بچی کی عمر 9 سال ہے اس کا نام میں نے حشر رکھا اب میں بہت خوش ہوں کبھی کبھی یہ سوچ سوچ کر میرا دل غم چھٹ جاتا ہے کہ سردار زوجہ میرے ماں باپ بہن بھائی کا قاتل تھا میں نے کیوں اسکی بیٹی سے شادی کی ہے میرا دل بھر آتا ہے جب میں اپنے معصوم سے بچوں کو دیکھتا ہوں تو اپنے سارے غم بھول جاتا ہوں بروئیسر کا میں نے بعد میں پتہ چلایا تھا اس کو بلاؤں نے ہلاک کر دیا تھا مجھے بروئیسر کے ہلاک ہونے پر بہت افسوس ہوا اب سردار زوجہ بھی بہت خوش ہے کیونکہ اب وہ تانہا بن چکا ہے جب بھی میرا دل اداس ہوتا ہے کچھ دیر کے لیے اپنے وطن واپس آ جاتا ہوں اور پھر واپس پر اسرار کنویں میں لوٹ جاتا ہوں جب سے میری زرين نگار سے شادی ہوئی ہے پوچھا کہ کی پہاڑیوں میں دوبارہ ہمار لوٹ آئی ہے اب وہاں سے پر اسرار کنویں کے دھانے کو بند کر دیا ہے قارئین آج میں نے اپنے دل کا راز افشاء کر دیا ہے آج مجھے اپنا دل ہلکا ہلکا محسوس ہو رہا ہے آج میں بہت خوش ہوں

اور وہ بھی بھیا نک وہ غصے سے دوبارہ پہنچا میرے بارے میں سوچ رہے ہو میں کون ہوں؟ میرا نام سردار زوجہ کن ہے اور میں اس پر اسرار کنویں کا سردار ہوں؟ میں اچھل کر رہ گیا میری آنکھوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ واقعی یہ سردار زوجہ کن ہے سردار زوجہ کن کو دیکھتے ہی میرا خون کھول اٹھا پھر میں نے حج حج کرکنا شروع کر دیا تم قتال ہو قاتل ہو میں جیسے زندہ نہیں چھوڑوں گا؟ سردار زوجہ کن دوبارہ پہنچا سنہری چنگوڑیں حاصل کرنے آئے تھے سنہری چنگوڑیں حاصل کر لیں تم ساری عمر سنہری چنگوڑیں حاصل نہ کر سکو گے بلاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا یہ بلا میں دیکھ رہے ہوں یہ سنہری چنگوڑوں کا اصل روپ ہے؟ پھر ان بلاؤں کی طرف ہاتھ کا جھٹکا وہ ساری بلا میں چنگوڑیں بن کر پھڑ پھڑاتی ہوئی اڑ کر غائب ہو گئی میں اپنی چینی چینی آنکھوں سے دیکھتا رہ گیا، سردار زوجہ کن دوبارہ پھر بولا اس کالے پردے کی طرف دیکھو اپنے گولڈن پلازہ کی تہائی کا منظر اس نے کالے پردے کی طرف ہاتھ کا جھٹکا دیا دوسرے ہی لمحے کالا پردہ روشن ہو گیا اور اس پر گولڈن پلازہ صاف دکھائی دینے لگا گولڈن پلازہ سے کچھ فاصلے پر چھ سات بلا میں ہاتھوں میں تریز نما کوئی شے اٹھائے کھڑی تھیں سردار زوجہ کن نے جیسے ہی ان بلاؤں کو ہاتھ کا اشارہ دیا ان بلاؤں نے وہ تریز نما شے گولڈن پلازہ پر پھینک دی دوسرے ہی لمحے ایک کان بھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔ اور گولڈن پلازہ ریت کا ڈھیر بن گیا گرد و غبار اور آگ کا ایک طوفان سا اٹھ کھڑا ہوا کالا پردہ دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا میں غصے سے کانپ رہا تھا سردار زوجہ کن کے قہقہوں سے پہاڑیاں گونج کر رہے گئی پھر دوبارہ بولا یہ دیو اپنے پیچھے دیکھ رہے ہو میرے اشارے کا شہر ہے اشارہ لٹے ہی تمہاری گردن تن سے جدا کر دے گا میں ایسا نہیں کرنا چاہتا؟ تمہیں ایک شرط پر معاف کیا جاتا ہے میری بیٹی سے شادی کرنا ہو گئی ہو میری شرط منظور ہے پھر شزاوی زرين نگار کی طرف دیکھتے ہوئے بولا یہ میری بیٹی زرين نگار ہے اس کی ماں بھی آدم زاد تھی لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے اسکی خواہش تھی کہ میں زرين نگار کی شادی کسی آدم زاد سے کروں میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے اور میری بیٹی بھی تمہیں دل و جان سے چاہتی ہے بولو میری شرط قبول ہے یا پھر موت میں سو پنے لگ گیا شزاوی زرين نگار بھاتی ہوئی میرے پاس چبوترے پر آگئی میری رسیاں کھولی پھر مجھ سے لپٹ کر

تحریر: عمران قریشی، کوئٹہ
بہار زندگی کا پیغام لاتی ہے۔ جبکہ خزاں موت کا اعلان کرتی ہے۔ یہ اجڑا ہوا سبزہ اور خشک ندی دیکھ رہے ہو۔ یہ کبھی سرسبز اور پھولوں سے لدی پھندری خوبصورت ندی اور زندگی سے بھرپور وادی تھی۔ آج یہ اجڑ کر کسی قبرستان سے کم معلوم نہیں پڑی۔ میرے ساتھ چٹا جشی گائیڈ ہڈ بھیر روانی سے بولتا جا رہا تھا۔ ہڈ بھیر کا جسم مختصر ہڈیوں کا مجموعہ دکھائی دیتا تھا۔ جس پر کھال منڈھ دی گئی ہو۔ اس کا چہرہ ڈھانچہ کی کھوپڑی سے مشابہ تھا۔ میں یونیورسٹی میں زوالوں کا سٹوڈنٹ تھا۔ ہمارا واسطہ اکثر اوقات جنگلی حیاتیات سے پڑتا رہتا ہے۔ ہمارا سیکٹک ہمیں جنگلی حیاتیات کے رہن سمن اور طور طریقوں کے متعلق مفید معلومات مہیا کرتا ہے۔ یونیورسٹی میں میرا آخری سال مکمل ہونے والا تھا۔ میں اپنی تھیوریکل تیاری سے بے حد مطمئن تھا۔ لیکن پریکٹیکل طور پر بے حد کمزور تھا۔ اپنی تیاری کو مکمل تیاری کا روپ دینے کے لئے میں اس وقت افریقہ کے گھنے اور خطرناک جنگلات میں موجود تھا۔ یہ جنگلات ہماری یونیورسٹی سے زیادہ دور نہیں تھے۔ ہم اکثر اہل راستہ کے ساتھ ان جنگلات کا رخ کرتے رہتے تھے۔ لیکن اس وقت میں جنگل کے جس حصے میں موجود تھا۔ وہ بے حد دشوار گزار اور خطرناک تھا۔ یہاں دن کے وقت بھی رات کا سماں نظر آتا تھا۔ جنگل کے اس گھنے حصے کو عبور کرنے کے بعد میں اور میرا گائیڈ اس وقت ایک خشک اور اجڑی ہوئی ندی کے پاس سے گزر رہے تھے۔ جب ہڈ بھیر نے زندگی اور موت کا فلسفہ چھیڑ دیا تھا۔

ہڈ بھیر زندگی اگر بہار میں جنم لے سکتی ہے۔ تو خزاں میں بھی وجود پذیر ہو سکتی ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔
لیکن وہ زندگی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ بھلا خزاں کہاں بہار کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ بہار تو بہار ہے۔ زندگی اور خوشیوں سے بھرپور اگر خزاں میں زندگی جنم دی۔ تو وہ خزاں کی طرح خشک اور ویران ہی ہوگی۔ ہڈ بھیر نے ٹنڈ منڈ سے ایک درخت کے نیچے موجود پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
لیکن ہوتی تو وہ زندگی ہی ہے نا۔ پھر تم اسے موت سے تشبیہ کیسے دے سکتے ہو۔ میں نے ہنسنے پر اپنا یک زمین پر

رکھتے ہوئے اور اس کے پاس ہی پتھر بیٹھتے ہوئے کہا۔
خشک اور بے جان زندگی موت سے کم نہیں ہوتی۔ جب یہ ندی اور اس کے پاس کی زمین ہری بھری تھی۔ تو یہاں زندگی خوشگوار اور پرسکون تھی۔ آج یہاں موت کی سی خاموش چھائی ہوئی ہے۔ آؤ میں تمہیں پوکی تھولوں سے ملواؤں۔ وہ تمہیں بتائے گا۔ کہ زندگی کیسے ملتی ہے۔ اور موت کیسے حملہ آور ہوتی ہے۔ ہڈ بھیر نے پھر سے اٹھتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ اور میں بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ لکڑی کا سادہ سا گھر تھا۔ جس کے سامنے گھاس کا وسیع میدان بہت دلفریب نظارہ پیش کر رہا تھا۔ میدان میں چار پانچ بھینسین اور آٹھ دس بھیڑ بکریاں گھاس چر رہی تھیں۔ ایک کالے رنگ کا ہڈی ہڈی زبیر بکریوں کے آگے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ لکڑی کے مکان کا نچلا حصہ گودام کے طور پر اور اوپر کا حصہ رہائش کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ میڑھیاں چڑھ کر ہم دونوں اوپر کمرے میں پہنچے سادے سے اس کمرے میں سے دیوان کی خوشبو بے تحاشا محسوس ہو رہی تھی۔ کمرے میں موجود دو ڈھاجو ہڈ بھیر کی طرح ہڈیوں کا ڈھانچا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے جسم پر موجود سیاہ رنگ کی ٹیڈ اس کے سیاہ جسم کا حصہ دکھائی دے رہی تھی۔

بہنو اس نے لڑتی ہوئی آواز سے ہم دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اور ہم دونوں لکڑی کے فرش پر چمچی بوسیدہ دری پر بیٹھ گئے۔

یہ خالد ہے۔ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے۔ یہاں جانوروں کے متعلق معلومات اکٹھی کرنے آیا ہے۔ میں اسے گولڈز قصبے کی وہ خشک ندی دکھا چکا ہوں۔ جہاں چک اور میگی ملا کرتے تھے۔ کیا تم اسے چک اور میگی کی وہ پراسرار کہانی سنانا پسند کرو گے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ اسے کتابی صورت دینے میں شہساری مدد کر سکے۔ ہڈ بھیر نے پوکی تھولوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ اور پوکی تھول میری جانب دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں زندگی کی چمک منقوش ہو چکی تھی۔ چہرے پر دیوانگی کا راج تھا۔

کیا تم اس معاملے میں میری کچھ مدد کر سکتے ہو۔ اس نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

حالانکہ میرا سبجیکٹ بالکل مختلف ہے۔ لیکن بینکس دلی کا ایک پبلشرز میرا جاننے والا ہے۔ اگر کہنا چاہوں

اشاعت ہوگی۔ تو وہ ضرور اسے شائع کرے گا۔ مجھے تم کہانی سناؤ میں نے کہا۔

میں تمام واقعات ڈائری میں نخل کر چکا ہوں۔ وہ ڈائری میں شمارے حوالے کر دیتا ہوں تم اسے آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔ پوکی تھولوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور کمرے میں موجود رنگ کی طرف چلایا۔ ہڈ بھیر مجھ سے مخاطب تھا۔

کبھی اس بوڑھے کے چہرے پر زندگی دوڑتی تھی۔ لیکن اب زندہ ہونے کے باوجود اس کے چہرے پر موت اپنا قبضہ جمائے صاف نظر آتی ہے۔ یہی خزاں اور بہار کا فلسفہ ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پوکی تھول پر منتظر لیکن اچھا خاصا بھاری لفاظ میرے حوالے کر چکا تھا۔ اور اب مجھ سے مخاطب تھا۔

یہ میری زندگی کا مقصد ہے۔ اسے سننا مل کر رکھنا۔ یہ ایک ایسے بوڑھے شخص کے الفاظ ہیں۔ جس کی زندگی صرف چند دنوں کی باقی رہ گئی ہے۔ میں تم پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی زندگی کا مقصد شمارے حوالے کر رہا ہوں۔ میرے اعتماد کو تمہیں نہ پچھانا۔ اور میں اثبات میں سر ہلانے لگا۔

میری اس تحریر کو پڑھنے والے پر لازم ہے۔ کہ وہ اس کے ایک ایک حرف پر یقین رکھے۔ یہ تحریر حقیقت سے دور ہونے کے باوجود اپنے اندر مکمل حقیقت رکھتی ہے۔ میں پوکی تھول گولڈز قصبے کا معمولی کسان اور تحریر کے کرداروں کا رشتے دار ہوں۔ اپنی مکمل تحریر کو ان کرداروں کے نام کرتے ہوئے آپ سے اجازت چاہوں گا۔ اب آپ تحریر سچے کرداروں کی زبانی سنیں گے۔ خدا حافظ۔

میں اس وقت ہاسٹل کے کمرے میں موجود تھا۔ سیاہ رنگ کی چڑی جلد والی وہ ڈائری میرے سامنے میز پر دھری پڑی تھی۔ جب میں نے پوکی تھول کا دیا ہوا وہ لفاظ کھولا تھا۔ تو اندر سے اس ڈائری کے علاوہ پانچ ہزار ڈالر اور ایک رقم بھی برآمد ہوا تھا۔ رقم پر تحریر تھا۔

”مجھے یقین ہے کہ تحریر کی اشاعت کے لئے یہ رقم کام آئے گی۔ کالے جنگلوں کا شکار ڈالو تا تمہیں اپنی امان میں رکھے۔ اور مجھے میرے مقصد میں کامیابی دے۔ اب تم ڈائری پڑھ سکتے ہو۔“ طویل سانس لیتے ہوئے میں نے تحریر کا آغاز کر دیا۔

میرا نام چک ہرکولیس ہے۔ نام کی طرح میرا جسم

بھی ہرکولیس سے کم معلوم نہیں پڑتا۔ ایک معمولی کسان کا لڑکا ہونے کے باوجود سیکنڈری سکول تک تعلیم حاصل کر چکا ہوں۔ سکول کے علاوہ میرے صرف دو شوق ہیں۔ ایک میں بال کھیلنا اور دوسرا گولڈز قصبے کی خوبصورت کانڈا جمیل کو مزید خوبصورت بنانا۔ میں سچڑے اور سنڈے کی تمام چھٹیاں اس خوبصورت جمیل کے پاس موجود سرسبز گھاس کو سنوارنے سجانے میں گزارتا ہوں۔ گھاس کے اس خنطے پر اکثر درخت میرے ہاتھوں کے لگے ہوئے ہیں۔ درختوں کی یہ لائین جمیل کے ایک طرف خوبصورت دیوار کا کام دیتی ہے۔ تو دوسری طرف گھنے اور گھٹے سائے کے طور پر بھی بے حد مفید ثابت ہوتی ہے۔ جمیل کے سامنے کی طرف ایک وسیع خطرناک پہاڑی علاقہ اسے مزید محفوظ کرنے میں کار آمد ثابت ہوتا ہے۔ پہاڑے گرتی مختصر آبشار کے پانی کی بدولت یہ جمیل تمام سال پانی سے بھری رہتی ہے میں جمیل کے کنارے بیٹھا اس قدر قیامتوں سے لطف اندوز ہوتا رہتا تھا۔ جمیل میں اچھلتے کودتے سینڈک، مرغائیاں اور دلفریب بلیوں کھلتے پھولوں پر قیمتی رنگ برنگی ختیاں ماحول کو حیرانگیز کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ میں کانڈا جمیل کے پاس بے حد سکون محسوس کر رہا تھا۔ مجھے یہاں آکر ایسا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے میں ابھی پیدا ہوا ہوں۔ اور میرے جسم میں بے انتہا طاقت بھری گئی ہو۔ بحرال یہ ایسے ہی ایک خوبصورت سچڑے کا واقع ہے۔ میں حسب معمول صبح سویرے کانڈا جمیل کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ اور اب جمیل کے کنارے اچھی گھاس کو صاف کرنے میں مصروف تھا۔ جب ایک خوبصورت اور دلفریب کالے سیاہ بالوں والی لڑکی شرٹ اور ٹیکر میں ملبوس درختوں کی دیوار کے نیچے سے نکل کر میرے سامنے آکھڑی ہوئی۔

ہائے میرا نام میگی ڈنڈلہ ہے۔ کیا تم یہاں مالی کے طور پر کام کرتے ہو۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔

میرا نام چک ہرکولیس ہے۔ اور سیکنڈری سکول میں طالب علم ہوں۔ قدرت کے اس حسین خنطے پر مالی کے طور پر کام کرنا میرا مشغلہ ہے۔ کیا تم قصبے میں نئی آئی ہو۔ کیونکہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا۔

ہم کل ہی بینکس دلی سے گولڈز آئے ہیں، میرے ڈیڑی قصبے میں فارم کھولنا چاہتے ہیں۔ کیا میں تم سے دوستی کر سکتی ہوں۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔

بائیں مجھے ختم سے دوستی کر کے خوش محسوس ہو گی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور اس نے مسکراتے ہوئے میرا ہاتھ اپنے نازک ہاتھوں میں تھام لیا۔ یہ ہماری دوستی کی پہلی ملاقات تھی۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔

ہم اکثر کانڈا جمیل کے کنارے جمیل کی خوبصورتی کو مزید خوبصورتی میں بدلنے میں مصروف نظر آتے۔ یا پھر گھنٹوں بیٹھے پیر بخت کی باتیں کرتے رہتے۔ مگر مجھ سے بے انتہا محبت کرنے لگی تھی۔ اور میں بھی اس کا پوانہ ہو چکا تھا۔ آخر کار ہماری یہ محبت ہی شادی کا باعث بننے میں مددگار ثابت ہوئی۔ مگر بے انتہا پیار کرنے والی وفادار بیوی کی ثابت ہوئی۔ جس نے میری زندگی کو بے حد پرسکون اور دلچسپ بنا ڈالا۔ ایک سچڑے ہم دونوں کانڈا جمیل کے کنارے حسب معمول کام کر رہے تھے۔ کہ اچانک مجھے مگی کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔

چک یکہ دیکھو یہ کیا پودا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ واقعی پودا بے حد عجیب و غریب تھا۔ سیاہ رنگ کے اس پودے کی سیاہ پتیوں کے درمیان سفید رنگ کی انسانی آنکھ بہت پر اسرار دکھائی دے رہی تھی۔ وہ آنکھ ٹکر ٹکر ہمیں دیکھے جا رہی تھی۔ مجھے اس پودے سے عجیب قسم کی کراہت محسوس ہونے لگی۔ میں نے مگی کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔

ہو میں اس پودے کو اکھاڑتا ہوں۔ مجھے پودا پر اسرار دکھائی دے رہا ہے۔ مگی نے خوفزدہ لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

چک کہیں یہ تمہیں نقصان نہ پہنچائے۔ اسے ایسے ہی لگا رہنے دو۔

تم فکر نہ کرو۔ یہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ پھر بھی میں اپنے آپ کو اس سے دور رکھنے کی کوشش کروں گا۔ میں نے ایک سائیز پر پڑا پتلا اچھالتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر پتیلے پودے کے اوپر دے مارا۔ چٹاخ کی آواز کے ساتھ وہ پودا غبارے کی مانند پھٹ چکا تھا۔ پودے کے پھٹنے پر اس میں سے سرخ رنگ کا لابلاب نکل کر میرے کپڑوں اور ہاتھوں کو رنگ چکا تھا۔

چک یہ مجھے انسانی خون لگتا ہے۔ ختم نہ کرے پانی

سے ہاتھ اور کپڑے دھو ڈالو۔ کہیں یہ تمہیں نقصان نہ پہنچا ڈالے۔ مگی فکر مند لہجے میں میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور میں سر ہلاتا ہوا جمیل کی طرف چل دیا۔ ہاتھ اور کپڑے دھونے کے بعد میں نے پودے کو جڑ سے اکھاڑا اور جمیل سے کافی دور جنگل میں پھینک دیا۔ لیکن مگی کی فکر اثر انگیز ثابت ہوئی۔ کیونکہ میرے جسم پر جہاں جہاں پودے کا خون گر تھا۔ وہاں زبردست غارش نے حملہ کر ڈالا۔ بازو کو کھجا کھجا کر میں نے زخمی کر ڈالا۔ لیکن سکون نصیب نہیں ہوا۔ اس پر ختم یہ کہ شام تک مجھے زبردست بخانے اگھیرا۔ قصبے کے اکلوتے ڈاکٹر چرڈا کنا تھا۔ کہ کسی جاندار وجود کا زہر میرے جسم میں پھیل چکا ہے اور یہ کہ اگر صحیح علاج نہ کیا گیا۔ تو موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ میں نے ڈچ ڈاکٹر رچرڈ کو علاج کی اجازت دے دی۔ اور رچرڈ نے میرا علاج تن دی سے شروع کر دیا۔ مختلف جڑی بوٹیوں کا لڑوا مخلول مجھے دن میں آٹھ دس دفعہ پینا پڑا تھا۔ لیکن بحال صحیح علاج کی بدولت ایک ہفتے میں میں بالکل بھلا چکا ہو چکا تھا۔ لیکن میرے سیدھے ہاتھ میں اب بھی غارش ہوتی تھی۔ اور کبھی کبھی تو مجھے بے حد بے چین کر دیتی تھی۔ ایسے موقع پر مگی میرے لئے رست کا فرشتہ ثابت ہوتی تھی۔ وہ مجھے حوصلہ بخشتی اور میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر مساج کرتی۔ اور کچھ دیر کے بعد مجھے سکون نصیب ہو جاتا تھا۔ مزید ایک ہفتے کے بعد سیدھے ہاتھ کی کٹائی کے پاس ایک سرخ رنگ کا دانہ سا ابھر آیا۔ میں نے دوبارہ قصبے کے ڈچ ڈاکٹر رچرڈ کے کلینک کا رخ کیا۔ اس نے دانے کا معائنہ کرنے کے بعد جواب دیا۔ کہ ابھی جسم میں زہر موجود ہے۔ جو ابھرتے دانوں کا باعث بن رہا ہے۔ اور یہ کہ مزید علاج کی ضرورت ابھی باقی ہے۔ اس نے کچھ مرہم دانوں پر لگنے کے لئے اور خون کی صفائی کے لئے مزید مخلول میرے حوالے کر دیا۔ اور طریقہ استعمال بھی مجھے بتا دیا۔ ہاتھ پر مرہم لگانے کی بدولت غارش حیرت انگیز طور پر ختم ہونے لگی۔ مگر دانہ دن بدن بڑھنے لگا۔ پہلے اس نے خون سے بھرے ایک پھوٹے کی صورت اختیار کی۔ اور اس کے بعد ایک مختصر انگلی کی صورت جس پر نغما سا ناخن خون سے بھرا صاف دکھائی دیتا تھا۔ میں نے اس انگلی کے متعلق مگی کو کچھ نہیں بتایا۔ اور شاید قدرت بھی مجھ پر مہربان تھی۔ کیونکہ مگی اپنی ثانی سے اگلے بیسکون دلی جا چکی تھی۔ بازو میں دوبارہ زرخ شروع ہو

چکی تھی۔ کبھی کبھی یہ غارش بے حد تکلیف دہ ثابت ہونے لگی تھی۔ لیکن میں برداشت سے کام لیتا۔ اور اپنے آپ پر قابو رکھتا۔ ایک ہفتے کے بعد پانچ انگلیوں میں چھپا ہوا وہ لگسا ہاتھ میرے بازو کے پاس نمودار ہو چکا تھا۔ حیرت پر مزید حیرت یہ کہ ہاتھ کے درمیان وہ آنکھ بھی موجود تھی۔ جسے میں کانڈا جمیل کے پاس پودے میں دیکھ چکا تھا۔ میں اپنے جسم میں حیرت انگیز تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔ حالانکہ میں طبعی ثابت نرم مزاج اور نرم دل انسان واقع ہوا تھا۔ لیکن اس دن ناچانے مجھے کیا ہوا۔ کانڈا جمیل سے واپس آتے ہوئے اٹکل دسن کی بیٹھا دو دھ دینے والی گائے کو دیکھتے ہی میں آپے سے باہر ہو چکا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر گائے کی گردن کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑا۔ اور جھٹکا دے کر زمین پر گر ڈالا۔ میرا جسم حیرت انگیز طور پر بے انتہا طاقت کا مجموعہ بن چکا تھا۔ گائے نے اپنے آپ کو مجھ سے چھڑوانے کی بہت کوششیں کیں لیکن بے سود میں نے ایک ہی جھٹکے سے اس کی گردن کی ہڈی کو توڑ ڈالا۔ اس تمام جدوجہد کے درمیان میرے بازو پر موجود اس تیرے ہاتھ نے میری بے انتہا مدد کی۔ اگر میں یہ کموں کہ اس کے بغیر یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا۔ تو بے جا نہیں ہو گا۔ گائے کے مرتے ہی جیسے مجھے ہوش آیا۔ میں نے حیران ہو کر گائے کی لاش کو دیکھا جیسے یہ سب کچھ میں نے نہیں بلکہ کسی اور نے کیا ہو۔ اور گولڈز قصبے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

اس واقعے کے بعد یہ معمول بن گیا۔ جب بھی مجھے تنہائی میں کوئی جانور دکھائی دیتا۔ میرے جسم کے اندر مختلف پیچائات کا سلسلہ چل نکلتا۔ جیسے ایسا لگتا جیسے کوئی مجھے مجبور کر رہا ہو۔ کہ میں سامنے موجود جانور کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں۔ اور میں مجبور ایسا کرنا بھی تھا۔ لیکن اس تمام عمل میں میری مرضی شامل نہیں ہوتی تھی۔ مجھے ایسا لگتا تھا۔ جیسے میں مجبور ایسا کر رہا ہوں۔ حد تو اس وقت ہوئی۔ جب مجھے وہ خوبصورت لڑکی گولڈز قصبے کی طرف جاتی دکھائی دی۔ اس دن پہلی دفعہ مجھے پیغام موصول ہوا کہ اس لڑکی کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں۔ اور میں مجبور لڑکی کی طرف چل دیا۔ وہ گریڈ نام کو شل کی لڑکی روز تھی۔ جو سکول سے گھر کی طرف جا رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

بائے چک کیسے ہو تم۔ اور میں نے جواب دینے

کے بجائے آگے بڑھ کر اسے اپنے جسم کے ساتھ چپکا لیا۔ اور ایک ہی جھٹکے میں اس کی گردن توڑ ڈالی۔ وہ مری ہوئی مرتضیٰ کی طرح میری ہانوں میں جمولنے لگی۔ میں نے پریشان ہو کر اپنے ارد گرد نظر دوڑائی۔ اور قصبے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

چک ہر کوئیں ختم پتائی کی طرف گامزن ہو۔ سدھر جاؤ۔ ورنہ شمار انجام نیک نہیں ہو گا۔ اس معصوم لڑکی روز کا کیا تصور تھا۔ جو ختم نے اس بے دردی سے اسے مار ڈالا۔ چک کانڈا جمیل کے کنارے بیٹھا ہے حداد اس دکھائی دے رہا تھا۔ اسے مختلف سوچوں نے گھیر رکھا تھا۔ لیکن بھلا اس تمام معاملے میں اس کا کیا تصور تھا۔ وہ تو مجبور تھا۔ اسے تو حکم ملتا تھا۔ اور وہ حکم پر عمل کرتا تھا۔ ناچانے اسے اپنے جسم پر اختیار کیوں نہیں رہا تھا۔ بازو کے ساتھ لگا تیرا ہاتھ بے انتہا سخت مند ہونے کی وجہ سے اس کے جسم کا ہی ایک عضو معلوم ہونے لگا تھا۔ اپنے جسم کے اس کراہت انگیز عضو کو چھپانے کے لئے چک ہر وقت سیاہ رنگ کی وہ شال اوڑھے رکھتا تھا۔ جو اس کے تپانے اسے بیسکون دلی سے منگوا کر دی تھی۔ اور یہ چک کی بہترین قسمت ہی تھی۔ کہ ان دنوں موسم بہار ہونے کے باوجود کافی سردی پڑ رہی تھی۔ اس لئے سیاہ رنگ کی اس شال کو کسی نے محبوب نظر دوں سے نہیں دیکھا۔ چک کی پریشانی کی ایک اور وجہ بھی تھی۔ اب پیچائات کا قاعدہ آواز کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ یعنی اسے اپنے جسم کے اندر کوئی پیغام دیتا صاف سنائی دیتا تھا۔ یہ غیر انسانی آواز بے حد پر اسرار معلوم پڑتی تھی۔ اسے باقاعدہ حکم دیا جاتا تھا۔ کہ فلاں بندے کو ختم کرنا ہے۔ اور چک سر جھکائے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا تھا۔ لیکن سچڑے کو ملنے والے پیغام نے اسے بے طرح پریشان کر کے رکھ دیا۔ پیغام یہ تھا کہ سسز زینب کے آٹھ سالہ لڑکے آفتاب کے جسم کی ہڈیاں پوٹیاں کر دی جائیں۔ مرنا کیانہ کرنا وہ قصبے کے آخری سرے پر واقع سسز زینب کے گھر کی طرف چل دیا۔ سسز زینب ہر سچڑے کو کیارہ بچے سودا سلف لینے گولڈز قصبے کے مختصر سے بازار کا رخ کرتی تھی۔ وہ بیوہ تھیں۔ اور قصبے کے مختصر سے سکول میں بچہ کی خدمات انجام دیتی تھیں۔ وہ سکول کے دور میں چک کی بھی بچہ رہ چکی تھیں۔ اپنی بچہ کے لئے کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چک کو بالکل بھی زیب نہیں دے رہا تھا۔ لیکن وہ مجبور تھا۔ اس کے

اٹھار میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اسی لئے وہ اس وقت سسٹر زینب کے گھر کے پاس موجود تھا۔ دستک دینے پر دروازہ آفتاب نے ہی کھولا۔ چک کے ہاتھ آگے بڑھا کر آفتاب کو پیچھے دھکا دینے کی کوشش کیں۔ لیکن وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہا۔ اس کے ہاتھوں کو ایسا جھٹکا لگا جیسے اس نے بجلی دوڑتی کسی ننگی تار کو چھو لیا ہو۔

کیا بات ہے۔ آفتاب حیران ہو کر پوچھ رہا تھا۔ کچھ نہیں چک نے جواب دیا۔ اور کانڈا جمیل کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

یہ سب کیا ہے۔ مجھے کرنت کیوں لگا۔ شاید سسٹر زینب کے گھر پر گالے جھگڑا ناویو تا میرا ہے۔ تمہی میں اسے چھو بھی نہیں سکا۔ وہ گھر اس کی امان میں ہے۔ اور یہ بہت اچھی بات ہے۔ ورنہ آفتاب کا جو حال ہوتا تھا۔ وہ بہت دردناک ہوتا۔ چک کانڈا جمیل کے کنارے موجود درختوں کے سائے میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ جب سے چک نے اپنے جسم پر اختیار کھویا تھا۔ تب سے کانڈا جیل خشک ہونے کے ساتھ اپنی خوبصورت چراگاہ کو بھی خشک کر دے رہی تھی۔ اب یہ عالم تھا کہ جمیل میں گرتی آبشار نہ جانے کہاں کھو چکی تھی۔ سبزہ معدوم پڑا تھا۔ جمیل کے کنارے ہمیشہ سے بھرا کئے ہوئے پرندے نقل مکانی کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ یہ سب باتیں چک کے لئے بہت تکلیف دہ ثابت ہو رہی تھیں۔ لیکن وہ مجبور تھا۔ کچھ بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔ جب انسان کے اعمال بری صورت اختیار کرنے لگ جاتے ہیں۔ تو ایسے ہی دروازے کاغذ نازل ہوتا ہے۔ جیسے گولڈز قصبے پر نازل ہونے والا تھا۔ آج سے پہلے گولڈز قصبہ ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال تھا۔ بارشوں کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ اور یہ عالم تھا کہ کافی عرصہ ہوا پادلوں کی صورت بھی دکھائی نہیں دی تھی۔ پہاڑوں کے پیچھے سورج کو دیکھتے ہوئے چک کی آنکھوں میں آنسو جھلکانے لگے۔

چک کی زندگی کا شوار گزار مرحلہ اس وقت شروع ہوا۔ جب میگنی میکسن ولی۔ سے واپس گولڈز قصبے آئی۔ بیوی کو اپنے سے دور رکھنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ اور چک کی قربت میگنی کو اس کے جسم کی ناقابل برداشت تبدیلی کے متعلق جاننے میں دیر نہ لگائی۔ بہت سوچ بچار کے بعد چک نے اپنی محبوب بیوی سے ایک دوسرے کمرے میں سونا شروع کر دیا۔ لیکن یہ جیسے نامکمل حل نہیں تھا۔ چک سب

کچھ کرنے کے لئے تیار تھا۔ لیکن میگنی کو اپنے کرتوت بتانے کو تیار نہیں تھا۔ الگ سونے پر میگنی نے بہت واہلہ بچایا۔ اس سے وجہ بھی دریافت کی۔ لیکن چک اسے خاطر خواہ جواب نہیں دے سکا۔ شوہر کی محبت میں پاگل اس دیوانی لڑکی نے شوہر کے اس رد عمل کو بھی شوہر کا پیار سمجھ کر قبول کر لیا۔ لیکن بات صرف ایک کمرے میں سونے کی نہیں تھی۔ بلکہ چک نے تو اسے بالکل ہی نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ وہ جہاں بیٹھی چک وہاں سے اٹھ کر کسین اور جائینٹا۔ تنگ آکر آخر کار میگنی نے پوچھ ہی لیا۔ کہ وہ اسے نظر انداز کیوں کر رہا ہے۔ کیا چک کا اس سے دل بھر چکا ہے۔ یا پھر اسے قصبے کی کوئی اور لڑکی پسند آگئی ہے۔ تو چک نے جواب دیا۔ کہ ایسی کوئی بھی بات نہیں۔ اگر کوئی بات ہے تو صرف اتنی ہے کہ میگنی اور اس کی محبت کا سلسلہ بے حد مضبوط ہو چکا ہے۔ اور اپنی محبت سے مجبور ہو کر وہ ایسا نہیں چاہتا ہے۔ کہ اس کے ہاتھوں یا اس کے عمل سے میگنی کو کوئی تکلیف پہنچے۔ اس لئے ایسا وقت آنے سے پہلے اس دونوں کو جدا ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ بہتری اسی میں ہے۔

چک ٹھہرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ میں جیتے جی تم سے جدا نہیں ہو سکتی۔ ہماری جدائی صرف موت کی صورت میں واقع ہو سکتی ہے۔ بلکہ میں تو یہاں تک کموں کی کہ موت بھی ہم دونوں کو جدا نہیں کر سکتی۔ ہمیں شکا تا دیو تانے بچا کیا تھا۔ اور اب شکا تا دیو تا بھی ہمیں جدا نہیں کر سکے گا۔ میگنی نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔

تم سمجھتی کیوں نہیں ہو۔ بعض اوقات حالات ایسی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جب جدائی بہترین ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ اور ہمیں یہ ذریعہ استعمال کرنا ہو گا۔ چک نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

کیا ہوا ہے حالات کو سب کچھ ٹھیک تو ہے۔ تم مجھ سے بہت کچھ چھپا رہے ہو۔ اگر مجھے بتانا نہیں چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں پھر بھی تم سے جدا ہو جانے سے مر جانے کو بہتر جانتی ہوں۔ میگنی نے حتی انداز میں اپنا فیصلہ چک کے گوش گزار کر دیا۔ اور چک نے کانڈے اچکا کر اپنی کمزوری کا اعتراف کر لیا۔

چک اٹکل نام کے گھر کے سامنے موجود تھا۔ اسے اٹکل نام کی لڑکی جینفر کے جسم کے ٹکڑے کرنے کو کہا گیا تھا۔ جینفر پندرہ سولہ سال کی خوبصورت اور صحت مند لڑکی تھی۔

دروازے پر دستک دینے پر دروازہ جینفر ہی نے کھولا۔ کیا بات ہے چک اگر تمہیں ڈیڑی سے کام ہے۔ تو اس وقت گھر میں موجود نہیں ہیں۔ جینفر نے چک کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ مجھے شمارے ڈیڑی سے کوئی کام نہیں۔ بلکہ میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں کیا تم مجھے اندر آنے کو نہیں کہو گی۔ اور چک کمرے میں داخل ہو گیا۔ گھر میں اور کوئی موجود تو نہیں ہے۔ چک نے پوچھا۔

نہیں لیکن تم ایسا کیوں پوچھ رہے ہو۔ جینفر نے حیرانگی سے پوچھا۔ ایسے میں تم سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ چک نے مطمئن لہجے میں جواب دیا اور آگے بڑھ کر جینفر کو اپنے مضبوط بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا۔ کڑک کی آواز کے ساتھ جینفر ہوش و حواس کی دُنیا سے کوچ کر چکی تھی۔ چک کو اپنے مضموم ارادے میں کامیاب ہو نا دیکھنے والا وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ اٹکل نام اور سز نام قصبے کے ایک اکلوتے دینک میں کام کرتے تھے۔ یہ اکلوتا دینک ہی ان کی شادی کا باعث بنا تھا وہ دونوں شروع ہی سے دینک میں ملازم تھے۔ اور ایک دوسرے کو بے حد پسند کرتے تھے۔

اپنی پسند کو مضبوط دوستی کا روپ دینے کے لئے ان دونوں نے شادی کے بندھن میں بندھ جانے کو بہتر جانا۔ اور اس وقت ان کے پیار کی نشانی زمین پر آڑھی تر چھی پڑی کسی اور ہی دُنیا کی حقوق دکھائی دے رہی تھی۔ چک سامنے کھڑا اسے بہت افسوس سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے اس تمام معاملے میں اس کا کوئی بھی قصور نہ ہو۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی اور چک گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ نہ جانے باہر کون تھا۔ چک نے گھر پر طائرانہ نظر ڈالی۔ فرار کا واحد راستہ وہ دروازہ تھا۔ جو برابر دستک کی آواز پیدا کر رہا تھا۔ فرار تقریباً ناممکن تھا۔ اب اس مسئلے کا صرف ایک ہی حل موجود تھا۔ کہ بالکل خاموش رہا جائے باہر موجود شخص اچھی طرح دروازہ کھٹکھٹانے پر خود ہی واپس چلا جائے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ دروازے میں چابی گھومنے کی آواز چک کے دماغ کو گھما چکی تھی جیسے کا وقت نہیں تھا۔ چک چھلانگ لگا کر دروازے کے سامنے لگے لمبے پردوں کے پیچھے چھپ گیا۔ دروازہ کھل چکا تھا اور بوڑھی کیتھرائن کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ اٹکل نام کے گھر میں کام کرتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ گھر میں کوئی موجود نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے اٹکل نام نے

گھر کی ایک چابی بوڑھی کیتھرائن کو دے ڈالی تھی۔ تاکہ وہ اطمینان سے اپنا کام کر سکے۔ کیتھرائن کے کمرے میں داخل ہوتے ہی چک نے پردے کو ہٹایا اور تیزی سے کمرے کے اگلے دروازے کی طرف پلکا۔ کیتھرائن سامنے موجود جینفر کی لاش کو دیکھ چکی تھی۔ اور اب حلق پھاڑ کر چی رہی تھی۔ چک نے دروازے کے پینڈل پر ہاتھ رکھا۔ اور دروازہ کھول ڈالا۔ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر کیتھرائن نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ چک دروازے میں کھڑا تھا۔

جینفر کو کسی نے قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر اس کی شانہ گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے۔ کیتھرائن نے ہراساں لہجے میں چک سے خطاب ہو کر کہا وہ شاید یہ سمجھ رہی تھی۔ کہ چک ابھی باہر سے کمرے میں داخل ہوا ہے۔ اور یہ سب چک کے لئے بہتری تھا۔

گولڈز قصبے کے تمام لوگ بوڑھی کیتھرائن کو ہی جینفر کا قاتل سمجھ رہے تھے۔ کیونکہ آئے دن کیتھرائن اور جینفر میں جھڑپا ہوتا رہتا تھا۔ لیکن ایک ہستی ایسی بھی تھی۔ جو چک پر شک کرنے پر مجبور تھی۔ اور وہ چک کی محبوب بیوی میگنی تھی۔ میگنی کا کہنا تھا۔ کہ چک جینفر سے نفرت کرتا تھا۔ لیکن جینفر اسے گھاس بھی نہیں ڈالتی تھی۔ تمہی چک نے جینفر کا قتل کر ڈالا۔ جینفر کی وجہ سے ہی چک میگنی سے دور رہتا تھا۔ اور چک کہہ رہا تھا۔

ہاں میں جینفر سے نفرت کرتا تھا۔ اور میری تم سے دوری کی وجہ بھی جینفر ہی تھی۔ لیکن میں نے اسے قتل نہیں کیا۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ اسے کس نے قتل کیا ہے۔

میں اب بھی بیبی کوں گا۔ کہ ہمیں الگ ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ اب ہمارے درمیان وہ نفرت نہیں رہی۔ جس کی وجہ سے ہم بچا ہوئے تھے۔ چک نے جواب دیا۔

تم مجھ سے نفرت کرو یا نہ کرو۔ لیکن میں اب بھی تم سے نفرت کرتی ہوں۔ اور تم سے الگ ہونے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی ہوں۔ میگنی نے آنسو بھری آنکھوں سے چک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تم سمجھتی کیوں نہیں ہو۔ میں اب شمارے قاتل نہیں رہا ہوں۔ تمہیں مجھ سے دور رہنا چاہئے۔ جاؤ یہاں سے چلی جاؤ۔ ورنہ میرے ساتھ تم بھی تباہ ہو جاؤ گی۔ چک نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

چک میں ایک دفعہ پھر کموں کی کہ تم مجھ سے کچھ

چننا رہے ہو۔ بھلا اپنے جیون سا مٹی سے کوئی بات چننا جاتی ہے۔ پلیز تم مجھے سب کچھ بتا دو۔ مٹی نے پریشان لہجے میں چپک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تم ارجھ سے دور نہیں جاسکتی۔ تو ٹھیک ہے۔ میں خود ہی یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ چپ نے غصیلے لہجے میں کہا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اور مٹی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

ایک ہفتے کے بعد چپ کی طرف سے مٹی کو طلاق کے کاغذات موصول ہو چکے تھے۔ اس سانحے کے بعد اس پر سکتے کا جو عالم نظر آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اب وہ دوبارہ ہوش و حواس کی دنیا میں نہیں آئے گی۔ اور دوسری طرف کیتھرائن کو جینفر کے قتل کے جرم میں گیس چیمبر کی سزا سنائی گئی۔ چپ کاغذا جمیل کے کنارے ٹیڈ منڈر دخت کے نیچے سر پکڑے بیٹھا ہے حد پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ آج صبح ہی اسے مٹی کو ختم کرنے کے احکامات موصول ہو چکے تھے۔ جو کہ ایک نامکن بات تھی۔ لیکن چپ کو اس نامکن کو ممکن بنانا تھا۔ کیونکہ انکار کرنا اس کے اختیار سے باہر ہو چکا تھا۔ کاغذا، جمیل بالکل خشک ہو چکی تھی۔ سبزہ جھاڑ جھکاڑ کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ آبشار اور آبی پرندوں کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا۔ شاید خشک آبادیوں ناراض ہو چکا تھا۔ گولڈز قصبے پر قحط کے اثرات نمودار ہو رہے تھے۔ اور یہ سب شاید چپ کی بدولت ہو رہا تھا۔ تمام قصبہ پریشان تھا۔ یہ پریشانی دور ہو سکتی تھی۔ اگر چپ اپنے آپ کو ختم کر لیتا۔ اپنے جسم میں پلنے والے اس ناسور کا خاتمہ کر دیتا۔ اس مسئلے کا صرف یہی ایک حل باقی تھا۔ اور چپ دل میں پکارا وہ کہ چپ کا تھا۔ کہ وہ اپنا خاتمہ ضرور کرے گا۔ اسی نیت سے وہ اس وقت کاغذا جمیل کے کنارے موجود تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کی نیت سے سامنے موجود پہاڑ پر چڑھنے کا آغاز کر چکا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر اس نے نیچے جھانک کر دیکھا۔ گولڈز قصبے کے مکان بچوں کے کھلونوں کی طرح چھوٹے چھوٹے دکھائی دے رہے تھے۔ پہاڑ سے آبشار کی صورت میں نیچے گرنے والا پانی خشک ہو چکا تھا۔ چپ نے چوٹی پر کھڑے ہو کر دونوں بازوؤں کو پرندوں کے پردوں کی طرح کھولتے ہوئے پیچھے ہوئے کہا۔

گولڈز قصبے کے باشندوں شہدائی پریشانی دور

ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ شہدائی پریشانی میری وجہ سے تھی اور میں نے اپنے آپ کو ختم کرنے لگا ہوں۔ اگر ایک شخص کی موت سے ہزاروں لوگوں کو فائدہ ہو سکتا ہے۔ تو یہ بہت اچھی بات ہو گی۔ میں اپنے آپ کو ختم کر کے تم سب کو خوشحال کر دوں گا۔ خدا حافظ میرے عزیزوں چپ نے پیچھے ہوئے کہا۔ اور نیچے چھلانگ لگانے کے لئے پر تو لے لگا۔ لیکن اچانک اسے اپنے کانہ سے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا۔ اور وہ بے اختیار پیچھے مڑ گیا۔

میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ طلاق ملنے کے باوجود میں تمہیں بھلا نہیں سکتی۔ اور تمہارے آگے پیچھے پھرتی رہی۔ مقصد صرف تمہیں دیکھ کر اپنی آنکھوں کی پیاس کو بجھانا تھا۔ میں تمہیں پہلے بھی پسند کرتی تھی۔ اور آج بھی پسند کرتی ہوں۔ اور بیشک کرتی رہوں گی۔ مٹی چپ سے مخاطب تھی۔ وہ دونوں کاغذا جمیل کے کنارے آئے سامنے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں کی آنکھوں میں تاسف انگیز شرمندگی نمایاں تھی۔

تم نے مجھے خود کشی کرنے سے روک کر اچھا نہیں کیا۔ میں تمہیں اپنی تمام کمائی سنا چکا ہوں۔ اور اس ناسور کے متعلق بھی بتا چکا ہوں۔ گولڈز قصبے کی بہتری اسی میں ہے۔ کہ میں اپنے جسم کو ختم کر کے اس ناسور کا بھی خاتمہ کر ڈالوں۔ چپ نے اپنے بازو کے ساتھ موجود تیرے ہاتھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جس میں موجود اکلوتی آنکھ بہت مصومیت سے چپ کی جانب دیکھ رہی تھی۔

مرنے سے مسئلے حل نہیں ہوا کرتے۔ مسائل زندہ رہ کر حل کئے جاتے ہیں۔ ہم دونوں مل کر اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ڈھونڈ ہی لیں گے۔ تم مجھے بتا چکے ہو کہ سسز زینب کے گھر تمہیں کرنٹ لگا تھا۔ اور تم اس کے لڑکے آفتاب کا ہال بیکارے بغیر اپنے مقصد کی ناکامی کے بعد واپس آ گئے تھے۔ ہمیں اگر اس ناسور سے کوئی چھکارا دلوں سکتا ہے۔ تو وہ صرف سسز زینب ہیں۔ ہمیں جلد از جلد ان سے رجوع کرنا چاہیے۔ ورنہ دیر بہم دونوں کے لئے خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ مٹی نے چپ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ ہاں واقعی سسز زینب کے گھر میں ضرور کوئی راز پوشیدہ ہے۔ جس کی بدولت مجھے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ چلو اس کے پاس چلتے ہیں۔ شاید بات بن جائے۔ چپ نے امید بھرے لہجے میں مٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور دونوں کھڑے

جہاز تے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سسز زینب مسلمان ہونے کی بدولت پانچوں وقت کی نماز کو پابند تھیں۔ ان کی قرآن شریف کی قرات کا یہ عالم تھا کہ بدن پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ بہت سی غیر مسلم جو رہیں صرف ان کی قرات سننے کے لئے صبح و سیرے ان کے گھر آ جاتی تھیں۔ دو انگریز عورتیں سسز زینب کے ہاتھوں اسلام قبول کر چکی تھیں۔ ان کی آوازیں اتنی شیریں تھیں کہ دل موہ لینے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ چپ اور روداد سسز زینب کے سامنے سر جھکا کر بیٹھے تھے۔ چپ تمام کاغذات سسز زینب کے گوش گزار کر چکا تھا۔ اور اب جواب کاغذ تھا۔ سسز زینب کہہ رہی تھیں۔

تمہارے جسم پر کوئی شیطانی قوت قابض ہو چکی ہے۔ پتہ نہیں میں تمہیں اس قوت سے نجات دلا سکتی ہوں یا نہیں۔ کسی شیطانی طاقت سے مقابلے کے لئے بے پناہ ایمان کی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور میرے ناتواں جسم میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ کہ میں کسی طاقت سے مقابلہ کر سکوں۔ لیکن ایک طاقت میرے پاس ایسی موجود ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کوئی بھی طاقت غلبہ نہیں پاسکتی۔ اور وہ طاقت ایک کتاب میں پوشیدہ ہے۔ جسے ہم قرآن شریف کہتے ہیں۔ سسز زینب نے دونوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

وہ کتاب کہاں ہے سسز آپ فوراً وہ کتاب لے آئیں۔ مجھے یقین ہے کہ نتیجہ مثبت نکلے گا۔ چپ نے بے چین لہجے میں سسز زینب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ وہ تینوں اس وقت کاغذا جمیل کے کنارے موجود تھے۔ چپ میں سسز زینب کے گھر جانے کی اہمیت موجود نہیں تھی۔ وہ دوبارہ کرنٹ کھانے سے گھبرا کر سسز زینب کو کاغذا جمیل کے کنارے بلا بیٹھا تھا۔ اس لئے قرآن شریف لانے کے لئے سسز زینب کو دوبارہ گولڈز قصبے کا رخ کرنا پڑا۔

کچھ دیر کے بعد کاغذا جمیل کے کنارے مٹی چپ اور سسز زینب موجود تھے۔ سسز زینب ہاتھوں میں قرآن شریف اٹھائے ہوئے تھیں۔ چپ بہت عجیب نظروں سے قرآن شریف کو دیکھ رہا تھا۔ قرآن شریف کو سامنے دیکھتے ہی اسے اپنی جسمانی لرزش کا اندازہ ہو چکا تھا۔ اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے اس کے جسم میں بے چینی اور الجھن پھیلی رہی ہو۔ وہ بیک وقت وہاں ٹھہرا بھی چاہتا تھا۔ اور وہاں سے

بھاگنا بھی چاہتا تھا۔

چپ تیار ہو جاؤ۔ میں کچھ آئینے پر حوسں گی۔ پھر دیکھوں گی کہ ان کا کیا رد عمل ظاہر ہو تا ہے۔ مجھے مکمل یقین ہے۔ کہ میرا خدا میرا ساتھ دے گا۔ سسز زینب نے کہا اور گھاس پر بیٹھ کر قرآن شریف کا کور کھولنے لگی۔ وہ اس وقت مکمل وضو میں سر سفید رنگ کا روپن اوڑھے کسی چور سے کم معلوم نہیں پڑھ رہی تھی۔ قرآن شریف کھولنے کے بعد اس نے سورۃ یسین بلند آواز میں پڑھنی شروع کر دی۔ ساتھ ہی جیسے چپ کے جسم پر بجلی چادر میں الجھن بچ اٹھی۔ چادر جھٹکنے سے زمین پر گر چکی تھی۔ اور اس کے جسم کا ناسور یعنی تیرا ہاتھ چپ کی گردن کو اپنے غصے میں جکڑ چکا تھا۔ چپ کا چہرہ تیزی سے سرخ ہو تا جا رہا تھا۔ اسے اپنا سانس قحط میں رکنا محسوس ہو رہا تھا۔ مٹی پریشانی سے چپ کو دیکھ رہی تھی۔ چپ کی حالت متزلزل ہوتے دیکھ کر اس سے رہا نہیں کیا۔ اور اس نے چیخ کر سسز زینب کو سورۃ یسین پڑھنے سے روک دیا۔ ساتھ ہی چپ کی گردن سے ہاتھ کی گرفت ختم ہو چکی تھی۔ اور وہ ہڈ حال ہو کر زمین گر چکا تھا۔

چپ کیا ہوا تمہیں۔ تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچا۔ مٹی نے ہراساں لہجے میں پوچھا۔ میں ٹھیک ہوں۔ صرف مجھے سانس ٹھیک نہیں آ رہا۔ چپ نے اپنی گردن کو مسلتے ہوئے کہا۔ چپ میرے آیت پڑھنے کے دوران تمہیں کوئی پیغام موصول ہوا تھا۔ سسز زینب نے پوچھا۔ ہاں مجھے اپنے جسم میں آواز سنائی دی تھی۔ کہ اگر میں آپ کو آیت پڑھنے سے منع نہیں کروں گا۔ تو تیرا لگہ دبا کر میرا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ چپ نے جواب دیا۔

چپ اس عفریت کو ایسے ہی رہنے دو۔ ورنہ یہ عفریت تمہارا خاتمہ کر سکتا ہے۔ اور مجھے شہدائی زندگی بے حد عزیز ہے۔ مٹی نے آنسو بھری آنکھوں سے چپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں میں اس عفریت کا خاتمہ کر کے چھوڑ دوں گا۔ ورنہ گولڈز قصبے میں ہتھیار بچ جائے گی۔ تمہیں معلوم ہے۔ اس وقت مجھے کیا پیغام محسوس ہو رہا ہے۔ قصبے کے واحد چرچ کے فادر کو ختم کر دوں۔ میں اب نہیں کر سکتا ہوں۔ لیکن میں اس عفریت کو ختم کر سکتا ہوں۔ میرے ذہن میں ایک ایسا طریقہ موجود ہے۔ جس سے ہمیں بھی مر جائے گی۔ اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔ چپ نے کہا۔ اور

چھپے کی طرف چل دیا۔

وہ اس وقت سلمان احمد خان کے سامنے سر جھکا کر بیٹھا تھا۔ اپنی تمام رواداد سلمان احمد خان کو سنا چکا تھا۔ اور اب جواب کا منتظر تھا۔

بہت غیر یقینی آپ جی ہے شہداری۔ لیکن شہدائے جسم کے ساتھ موجود تیسرا ہاتھ اس آپ جی کا بیٹا جاکتا ثبوت پیش کر رہا ہے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ۔ کہ میں اس سلسلے میں شہداری کیلئے دیکھ رہا ہوں۔ سلمان احمد خان نے چپ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میرے اس مسئلے کا صرف اور صرف ایک ہی حل باقی رہ گیا ہے۔ بصورت دیگر مجھے موت ہی اس عفریت سے نجات دلا سکتی ہے۔ چپ نے سلمان احمد خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور وہ حل کیا ہے۔ اور اس حل کا مجھ سے کیا تعلق ہے۔ سلمان احمد خان نے پوچھا۔

میں آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ جب یہ عفریت آپ کی مقدس کتاب سے اتنا خوفزدہ ہے۔ کہ اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ تو اگر یہ کتاب میرے دل پر نقش ہو جائے۔ تو اس عفریت کو میرے جسم کو چھوڑنا ہی پڑے گا۔ چپ نے کہا۔

تم صرف اس عفریت سے نجات کے لئے اسلام قبول کر رہے ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو یہ عفریت شہدائے اچھا نہیں چھوڑے گا۔ کیونکہ جب تک شہدائے دل میں اسلام کی قدر و منزلت موجود نہیں ہوگی۔ تم میں ایمان کی طاقت پیدا نہیں ہو سکتی۔ سلمان احمد خان نے اسے بتایا۔

میں دل و جان سے اسلام قبول کرنے کو تیار ہوں۔ ایک ایسے دین کو اپنانا چاہتا ہوں۔ جس کے ہونے کی بدولت کسی عفریت میں اتنی اہمیت نہ ہو۔ کہ وہ جسم پر قبضہ کر سکے۔ اس کے علاوہ جب سسز زب قرأت کر رہی تھیں۔ تو میرے دل و دماغ کو جو سکون میسر آ رہا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ کیفیت مجھے ہمیشہ کے لئے مل جائے۔ میں تم سے درخواست کروں گا۔ کہ مجھے جلد از جلد اسلام کے دائرہ اختیار میں داخل ہونے میں مدد دو۔ شہدائے اچھا انہیں اس کا اجر ضرور دے گا۔ چپ نے منت بھرے لہجے میں سلمان احمد خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرا ہی نہیں بلکہ اب وہ شہدائے اچھا بھی خدا ہے۔ تم بھی مجھ میں قرآن شریف لے کر آنا ہوں۔ سلمان احمد خان

نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور اندر کر کے کی طرف چل دیے۔ ان کے کمرے سے نکلنے ہی چپ کے جسم پر موجود تیسرا ہاتھ حرکت میں آیا۔ اس نے ایک کریک کی گردن کو ایسے مضبوط قبضے میں جکڑا اور گردن کو دبائے لگا۔ چپ کا چہرہ مزید سے مزید ترسرا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر تمام خون اس کے چہرے پر جمع ہو گیا ہو۔ سانس مدھم مدھم پڑتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں موجود قالین پر گر چکا تھا۔ اور جب سلمان احمد خان کمرے میں داخل ہوئے۔ تو چپ کے ساتھ اس کے جسم پر موجود تیسرا ہاتھ بھی بے حس و حرکت قالین پر آڑے تر پڑے تھے۔

یہاں تک پہنچ کر شاید کئی کا اختتام ہو گیا تھا۔ لیکن مزید صفحے لٹانے پر کچھ اور تحریر میری نظر دلوں کے سامنے سے گزری۔ لکھا تھا کہ اس تحریر کے زیادہ تر واقعات مجھے نیکی کے ذریعے حاصل ہوئے تھے۔ نیکی چپ کے بے انتہا محبت کرتی تھی۔ چپ بھی نیکی سے دل و جان سے زیادہ محبت کرتا تھا۔ محبت میں دوری برداشت نہیں ہوتی۔ اور اتفاق سے چپ اور نیکی کے درمیان فاصلہ آ گیا تھا۔ یہی فاصلہ نیکی کی موت کا سبب بنا۔ چپ کے مرنے کے بعد طلاق یافتہ نیکی چپ کی موت کا مدد برداشت نہیں کر سکی۔ اور بیمار رہنے لگی۔ ایک مہینے ہی میں وہ سوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھیں۔ وہ اکثر کانڈا جمیل کے کنارے درختوں کے نیچے بیٹھی چپ کا انتظار کرتی رہتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ چپ اسے لینے ضرور آئے گا۔ ہر بار کی شروعات کا واقعہ ہے۔ ہر طرف ہمارے آدھ عجیب ہمارے دکھا رہی تھی۔ لیکن کانڈا جمیل اور گولڈز قصبہ دیے ہی اجڑا نظر آ رہا تھا۔ میں (پوکی تھو لو) نیکی کی تلاش میں کانڈا جمیل کی طرف چلا آیا۔ نیکی ٹنڈ منڈ سے درخت کے سائے میں بیٹھی نہ جانے کس سے باتیں کر رہی تھیں۔ قریب پہنچنے پر مجھے ٹھٹھک کر رک جانا پڑا۔ وہ چپ ہی تھا یا شاید اس کی روح تھی جو نیکی کے سامنے بیٹھی اس سے مخاطب تھی۔

ہماری دوری کے ختم ہونے کا وقت آچکا ہے۔ ہمارے کی آمد ہے۔ لیکن کانڈا جمیل پر ہمارے بھی نہیں آئے گی۔ کیونکہ موت کا دوسرا نام خزاں ہے۔ اور ہمارے زندگی کا پیغام دیتی ہے۔ ہم زندہ رہ کر سکون کے چند سانس بھی نہیں لے سکے تھے۔ ہم نے بھلا ایسی ہمارا کیا کرتا ہے۔ جو زندگی کا پیغام دینے کے باوجود سکون نہیں دے سکتی ہے۔ ایسی ہمارے تھے تو

خزاں لاکھ درے بہتر ہے۔ جو موت کے ساتھ ہمیں ملاپ کا موقع تو دے سکتی ہے۔ چلو ہمارے لئے کا وقت قریب آچکا ہے۔ اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاؤ۔ چپ نے اپنا ہاتھ نیکی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا میں نے پیچھے ہٹنے کی نیکی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

نیکی ایسا مت کرنا۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ میں بالکل تیار ہواؤں گا۔ رک جاؤ اس بوڑھے وجود کی خاطر رک جاؤ۔ میں آگے بڑھ کر اس کے لاغر جسم کو اپنی ہاتھوں کے حصار میں لے لیا۔ لیکن مجھے دیر ہو چکی تھی۔ اس کی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ جسم درخت کی بے جان ڈال کی طرح میری ہاتھوں میں جمول رہا تھا۔ وہ دونوں مجھے چھوڑ کر بہت دور جا چکے تھے۔ واپس نہ آنے کے لئے دور سے بھی بہت دور۔ اس ہمارے بعد متعدد بار ہمارا آئی۔ لیکن اگر نہیں آئی۔ تو صرف گولڈز قصبہ اور کانڈا جمیل پر نہیں آئی۔ شاید خزاں موت کی صورت میں گولڈز قصبہ اور کانڈا جمیل پر اپنے بچے نصیب کر چکی تھی میں نے ہمارا انتظار کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اب زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے۔ کہ چپ اور نیکی کی یہ کہانی شائع ہو جائے۔ اور مجھے امید ہے کہ تم بوڑھے پوکی تھو لو کو اس کے مقصد میں کامیاب ہونے میں مدد ضرور دو گے۔ کالے جنگلوں کا ڈھکنا دیو آٹھماری مدد کرے۔ آگے سفاح بالکل صاف تھے۔ صبح کازب کے اثرات نمودار ہو رہے تھے۔ یعنی اس دلچسپ رواداد کو پڑھتے ہوئے تمام رات بیت چکی تھی۔ ضرورت زندگی سے فارغ ہونے کے بعد میں جیسن دلی میں موجود اخبار کے پبلشرز کے آفس کارخ کر چکا تھا۔ اور یہی وہ وقت تھا۔ جب پوکی تھو لو پر بھی خزاں موت کی صورت میں وارد ہو چکی تھی۔ یہ مجھے بعد میں پتہ چلا تھا۔ بحرال حال یہ نہیں کہ پبلشرز کو چپ اور نیکی کی حقیقت سے دور آپ جی پسند آئی یا نہیں۔ پھر بھی اس نے یہ کہتے ہوئے تحریر کو اپنے پاس رکھ لیا۔ کہ جب وقت ہوگا۔ تو اس پر ضرور کام کیا جائے گا۔ لیکن مجھے نہیں یقین کہ اکیسویں صدی کے اس دور میں جب کمپیوٹر ہر طرف کسی عفریت کی طرح قبضہ کے لئے نظر آ رہا ہے۔ پبلشرز چپ اور نیکی کی سرگزشت کو شائع کرنے کی جرات کرے گا۔ لیکن بحرال حال امید پڑنا قائم ہے۔

عمران قریشی۔ بی ایو کس نمبر 542۔ جی بی ایو کوئٹہ

مصر و شام

نور الدین زنگی اپنے کردار سے اتنا بڑا انسان تھا کہ صلاح الدین ایوبی میں اس کے کردار کا ایک پرتو پانا جاتا تھا یا ہے اور اصلاح الدین ایوبی نے اپنے کردار اور شخصیت کی تعمیر نور الدین زنگی ہی کی محبت اور سرپرستی میں کی اور اس کے نقش قدم پر چلنے کو اپنے لئے وجہ اختیار جانا۔ نور الدین زنگی شامی خزانے سے اپنے لئے ایک چھبہ بھی نہ لیتا تھا۔ اس کی گذشتہ اوقات مالِ عیثیت یا اپنے کسی کام کی اجرت پر ہوتی تھی۔ گھر میں بھی ترشی رہتی۔ بیوی اس سے تنگ آچکی تھی۔ اس نے شوہر سے کہا مصر اور شام کا علاقہ تمہارے ذریعے نہیں ہے اور تمہارے گھر کا یہ عالم ہے اس میں آسودگی کا نام و نشان نہیں ملتا نور الدین نے افسوس سے جواب دیا عجم خزانہ عوام کا ہے اور مجھے اسکی چوکیداری پر متعین کیا گیا ہے کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمہاری خوشی اور گھر کی آسودگی کے لئے خیانت اور بددیہائی کا جرم کر کے اپنے لئے جہنم میں ٹھکانا بنا لوں؟ بیوی نے شرمندہ ہو کر منہ پھیر لیا اور درج تک ندامت سے آنسو بہاتی رہی۔ (شیم اختر شاہ جیونہ جھنگ)

اقوال زریں

- (1) دل میں اترنے کے لئے بیڑھیوں کی نہیں بلکہ اچھے وقار کی ضرورت ہوتی ہے۔
- (2) خون کی ندیاں بہانے سے وہ راحت حاصل نہیں ہوتی جو صرف ایک آنسو بچھ دینے سے حاصل ہوتی ہے۔
- (3) جو شخص انتقام کے طور طریقوں پر غور کرنا رہتا ہے اس کے زخم ہمیشہ نازہ رہتے ہیں۔
- (4) ہر خوبصورت شے حاصل کرنے کی کوشش مت کرو چاند اور تارے صرف آسمان کی خوبصورتی کے لئے ہیں دامن بھرنے کے لئے نہیں۔
- (5) ایک اندھا دوسرے اندھے کی قیادت کرے گا تو دونوں کھائی میں گر سکیں گے۔
- (6) انسان اپنے اندر ایک بے باک انسان رکھتا ہے وہ ہے اس کا ضمیر۔
- (7) دشمن کے حسن سلوک پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ پانی جتنا بھی گرم ہو آگ بجھایا دیتا ہے۔
- (8) عزت کرنا بہت آسان ہے لیکن عزت کروانا بہت مشکل ہے۔
- (9) جب بھی کوئی اچھی بات سنو تو اسے لکھ لو اور اسے یاد کرو یاد کرو تو اس پر عمل کرو، عمل کرو تو دوسروں کو بتاؤ۔

(آصف جلال رحیمی ضلع میانوالی)



میرے ماں باپ بھائیوں کو قتل کیا تھا۔ خون بہایا تھا گھر کے
کوئے کوئے کو خون سے رنگا تھا۔ وہ مجھے کھورہے تھے میں
نے بھی انہیں پہچان لیا تھا۔ لیکن ان کی تیز دھار بھی
آکھیں دیکھ کر کانپ کر رہ گئی۔ رز کر رہ گئی۔ وہ لوگوں کو
کمانی بتا رہے تھے۔ کہ ہو سکتا ہے۔ ان مظلوموں کو قتل
کرنے والے ان کی لاشیں بھی اٹھا کر ساتھ لے گئے۔

مئی۔ میں نے کلک لگائی موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور چل
دینے۔ اس دوران چند ایک گاڑیاں گزری لیکن شاید ہر
کسی نے ہم دونوں کو میاں پوئی سمجھا ہو۔ چلتے چلتے میں نے
اس کی کمانی پوچھی کہ آپ اس دیرانے میں رات کو کیا کر
رہی تھیں۔ میری بات سن کر وہ ممکنین آواز میں بولی۔ اکیلی
ہوں۔ کوئی آگے پیچھے نہیں ہے۔ چار بھائی تھے۔ جو قتل ہو
گئے۔ ماں باپ بھی قتل ہو گئے اس کی زبانی یہ الفاظ سن کر میں
چوٹا جن بھوت والا خوف سرے اتر گیا۔ کس نے کیا ہے
انہیں قتل میرے پوچھنے پر بولی ڈاکو آگھے تھے گھر میں ہر چیز
لے گئے میرے باپ نے انہیں پکڑ لیا۔ اوکھا کہ میں نے آپ
کو پہچان لیا ہے یہ سن کر انہوں نے ہر کسی پر گولیاں برسا
دیں۔ میں بھت پر اوپر کمرے میں تھی۔ گولیوں کی آواز سن
کر ایک چیخ میرے منہ سے نکلی۔ تو وہ لوگ میری طرف اوپر
بھاگے لیکن میں نے کھڑکی کے راستے نیچے چلا نکلا گادی۔
چونیس تو آئیں لیکن بھاگ نکلی میں جاتی تھی کہ وہ میرا پیچھا
کریں گے۔ میں نے ان کے چہرے پہچان لئے تھے۔ بھاگتے
بھاگتے قبرستان آگئی۔ رات بھر شہر کے قبرستان میں
گزاری۔ چھپی رہی۔

ایک ایک لمحہ انگاروں پر گزرا۔ خوفناک قبرستان
بھیاک سنانے میں رات بھر دوڑتی رہی۔ تڑپتی رہی ماں باپ
بھائیوں کی تڑپتی لاشیں خون سے لت پت محن اور کمر
میں بکھری لاشیں رات بھر میرے ارد گرد گھومتی رہی۔ میں
روٹی رہی تڑپتی رہی آنسو بہاتی رہی۔ ڈاکوؤں کے گروپ کو
میں پہچان تو چکی تھی۔ لیکن خوفزدہ کہ وہ مجھے بھی زندہ نہیں
چھوڑیں گے۔ میرے جسم کے ٹکڑوں کو بھی محن میں بکھر
دیں گے۔ رات اس طرح گزرتی۔ صبح سویرے ہی میں گھر
آئی۔ تو وہاں ہر جگہ خون ہی خون تھا۔ زمین خون سے سرخ
تھی۔ لیکن تمام لاشیں غائب تھیں۔ یہ منظر دیکھتے ہی میں
چپختے کے بعد گر پڑی۔ لوگ آتے رہے منظر دیکھتے رہے۔ اور
ڈرتے ہوئے خوفزدہ ہوتے ہوئے واپس جاتے رہے۔ کہ
کہیں ان تمام لاشوں کے قتلوں میں انہیں بھی مرگزار نہ مل
جائے۔ ان لوگوں میں دو ایسے بھی شخص تھے۔ جنہوں نے

رات کے سنانے میں دیران سڑک پر چاند کی
ٹھنڈی روشنی میں چلتی ہوئی تیز ہواؤں کو چیرتا ہوا قتل رفتار
میں موٹر سائیکل پر اپنے شرکی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ کہ
دور سے سڑک کے درمیان کسی کو ہاتھ ہلاتے ہوئے دیکھ کر
میں نے اپنا پاؤں بریک پر رکھ دیا۔ اور قریب جا کر موٹر
سائیکل روک دی۔ مجھ سے لفٹ مانگتے والا سڑک کے
درمیان کھڑے ہو کر ہاتھ ہلاتے والا شخص مرد نہ تھا ایک
حسین و جمیل دو تیزو تھی۔ سیاہ نقاب میں اس کا چمکتا ہوا
حسین چہرہ اور موتی موتی سیاہ آنکھیں دیکھ کر میں چند لمحوں کو
تو اپنے ہوش کھو بیٹھا پلکیں جھپکنا بھول گیا۔ اس نے بھی اپنی
گہری آنکھوں سے میرے جسم کا مکمل جائزہ لیا۔ رات کے
اس سے میں دیران انسان سڑک پر کسی حسین و جمیل جوان
دو تیزو کو دیکھا۔ جب دماغ میں نیگیٹو خیالات سر اُبھارنے
لگے تو میں خوف و ڈر سے کانپ گیا میں نے اپنے ارد گرد
چاروں طرف دیکھا کہ کہیں اس کے ساتھ کوئی آدمی وغیرہ تو
نہیں ہے۔ کہیں یہ کسی گینگ سے تعلق تو نہیں رکھتی۔ کہیں
مجھے نقصان تو نہیں پہنچا سکے گی۔ لیکن مجھے چاروں اطراف کو
کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر دھیان جن بھوتوں کی طرف چلا گیا۔ کہ
اس دیرانے میں اکیلی دو تیزو کا کیا کام کیا یہ چڑیل۔۔۔۔۔
میری اڑی رنگت دیکھ کر وہ خود ہی بولی لگتا ہے آپ مجھ سے
خوفزدہ ہیں ڈر رہے ہیں گھبرا گئے ہیں۔ ایسی تو بات نہیں
ہے۔ میں نے اپنے دل و دماغ میں انتشار پھیلانے والے
خیالات کو جھٹکتے ہوئے کہا۔ آپ نے جانا کہا ہے۔ کہیں
نہیں اس کی یہ بات سن کر میں حیران رہ گیا۔ تو پھر آپ نے
مجھے روکا کیوں ہے۔ نہ جانے اس بات پر ایک انجانا خوف
میرے دل میں سوار ہو گیا تھا۔ شہر سے کچھ منگوانا چلو میں
خود ہی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔ حسینے سے چڑیل کے تصور
سے میں کانپ رہا تھا دل دھڑ رہا تھا۔ زبان گنگ تھی سانس
اکھڑے ہوئے تھے۔ لیکن وہ چڑیل نہ تھی اس کی آنکھوں
میں کشش تھی۔ اس کا چمکتا چہرہ دیکھ کر بیا رہی آیا۔ یہ سوچ
کر اسے اپنے پیچھے موٹر سائیکل پر سوار کر لیا کہ راستہ میں
اس سے کمانی پوچھوں گا۔ وہ چلا نکلا کہ موٹر سائیکل پر بیٹھ

۱۔ دریا میں پھینک دی ہوں۔ ان کی اس بات نے مجھے چونکا کر رکھ دیا۔ کیونکہ وہ خیال ظاہر نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ حقیقت بتا رہے تھے۔ تب میں بھانگی بھانگی پیچھے چھپاتے اپنی زندگی بچاتے یہاں آچھپی ہوں۔ اسی حسین کی داستان غم سن کر میں خوفزدہ رہ گیا۔ لرز کر رہ گیا۔ مجھے اس حسین پر بہت ترس آیا۔ میری آنکھیں بھی پھٹ گئیں۔ داستان ہی ایسی تھی۔ فہمناستہ گھر پر لڑائی تھی۔ شہزادی دو شیروں پر انوں کو اپنا مقدمہ بنانے لگی تھی۔ تب میں نے کہا آپ کو یہاں دیرانے سے خوف نہیں آتا۔ تب وہ بولی بلو دیرانوں سنناؤں سے خوف کیا۔ خوف تو انسانوں سے آتا ہے۔ خون یا قتل و غارت دیرانے نہیں کرتے انسان کرتے ہیں۔ دن بھر ایک کھائی میں چھپی رہتی ہوں۔ اور رات کو باہر آ جاتی ہوں۔ آپ سے بھی خوف آیا تھا۔ کہ کہیں آپ بھی ان میں سے۔۔۔۔۔۔ لیکن آپ چہرے سے ایسے نہ لگے آپ کے حسین کھنڈے میں بھائی کی جتنی نظر آتی ہے تو ایک ہنسنے پر چل پڑی ہوں اگر برائیاں نہیں تو ایک بات کہوں۔ اس کی بات سننے کے بعد میں نے کہا۔ ہاں ہاں بولیں تم ہمارے گھر آ جاؤ۔ تمہیں تحفظ مل جائے گا آپ کا نام کیا ہے ہاں باپ بھائی سبھی شہزادی ہی کہتے ہیں اس نام سے پکارے جاتے ہیں۔ پھر بولی باوجود پر ایک مہربانی اور کرنا۔ کیا مجھے واپس اسی جگہ پناہ دیں گے۔ جہاں سے بھاگ کر آئے ہیں کیوں نہیں۔ ضرور اسی باتوں میں ہم لوگ شہر آ گئے۔ اس نے رات کے سنانے میں ہی شاپک کی اور وہ بارہ میری موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی۔ موٹر سائیکل ایک مرتبہ چمک ہو اڑاں کو چڑھتے ہوئے بھاگتی جانے لگی۔ ایک حسین کو اپنے پیچھے بٹھائے۔ میں فخر محسوس کر رہا تھا۔ موٹر سائیکل کے ساتھ ساتھ خود کو بھی ہواؤں میں اڑا دیکھ رہا تھا۔ بھی سوچا میں نہ تھا کہ اتنی خوبصورت شہزادی میری ہنسنے سے بے گئی۔ وہ بھی پہلی ہی ملاقات میں فری ہو گئی۔ رات بھر میں قہقہے لگاتے لگی۔ چھٹی چھٹی باتیں کر کے مجھے اپنے پیار میں جکڑنے لگی۔ پہلی نظر میں وہ مجھے گھائل تو پہلے ہی کر چکی تھی اب اس کی باتوں میں اس قدر بکھنس گیا کہ منزل پر پہنچنے سے قبل ہی میں نے کہہ دیا کہ شہزادی آپ کا یہ بلو آپ کو ضرور اپنا مقدمہ بنائے گا میری اس بات پر وہ کھل کھلا کر ہنسی اور بولی بلو یہ شہزادی تو اب بھی آپ کی ہنسنے سے بے آپ کے ساتھ چل رہی ہے ہواؤں سے باتیں کر رہی ہے میں بھی اس کی بات پر نہ پڑا۔ اور پھر یکدم اس نے مجھے

رکنے کو کہا میں تو نجانے مستی کے عالم میں کہاں سے کہاں تک چلا جاتا۔ اس کی آواز پر میں نے بریک پر پاؤں دیا یاد، موٹر سائیکل روک دی۔ وہ نیچے اتری اور بولی چلو میرے ساتھ میں آپ کو اپنا مقدمہ بتاؤں۔ میں اس دیرانے میں موٹر سائیکل کھڑی کر کے اس کے ساتھ چلنے لگا۔ جیسے ہم دونوں یہاں چپکے منانے آئے ہوں۔ جیسے ہم دونوں صدیوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں نہ اپنی خبر نہ گھر والوں کا خیال۔ کہ گھر والے میرے انتظار میں بھوکے بیٹھے ہوں گے۔ کیونکہ ہمارے گھر میں یہ اصول تھا جب تک گھر کے تمام فرد اکٹھے نہ ہو جاتے کھانا نہ کھاتے۔ میں ہر چیز بھولے اس کے ساتھ مزید دیرانے، سنانے میں گھستا چلا جا رہا تھا۔ آگے چل کر ایک گہری کھائی آئی تو بولی یہ میرا گھناہنہ ہے یہاں دن کے اجالے میں چھپی بیٹھی رہتی ہوں۔ اس کھائی کو دیکھ کر میں خوفزدہ ہو گیا۔ کہ یہ پتھری یہاں کیسے رہ رہی ہے۔ وہاں اسے دو نہیں لگتا۔ میں مرد ہو کر گر گیا تھا۔ اور وہ عورت ہو کر میں سوچوں میں غرق تھا۔ کھائی کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اور شہزادی سے باتیں کر رہا تھا کہ تم اس بھیاںک اور خوفناک جگہ میں کیسے رہ رہی ہو۔ لیکن شہزادی کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر جب میں نے اصرار کر دیا تو شہزادی غائب تھی۔ یہ دیکھتے ہی میرا جسم کانپنے لگا۔ پسینہ نہری طرح بننے لگا۔ خوف و ڈر سے آنکھیں پتھر گئیں۔ ہونٹ ایسے بند ہو گئے۔ جیسے میں کبھی بولا ہی نہ تھا۔ ابھی میں اپنی بدلی کیفیت درست بھی نہ کر پایا تھا۔ کہ بھیاںک قہقہے سنائی دینے لگے۔ بھیاںک اور خوفناک قہقہوں کی آوازیں سننے ہی میں خوف سے بے ہوش ہونے والا تھا۔ کہ دوسرے شہزادی آئی دکھائی دی۔ اسے دیکھتے ہی دل کو سکون ہوا جب قریب آئی تو میں اسے ایسے دیکھنے لگا جیسے میں موت سے شکستے سے نکل کر آیا ہوں۔ موت کی بانہوں سے خود کو چمرا کر یہاں آیا ہوں۔ میری اڑی رنگت دیکھ کر شہزادی بولی آپ کا چہرہ ایسے دکھائی دے رہا ہے جیسے آپ خوفزدہ ہوں۔ ڈر گئے ہوں۔ لیکن میں اس کی بات کا جواب بھول دے پایا تھا۔ ابھی بھی زبان خلتی سے چبھی ہوئی تھی گھٹک تھا۔ ڈر اور خوف سے دھڑکنے والی دل کی آوازیں ابھی بھی سنائی دے رہی تھیں۔ کیا ہوا ہے آپ کو اس نے اس نے میرے دھڑکنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا جن بھوت بمشکل یہ الفاظ زبان سے ادا کئے ہی تھے کہ وہ قہقہے لگا لگا کر ہنسنے لگی بلو دو سال سے یہاں میرا کہے

ہوئے ہوں ایک رات بھی مجھے ایسی آوازیں سنائی نہیں دیں۔ یہ آپ کا دم تھا صرف رات کے سنانے سے خوفزدہ ہیں۔ یا پھر زندگی میں پہلی مرتبہ ایسے مقامات پر آئے ہیں۔ نہیں شہزادی مجھے وہم نہیں ہے۔ سچ کہ رہا ہوں تم کہاں چلی گئی تھی یکدم کھوں میں اتنی دور کیسے جا چکی تھی۔ ادھر میری جان آپ تو خیالوں کی دنیا میں مت تھے۔ اور میں موٹر سائیکل پر اپنا سامان بھول آئی تھی۔ اب لے کر آ رہی ہوں۔ وہاں میں کرتی جاری تھیں اور میں سوچوں میں غرق تھا کہ اب گھر کیسے پہنچوں گا۔ اس خوفناک دیرانے میں بھیاںک آوازیں پیدا کرنے والی اگر اپنے اصلی روپ میں سامنے آ گئی تو کیسے گھر تک پہنچوں گا میرا تو ہارٹ ٹیل ہو جائے گا۔ کیا سوچ رہے ہیں بلو۔ بلو نام اس کی زبان سے اترتا تھا لگتا تھا کہ میں نے اسے اپنا نام بھی نہ بتایا کہ یہ مجھے بلو ہی کے۔ شہزادی پوچھیں تو مجھے یہاں خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ دل گھبرا رہا ہے چلو میرے ساتھ اس دیرانے سے نکل کر میرے گھر آ جائیں۔ اصل بات تو میرے دل میں تھی کہ اگر میں اسے کہتا کہ مجھے رات بھر میں خوف آتا رہے گا۔ اس لئے اسے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے بات کو دوسرا رنگ دے ڈالا تھا۔ میری بات سن کر وہ بولی پہلے آپ گھر والوں سے بات کریں۔ پھر میں چلی جاؤں گی آپ کے ساتھ میں تو کہتی ہوں آپ یہی رات رہیں میں آپ کو یہاں کے تمام دیرانے کی سیر کرواتی ہوں۔ آپ کے دل کے خوف کو ختم کرتی ہوں۔ لیکن میں جانتا تھا کہ میرے گھر والے شدت سے میرے بھتر ہوں گے۔ اس لئے میں نہ رکا دوا پس چل پڑا۔ موٹر سائیکل کو کلک لگائی تو ٹوٹ نہ گئی۔ ایسے لگا جیسے گک کو جام کر دیا گیا تھا۔ یہ دیکھ کر میرا رنگ اڑ گیا۔ شہزادی کو دکھا تو وہ بھی شاید نیچے کھائی میں چلی گئی تھی۔ میں اکیلا ہی پورے سے بھٹکے ہوئے دھڑکنے دل کے ساتھ آنکھوں میں خوف لے موٹر سائیکل سے سرکھا رہا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی گک ٹس سے مس نہ ہوئی تو میں نے اسے تھوڑا سا کھینچا لیکن موٹر سائیکل کے دونوں وہیل بھی جام تھے۔ یہ دیکھتے ہی میں موٹر سائیکل کو وہی پھینک کر دوبارہ کھائی کی طرف بھاگا۔ تاکہ شہزادی کو ساتھ ملا لوں۔ بھاگتے ہوئے مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی گھٹنے گردن سے پکڑنا چاہتا ہو۔ پیچھے بھاگتے قدموں کی آوازیں مسلسل مجھے سنائی دے رہی تھیں۔ تقریباً 25-20 منٹ بعد میں شہر پہنچا۔ اور سیدھا گھر

آپ جانیں اور ہار یوب لے آئیں۔ میں انتظار کرتی ہوں۔ شہزادی سچ کہہ رہی تھی۔ اس کو جان کا خطرہ تھا۔ میں اکیلا ہی سڑک کی جانب ہٹل پڑا۔ شہزادی نیچے کھائی میں اتر گئی۔ شاید دنیا والوں کی نظروں سے دوبارہ چھپ کر بیٹھ گئی تھی۔ مجھے ایک مرتبہ پھر اس دیرانے سے وہی قہقہے ابھرتے سنائی دینے لگے تھے۔ میں سرپٹ بھاگا اور سڑک پر جا رہا بھی وہیں لٹرای ہوا تھا کہ ایک دین آگئی۔ میں اس پر بیٹھ گیا۔ لیکن سفر کے دوران مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا۔

جیسے کوئی میرا گریبان کھینچ رہا ہو۔ میرا گلا دار ہا ہو۔ وہیں بیٹھے بیٹھے میری حالت غیر ہونے لگی۔ چہرے کی رنگت اڑ گئی۔ لوگ بھی میری حالت دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ میری زبان بھی لنگ تھی۔ بولانہ جا رہا تھا خشک تھا میں شر آیا تو شکر کیا۔ نیچے اترتے ہی دوستوں کے پاس پہنچا۔ میری ڈری رنگت دیکھ کر سمجھ گئے کہ میں خوفزدہ ہوں۔ شہزادی کو نہیں لائے ایک دوست نے دروازے سے باہر جھانکتے ہوئے کہا تو جواب میں نے مونٹر سائیکل والی تمام کمائی سنا ڈالی۔ جسے سن کر وہ کانپ کر رہ گئے۔ اور بولے تمہیں کما تھا کہ خود کو اس محکمہ میں نہ ڈالو۔ ضرور گڑبھ ہے۔ لیکن تم تو اسی کے عاشق بن بیٹھے ہو۔ ہاں ہاں میں عاشق ہوں اس کا اسے یہاں لانا ہے۔ اسے اپنا ہے۔ میری بات سن کر بولے۔ ہم تمہیں اسے لانے سے منع نہیں کرتے۔ لیکن تمہاری حالت بتا رہی ہے۔ کہ تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے ہم چلتے ہیں تیرے ساتھ۔ ان کی یہ بات سن کر میرے چہرے پر چمک آگئی۔ کہ چلو ان کا ساتھ رہے گا۔ وہ چڑیل خوفزدہ نہ کرے گی۔ ٹھیک ہے میں ابھی گیا اور دکان سے ٹائریوب لے آیا تم سب تیار رہنا۔ بعد میں لے آنا۔ پہلے گھر جاؤ۔ گھر سے فون آیا تھا۔ ہم نے کہہ دیا ہے کہ بخار تھا اسے ڈاکٹر کے پاس گیا ہے۔ اور تو کچھ نہیں بتایا۔ نہیں صرف بخار کا بتایا ہے۔ یا تمہیں ہم لوگوں پر اعتماد نہیں ہے اعتماد تو ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں اپنے گھر والوں کو کھوں میں ہی پریشان ہو جاتے ہیں۔ میری حالت دیکھ کر ان سب کو جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔ یا راجھے بھلے تھے تم یہ کس پکر میں پھنس گئے ہو۔ دو دن میں ہی آدھے رہ گئے ہو۔ ان کی بات سن کر میں نے کہا ہاں، زندگی بچانا ہے۔ اسے اپنا ہے۔ اپنی پہن بنانا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ مجھے ڈر نہیں لگتا۔ لیکن اس کی آنکھیں بتاتی ہیں

کہ وہ بہت خوفزدہ ہے۔ لیکن ظاہر نہیں کرنا چاہتی۔ اچھا میں پہلے گھر سے چکر لادوں پھر چلتے ہیں۔ گھر گیا تو بھی پریشان پایا۔ وہ وجہ پوچھتے رہے۔ لیکن میں الٹی سیدھی کمائیاں سنا کر انہیں مطمئن کرنا بار آور یہ کہہ کر گھر سے باہر نکل آیا۔ کہ کل سے کام نہیں کیا۔ آج رات کو کام کرنا ہے۔ اس لئے گھر نہیں آسکوں گا۔ میرا انتظار نہ کرنا سیدھا دکان پر گیا۔ ٹائریوب خریدے دوستوں کے پاس جانے لگا تو خیال آیا کہ ہو سکتا ہے۔ کہ دوستوں کو دیکھ کر شہزادی سامنے نہ آئے چھپی بیٹھی رہی۔ اور یہ سب میرا مذاق اڑاتے رہ جائیں کہ تم پر بھوت سوار ہے۔ اور کچھ نہیں یہی سوچ کر میں دوستوں کی بجائے وگین پر بیٹھ کر اسی دیرانے میں جا اترتا۔ تقریباً عصر کا وقت ہوا جب میں دیرانے میں پہنچا تھا۔ شہزادی کو اپنا بھڑپایا مجھے دیکھتے ہی وہ ہلکراتے ہوئے بولی شکر ہے آپ آگئے۔ ورنہ میں تو سمجھ بیٹھی تھی کہ اب کی بار نہیں آئیں گے جواب میں ہنس پڑا۔ ہم دونوں نے مل کر ٹائریوب بدلے شام ہو گئی شہزادی بولی میں جانتی ہوں کہ آپ نے صرف میری وجہ سے یہ سب کیا ہے۔ اتنی مصیبتوں سے دوچار ہو۔ کیوں خود کو محکمہ میں پھنسا رہے ہو۔ شہزادی بھٹکے کہہ دیا۔ ناں کہ آپ کو یہاں سے ہر حال میں لے کر جانا ہے تمہیں اپنا ہے تمہارے دکھوں کو خوشیوں میں بدلنا ہے۔ تمہیں دل کی رانی بنانا ہے لیکن اب تو تمہارے ہاں لے کر جاؤں گا نہ پاپانہ میں وہاں نہیں جاؤں گی۔ میں تو پہلے ہی ڈری ہوئی ہوں۔ اور نہ جانے آپ کے دوست کچھ نہیں کہیں گے آپ کو بلکہ آپ کو دیکھ کر خوش ہوں گے یہ پرانے یار بیلی ہیں۔ تمہاری حفاظت میرے ذمے ہے۔ اچھا چلو بیٹھو کہیں وہ چڑیل دوبارہ نہ آجائے۔ چڑیل کا نام سننے ہی شہزادی ہنسنے لگی۔ لگتا ہے آپ پہ چڑیل کا بھوت پوری طرح سوار ہے قدم قدم پر اس کا ڈر چھڑ دیتے ہیں۔ کیا چڑیل پر عاشق تو نہیں ہو گئے کیا اسے دل میں تو نہیں بسالیا گویا مارا اس کو میں نے بھی ملکراتے ہوئے کمائیاں تو تیرے حسن پر دل چھینک چکا ہوں۔ تیرا عاشق ہوں تمہیں دل میں بسایا ہے۔ آنکھوں میں سجایا ہے۔ میں اس بار بالکل بے گفانہ انداز میں بولے جارہا تھا۔ تو وہ بھی ہنس پڑی۔ باو آپ نے مجھ میں کیا دیکھا ہے۔ صرف آنکھیں ہی دیکھی ہیں۔ چہرہ تو دیکھا نہیں۔ پھر چہرہ کیسے اپنی آنکھوں میں سالیا۔ اس کی اس بات نے مجھے چونکا دیا۔ واقعی وہ سچ کہتی تھی۔ کیونکہ آنکھوں کے علاوہ

چہرے کا کوئی بھی حصہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ لیکن میں بھی باتا نہیں چاہتا تھا۔ کما شہزادی تمہاری جھیل جیسی آنکھیں کو نکل جیسی آواز محسوس کر رہے وہ قہقہے دیکھنے سننے کے بعد اندازہ لگا لیا ہے کہ تمہارا چہرہ بھی دلکش اور حسین ہے۔ تمہارے گہرے گورے ہاتھ پاؤں بتاتے ہیں۔ کہ تم بہت حسین ہو۔ اور دیسے بھی اب میں تم پر مرنا ہوں۔ تمہارے جال میں چھن چکا ہوں۔ اس جال سے باہر نہیں نکل سکا۔ اچھا تو یوں کہیں ناں کہ میرے پیارنے آپ کو جکڑ لیا ہے۔ وہ منسکراتے ہوئے بولی۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ مونٹر سائیکل شارٹ کی اور ہم چل پڑے۔ ایک مرتبہ پھر مونٹر سائیکل بھاری ہو گئی۔ ویل جیسے دوبارہ جام ہونے لگے۔ تو میں نے ڈرتے ہوئے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔ شہزادی وہ پھر آگئی ہے۔ اسی نے مونٹر سائیکل پر قبضہ نہالیا ہے۔ اندر میرا بھی پھیل رہا تھا۔ بولی باو بس چلتے رہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ ڈرو گے تو گھر تک کیسے پہنچیں گے۔ مونٹر سائیکل کو قفل ریس دے دی۔ لیکن مونٹر سائیکل ایسی آوازیں نکال نکال کر چل رہی تھی۔ کہ سائیکل والے بھی نہیں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ رہے تھے۔ دو گھنٹے میں ہم شہر کے قریب پہنچے تو مونٹر سائیکل ایک دم بھاگی۔ تب میں نے سوچا کہ اب چڑیل واپس مڑ گئی ہے۔ اس کی گرفت سے سیوہ باہر ہو گیا ہوں۔ شہر پہنچ کر سیدھا دوستوں کے گھر گیا۔ مونٹر سائیکل روکی شہزادی سے کہا کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں بولی آپ کے ہوتے ہوئے مجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے آپ پر پورا اعتماد ہو رہا ہے۔ میں نے دروازہ کھٹک دیا۔ تو ایک دوست باہر نکلا میں نے مونٹر سائیکل اندر رکھی تو شہزادی بھی اندر داخل ہو گئی باقی دونوں دوست بھی آگئے۔ مجھے خوش دیکھ کر بولے۔ آج بہت خوش ہیں۔ لگتا ہے آپ کی شہزادی آپ کو مل گئی ہے۔ ان کی اس بات نے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ یار مل نہیں گئی ساتھ بھی آئی ہے۔ کہاں ہے۔ وہ تینوں باہر کی طرف بھاگے پوری گلی میں دیکھا اور پھر کمرے میں آتے ہی بولے کیوں مذاق کر رہے ہو کہاں ہے وہ ان کی باتیں مجھے مسلسل شش دہچ میں ڈالے جا رہی تھیں۔ قریب کھڑی شہزادی کو دیکھ کر بھی وہ انجان بنے ہوئے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں اور ایسی باتیں کر کے یہ بات ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ میں واقعی سامنے کی لپٹ میں ہوں چڑیل مجھ پر سوار ہے۔ چلو سلام کرو شہزادی کو میں نے اپنے

چہرے کے تیور بدلے یا روہ دکھائی دے تو ہم سلام کرکے ان کی اس بات پر شہزادی قہقہے لگنے لگی یہ وہی قہقہے تھے جو مجھے دیرانے میں گھر میں سنائی دیتے تھے۔ ساتھ ہی شہزادی نے اپنا نقاب ہٹا دیا۔ اس کا چہرہ دیکھ کر میرے من سے ایک چیخ نکلی اور پھر میں کہاں تھا مجھے ہوش نہیں۔ ہوش اس وقت آیا جب اپنے گھر والوں اور دوستوں کو ایک ہسپتال میں اپنے اوپر جھکا ہوا پایا انہیں دیکھ کر شہزادی کا چہرہ دوبارہ نظروں کے سامنے گھوما تو ایک مرتبہ پھر چیخ میرے من سے نکلی۔ لیکن اس بار میں بے ہوش نہ ہوا تھا۔ دوست کے گلے سے لگا ہوا تھا جتنا تم ٹھیک ہو۔ ہاں کی بیگلی آنکھوں کے ساتھ کپکپاتی زبان سے یہ لفظ سن کر صرف دیکھا ہی رہ گیا۔ رونا رہ گیا میں دن ہسپتال میں رہا شہزادی کی صرف خوبصورت آنکھیں ہی تھیں۔ نقاب میں پوشیدہ چہرہ نہ تھا نہ ناک تھی نہ ہونٹ نہ دانت کچھ نہیں۔ صرف آنکھیں اور سر تھا۔ ہر کوئی سچ کہتا تھا کہ میں سامنے کی لپٹ میں ہوں۔ شہزادی انسان نہ تھی چڑیل تھی میں عورت پر عاشق نہ ہوا تھا ایک آدمی چہرے والی چڑیل پر عاشق ہوا تھا۔ مجھے اکثر گھر میں سے قہقہوں کی آوازیں آتی رہتی چڑیوں کے اڑنے بھرنے کی آوازیں آتی رہتی لیکن جب ایک بزرگ نے تجویز دیا۔ تو دوبارہ شہزادی دکھائی نہ دی نہ قہقہوں کی آوازیں آئیں۔ دس سال پرانی بات ہے۔ اگر شہزادی اس دن سڑک کنارے یکدم بھیاںک روپ میں آجاتی۔ اور میری گردن دبا دیتی۔ میرے جسم کو ہڑپ کر جاتی تو اس نے سچ کہا تھا کہ میں اسے اپنا نہ سکوں گا۔ دوبارہ انہیں دیرانوں میں تنہا چھوڑوں گا۔ مونٹر کا بند ہونا بھاری ہونا جاں ہونا یہ سب شہزادی کے کارنامے تھے۔ آج بھی شہزادی کی صورت خیالات میں تصورات میں سامنے آتی ہے تو کانپ جاتا ہوں۔ ڈر جاتا ہوں۔ خوف و ڈر سے پینہ پینہ ہو جاتا ہوں۔ اگر وہ اپنے بھیاںک روپ میں نہ آتی ہو سکتا تھا۔ کہ میں تمام زندگی اس کا دیوانہ بنے گزار دیتا۔ اس کی حسین یادوں میں گزار دیتا۔

ان اونچی غارتوں نے میرے گھر کو چھایا لوگ میرے حصہ کا سورج بھی کھا گئے



بھوں کے لئے خوف آتا تھا پھر سو جاتا تھا لیکن آج نیند کہاں سے آتی، کیسے آتی آج تو وہ مجھے لینے آئی تھی

بزرگوں کی باتیں بھی میرے دماغ میں گردش کر رہی تھیں کہ جب قبرستان کے حرمے کسی کو لینے آجائیں تو اس انسان کی زندگی بہت کم ہوتی ہے۔ میری جج کے ساتھ ہی میرے اسی ابو دوڑے آئے اور میرے کمرے کا دروازہ پینے لگے، بیٹا کیا ہوا ہے۔ بیٹا کیوں جھجھکتے ہو، امی ابو کی آواز میں سن کر میرے خوف میں کچھ کمی واقع ہوئی۔ میں چلا نکلا لگا کر بستر سے نچے اترا اور کندی کھول دی ابو سے لپٹ گیا میں چھوٹا نہ تھا، اٹھارہ سالہ نوجوان تھا، میٹرک کر کے فارغ ہوا تھا اتنا ڈر پوک بھی نہ تھا، لیکن نجانے کیا وجہ تھی کہ ایک ہی خواب کا بار بار ہر روز آنا، باعث خوف بن گیا تھا پہلے دن تو مسرت بھی ہوئی تھی کہ ایک حسین چہرہ مجھے بلاتا ہے میں اسے دیکھتا ہوں اور اس تک پہنچ نہیں پاتا ہوں، دل کو اچھی لگی تھی، لیکن آج کے خواب کی وجہ سے میں بخار میں مبتلا ہو گیا امی ابو سمجھ گئے کہ میں خواب میں ڈر گیا ہوں اور اسی خوف کی وجہ سے چنچا ہوں۔ پورا دن بخار میں جلتا رہا بخار کی حالت میں آنکھ لگتی تو وہی چہرہ نظر آتا۔ وہی قبرستان نظر آتا، وہی چھٹی ہوئی قبر نظر آتی، وہی کفن نظر آتا تو میں فوراً آنکھیں کھول لیتا اب بوجوں بوجوں دن گزرتا جا رہا تھا اور رات قریب آ رہی تھی توں توں مجھے گھر کے کونے کونے سے خوف آتا دکھائی دے رہا تھا، بہن بھائی میری وجہ سے الگ پریشان تھے کہ بھیا کو کیا ہو گیا ہے۔ میں تمام بہن بھائیوں سے بڑا تھا، گھر کے ایک ہیروئی کمرے میں ہماری دکان تھی جہاں ابو بیٹھے تھے اور یہی ہمارا ذریعہ معاش تھا اب جب سے میٹرک کیا تھا دکان کا کام میرے ذمہ تھا میں سارا سارا دن دکان میں کام کرتا رہتا۔ ہر کسی سے مسکرا کر بات کرنا میری بچپن کی عادت تھی، گاؤں کی لڑکیوں وغیرہ کو کبھی بھی بری نظر سے نہ دیکھتا تھا، شاید یہی وجہ تھی کہ گاؤں کی جوان لڑکیاں بلا جھجک دکان پر آجائیں اور ضرورت کی اشیاء لے جاتیں اور شاید انہی لڑکیوں میں کوئی مجھے چاہتی بھی تھی لیکن میں نے اسے بھی نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا۔

آج مسلسل دسواں دن تھا روزانہ رات کے پچھلے پھر جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ خواب سے عادت ہوتے ہیں۔ ایک ہی خواب دکھائی دیتا، ایک قبر چھٹی ہے اس میں سے سفید کفن میں لپی ہوئی حسین دوشیزہ رونما ہوتی ہے۔ جو مجھے چار بھرے انداز میں اپنی طرف بلاتی ہے۔ کاش آج، آج، آج کاش دیکھو میں تمہارا ہر روز انتظار کرتی ہوں، کیوں تیرا ہے ہو مجھے، کیوں نہیں آتے ہو، میرے پاس، پھر وہ دونوں بازو پھیلا دیتی ہے۔ آج رات کے خواب میں تو اس نے حد ہی کر دی، تھی ابھی خواب مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی، کمرے کے چاروں اطراف نظریں کھما کھما کر اسے دیکھا لیکن وہ نظر نہ آئی ایک خوف تھا میرے اندر جس کی وجہ سے میں پسینہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ گھر والے دوسرے کمرے میں خرگوش نیند میں مست تھے، لیکن پھر آج رات خواب میں وہی قبرستان تھا وہی قبر تھی، جو پچھنی مٹی ادھر ادھر بکھرنے لگی اور وہی حسین چہرہ رونما ہوا اور قبرستان میں کھڑے ہو کر مجھے پکارنے لگا کاش خدا کے لئے اب تو آجاؤ، تمہارے انتظار میں میری آنکھیں پتھر اگنی ہیں چلو تم نہیں آتے تو نہ سہی میں خود ہی تمہارے پاس آجاتی ہوں پھر جیسے وہ ہوا میں اڑتی ہوئی ہمارے گاؤں میں آئی اور میرے کمرے کے اندر کھس کر مجھے جگانے لگی تو میری آنکھ کھل گئی۔ آج رات کے خواب کا انوکھا ہی منظر تھا میں سما ہوا کمرے کے دروازے پر مسلسل گھور رہا تھا ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ دوشیزہ میرے کمرے میں ہی کیسی چھپی بیٹھی ہے اور کسی وقت بھی مجھے پکڑ لے گی یہ دوشیزہ کون تھی مجھے کیسے جانتی تھی مجھ سے کیوں محبت کرتی تھی میں بے خبر تھا اس کے چہرے سے نا افاقہ تھا نہ تو وہ میرے عزیز و اقارب میں تھی نہ میرے جاننے والوں میں سے نہ ہی ہمارے گاؤں یا اس پاس کے گاؤں کی تھی پھر یہ کون تھی اور مجھے کیوں پکارتی ہے۔ انہی سوچوں اور اپنے کمرے میں اس کی موجودگی کے خوف سے میری جج کھل گئی یہ ایک قدرتی فعل ہوتا ہے کہ رات کی تاریکی میں جب کہ انسان اکیلا ہو ایسا خواب دیکھ لے تو ضرور ڈر جاتا ہے ضرور خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ پہلے تو دن تو وہ قبرستان میں ہی کھڑی مجھے پکارتی تھی اور چند

آج کی رات میں بہن بھائیوں میں ہی سوئے لیکن رات پھر خواب کو وہی قبرستان تھا یہ کون سا قبرستان تھا کہاں تھا، کس علاقے میں تھا، میں بے خبر تھا، یہ قبرستان بہت بڑا تھا، اس قبرستان میں راستے بے ہوئے تھے، یعنی قبرستان کے کافی حصے بے ہوئے تھے، قبرستان کے تین دست میں یہ قبر تھی جو مجھے چھٹی نظر آتی تھی۔ قبر چنی وہی کفن پوش چہرہ رونما ہوا اور چار بھرے لمبے میں مجھ

سے مخاطب ہوا کشف تیاری کرو، میرے پاس آنے کی اگر صبح تم میرے پاس نہ آئے تو پھر میں خود ہی آجاؤں گی پہلے تو میں خالی واپس آئی تھی لیکن اب تمہیں ساتھ لیکر ہی آؤں گی۔ مدہوتی ہے انتظار کی اور تم ہو کہ تمہیں میری پرواہ ہی نہیں ہے، یہ الفاظ سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ ایک بار پھر یہ خواب میرے دل و دماغ میں گردش کرنے لگا۔ ایک بار پھر میں قبرستان کی دنیا میں لوٹ گیا کئی دیر تک میں اس دوشیزہ کے بارے میں سوچتا رہا کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے مجھے کیوں ہر روز بلاتی ہے۔ بہر حال میں نے فیصلہ کر لیا ایک اہل فیصلہ کہ میں صبح جاؤں گا اور تلاش کروں گا اس قبرستان کو جہاں وہ رہتی ہے آخر تک میں موت سے پیچھا چھڑا سکتا تھا تب تک پونہ ڈر اور خوف کی زندگی گزارنا، نجانے کیسی طاقت تھی جو میرے اندر پیوستہ ہوتی گئی موت سے بھانکا جو انمردی نہیں بزدلی ہوتی ہے اور ویسے بھی اب مجھے وہ دوشیزہ وہ کفن پوش پری اچھی لگنے لگی تھی آہستہ آہستہ میں ایک ایسی محبت میں گرفتار ہونے لگا جسے میں کبھی نہیں پاسکتا تھا جسے میں سوائے خواب کے دیکھ بھی نہیں سکتا تھا اور یہ خواب بھی میرے بس میں نہ تھے کہ ہر روز اس کا دیدار کرتا۔ میرے دل میں جو خوف تھا آہستہ آہستہ پیار میں بدل چکا تھا، بخار ختم ہو گیا، اچھا بھلا ٹھیک ٹھاک انسان بن گیا، گھروالے سوئے ہوئے تھے اور میں اس مردہ مدہ جہیں کے خیالوں میں گم تھا اس کا روشن اور چمکتا چہرے نظروں کے سامنے تھا اور دوسرا اس کا پیار سے پکارنے کا انداز جو پہلے خوف زدہ کرتا تھا۔ اب دل کی گہرائیوں سے سوچا تو اچھا لگا جو بلا خر مجھے اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہو گیا، صبح کا انتظار کرنے لگا، لیکن آج صبح ہیے ہوتی آج تو جیسے کسی نے رات کی سیاہی کو باندھ لیا ہو۔ خدا خدا کر کے آنکھیں ملنے اجلا ہوا گھر والے بھی ایک ایک کر کے آنکھیں ملنے ہوئے بستروں کو خبر یاد کر رہے تھے بھی نماز سے فارغ ہوئے تو امی گھر کے کالوں میں مصروف ہو گئیں، باقی بہن سہیلی بھی روز مرہ کے کالوں میں مصروف ہونے لگے میں نے اپنی حالت تیاروں جیسی بنائی لیکن میں جانتا تھا کہ بخار سے تو چھٹکارہ حاصل ہو چکا ہے لیکن تیار اس لیے پڑا رہا کہ امی ابو سے کوئی بھانہ بنا کر گھر سے نکلوں اور ایک نامعلوم منزل کی طرف گامزن ہو جاؤں اس کے بعد میں اور میری قسمت آخر کار میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا، کیونکہ امی ابو جانتے تھے کہ میں راتوں کو ڈر جاتا ہوں انہوں نے خود ہی کہہ دیا کہ بیٹے جاؤ فلاح جگہ ایک

بزرگ رہتے ہیں، ان سے دم کرواؤ تمہارا خوف ڈر ختم ہو جائے گا میں تو خود ہی یہ چاہتا تھا، خدا نے میری یہ خواہش پوری کر دی۔ میں نے کپڑے تبدیل کئے اور بزرگ کے ٹھکانے کی طرف بڑھنے لگا، گھر سے نکلنے سے پہلے تمام گھر والوں کو الوداعی نظروں سے دیکھا، بہن بھائیوں کو دیکھا، ماں باپ کو شفقت بھری نظروں سے دیکھا، لیکن کسی کو احساس نہ ہونے دیا کہ میں بیش بہش کے لئے جا رہا ہوں۔ ماں باپ بہن بھائیوں کی جدائی معمولی بات نہیں ہوتی، لیکن یہ زہر بھرے کھونٹ مجھے چینا تھے سولہ پر پتھر رکھ کر پی لے۔ امی ابو کے بتائے ہوئے بزرگ کے پاس گیا، واقعی وہ بزرگ مجھے درویش معلوم ہوئے اکیلے ہی بیٹھے ہوئے تھے اس لئے میں نے دس دن کے مسلسل ایک ہی خواب کے بارے میں انہیں آگاہ کیا، میری کہانی سننے کے بعد وہ خود بھی حیران رہ گئے یہ وہ راستہ تھا جو سیدھا موت کی طرف جاتا تھا۔ وہ بار بار میرے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے کہہ رہے ہوں کہ خوابوں کے پیچھے بھانکا پانگوں والی بات ہوتی ہے اور وہ بھی ایک ایسا خواب کہ جسے پانا بھی چاہوں تو پاس نہیں سکتا تھا، کئی دیر تک وہ خاموش رہے پھر انہوں نے میرے پورے جسم پر پھونکس ماریں اور پانی کا دم کیا ہوا گلاس مجھے دیا جو میں نے گھٹا گھٹ پی لیا تو بولے بیٹا سیدھے واپس گھر جاؤ بھول جاؤ ان خوابوں کو سمجھ لو کہ تم نے کچھ نہیں دیکھا میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارا یہ خواب جھوٹا ہے تمہاری سنانی ہوئی تمام کہانی حقیقت سے تم وہاں تک پہنچ بھی جاؤ گے لیکن سوائے موت کے اور کچھ نہیں ملے گا ایسے خواب ہر کسی کو نہیں آتے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خود کو موت کے قریب لے کر جا رہے ہو واپس لوٹ جاؤ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گی میں نے تم پر دم کر دیا ہے اب تم واپس لوٹ جاؤ لیکن میں بعد تھا کہ میں یہ کام کر کے چھوڑوں گا چاہے موت کو گلے کیوں نہ لگنا پڑے بزرگ کی ایک بات نے مجھ میں ہمت پیدا کی تھی کہ میں منزل تک ضرور پہنچوں گا اور یہ خواب جھوٹا نہ تھا یہ جان کر میں بھلا واپس کیسے لوٹ سکتا تھا مجھے میرا پیار بلا رہا تھا اب وہ چرا مجھے دنیا کی ہر چیز سے اچھا لگنے لگا تھا۔ وہ زندہ تھا یا مردہ، مجھے اس بات کی پرواہ نہ تھی صرف اتنا جانتا تھا کہ وہ مجھے پکارتی ہے، اپنے ہاتھوں کو پھیلائے میرا انتظار کر رہی ہے اور میں اپنے پیار کو کیسے ٹھکراتا میں خوابوں کے پیچھے نہیں بھاگ رہا تھا، بلکہ بقول بزرگ کے کہ میں حقیقت کی تلاش میں تھا لیکن عمر کی کمی کی وجہ

سے اور میری حسین جوانی کی وجہ سے بزرگ مجھے ان کٹھن اور دشوار گزار راہوں پر جانے سے روک رہے تھے میں نے بزرگ کے پاس زیادہ دیر تک بیٹھنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ وہ مجھے مسلسل جانے سے روک رہے تھے اور میں رکتا نہیں چاہتا تھا جو ارادہ کر لیا تھا اسے پورا کرنا تھا میں ایک نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا میرا قیام صرف اور صرف قبرستان میں ہونا چھوٹے چھوٹے کئی قبرستانوں سے گزرا ان قبرستانوں کی ایک ایک قبر کو غور سے دیکھا، پرکھا لیکن یہ قبرستان میری منزل نہ تھے ان قبرستان میں میرا پیار نہیں تھا، ان قبروں میں وہ چہرہ نہ تھا جس کی مجھے تلاش تھی جس کیلئے میں نے سب کچھ چھوڑ دیا تھا چلتے چلتے بھٹکتے بھٹکتے شام ہو گئی اور ایک قبرستان میں ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا کہ میں کسی دیران اور ایک خوفناک قبرستان میں اکیلا رات گزار رہا تھا اور دوسرے سرشام خوف تو آیا لیکن پھر سنبھل گیا اگر ڈر جاتا تو اپنی منزل کو کیسے پاسکتا تھا اور ویسے بھی اب مجھے دنیا والوں کی رونقوں کی پرواہ نہ تھی، خود کو ایک مردہ دوشیزہ کے لئے منتخب کر بیٹھا تھا۔ جب رات کی سیاہی نے ہر چیز کو اندھیرے میں لے لیا تو میں نے بھی اپنی آنکھیں بند کر لیں اور خدا سے دعا کرنے لگا کہ وہ آج رات پھر اس دوشیزہ کا خواب میں دیدار کرائے خدا نے شاید میری دعا قبول کر لی تھی، آنکھ کھلتے ہی وہی منظر میری نظروں کے سامنے آیا ایک بڑا قبرستان تھا اس میں سے ایک قبر چھٹی نظر آئی اور جب قبر پیٹ گئی تو وہی دوشیزہ آج کفن کی بجائے سرخ جوڑے میں دلہن کے روپ میں شرماتی اور مسکراتی نظر آتی۔ میں آہستہ آہستہ دلہن کے قریب آ گیا اور اس دوشیزہ کا دیدار کرنے لگا یہ دیدار اتنا لمبا تھا کہ جب آنکھ کھلی تو پھر وہ چیز جو رات کے اندھیرے نے اپنی پلیٹ میں لے لی تھی صاف اور نمایاں نظر آ رہی تھی، درختوں پر چڑیوں کا شور و غل اس بات کی دلیل تھی کہ خدا نے رات کو اپنی قدرت سے پلیٹ لیا ہے اور دن کا پردہ ہٹا دیا ہے آج میری خوشی کی انتہا نہ تھی، آج اتنا خوش تھا کہ یہ بیان نہیں کر سکتا۔ میری خوراک کدم چالوں نہ تھی، درختوں کے پتے اور کھیتوں میں اگی ہوئی مٹی سبزیاں انھیں میں اپنی اس خوراک سے خوش تھا۔

دن رات گزرتے رہے، خواب آتے رہے وہ مجھے پھر وہی میں قبرستان میں گھومتا اور راتیں گزارتا رہا، بالکل جنوں جیسی حالت ہو گئی۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ

میں اس وسیع و عریض قبرستان میں جا پہنچا۔ واقعی یہ وہی قبرستان تھا جو خوابوں میں دیکھ چکا تھا وہی راستے تھے اب میرا رخ قبرستان کے اس خطے کی جانب تھا جہاں سے میری محبوبہ قبر سے جلوہ افروز ہو کر آئی تھی بزرگ صاحب کی بات درست ثابت ہوئی تھی، میں منزل پر پہنچ چکا تھا، لیکن اب جب ان کی بات دوبارہ دماغ میں گونجی کہ موت کے قریب پہنچ جاؤ گے، تو کچھ پریشانی ہوئی بہن بھائیوں ماں باپ کی صورتیں آنکھوں کے سامنے گھومتی لگیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا، اب تو موت ہی میرا مقدر تھی، بلکہ میں خود چل کر موت کے پنجے میں آیا تھا یہ ایک ڈراؤنا قبرستان تھا ہر طرف سے دن کی روشنی میں بھی خوف آتا تھا۔ یہاں دور دراز تک کوئی انسان بٹرن نہ تھا، خوف سے میرا جسم پسینہ سے جھجک گیا لیکن جلد ہی میں سنبھل گیا اور اسی قبر کو تکیہ بنا کر میٹ گیا، آنکھیں بند کر لیں کہ شاید نیند آجائے اور وہ دوشیزہ اس قبر سے جلوہ افروز ہو، لیکن نیند کیسے آتی، نیند تو آنکھوں سے نجانے کیوں غائب ہو گئی تھی تقریباً دن کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ دھوپ کی شدت اس قدر تیز تھی کہ درخت کے نیچے بیٹھنے کے باوجود بھی پسینہ سے جھپٹکا جا رہا تھا اس سخت دھوپ اور سخت گرمی سے بچنے کے لئے میں پانی کی تلاش میں نکل پڑا۔ اس ڈراؤنے اور خوفناک قبرستان میں اوپر اوپر بھٹکتا ہوا آخر کار دور سے ایک تل نظر آیا وہاں پہنچ کر خوب نمایاں اپنے آپ کو خوب ٹھنڈا کیا نجانے کتنی دیر تک میں اس تل کے نیچے نہاتا رہا اور مجھے بار بار ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے تل کو چلائے ہوئے کوئی میرے ہاتھ روک رہا ہے لیکن نظر کچھ بھی نہ آ رہا تھا میں بار بار اسے اپنا وہم تصور کرتا رہا اور پھر تل کے کچھ دور سے زور زور سے ہنسنے اور قہقروں کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں یہ پہلا واقعہ تھا جو میرے ساتھ آج رونما ہوا میں نے یہ آوازیں سنتے ہی جھپٹکے کیڑوں سمیت قبرستان سے باہر نکلنے کے لئے بھاگنا شروع کر دیا آوازیں مسلسل میرا پیچھا کر رہی تھیں ابھی قبرستان کی حدود میں ہی تھا کہ ایک زوردار پھیر میرے منہ پر پڑا اور ساتھ ہی کسی نے مجھے بالوں سے پکڑ کر زمین پر پٹا، اس کے بعد کیا ہوا مجھے خبر نہیں جب ہوش آیا تو شام کے سائے ڈھل چکے تھے اور میں اس قبرستان میں ایک قبر کے اوپر گرا ہوا تھا کہاں جاتا کس کو پکارنا، اتنا وسیع و عریض قبرستان تھا لیکن کوئی بھی انسان اس میں چلنا پھرنا نظر نہ آتا تھا میں نے گھر سے

آئے گی بہت بڑی حماقت کی تھی ایک خواب کو حقیقت کا روپ دینے کی غرض سے خود کو موت کے منہ میں لے آیا تھا۔ اپنی غلطی پر رو بھی رہا تھا اور گھروالوں کو یاد بھی کر رہا تھا۔ یہ پچھتاوا بھاری بھر تھا کہ میں اپنے ہوش کو بھینسا تھا اب جانا بھی تو کہاں جانا خوف سے میرا پورا جسم پسینہ میں جھپکا ہوا تھا اور زور سے زہن پر گرنے سے میری چیخیں نکل رہی تھیں۔ جو قرآنی آیات زیادہ پائی تھیں ان کا ورد کرتے ہوئے قبرستان سے باہر نکلنا شروع کر دیا جب قبرستان سے باہر نکلا تو لوگوں کا ایک جھوم قبرستان کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا یہ لوگ ایک چار پائی اٹھائے قبرستان کی طرف چلے آ رہے تھے۔ قبرستان کے قریب پہنچ کر انہوں نے چار پائی جنازہ گاہ میں رکھی اور خود وضو کرنے کی غرض سے نکلے کی طرف جانے لگے۔ میرے دل میں آیا کہ میں مرے والے کا منہ دیکھوں یہ سوچ آتے ہی میں سیدھا چار پائی کی کے قریب گیا چار پائی کے قریب اس وقت کوئی نہ تھا میں نے جو نبی اس کے چہرے سے کفن ہٹایا تو چیختے چیختے رہ گیا اس میت کا پورا چہرہ جل رہا تھا ایک آنکھ جل کر ختم ہو گئی تھی اس کی جگہ ایک گڑھا پڑ گیا تھا جب کہ دوسری آنکھ پوری کی پوری کھلی ہوئی تھی ہونٹوں کا چہرہ جل چکا تھا اور تمام کے تمام دانت بڑے بڑے نظر آ رہے تھے سر کے بال ختم ہو چکے تھے کان بھی غائب تھے صرف نشان باقی تھے یہ میت چڑیل سے بھی بد صورت اور بد نما تھی ایسے لگا یہ میت ابھی اٹھ کر مجھے پکڑے گی مجھ میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ اس کے منہ پر کفن دوبارہ رکھا جب نماز جنازہ سے فارغ ہو کر اسے دفن دیا گیا تو میں نے خود کو پر دہی ظاہر کیا اور رہنے کی جگہ طلب کی تو وہ لوگ مجھے اپنے ساتھ لے کر چلنے لگے جب میں نے میت کے بارے میں پوچھا تو بولے گاؤں کی ایک جوان لڑکی جل مری ہے اس۔ خود کشی کر لی ہے خود کو آگ لگائی ہے۔ اس کے جسم کا راجہ چڑھ جل گیا ہے کہیں کہیں گوشت ہے ورنہ ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں اور اس کا چہرہ ایسے جھلس گیا تھا جیسے یہ سیاہ و نیل لڑکی نہ ہو بلکہ کوئی چڑیل ہو یہ اس قدر جل گئی تھی کہ اس کا پتہ مشکل تھا زندگی میں پہلی مرتبہ ایسی میت دیکھی تھی۔ مسلسل اس میت کا چہرہ مجھے خوفزدہ کر رہا تھا۔ ادھر لوگوں کی باتوں نے اور زیادہ خوفزدہ کر دیا گاؤں پہنچ کر سب نے مل کر کھانا کھلایا اس کے بعد باہر گلی میں پچھی ہوئی صف ماتم پر بیٹھ گئے اندر سے عورتوں کے زار و قطار رونے کی آوازیں آ رہی تھیں مجھے ایک آدمی نے قریب ہی ایک

کمرہ دکھلایا کہ تم یہاں رات بسر کر لینا شکل و صورت سے میں واقعی شریف گھرانے کا فرد معلوم ہونا تھا ویسے بھی گاؤں والے انسان رحم دل اور درد دل رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں ان کے دلوں میں ہمدردی کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے ہر حال کمرہ دیکھنے کے بعد میں دوبارہ لوگوں کے جھوم میں آہٹا، چونکہ ایکے میں مجھے اس میت سے خوف آتا تھا ایسے لگتا تھا جیسے وہ ابھی اٹھ کر مجھے پکڑے گی کئی رات گزرنے کے بعد لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی اور جو اس میت والے کمرہ میں آئے تھے وہ بھی سونا شروع ہو گئے مجھ میں اتنی ہمت نہ ہو رہی تھی کہ میں کمرے تک جاتا لیکن مجبور رہی تھی سو میں اٹھا اور کمرے میں چلا گیا ایک دیا تھا جو میرے کمرے میں جل رہا تھا شاید وہ بھی جل جل کر تھک گیا تھا اور آہستہ آہستہ اپنی روشنی کم کرتا ہوا بالا خر کمرے میں اندھیرا پھوٹ گیا کمرے میں اندھیر ہوتے ہی اس جلی ہوئی میت کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھومتے لگا۔ پوری رات مجھے ایسے محسوس ہوتا رہا کہ وہ ابھی مجھے پکڑے گی جب ڈر اور خوف ہو تو نیند نہیں آتی۔ یہی حال میرا تھا، نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور وہ جلی ہوئی میت میرے قریب تھی مجھے خوف زدہ کر رہی تھی۔ خدا خدا کر کے فجر کی اذانوں کی آوازیں گانوں سے نکلاں تو میں نے فوری کمرے کا دروازہ کھول دیا اور سیدھا مسجد کی طرف چلنے لگا اذان سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ مسجد کس طرف ہے اور کتنی قریب ہے وہاں ماسوائے موزن کے اور کوئی نہ تھا مجھے مسجد کے چاروں اطراف سے بھی خوف آ رہا تھا جلی ہوئی میت میرے ذہن میں اسی قدر سوار ہو گئی کہ ایسے لگتا جیسے ابھی مجھے دبوچ لے گی اس سے بہتر تو قبرستان کی زندگی بھی جہاں میں نے تقریباً کئی دن گزار دیئے تھے اب ایک فیصلہ کر لیا کہ میں واپس اپنے گاؤں لوٹ جاؤں گا لیکن کیسے لوٹ جاؤں گا یہ بھی میرے لئے ایک معرکہ کھڑا تھا میں تو ان راہوں کو بھی بھول گیا تھا جن جس راہوں سے گزر کر یہاں آیا تھا میں کہاں تھا مجھے خود بھی معلوم نہ تھا اپنی محبوبہ کی شکل بھی کئی دنوں سے نہ دیکھی تھی۔ کئی دن ایسے ہی گزر گئے گاؤں والوں نے مجھے اجنبی سمجھتے ہوئے میری ہر ضرورت کا خیال رکھا لیکن یہاں رات بسر کرنا میرے لئے بہت دشوار تھی اس جلی ہوئی عورت کا خوفناک چہرہ بار بار مجھے ہر روز ڈراتا رہتا امام مسجد نے مجھے اپنے پاس رکھ لیا۔ ہر حال میں ان کے پاس ہی رہنے لگا ایک دن میں نے انہیں تمام کہانی سنا

دلی کہ ایسے ایسے ایک قبرستان میں سے ایک قبر چھٹی دیکھا ہوں اس سے ایک دو شیزہ نکلتے ہے جو مجھے اپنے پاس لاتی ہے جو مجھ سے پیار کرتی ہے اور میں بھی اس سے دل دلی میں پیار کرنے لگا ہوں اور اس کو پانے کی غرض سے کمرے سے بے گھر ہوا ہوں۔ پوری دلچسپی کے ساتھ انہوں نے میری کہانی سنی اور کہا میں ضروری نہیں کہ خواب سچ ہوں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان جس چیز کا تصور سونے سے پہلے کرتا ہے وہی خواب میں آ جاتی ہوں اور یقیناً تم بھی سونے سے قبل پچھلے دن کی خواب کو نظروں کے سامنے گھماتے ہوں گے اور اسی دن خواب میں اسے دیکھ لیتے ہوں گے۔ مجھے امام صاحب کی باتیں سنانے کیوں اچھی لگیں واقعی ایسی ہی بات تھی میں اس قبر سے نکلنے والی لڑکی کے تصور میں اکثر جھپکا رہتا تھا جب میں نے بزرگ والی بات بتائی کہ انہوں نے حقیقت بتائی ہے تو امام صاحب بولے میں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے والد عالم کہ اصل حقیقت کیا ہے اور ایسا کیوں ہوتا رہا ہے۔ لیکن جب سے میں اس قبرستان میں آیا ہوں مجھے وہ لڑکی خواب میں دوبارہ نہیں ملی اور یقیناً یہ وہی قبرستان تھا جو میں خوابوں میں دیکھا کرتا تھا بڑا سا جس میں راستے بھی تھے ہو سکتا ہے کہ یہ قبرستان نہ ہو اس جیسا کوئی اور قبرستان ہو امام صاحب نے مجھے ایک وظیفہ بتایا کہ بیٹا اس کو اس قبر کے قریب بیٹھ کر کرنا ہے پاک رہنا ہے اور رات کی تاریکی میں یہ وظیفہ کرنا ہے تمہیں اصل حقیقت کا علم ہو جائے گا کہ تمہارے خواب سچے تھے یا محض خواب تھے اگر خواب تھے تو پھر بھی وظیفہ میں تمہیں خواب والی لڑکی ضرور دکھائے دے گی اگر سچے تھے تو پھر یہ مرد نہ ہو گا بلکہ کوئی چڑیل ایک خوبصورت لڑکی کی شکل میں تمہیں دکھائی دیتی ہے اب یہ تم پر منحصر ہے کہ وظیفہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہو یا نہیں گو کہ وظیفہ اتنا لمبا نہیں ہے لیکن اس میں طاقت بہت ہے بڑی سے بڑی بلا بھی زیر کر سکو گے میں تمہیں دو چار دن میں ایک تعویذ تیار کر کے دوں گا اسے پین لینا تاکہ تم پر کوئی نیکی طاقت حملہ آور نہ ہو سکے اگر تم یہ سب نہیں کر سکتے ہو تو واپس لوٹ جاؤ ان خوابوں کو محض خواب جان کر بھول جاؤ اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے مل کر پہلے جیسی زندگی بسر کرو امام صاحب کی باتیں سننے کے بعد میں سوچوں میں کھو گیا وظیفہ کر تو میں لیتا لیکن مجھے اس جلی ہوئی عورت سے بہت خوف آ رہا تھا وہ بھی اس قبرستان

میں دفن تھی۔ اس کی دوڑانی اور بد نما صورت آنکھوں کے سامنے آتے ہی پسینہ چھوٹ جاتے تھے ایک بغتہ تک میں اس وظیفہ کے بارے میں غور کرتا رہا اس دوران امام صاحب نے ایک تعویذ تیار شدہ مجھے دے دیا تھا جو میں نے اپنے پاس رکھ لیا تھا پہنائیں تھا لیکن مجھ میں ہمت نہ ہو رہی تھی کہ میں وظیفہ کر سکوں خوف اور ڈر کی وجہ سے میں خود بھی ایک ڈھانچہ بننا چاہتا تھا اور جب تک اس گاؤں میں تھا میری صحت نہیں بن سکتی تھی جلی عورت ہر وقت ایسے لگتا تھا کہ مجھے پیچھے سے دبوچ لے گی میں نے وہ گاؤں چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اتنے سارے دنوں میں قبر کا پھٹنا لڑکی کا سامنے آتا یہ خواب بھی بند ہو گئے تھے میں سمجھ گیا تھا کہ واقعی یہ خواب ہیں اور کچھ نہیں دوسرے دن صبح سویرے ہی میں نے واپس جانے کے لیے امام صاحب سے اجازت لیکر سفر شروع کر دیا قبرستان کیا۔ اپنی خوابوں والی محبوبہ کی قبر کیا وہاں کچھ چڑھائی کی اس کے بعد آگے قدم بڑھایا میں تھا کہ ایک زوردار چھپر میری گردن پر پڑا میں آگے کر گیا جی نکلتے تھے وہ کئی ادھر ادھر دیکھا کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور ریب سے تعویذ نکال کر امام صاحب کی ہدایت کے مطابق نکلے میں ڈال لیا تعویذ نکلے میں ڈالنا ہی تھا کہ دل کو سکون محسوس ہونے لگا مجھے امام صاحب نے کیا کیا پڑھ کر اس تعویذ پر پھونکیں ماری تھیں ایک چھپر ہی نے میرے تمام ارادے بدل ڈالے آگے بڑھنے والے قدم وہیں کے وہیں جم گئے اب چاہے وہ چڑیل تھی یا مردہ بھی یا زندہ بھی جو کچھ بھی تھا اسے اپنے بغل میں کرنا ہی میرا مشن تھا میں نے وظیفہ کرنے کا پروگرام بنالیا جہاں مجھے چھپر پڑا تھا اس جگہ کو وظیفہ کے لئے منتخب کیا، کھاس کو ہاتھوں سے ہی کاٹا ایک خوبصورت سی جگہ بنائی اور بیٹھ کر رات ہونے کا انتظار کرنے لگا یہاں ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے سائے در درور تک پھیلے ہوئے تھے۔ دوپہر تک وہاں قبر کے پاس ہی بیٹھا رہا جب بھوک پیاس تنگ کرنے لگی تو اپنی جگہ سے اٹھا چاروں طرف سخت دھوپ اور سنسانیت تھی کوئی بھی بشر چلتا پھر نظر نہ آ رہا تھا میں نے اس گاؤں میں جانا مناسب نہ سمجھا کہ واپس جانا میرے لئے شرمندگی کا باعث تھا لہذا میں نے قبرستان کی دوسری جانب دور سے نظر آنے والے ایک گاؤں کا رخ کر لیا قبرستان عبور کرنے کے بعد ایک راستے پر چڑھ گیا اور چلتا شروع کر دیا کچھ دور ہی گیا تھا کہ ایک خوبصورت دو شیزہ سر پر ایک گڑا اٹھائے ہوئے کھیتوں کی پگڈنڈی سے آتی نظر آئی

دور سے ہی اس کا سرخ و سفید چہرہ ایسے چمک رہا تھا کہ جیسے یہ انسان نہ ہو آسمانی نور ہو جب وہ میرے قریب سے گزری تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں یہ تو وہ دوشیرہ تھی جو مجھے خوابوں میں قبر چھسے کے بعد نظر آتی تھی یہ تو زندہ سلامت تھی مردہ نہ تھی اسے دیکھنے کے بعد میں پلکیں جھپکنا بھی بھول گیا اپنے ہوش کھو بیٹھا۔ وہ کافی آگے نکل چکی تھی میں نے اپنے خواس کو درست کیا اور اس کے پیچھے بھاگنے لگا دیوانوں کی طرح اسے آوازیں دینے لگا میری آواز پر وہ ایک لمحہ کے لیے رکی میرا پورا جائزہ لیا اور دوبارہ چلنا شروع کر دیا اب وہ تیز تیز قدم بڑھانے لگی۔ وہ آگے آگے اور میں اس کے پیچھے پیچھے گاؤں سے باہر ہی ایک ڈیرہ تھا جو کافی بڑا تھا اس کا دروازہ کھول کر اس میں داخل ہو گئی اور زور سے دروازہ بند کر لیا مجھ پر دیوانی اس قدر اثر انداز تھی کہ یہ بات بھول ہی گیا تھا کہ میں کسی اجنبی لڑکی کے پیچھے بھاگ رہا ہوں اسے پکار رہا ہوں اگر اس کا بھائی یا کوئی اور شخص یہ منظر دیکھ لیتا تو یقیناً مجھے ٹھوں میں ہی دنیا سے غائب کر دیتا لیکن اب اسے دیکھنے کے بعد موت کی میرے سامنے کوئی وقعت نہ تھی یہ میرے خوابوں کی شہزادی تھی جو عرصہ سے مجھے اپنی طرف بلا رہی تھی۔ جو میرے جسم کے انگ انگ میں سما چکی تھی میں بھلا اسے چھوڑ کر کہاں جاسکتا تھا میں اسے دوبارہ دیکھنے کے لئے اس کے گھر کے دروازے کے سامنے کچھ دور ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گیا بھوک پیاس ختم ہو چکی تھی بس اس کا دیدار ہی میرے لئے سب کچھ تھا دن گزر گیا اس نے دروازہ نہ کھولا شام کے سائے ڈھلنے لگے اندھیرا پھیلنے لگا گاؤں کے لوگ مجھے دیکھتے ہوئے آتے جاتے رہے ایک بزرگ نے مجھے یہاں اکٹھے بیٹھنے کا پوچھا تو میں نے مسافر کہہ کر ٹال دیا اس بزرگ نے بھی میری کیفیت دیکھ لی کہ بیچارہ تھکا ہوا ہے نجانے کہاں سے آیا ہے اور کن سوچوں میں گم ہے کسی کو شک اس لئے نہ تھا کہ یہ گھر گاؤں سے کافی باہر تھا اور جس گھر کے سامنے کچھ فاصلے پر بیٹھا تھا یہ دروازہ بھی بند تھا اس لئے کسی نے کوئی خاص توجہ نہ کی پوری رات گزر گئی لیکن وہ مہ جیں دوبارہ جلوہ افروز نہ ہوئی شاید وہ جان گئی تھی یا دروازے کی آٹ سے اس نے مجھے دیکھ لیا تھا کہ میں باہر بیٹھا ہوا ہوں بدنامی سے بچنے کی غرض سے باہر نہ نکلی ہو جب اس کی عزت اور بدنامی کا خیال میرے ذہن میں آیا تو میں فوری طور پر اس جگہ سے اٹھ گیا اور کافی دور ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گیا یہ درخت گو کہ

کافی دور تھا لیکن تھا اس کے دروازے کے سامنے اور دن کی روشنی میں وہاں بیٹھے ہی ہر کسی کو آتے جاتے بخوبی دیکھ سکتا تھا رات بھی گزر گئی لیکن وہ نظرنہ آئی میں نے وظیفہ والا پروگرام ختم کر دیا تھا جس کے لئے وظیفہ کرنا تھا وہ تو زندہ تھی صبح سلامت تھی اور میری آنکھوں کے سامنے تھی اب بھلا وظیفہ کر کے کس کو حاصل کرنا تھا قبر کا پختہ دہاں سے اس حسین دوشیرہ کا لکنا ضرور چڑیل کا کام تھا۔ یہ چڑیل اس شہزادی کے روپ میں آتی تھی یہ ایک ایسا کھیل تھا جو میری سمجھ سے باہر تھا واقعی یہ ایک خواب تھا خواب سچا نہ تھا اس سے جلوہ افروز ہونے والا چہرہ حقیقت تھا خدا کی کیسی شان تھی کہ اس نے میرے محبوب کو خواب میں ہی دکھا دیا اور مجھے یہاں تک پہنچا دیا کہ اس کو دیکھ سکوں اس سے بات کر سکوں اس گھر میں شاید کوئی اور فرد موجود نہ تھا اگر کوئی ہو تا تو ضرور ایک دو دفعہ باہر آتا یہ دروازہ ایسے بند ہوا جیسے اس گھر میں کوئی شخص رہتا ہی نہ ہو ساتھ ہی میرا ذہن دوسری طرف چلا گیا اس قدر حسین لڑکی جس گاؤں میں ہو وہاں کا کوئی نہ کوئی لڑکا تو ضرور اسے دوبارہ دیکھنے کی تمنا کرتا ہو گا لیکن ہو سکتا ہے کہ کسی نے اسے دیکھا ہی نہ ہو یا پھر اس نے کسی کو لفٹ ہی نہ کرواتا ہو عزت اور بدنامی کی وجہ سے گھر کی چار دیواری میں چھپ کر بیٹھ جاتی ہو اس کی شرافت تو میں نے بھی دیکھ لی تھی کہ مجھے بھی دوبارہ نظرنہ آئی تھی لیکن میں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور اور بے بس تھا اسے چھوڑ کر کہاں جانا اس کی وجہ سے توب کو چھوڑا ہے اگر وہ ملا ہے تو کیسے چھوڑ کر جاتا صبح سویرے ہی لوگوں کا اس رستے سے آنا جانا شروع ہو گیا وہی بزرگ جو شام کے وقت چند لمحات کے لئے میرے پاس رکے تھے مجھے دیکھ کر واپس اپنے گھر کو لوٹے اور پھر کچھ دیر کے بعد ان کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جو اٹھائے ہوئے میرے پاس آئے اور آتے ہی کہا پردیسی لگتا ہے کہ تم کل سے بھوکے پیاسے ہو یہ لو کچھ کھائی لو میں نے شکر کے ساتھ ان کے ہاتھوں سے سالن کچڑ لیا اور بغیر منہ دھوئے کھانا شروع کر دیا واقعی بھوک اور پیاس تو تھی لیکن اس کے دیدار کے بعد ختم ہو گئی تھی میں نے کہا کسی کی تلاش میں گھر سے نکلا تھا اسے تلاش کرتے کرتے یہاں تک پہنچا ہوں کیا وہ ملا ہے بزرگ نے فوری سوال کر دیا۔ ملا نہیں صرف دیکھا ہے شاید وہی ہو لیکن ہو سکتا ہے وہ نہ بھی ہو میں نے کچھ کچھ بات کو بدل ڈالا اب تمک گیا ہوں کوئی راستہ بھی نظر نہیں آ رہا کہاں جاؤں کس طرف جاؤں

یہاں ہی قیام کر لیا اگر قسمت میں ملا ہو تا ضرور اسے پکڑ لوں گا بزرگ کو مجھ پر کچھ ترس آ گیا کہنے لگے اس آجائو میں نے کہا نہیں بلایا یہاں ہی ٹھک ہوں تو اتنی اچھی لگتی ہے اکیلا رہنا اچھا لگتا ہے بزرگ بولے وہ سامنے دیکھو میری زمین ہے وہاں ایک کمرہ بنوایا تھا جو اب خالی ہے چاہو تو وہاں رہ سکتے ہو بزرگ نے ایک طرف اشارہ کیا یہ اشارہ قبرستان کے قریب ایک کمرے کی طرف تھا میں نے فوراً حالی بھری میں تو یہی چاہتا تھا کہ یہاں رکنے کے لئے کوئی وسیلہ بن جائے اور میں اپنی محبت کو بیش بیش کے لئے اپنا کر یہاں سے لے جاؤں بزرگ چلے گئے میں نے اس کمرے کا رخ کیا یہاں شاید پہلے بزرگ اپنا مال مویشی وغیرہ باندھتے تھے لیکن اب یہ غرہ بالکل ویران تھا ایک وجہ تھی یہ مجھے معلوم نہ تھا پورا دن اس کمرے کے دروازے کے سامنے درخت کے نیچے بیٹھے گزر گیا جب ٹھیک بارہ بجے کا وقت ہوا وہی دوشیرہ میری جان میری تنہا میری آرزو گھر سے باہر نکلی باہر نکلتے ہی اس نے سب سے پہلے اس درخت کی طرف دیکھا جہاں میں رات پھر بیٹھا رہا تھا شاید دروازے کی آٹ سے اس نے مجھے دیکھ لیا تھا یا پھر بار دیکھتی رہی تھی کافی دیر تک وہ کسی کو تلاش کرتی رہی شاید وہ سے تلاش کر رہی تھی وہیں ہی تھا میں بھی اسے دیکھنے ہی کھڑا ہو گیا اور ہاتھ ہلا کر اسے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ جب اس نے میری طرف دیکھا تو ساتھ ہی چلنا شروع کر دیا آج پھر اس کے سر پر کھڑا تھا شاید کہیں دور سے پانی لینے جاتی ہو گی۔ دل نے چاہا کہ اس کے پیچھے جاؤں کسی کی بدنامی کا خیال آیا تو وہی کا وہی رک گیا جہاں تک جاتی ہوئی نظر آتی میں اسے دیکھ رہا جب وہ نظروں سے واپس ہو گئی تو میں دوبارہ اس کے آنے کا انتظار کرنے لگا چند منٹ انتظار کرتے گزرے تھے کہ وہ واپس آتی دکھائی دی میں بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور چلنا شروع کر دیا یہی راستے میں ہم دونوں کا میل ہوا آنکھیں چار ہوئی وہ بھی مسکراتی میں بھی مسکرایا اس نے بھی تنہی نظروں سے مجھے دیکھا میں نے بھی تنہی نظروں سے اسے دیکھا چند لمحات ایسے ہی گزر گئے پھر وہ اپنے گھر کی طرف اور میں نے چاہتے ہوئے بھی آگے بڑھ گیا آج میری خوشی کی انتہا نہ تھی اس کی مسکراہٹ میں مجھے اپنا پیار نظر آیا وہ سب کچھ نظر آیا جسے پانے کی غرض سے میں گھر سے بے گھر ہوا تھا میں کھٹکنا ہوا اندیشے سے اچھلتا ہوا کبھی اوجھل رہا اور پھر پانے کی غرض سے گھر سے بے گھر ہوا تھا میں کھٹکنا ہوا اندیشے سے اچھلتا ہوا کبھی اوجھل رہا اور پھر پانے کی غرض سے گھر سے بے گھر ہوا تھا میں کھٹکنا ہوا اندیشے سے اچھلتا ہوا کبھی اوجھل رہا اور پھر

خواب میں مجھے نظر آتی تھی لیکن یہ تو ایک مٹی کا ڈھیر تھی اصل چہرہ اس قبر میں نہ تھا بلکہ وہ تو زندہ و سلامت تھا میری طرح چلتا پھرتا مسکراتا تھا کافی دیر تک وہاں ہی بیٹھا رہا جب شام کے سائے ابھرنے لگے تو میں اٹھا اور اپنے کمرے کی جانب چل پڑا میرا آج پورا خیال پورا ذہن اس مہ جیں کی مسکراہٹ پر تھا کتنی حسین نظر آتی تھی جب اس کے حسین لبوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی جب اس نے مجھے خوش آمدید کہا تھا جب اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں بتا دیا کہ کاشف محبت کی آگ میں تم اکیلے نہیں جس رہے ہو یہ آگ دھسے دھسے مجھے بھی جلا رہی ہے میں بھی تیری صورت کے دیدار کو ترس گئی تھی انہی خوبصورت سوچوں میں میں نے چار پانی جو اندر کمرے میں پھینچی ہوئی تھی باہر نکالی اور اس پر لیٹ گیا اور ان بزرگ کا انتظار کرنے لگا جو مجھے کھانا کھلاتے تھے آج بزرگ نہ آئے بھول گئے تھے شاید مجھے لیکن مجھ میں اتنی ہمت تھی کہ رات بھوکے بسر کر لیتا جب کافی اندھیرا چھا گیا تو مجھے اپنے قریب سے عجیب قسم کی چہرے دکھائی محسوس ہوئیں کوئی میرے ارد گرد ایک دوسری سے بائیں کر رہی تھیں میں نے چاروں طرف دیکھا لیکن کسی بھی چیز کا وجود نظر نہ آیا ایک قدرتی خوف تھا جو میرے دل و دماغ کو مفلوج کرنے لگا۔ آوازیں آہستہ آہستہ عجیب انداز پیش کرنے لگیں اور چند لمحوں بعد ایک چہرہ نظر آیا یہ چہرہ دیکھتے ہی میری چیخ نکلی گئی وہی جلی ہوئی عورت تھی جسے میرے سامنے دفن کیا گیا تھا جو مجھے پکڑنے کی کوشش میں مصروف تھی لیکن نہ جانے کیا وجہ سے کہ مجھے پکڑ نہیں پاری تھی وہ عورت کبھی پورا منہ کھول کر ہنستی کبھی کبھہ گرتی اور کبھی کچھ پسینہ سے میرا جسم پانی پانی ہو رہا تھا خوف سے منہ سے کچھ پڑھا بھی نہ جا رہا تھا۔ اور ساتھ ہی دوسرا چہرہ رونما ہوا یہ چہرہ اس سے بھی بدتر تھا اس کے چہرے کا تمام چہرہ ایک طرف کو لٹکا ہوا تھا اور دوسری طرف ایسے تھا کہ جیسے جہاں کبھی چہرہ تھا ہی نہ تھا یہ بھیانک شکل میں نے پہلی دفعہ دیکھی تھی مجھے ان بزرگ کا خیال بار بار آ رہا تھا کہ بیٹا تم خود کو خود ہی موت کے حوالے کرنے چاہو ہو ان کی بات حقیقت تھی موت آنکھوں کے سامنے کھڑی میری بے بسی کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اس سے قبل کہ وہ مجھ پر کوئی وار کرتیں مجھ میں ہمت پیدا ہوئی اور میں نے قرآنی آیات کا ورد شروع کر دیا ان کے ابھرتے ہوئے قصے ماند پڑنے لگے اس کے بعد ایک عجیب شکل اختیار کرنے کے بعد وہ دونوں غائب ہو

نہیں ان کے غائب ہونے کے کچھ دن بعد مجھے اپنی شہزادی دکھائی دی جو اپنے گھر کا روزہ بند کرنے کے بعد کچھ اٹھائے ہوئے میری طرف چلی آ رہی تھی۔ اس کی ہمت دیکھ کر مجھے خود سے شرمندگی ہونے لگی کہ وہ ایک عورت ہوتے ہوئے قبرستان کی طرف بڑھ رہی ہے اور میں مرد ہو کر پسینہ میں بیٹھا ہوا ہوں میں نے فوری اپنا حلیہ درست کیا چہرے پر جو خوف کے اثرات تھے ختم ہو گئے اور اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا میرے پاس آتے ہی وہ بولی کاشف کیا بات ہے تمہارا چہرہ یہ بات ظاہر کر رہا ہے کہ تم یہاں عجیب شکش میں مبتلا تھے اس کے یہ الفاظ میرے لئے حیران کن تھے یہ بات مان لیتا ہوں کہ خوف چہرے سے نپٹتا ہوا اس نے پڑھ لیا تھا اور میرا نام اسے کیسے پتا تھا کہ میرا نام کاشف ہے پھر بولی کیا بات ہے تم تو مجھے ایسے دیکھ رہے ہو جیسے آج پہلی دفعہ دیکھ رہے ہو۔ نہیں دراصل بات یہ ہے اس نے میری بات کو درمیان سے ہی کاٹ ڈالا تم یہ سوچ رہے ہو کہ میں اس اندھیرے میں یہاں تک اگلے کیسے پہنچی تو جناب بات یہ ہے کہ ہم گاؤں کے لوگ ہیں اور یہاں آنا جانا ہمارا روزانہ کام معمول ہے۔ عجیب انداز تھا اس کی بات میں تم بھوکے تھے تمہارے لئے اٹالائی ہوں کھالو۔ بیٹھ بیٹھ بیٹھیں میں مشکل سے اپنے زبان سے لفظ ادا کر رہا تھا وہ ایک طرف ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کے آنے سے میں عجیب شکش میں تھا ایک تو اتنی جلدی وہ مجھ سے فری ہو گئی تھی وہ سراسر میرا نام اس کی زبان سے تیسرا میرا اتنا خیال کہ میرے لئے کھانا لے آئی چ تھا یہ کہ اسے ایسے معلوم تھا کہ میں بھوکا ہوں کچھ کھایا نہیں اور پانچویں یہ بات کہ ایک اگلی لڑکی ملا مجھ بلا کسی خوف کے ایک مرو کے پاس اور وہ بھی رات کی تہائی میں پھر ان تمام باتوں کی میرے دل سے خوبی تصدیق کر دی کہ ہو سکتا ہے کہ اسے مجھ پر بھروسہ اور اعتماد ہو بھی رات کی تہائی میں آئی تھی دوسری بات یہ کہ دروازے کی آؤٹ سے اس نے دیکھ لیا ہو گا کہ میرے پاس آج کوئی کھانا وغیرہ نہیں لایا ہے اور پھر یہ کہ ہو سکتا ہے اس کو میرے نام کا اس وقت ظلم ہو گیا ہو جب درخت کے نیچے میں بزرگ کو اپنے بارے میں تفصیل سے آگاہ کر رہا تھا یہ تمام خیال میں نے بہت دینے اور محبت بھرے انداز میں کمائی ہیں آپ کے سامنے ہوں میں نے اپنی بات کو فوری اصل روپ دے ڈالا میں آپ کی تلاش میں یہاں تک آیا ہوں آپ کا چہرہ کئی بار خواب میں دیکھا ہے آپ کی

آنکھوں میں یوں پر مجھے پیار نظر آتا تھا آپ مجھے پیار سے اپنے پاس بلائی تھیں اور آج آپ کے بالکل قریب ہوں ہمارے ہمارے ہمیں ملا دیا ہے میری ان باتوں پر اس کے ہونٹ کھلے اور زوردار قہقہہ بلند ہوا جو اندھیرے کے سانے میں پھیلتا ہوا شاید گاؤں تک بھی پہنچ گیا ہو۔ میں حیران رہ گیا تھا اپنی باتوں پر شرمندگی ہونے لگی مجھے یوں یلدم حال دل بیان نہیں کر دینا چاہئے تھا پہلے کم از کم ایک دوسرے کے بہت قریب ہو جاتے پھر یہ باتیں کہتا لیکن دل کے ہاتھوں مجبور تھا تجائے زبان میں اتنی قوت کیسے آگئی تھی کہ فوری تمام کسی تمام داستان اس پر ہی ناسا چہرے کے گوش گزار دی چند قہقہوں کے بعد اس نے پیار بھری نظروں سے میری طرف دیکھا تجائے اس کی آنکھوں میں کیا کشش تھی کیا جادو تھا کہ میں ایک صدم بنا اسے دیکھتا رہ گیا اور وہ کھانے کے برتن اٹھائے جن رابوں سے آئی تھی واپس لوٹ گئی جب تک وہ کمر کے اندر داخل نہ ہوئی تھی میں اسے دیکھتا رہا اس کے کمر جاتے ہی پہلے والا منظر نظر آنے لگا وہی دو ہیبت ناک چہرے میری چارپائی کے ارد گرد گھومتے گئے ان کی آنکھوں ان کے چہرے ان کے جسموں کو دیکھ کر خوف کا غلبہ طاری ہوا کیا زبان سے ورد الہی شروع کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ دونوں قبرستان کی طرف چلی گئی اور قبروں میں جا کر گم ہو گئیں ان دونوں کی جگہ بھی قبروں کے اندر تھی اور ایسے ہی قبروں سے باہر نکلتی تھیں جیسے مجھے خوابوں میں اپنی شہزادی نکلتی نظر آتی تھی اس کے بعد قبرستان کے آس پاس سے عجیب و غریب آوازیں آتی رہیں لیکن جب تک مجھے فینہ نہ آئی میں نے ورد الہی اپنی زبان پر جاری رکھا آج دوسری رات تھی اس قبرستان میں سوئے ہوئے۔

ایک رات میں باہر سویا ہوا تھا ابھی سویا نہ تھا بلکہ اپنی محبوبہ کے خیالوں میں گھویا ہوا تھا کہ کمرہ روشن ہو گیا یہ کمرہ جہاں میں دیا بھی نہ جلاتا تھا اتنی روشنی دیکھ کر میں حیران رہ گیا اور دل میں خوف بھی ابھرا کہ چڑھیں مجھ پر حملہ آور ہونے والی ہیں لیکن اندر کا فقاہہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون سی چیز تھی جس کے جلنے سے کمرہ اس قدر روشن ہوا تھا میں زبان پر ورد کرتا ہوا اٹھا کمرے کا دروازہ کھولا اندر کوئی چیز نظر نہ آئی ایک کونے میں نظر پڑی تو وہی عورت کی میت آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی ایک جھج نکلتے نکلتے رہ گئی میں واپس لوٹا تو باہر سے چارپائی غائب تھی یہ منظر دیکھتے ہی خوف سے میں نے بھگانا شروع کر دیا۔ میرا رخ قبرستان کی طرف تھا، پیچھے سے قہقہوں کی آوازیں مسلسل میرا تعاقب کر رہی تھیں ایک قبر پر جا کر اچھٹو محسوس ہوا آنکھیں کھولیں تو سامنے میری شہزادی کھڑی تھی اسے دیکھ کر میں اور زیادہ حیران رہ گیا خوف تو ختم ہو گیا لیکن حیرانگی میں اضافہ ہو گیا کہ یہ اگلی اسنے بڑے قبرستان میں کیسے آگئی اس سے قبل کہ میں اس سے کوئی سوال کرتا خود ہی بولی پڑی حیران ہونے والی بات نہیں میں گھر میں سب کچھ دیکھ رہی تھی اور تم مصیبت میں ہو میں نہ پہنچو یہ کیسے ہو سکتا ہے نہ جانے کیا کشش تھی اس کے چہرے پر کہ میں اسے دیکھتے ہی دنیا بھول جاتا تھا اور اس کی آوازیں اس قدر محسوس تھیں کہ لگتا تھا کہ جیسے یہ مجھے صدیوں سے چاہتی ہے اور میرے لئے کچھ بھی کر سکتی ہے مجھے دلاسہ دے کر وہ چلی گئی اور میں بھی اس کے ساتھ اپنے کمرے تک آیا وہاں نہ روشنی تھی اور نہ کوئی اور چیز چارپائی بھی اپنی جگہ موجود تھی اس کے جاتے ہی مجھے درخت کے آس پاس دھیمی دھیمی آوازیں آنے لگیں خیر یہ تو روزانہ کام معمول تھا میں نے ورد الہی زبان پر جاری رکھا جس سے آوازیں دور جاتی ہوئی محسوس ہوئیں خدا خدا کر کے صبح ہوئی صبح سویرے ہی وہ میرے لئے ناشتہ لے آئی اور فوری واپس لوٹ گئی اتنی صبح ناشتہ تیار کر لیا اور فوری واپس چلے جانا میری سمجھ سے باہر تھا بہر حال اسے جلدی ہو گئی تھی چلی گئی ہو گی اس کے کھانے میں اتنی لذت تھی کہ میں نے کبھی بھی اتنا لذت نہ کھایا کبھی کھانا نہ تھا اور نہ ہی ایسی پیاری بھی خوشبو سونگھیں تھی میرا دل ہر لمحہ جہاں اس کے قریب ہو سکتا۔ دل چاہتا کہ اسے ہمیشہ ہمیش کے لئے لیکر دنیا کی نظروں سے دور جنگوں میں بھرا کر لوں جہاں صرف وہ ہو اور میں ہوں اور میں اسے دیکھتا رہوں۔

نے کھول کر میرے سامنے رکھ دیا جو میں نے کھانا شروع کر دیا جب کھانا کھا چکا تھا تو بجائے کہ میں کچھ سوال کرتا بزرگ خود ہی بولے بیٹا یہاں تمہیں رات کی تہائی میں خوف وغیرہ تو نہیں آتا میں نے کہا آتا ہے لیکن پریشان نہیں ہوتا آپ کو شاید بتایا تھا کہ قبرستانوں میں راتیں بسر کرنا میرا معمول بن چکا ہے بہت کچھ دیکھتا ہوں اور ویسے بھی جب موت نے آنا ہے تو پھر چھوڑ کر تو نہیں جائے گی۔ موت کا فرشتہ محلوں کے تہ خانوں میں بھی جاتا ہے تو دیر انوں میں موت محلوں میں بھی آتی ہے تو دیر انوں میں بھی پھر بھلا ڈرنا کیا بولے بیٹا بڑی ہمت والے اور بڑے بہادر انسان ہو، تم نے شاید محسوس نہیں کیا کہ گاؤں کے لوگ جب اندھیرا پھیل جاتا ہے تو گھروں سے نکلتا چھوڑ دیتے ہیں کیوں بلیا ہی کیوں بیٹیا یہ ایک لمبی کہانی ہے وہ سامنے گھر نظر آ رہا ہے تمہیں بزرگ نے اس گھر کی طرف اشارہ کیا جہاں میری شہزادی رہتی تھی یہاں ہاں بلیا ہی اچھی طرح نظر آ رہا ہے کیا ہوا تھا اس گھر میں کچھ نہ پوچھو بیٹا اس سمجھ لو کہ ایک ہشتا ہشتا گھرانہ تیار ہو گیا تھا یہ گھر گاؤں کے تمام گھروں سے خوبصورت تھا اور گاؤں کے جاگیردار کا گھر تھا ایک آہستہ تھی جو اس گھر میں پرہیزگار سب کچھ اڑا کر لے گئی بلیاں کیا ہوا جاگیردار کی فیملی کے ساتھ صبرے اندر ایک بخشش ابھرا رہا تھا جو مجھے یہ کہانی سننے پر مجبور کر رہا تھا۔ کیا اوشما شملہ تھا جاگیردار صاحب کا کیا ٹھانڈا واٹھ تھے ان کے آؤ میں تمہیں کچھ ان کے بارے میں بتاؤں وہ قبرستان کی طرف چل پڑے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے قبرستان کی طرف چلنا شروع کر دیا وہ قبرستان کے اس حصے میں چلے گئے جہاں میں نے وظیفہ کرنے پر وگرام بنایا تھا اور جہاں خواب میں قبر چھتی ہوئی رکھ دے رہی تھی۔ ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لے بیٹا یہ جاگیردار کی قبر ہے یہ جاگیردارانی اور یہ ان کے بیٹے کی جس کی وجہ سے یہ فیملی قبروں تک پہنچی ہے کیا کیا کیا۔ اسے بیٹے نے میں عمل کہانی سننے کے لئے بے چین تھا۔ بیٹا اس گھر میں بہت کہا تھی تھی جاگیردار کے ارد گرد گاؤں کے لوگوں کا ہر وقت مجمع لگا رہتا تھا گاؤں کے تمام فیصلے جاگیردار ہی کیا کرتے تھے۔ ان کی اولاد نہ تھی اور ایک لڑکا جو انہوں نے اپنے رشتہ داروں سے لیا تھا بہت پیار سے اسے پالتا تھا۔ جو ان کے لاڈ پیار کی وجہ سے بگڑا چلا گیا جب وہ جوان ہوا تو اپنے اوباش دوستوں کو جو کبھی اس گاؤں میں ہی رہتے تو اپنے پاس بلاتا پوری پوری رات جو ہوتا رہتا شراب چلاتی

یعنی جاگیردار صاحب نے ایک دو دفعہ ختی کی پہلے تو وہ جاگیردار کی باتیں برداشت کرتا رہا پھر ایک روز جب جاگیردار نے اسے غلط کام، غلط سوسائے سے منع کیا تو ایک زوردار چھپر جاگیردار صاحب کے منہ پر پڑا یہ چھپر اس کے اس بیٹے نے مارا تھا چھپے دونوں میاں بیوی نے بڑے پار اور بڑے لاڈل سے پالا تھا سوتے میں بھی کسی چیز کی قرعہ کش کرتا تو فوراً جاگیردار صاحب پوری کرتے کیونکہ یہی تمام زمینوں اور جاگیر کا مالک تھا لیکن آج جاگیردار صاحب کو جب چھپر پڑا تو وہ چپ کے چپ رہ گئے ماں نے ڈانٹا تو اسے بھی پالوں سے پکڑ لیا جاگیردار صاحب نے یہ صدمہ اپنے سینے میں دفن کر لیا گاؤں والوں کو خبر تک نہ ہونے دی اس میں ان کی اپنی بے عزتی اور ذلت تھی اس واقع کے بعد پھر جو جو حویلی میں ہوتا رہا وہ جاگیردار تو کیا گاؤں والوں کی بھی برداشت سے باہر ہو گیا اور گاؤں والوں کے کہنے کے مطابق جاگیردار نے اپنے اس ذلیل بیٹے کو گھر سے نکال دیا ہونا بھی ایسے ہی چاہئے تھا شریف لوگوں کے گاؤں میں تماشا قہقے کی آوازیں کیسے برداشت ہو سکتا تھا اس واقعہ کے ایک ہی ہفتہ بعد تجانے کیسے ان کا بیٹا گھر میں داخل ہوا اور جاگیردار کا سوتے میں گھا دیا وہ ترچہ رہے، چلاتے رہے، لیکن اس ذلیل انسان نے گلا اس وقت چھوڑا جب ان کا جسم بے جان ہو گیا جب روح جسم کا ساتھ چھوڑ گئی ماں کو بھی دھکیلی دی کہ اگر کسی کو کچھ بتایا تو یہی حال اس کا بھی ہو گا جاگیردار کی موت پر ایک قیامت تھی جو بیت گئی وہی جاگیردار صاحب تھے جن کے خلوص و پیار کو دیکھتے ہوئے گاؤں والے ان کے ہاتھ چوما کرتے تھے، گاؤں والوں پر کوئی بھی پریشانی آتی تو جاگیردار صاحب فوری ان کی پریشانی کو ختم کر ڈالتے لیکن آج چپ چاپ ہزاروں غم دل میں لیتے قبر میں آئیے جاگیردار کی موت کے بعد جاگیردارنی بالکل خاموش ہو گئی ان کی زبان پر جیسے قفل پڑ گیا تھا جاگیردار کی موت کے ایک مہینہ بعد ہی گھر میں وہی قہقے برپا ہونے لگے دوسرے گاؤں کے اوباش نوجوانوں نے اس گھر میں رہائش رکھ لی جو بظاہر اس کے دوست تھے لیکن اصل میں انہیں مفت میں سب کچھ مل رہا تھا پھر بھلا وہ یہاں سے کیسے جاسکتے تھے ایک حد ہوتی ہے کسی کام کی۔

لیکن جاگیردار کے بیٹے نے بے حیالی کی تمام حدیں پار کر دیں، گاؤں کا کوئی فرد بھی سمجھانے کی کوشش کرنا تو اس کا نتیجہ پالیتا ایک روز اس نے اپنی ماں کا بھی خاتمہ کر دیا اس لمحہ میں ماں بھی اچھی نہ لگتی تھی وہ سگایا ہوا تو

شاید یہ سب نہ ہوتا اپنی زندگی میں تمام جائیداد جاگیردار نے اس کے نام کر دی تھی ایک روز اس کا ایک دوست کہیں سے ایک خوبصورت لڑکی اٹھا کر لے آیا تجانے یہ کہاں کی تھی روزانہ اسے زود کو ب کرتے اس کے رونے اور چیخنے کی آوازیں آتی رہتی تو گاؤں کے نوجوان سامنے آئے اور ایک چنگ بھی جو اس گاؤں میں ہوئی اس کا نتیجہ کچھ اچھا نکلا کہ گاؤں میں سے کچھ اوباش لوگ چلے گئے ایک مہینہ سکون و آرام سے بسر ہوا ایک رات اسی گھر سے کسی عورت کی خوفناک چیخیں بلند ہوئیں گاؤں والوں نے یہ درد ناک چیخیں سنیں تو چند ایک نوجوان آگے بڑھے لیکن بزرگوں نے منع کر دیا کہ صبح اس مسئلہ کا حل تلاش کریں گے لیکن نوجوانوں کا خون جوش مار رہا تھا وہ کب سنبھلنے والے تھے اس کے باوجود بھی بزرگوں کی بات ماننا پڑی اور اپنے گھروں کی چتوڑ پر چڑھ کر بیٹھ گئے ان اوباش نوجوانوں نے اس خوبصورت لڑکی کو بالوں سے پکڑا اور دھکیلتے ہوئے قبرستان کی طرف لے گئے تجانے وہ ظالم لوگ اس لڑکی پر کیا کیا ظلم ڈھاتے رہے اور وہ کون تھی کہاں سے آئی تھی کون اسے اٹھا کر لایا تھا ہر حال صبح ہوئی تو چند نوجوان لڑکے قبرستان گئے جہاں انہیں ایک گڑھا کھد ہوا نظر آیا جس میں شاید انہوں نے اسے دفن کیا تھا لیکن گڑھا تو بالکل خالی تھا صرف لڑکی کا دوپٹہ وہاں موجود تھا جو اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ ان ظالموں نے اسے یہاں ضرور دفن کیا ہے، کیونکہ پورے قبرستان میں دوڑ بھاگ کی کہیں سے بھی لڑکی کی لاش نہ ملی لاش کا غائب ہو جانا ایک الیہ تھا پورے گاؤں والے جاگیردار کے اس ظالم بیٹے کے دشمن ہو گئے لیکن اس کا کچھ بگاڑ نہ سکتے تھے کیونکہ وہاں ہر وقت اوباش نوجوان کا بھڑکتا نظر آتا تھا پورا دن اس لڑکی کے بارے میں میسرے ہوتے رہے کہ اس کی لاش کہاں جاسکتی ہے جس بے دردی سے وہ اسے بھیج کر یہاں قبرستان لائے تھے ظاہر تو ایسے ہی ہوا تھا کہ وہ لڑکی زندہ نہ تھی اگر زندہ بھی ہوتی تو تب بھی اس سے کہتیں جھاڑیوں میں کھینچنے سے ختم ہو گئی ہو کی رات ہو گئی پورے گاؤں والوں پر اس بات کا بھوت سوار تھا کہ وہ جب تک جاگیردار کے بیٹے کا بھی ایسا حشر نہ کریں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے رات آدمی گزر جی تو جاگیردار کے گھر سے خوفناک بھینک آوازیں بلند ہوئیں تو آوازیں عورت ذات کی نہ تھیں بلکہ کسی آدمی کی تھیں جو ایک کھٹے بعد ختم ہو گئیں دوسرے دن صبح

سیرے ہی پتہ چلا کہ ان لوگوں کا ایک ساتھی خون میں لت پت پڑا ہوا ہے اس کی موت سے گاؤں والوں کو خوشی ہوئی، کیونکہ گاؤں والے جان گئے تھے کہ ان سب کا آپس میں جوا میں جھگڑا ہوا ہو گا اور جاگیردار کے بیٹے نے اسے مروا دیا ہو گا دوسرے دن رات کو پھر ایسی ہی چیخیں بلند ہوئیں جو کل رات سنی تھیں اور صبح سویرے پتہ چلا کہ ایک اور آدمی خون میں لت پت مرا پڑا ہے پھر تقریباً ایک ہفتہ تک ایسا ہی ہوتا رہا ہر روز ایک لاش خون میں لت پت پڑی ملتی رہی جو بات سننے میں آتی کہ یہ ان لوگوں کا آپس میں جھگڑا نہ ہوا تھا کوئی غامی مخلوق تھی جو ان پر وار کرتی کیونکہ جاگیردار کے بیٹے کا رنگ بھی زور پڑا ہوا تھا گاؤں والوں کو اس کی ذات سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ چاہے مرنے چاہے جینے والے بھی خدا کا قانون ہے کہ وہ ظالم لوگوں کو ان کا انجام بھی دکھا دیتا ہے سو وہ لوگ بھی اپنا اپنا انجام دیکھ رہے تھے جب مسلسل ایک ہفتہ اسی طرح اموات کی نظر ہو گیا تو باقی کے دوستوں نے دوڑ لگا دی جو جاگیردار کے گھر سے ساتھی تھے ساتھ چھوڑ گئے اب اکیلا ظالم جاگیردار ہی اس گھر میں تھا گاؤں والوں سے معافیوں کا مکتا سب کو اپنے ساتھ ملانے کو کہتا لیکن گاؤں کا کوئی فرد بھی اس کا ساتھ دینے کو تیار نہ تھا رات ہوئی تو جاگیردار کو اپنی موت بھی رقص کرتی نظر آتی وہ گھر سے بھاگ چلا چلتا تھا لیکن کیوں نہ بھاگے بات ہم نہیں سمجھ سکتے ہو سکتا ہے کہ غامی طاقت کے شکنجے میں لپٹا ہوا تھا اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ اس طاقت کا مقابلہ کرنا چاہتا ہو جس نے ایک ایک کر کے سب کو خون میں رنگ دیا تھا رات گہری ہوئی تو جاگیردار کی چیخیں بلند ہونا شروع ہو گئیں اس کے زبان پر فحش تھیں جو زور زور سے کہہ رہا تھا مجھے چھوڑ دو مجھے نہ مارو میں یہاں سے ہمیشہ کھینچ کر لے چلا جاتا ہوں لیکن یہ سب بے سود تھا چند لمحوں بعد درد ناک چیخیں اس کی زبان سے ابھرے لگیں اس کے بعد یکدم خاموشی چھا گئی ایک سناٹا چھا گیا اس حویلی میں گاؤں والے سمجھ گئے کہ جاگیردار بھی خون میں لت پت پڑا ہو گا اور یقیناً ایسا ہی ہوا تھا جب گاؤں کے نوجوان لڑکے وہاں پہنچے تو واقعی وہ خون میں لت پت پڑا تھا اس کی لاش کا بہت بڑا حال تھا آنکھیں نکال کر دور پیٹیک دی گئیں تھیں ناک، کان غائب تھے جیسے وہ اس کے جسم کے ساتھ بھی تھے ہی نہیں اس کے جسم میں عجیب و غریب دانتوں کے نشان تھے جس طرح لوگوں نے لڑکی کو پالوں سے پکڑ کر کھینچا تھا اسی طرح گاؤں کے نوجوانوں نے اسے

پالوں سے پکڑا اور کھینچے ہوئے قبرستان لے گئے اور اس قبر میں دفن کر دیا جہاں لڑکی کا دوپٹہ ملا تھا یوں ایک پر رونق حویلی ویران و سناٹا ہو گئی پردہ حویلی بھی جہاں جاگیردار صاحب گاؤں کے فیصلے کیا کرتے تھے اب وہ حویلی ہے کہ لوگ اس کے قریب جانے سے بھی خوف کھاتے ہیں سبھی لوگوں کا خیال ہے کہ ان سب کا خاتمہ اسی خوبصورت لڑکی نے کیا تھا جس کی لاش غائب ہو گئی تھی ہو سکتا ہے کہ اس کی لاش پر چڑیلوں نے قبضہ کر لیا ہو اور ایک عبرتناک انتقام لینا چاہتی ہو جو انہوں نے لے لیا اب اس حویلی میں کوئی پرندہ بھی پر نہیں مارتا بے بالکل خالی اور سناٹا پڑی ہے گاؤں والوں نے اس لڑکی کو راتوں کو کئی دفعہ گھومتے بھی دیکھا لیکن اس نے کسی بھی گاؤں کے آدمی کا نقصان نہیں کیا لیکن گاؤں والوں پر ایک خوف ہے کہ کہیں وہ ہم لوگوں کو بھی ختم نہ کر دے اس لئے رات کو گھروں سے نہیں نکلتے اس بات کو چھ سال گزر گئے ہیں اس کے بعد اس مکان میں کوئی دوبارہ آباد نہیں ہوا بلایا ہی کی کہانی سننے کے بعد میرے اندر جو خوشی کی لہر دوڑ رہی تھیں ختم ہو گئی لیکن میں نے پھر بھی تصدیق کی۔ بلایا وہ حویلی خالی نہیں ہے اس میں ایک لڑکی رہتی ہے میں نے کئی بار یہاں اسے آتے جاتے دیکھا ہے بزرگ میری بات سن کر عجیب تعجب کا شکار ہو گئے اور میرا منہ کھٹنے لگے نہیں بیٹا میں یہ تمہارا وہم ہے کئی سال سے ہمیں کچھ نظر نہیں آ رہا تم کیسے کہہ سکتے ہو تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے جس قبر میں لڑکی کو دفن کیا گیا تھا یہ قبر ہی خوابوں میں میں نے چھٹی دیکھی ہے اسی قبر سے دو شیرہ کو نکلتے دیکھا کیا وہ لڑکی میرا ذہن بھی الجھنے لگا بزرگ تو چلے گئے تھے لیکن میں وہاں سر پکڑ کر بیٹھ گیا کئی دیر تک اس لڑکی کے بارے میں میں سوچتا رہا کہ وہ لڑکی زندہ ہے یا مرہ چڑیل ہے انسان۔ ابھی اسی سوچوں میں گم تھا کہ مجھے اپنے پیچھے سے ایک بلند ہوتا ہوا اقتصد سنائی دیا مڑ کر دیکھا تو سامنے وہی مدہ جہیں کھڑی تھی وہی چہرے پر چمک دھمک وہی شوخ انداز سرخ کپڑے وہی ہونٹوں پر لالی، اس دفعہ اسے دیکھ کر خوشی نہ ہوئی بلکہ میرے سینے چھوٹ گئے کن خیال میں گم ہو میری جان اس کے لبوں پر وہی مسکراہٹ وہی پیار تھا لیکن میرے اندر ماسوائے خوف کے اور کچھ نہ تھا کیا چاہتی ہو تم بالکل یہ الفاظ میری زبان سے نکلے کچھ نہیں صرف تمہیں چاہتی ہوں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا باینا چاہتی ہوں کیوں خوفزدہ ہو مجھ سے، انھو میرے قریب آؤ دیکھو میں تمہیں پانے

کے لئے بچیں کھڑی ہوں۔

میں یہاں سے بھاگنا چاہتا تھا لیکن قدم ساتھ نہ دے رہے تھے پاؤں ایسے تھے جیسے منوں وزنی ہوں تم اب کہیں نہیں جاسکتے تم عمل طور پر میرے قبضے میں ہو اور جب بھی تم نے فرار ہونا چاہا تو میرا یہ پیار تمہارے لئے موٹ بن جائے گا اتنا کہنے کے بعد وہ واپس مڑی اور کافی دور تک چلتی ہوئی دکھائی دیتی رہی پھر غائب ہو گئی واقعی میں اس کے لئے میں تمہارا ہے تمام اپنا سب کچھ لگا چکا تھا اس کے لئے سب کچھ چھوڑ کر آیا تھا پھر لیجئے اس کے قبضہ میں نہ آتا آج حقیقت سامنے آئی تو باقی ہو گیا تھا اپنے پیار سے منہ پھیرنے لگا تھا ان خوابوں کو ادھر اچھوڑنے لگا تھا وہیں نے دیکھے تھے یہ سبھی جانتے تھے بلکہ میں خود بھی جانتا تھا کہ میں موت کے منہ میں جا رہا ہوں تو پھر آج خود کو کیوں روکوں کیوں نفرت کروں اس سے میں نے بیش اس کے ساتھ رہنے کا ہر گرام بنالیا یوں سوچنے سوچنے شام کے سائے ڈھلتے نظر آنے لگے میں اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا وہاں چارپائی پر جا کر لیٹ گیا دل کو اتنا مضبوط کر لیا کہ اگر میرے ارادوں کو موت بھی توڑنا چاہتی تو نہ توڑ سکتی تھی جب عمل طور پر اندھیرا پھیل گیا تو میں اٹھا اور اس حویلی کی طرف چل پڑا جہاں میری زندگی بھی تھی اور میری موت بھی وہاں پہنچ کر دروازے کو ہاتھ لگایا تو دروازہ کھل گیا اندر داخل ہوتے ہی میرا دماغ ٹھونسنے لگا عجیب بدبو بھی اس حویلی میں ہر کمرے میں اندھیرا تھا سوائے بدبو کے اور کچھ بھی وہاں نہ تھا کمروں سے گزرتا ہوا ایک بہت بڑے صحن میں چلا گیا اور کمروں سے گزرتے ہوئے ہزاروں جالوں نے مجھے اپنی پلیٹ میں لے لیا جو شاید صدیوں سے وہاں موجود تھے بدبو سے میرا دماغ شل ہو کر رہ گیا صحن میں چلتے ہی میں زمین پر بیٹھ گیا رات وہاں ہی گزری نہ لڑکی نظر آئی اور نہ ہی کوئی اور چیز دن ہوا تو کمرے روشن ہو گئے ہر چیز کا جائزہ لیا کہ دروہار جالوں سے دھکے ہوئے کمرے اور بٹھرا ہوا سامان تھا کیڑے مکوڑے ادھر ادھر ایسے گھوم رہے تھے جیسے یہ مکان ان کے لئے ہی بنا تھا اب یہی مکان میری زندگی تھا اور یہی مکان میری موت میں نے ان جالوں کو صاف کرنا چاہا تو ایک بلند ترین قبتہ ابھرا میں نے اپنے ہاتھ روک لئے ان جالوں میں سے وہ لڑکی رونما ہوئی اس کی صورت میں اتنی کشش تھی کہ میں سوائے دیکھنے کے اور کچھ بھی نہ کہہ سکا کافی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر میں نے خود کو جھٹکا ہوش قائم کئے اور کہا کیا نام ہے تمہارا

کہاں سے آئی ہو میری باتیں سننے ہی وہ بلند آواز میں ہنسی اور بولی میرا کوئی نام نہیں ہے تم جو چاہو مجھے نام دے سکتے ہو یاد کرو ایک مرتبہ تم ایک ویرانے میں گئے تھے اور یہ پہلا موقع تھا کہ تمہیں میں نے زندہ چھوڑ دیا تھا تمہاری معصوم صورت میں تجھے کیا تھا کہ میں تم پر حملہ کرتے کرتے رک گئی تھی تم مجھے دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن میں تمہیں دیکھتی رہی تم سے الفت ہو گئی تھی ایسی الفت کہ میں اپنے خاندان سے کٹ کر وہ گئی تم جہاں جاتے تمہارے تعاقب میں رہتی یہاں تک کہ تمہارے گھر میں بھی جا گئی تھی تم بے خبر تھے تمہیں یہ ظاہر ہی نہ ہونے دیا کہ کوئی تمہارے بالکل قریب ہے وہ کمائی سنانی رہی اور میں خاموشی میں کھو گیا اس کی بات میں صداقت تھی ایک دفعہ ویرانے میں میں نے قیام کیا تھا اور پچھتاؤں کا خوف بھی بہت آ رہا تھا لیکن اس ویرانے میں گھسائی چلا گیا تھا اور نتیجہ یہ نکلا تھا کہ کوئی بھی انسانی چہرہ یعنی گاؤں کی لڑکیاں انجمن نہ لگتی تھیں شاید اس نے مجھے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا میں نے کہا کہ جس لڑکی کو یہ غنڈے اٹھا کر لائے تھے اس لڑکی پر میرا سایہ تھا سو میں بھی یہاں آچکی اور اس لڑکی کی موت کے بعد اس کا روپ دھار لیا اور اس کا انتقام سچی سے لیا تھا میں بھی میری یہ صورت اچھی لگی سو بیش بیش کے لئے یہ صورت اپنی ہی حالانکہ میں چاہتی تو تمہیں خوفزدہ کر سکتی تھی کر سکتی ہوں لیکن میں ایسا نہیں کبھی نہیں کر سکتی اب میں تمہیں یہاں سے انسانوں کی ہستی سے بیش بیش کے لئے لے کر اپنی دنیا میں لے جاؤں گی چلو گے میرے ساتھ میں بھی دل کے ہاتھوں مجبور تھا فوری پاں کہہ دی اس نے کہا کہ یہ تعویذ اتار دو میں نے جو نی تعویذ اتارا اس کا چہرہ بھیاںک نظر آنے لگا اس کے اندر اپنی موت نظر آنے لگی میں نے فوری تعویذ پہن لیا اب میں اصل صورت حال جان چکا تھا کہ یہ تعویذ مکمل تھا کہ وہ مجھے چھو نہیں سکتی تھی اب میں یہ تعویذ ایسے اتار سکتا تھا اور جب تک یہ تعویذ میرے گلے میں تھا وہ مجھے کہیں بھی نہیں لے جاسکتی تھی اور نہ ہی میرا ہاتھ باز سکتی تھی اب ہر روز وہ تعویذ اتارنے کو کتنی لیکن میں ایسا نہ کرتا وہ محبت کے دعوے کرتی رہتی لیکن اس کی اصل صورت میں دیکھ چکا تھا اور شاید یہ میرا وہم تھا کہ وہ مجھے مار دے گی اگر اس نے مجھے نقصان پہنچا تو آقا تو اس دن پہنچا سکتی تھی جب اس نے مجھے پہلی بار دیکھا تھا میں جو چاہتا وہ فوری کر دیتی وہ تین سال سے میرے ساتھ ہے لیکن تعویذ کی وجہ سے وہ مجھے چھو نہیں سکتی ہے ان تین

سالوں میں میں نے اسے پوری طرح آزمایا ہے کہ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی اب میں بھی اس کے ساتھ کہیں دور چلے جانا چاہتا ہوں لہذا یہ تعویذ آپ کے حوالے کرنا ہوتا ہے کہ کہہ کر کاشف نے تعویذ میرے حوالے کیا مجھے بھی کاشف کی صورت پر ترس آیا میں نے اسے سمجھا لیا کہ یہ تعویذ تمہاری حفاظت کر رہا ہے تم اسے نہ اتارو اس پر خدا کی پاک کلام پڑھی ہوئی ہے لیکن وہ بولا نہیں بلکہ عطا محمد اب مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اب میں یا تو مرجانا چاہتا ہوں یا اس کے ساتھ کہیں کھوجانا چاہتا ہوں تم کل صبح اس حویلی میں جا کر دیکھ لیتا اگر میں وہاں موجود ہوا تو کچھ لینا کہ وہ میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ اگر نہ ہوا تو سمجھ لینا کہ وہ مجھے لیکر کہیں اور چلی گئی ہے بلایا میں اس کے بغیر ادھر ادھرا ہوں مجبور ہوں اپنی محبت سے اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گی تین سالوں میں اس نے مجھے اس قدر سچا پیار دیا ہے کہ شاید کسی انسان سے نہ مل سکتا اگر وہ مجھے مار بھی دے گی تو مجھے دکھ نہ ہوگا بلکہ خوشی سے موت کو قبول کر لوں گا تین سال میں اس کا صرف ایک ہی اصرار تھا کہ میں یہ تعویذ اتار دوں تاکہ وہ مجھے لیکر کہیں دور چلی جائے آج میں اس کی یہ تمنا پوری کر رہا ہوں۔

کاشف اپنی کمائی سنانے میں قدر گن تھا اور میں اس کی کمائی سننے میں اس طرح مجھو تھا کہ سامنے میز پر پڑی ہوئی چائے شربت بن چکی تھی میں نے کہا بیٹا چائے تو ٹھنڈی ہو گئی ہے میں اسے دوبارہ گرم کر لیتا ہوں کاشف بولا نہیں بلایا رہنے دو اب مجھے چائے کی طلب نہیں ہے اب تو دنیا سے ناٹھی ہو توڑ رہا ہوں اپنے پیار کی تکمیل کے لئے بیش بیش کے لئے کہیں غائب ہو جانا چاہتا ہوں یہ کہہ کر اس نے الوداعی نظروں سے میری طرف دیکھا اور میں نے حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف اور اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا رات میری کیسے گزری یہ میں ہی جانتا ہوں رات بھر کاشف کا معصوم چہرہ نظروں کے سامنے گھومتا رہا اور دعائیں کرتا رہا کہ اس کی زندگی لمبی ہو صبح ہوئی تو میں نے اس حویلی کی طرف چلنا شروع کر دیا وہاں پہنچ کر میں نے بغیر کسی خوف کے دروازہ کھول دیا ایک کمرے کو دیکھا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو پھر ایک کمرے میں گیا تو وہاں کچھ بڑیاں نظر آئیں ان بڑیوں پر میری نظریں جم گئیں یوں تو ہر کمرے میں خون تھا لیکن نجانے کیوں مجھے اس کمرے میں سے کاشف کی خوشبو آ رہی تھی کیا یہ تازہ بڑیاں کاشف کی تھیں کیا اس

کی محبوبہ نے اس کا خون چوس لیا تھا کیا اس نے اس کے ساتھ بھی دوسرے لوگوں کی طرح سلوک کیا تھا اگر یہ بکھری بڑیاں کاشف کی تھیں تو پھر اس کے کپڑے نظر کیوں نہیں آ رہے تھے۔ اگر کپڑے ہوتے تو میں یقین کر لیتا کہ یہ بڑیاں واقعی کاشف کی تھیں لیکن اب میرا دماغ عجیب و غریب وسوسوں میں گرا ہوا تھا کہ کاشف غائب ہو سکتا ہے تو اس کے کپڑے بھی غائب ہو سکتے ہیں کیوں وہ دنیا سے تو غائب نہیں ہو گیا اب میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ بڑیاں کاشف کی تھیں یا کسی اور کی اس نے کاشف کو مار دیا تھا یا اپنے ساتھ لے گئی تھی میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے اور شاید اس کا جواب پوری زندگی تلاش بھی نہ کر سکوں۔

قارئین کرام۔ آپ کا کیا خیال ہے کاشف کے بارے میں کہ وہ بڑیاں اس کی ہو سکتی ہیں یا کسی اور کی کیا چیل یعنی کاشف کی محبوبہ اسے ساتھ لے گئی ہے یا کھائی گئی ہے میری طرح آپ بھی کاشف کے بارے میں سوچیں میری گزشتہ تمام کمائیاں پسند کرنے کا بہت شکریہ بہت سے قارئین نے میری گزشتہ کمائی پر اسرار عسکر کے بارے میں کھل کر رائے دی تھی جو میں نے رسالے کے ذریعے شیراز صاحب تک پہنچادی تھی اگر تو وہ زندہ ہیں تو یقیناً آپ لوگوں کی رائے پڑھ کر مجھ چیل کو معاف کر دیا ہو گا اور اگر تو پھر کچھ نہیں کہہ سکتا یہ کمائی بھی سخر کے دوران ایک بزرگ نے سنانی تھی اور تعویذ بھی دکھایا تھا جو انہوں نے اپنے گلے میں ڈال رکھا تھا کاشف صاحب کا تو حال یہ تھا کہ۔

کج انج دی رواں اوکھیاں سن
کج گل وچ غم دا طوق دی سی
کج شر دے بوگ دی ظالم سن
سج سائوں مرن دا شوق دی سی
ریاض احمد CIO مہر کریمانہ سنور کالج روڈ باغبانپور لاہور

زندگی نے دیا دکھ ہر موڑ پر
کیا رسوا مجھے میری ہر سوچ پر
اے موت تو تو بھلا اپنا وعدہ
اب تجھے آزمایا ہے آخری موڑ پر
بشیر سائول۔ماہرہ



بدستور جی ہوئی تھیں وہ چھوٹے کے لئے جو ان تھے نور ان کی جسامت کا یہ عالم تھا کہ انہیں دیکھتے ہی دل پر خوف طاری ہو جاتا لیکن نابالغ تلبیس میں ایسی کیا بات تھی کہ وہ دونوں اس کے سامنے دودھ پیتے بچے

کی آنکھوں سے آنکھیں ملا سکے اور انہوں نے اپنے سر دوبارہ جھکا لئے مقبرے میں تلبیس کی بھاری آواز ایک بار پھر گونجی اٹھ کھڑے ہو جاؤ اور وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے ان کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں اور ان کی گردنیں

رک گئے عقیدت و احترام سے انہوں نے گردنیں جھکا رکھی تھیں پھر وہ مڑ مڑا کر ایک ایک وقت بڑے اے شیطان کے بے برکت گناہ اے شیطان کے بیٹے اے شیطان زاوے اے گناہوں کے ”دیوتا تلبیس“ کے اٹھ ہم نے آج پھر تجھے قتل کا انتظام کیا ہے اٹھ اگر تجھے جسم کے کسی بال سے کوئی نیکی چسپی ہوئی ہوگی تو آج وہ بھی دھل جائے گی اور تو نیکیوں سے ایسے ہی صاف ہو جائے گا کہ جیسا تو جتنا گیا تھا اٹھ پھر انہوں نے ان ہم بے ہوش بچوں کو ایک جانب ڈالا اور خود اس قبر کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے تھوڑی دیر بعد مقبرے میں ایسی آوازیں گونجنے لگی جیسے کوئی خشک لکڑیاں توڑ رہا ہو پھر وہ پختہ قبر ترختے لگی اس میں دراڑیں پڑی تھیں اور قبر کے تمام چتر ریزہ ریزہ ہوئے جا رہے تھے پھر وہ پختہ قبر ایک دھماکے سے پھٹی اور اس کے تمام پتھر اڑ کر مقبرے میں اوڑھ اور پھر گئے پھر پورا مقبرہ ایک گونجیلے قہقہے سے گونج اٹھا پھر اس قبر میں سے دو سیاہ ہاتھ بلند ہوئے وہ آہستہ آہستہ بلند ہو رہے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس قبر میں سے ایک زندہ انسان باہر نکل آیا وہ فضا میں معلق تھا اور قہقہے لگا رہا تھا وہ اڑتے اڑتے ان دونوں سجدہ کرنے والوں کے سامنے آکر زمین پر اترا آیا اس کے زیریں جسم پر ایک سیاہ دھوٹی تھی اور اس کا بالی کا جسم کپڑے سے بے نیاز تھا رنگ اس قدر سیاہ تھا کہ اسے دیکھ کر یہ احساس ہوتا جیسے اس کا جسم تو بے کی سیاتی سے تراشا گیا ہو اور اس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر بڑی اور الو کی آنکھوں کی مانند گول تھیں اور ان آنکھوں میں انتہائی زیادہ سرخی تیر رہی تھی یوں لگتا تھا جیسے اس کی آنکھیں شیشے کی بنی ہوئی ہوں اور آنکھوں کے پیچھے دوڑتا ہوا سرخ لہو آنکھوں کے شیشوں میں دکھائی دے رہا ہو پھر اس نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے دونوں آدمیوں سے کہا اٹھو میرے بچو میں تم سے بہت خوش ہوں اس کی آواز اس قدر پوچھل گونجلی اور گمبیر تھی اس کی آواز سننے ہی دل بیٹھنے لگتا اور دماغ پر وزن محسوس ہونے لگتا ان دونوں پر رقت طاری تھی پھر ان دونوں نے آہستہ آہستہ اپنے سر اٹھائے اور ”تلبیس“ کی طرف دیکھنے لگے لیکن اس

جون کے سینے کا جلتا ہوا سورج سروں پر چمک رہا تھا میلوں تک بلند و بالا سنگلاخ پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں جو گرمی کی حدت سے دھک رہی تھیں اور ان جتنی جتنی پہاڑیوں کے درمیان ایک پر چمکے سا سورج نما راستہ کسی سانپ کی طرح تل کھاتا ہوا مغرب کی جانب جاتا تھا وہ پہاڑوں کے گرد گھومتا ہوا مغربی پہاڑ کی بلند و بالا چوٹی کے اوپر بے ہوشے ہوئے مقبرے تک جا کر ختم ہو جاتا تھا وہاں بالکل بند تھیں ہر طرف جس پھیلا ہوا تھا تاحہ نگاہ کوئی جاندار پرندہ یا جانور دکھائی نہیں دیتا تھا اس تک اور پہاڑیوں میں اچھے ہوئے راستے پر دو جنگلی گندوں جیسی جسامت کے افراد آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے ان کے سیاہ نیچے بدن دھوپ میں چمک رہے تھے اور انہوں نے کندھوں پر ایک ایک معصوم بچہ اٹھا رکھا تھا ان بچوں کی عمر زیادہ سے زیادہ پانچ پانچ سال ہی ہوگی گھبراہٹ خوف اور گرمی کے باعث ان بچوں پر نیم بے ہوشی کی سی کیفیت طاری تھی اور وہ بھدیں صورتوں والے سیاہ بھوتے ان معصوم بچوں کو یوں اٹھائے لے جا رہے تھے جیسے انہوں نے کندھوں پر بے جان جانور اٹھا رکھے ہوں ان کے تمام بدن نیچے تھے صرف ان کے زیریں جسم پر ایک ایک لنگوٹ نما میلہ پھیلا سیاہ کپڑا بندھا ہوا تھا اور وہ پہاڑوں کے گرد گھومتے ہوئے بلندی پر واقع اس مقبرے کی جانب بڑھے جا رہے تھے رستے میں چھوٹے چھوٹے پتھر اور سنگریزے بکھرے ہوئے تھے لیکن وہ دونوں دوش نیچے پاؤں بے نیازی سے پتھروں کو پیروں تلے روندتے ہوئے چلے جا رہے تھے وہ جیسے جیسے آگے بڑھ رہے تھے بلندی کی جانب قریب ہو رہے تھے پھر وہ پہاڑوں کے گرد گھومتے ہوئے اوپر اس مقبرے کے قریب آگئے۔ یہ پہاڑی اوپر سے کلائی کشادہ تھی اور اس پہاڑی چوٹی کے عین وسط میں پتھروں کی مدد سے ہی وہ مقبرہ تعمیر کیا گیا تھا پہاڑی اس قدر بلند تھی کہ یہاں سے پوری دنیا دکھائی دیتی ہوئی محسوس ہوتی تھی وہ دونوں چلتے ہوئے مقبرے میں داخل ہو گئے مقبرے کے اس ہال نما کمرے کے عین وسط میں ایک پتھروں کا چوڑا تھا اور چوڑے پر ایک پختہ قبر بنائی گئی تھی وہ دونوں اس قبر کے پاؤں والی سائیڈ پر آکر

آگے کل گئیں تھیں لیکن ابھی سٹائی دے رہی تھی اس نے زنجیر مٹائی دروازہ کھولا اور خود دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو کر باہر بھاگنے لگا دو گھوڑے سواروں کے ہونے سے دکھائی دے رہے تھے جو امام مسجد صائم و اسن کے مکان کے سامنے کھڑے تھے پھر گھوڑے سوار گھوڑوں سے نیچے اتر آئے لیکن کافی دیر وہیں کھڑے رہے شاید آپس میں کچھ صلاح مشورے کر رہے تھے اگر وہ استاد و اسن کے مہمان ہوتے تو اتنی دیر وہاں کھڑے نہ ہوتے یقیناً کوئی گزربو تھی یوسف نے سوچا اور اگلے لمحے ہی اس کی سوچ کی تائید ہو گئی اس نے چاند کی ٹانگی روشنی میں ایک ہونے کو دیکھا وہ دونوں ہونے مکان میں داخل ہو گئے اور یوسف نے بے اختیار ہی اس طرف بڑھنے لگا ارد گرد کے تمام گھر خاموش اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے کہیں سے کسی کتے کے بھونکنے کی آواز تک نہیں آ رہی تھی یوسف تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا امام صاحب کے مکان کے سامنے جا پہنچا چند لمحوں کے لئے رکا پھر آگے بڑھ کر دروازے سے اندر جھانکنے لگا اندر کمروں میں اندھیرا تھا لیکن صحن میں چاند کی ہلکی ہلکی روشنی پڑ رہی تھی یوسف کا ذہن تیزی سے قابو پایاں کھارہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں رہا تھا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے وہ ابھی اس اوپر بن میں تھا کہ اندر سے ایک نہایت خوفزدہ چیخ ابھری جس نے ماحول کی خاموشی کو تار تار کر ڈالا تھا پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور اچانک ہی دروازہ کھل گیا یوں ایک دم دروازہ کھلنے کی وجہ سے یوسف گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا دروازہ کھلتے ہی اندر سے دو کالے سیاہ ہمارا نما انسان باہر نکلے جنوں نے ایک بچہ کندھے پر اٹھا رکھا تھا اور وہ معصوم بچہ نہایت بے بسی سے ان کی گرفت میں پھل رہا تھا یوسف پر نظر پڑنے ہی وہ ہلکے سے گھبرا کر رک گئے صورت حال کافی حد تک یوسف کی سمجھ میں آچکی تھی پکڑو۔ کوئی ہے کی کوئی جاؤ اچانک اندرونی جانب سے امام صاحب اور ان کی بیگم کی گھبراہٹ بولکھائی آواز سن کر چپے وہ دونوں قزاق پوش میں آگئے یوسف کے اعصاب بھی تن گئے وہ دونوں دوڑے ایک نے جو خالی ہاتھ تھا یوسف پر حملہ کر دیا لیکن یوسف اس کی پرواہ کیے بغیر دوسرے کی گھر کے گرد پھرتا گیا جس نے بچہ اٹھا رکھا تھا کیوں کہ یوسف کو خدشہ تھا کہ کہیں وہ بچے کے اغوا میں کامیاب نہ ہو جائیں امام صاحب بھی پیچھے چلائے ہوئے قریب پہنچ چکے تھے دوسرے جیسی نے وہ ہنر یوسف کی کر

میں مارے تو وہ منہ کے بل گر پڑا کر آواز ہوتے ہی بچے کو اٹھا لے ہوئے جیسی آگے کی جانب دوڑا تو یوسف نے اس کی ٹانگ گرفت میں لے لی اور منہ کے بل گر پڑا پھر بھی اس کی گرفت سے نکل کر بھاگ کر دوبارہ اندر داخل ہو گیا امام صاحب کے شور شرابے کے باعث چند لمحوں کے اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل کر امام صاحب کے گھر کی جانب دوڑے تو وہ دونوں جیسی بری طرح حراساں ہو گئے ان کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ صورت حال کافی سنگین ہو گئی ہے اور اگر پکڑے گئے تو انجم برا ہو گا اس لیے وہ دونوں ہی گھوڑوں کی جانب دوڑ پڑے اور یوسف بھی فوراً ان کے پیچھے لگا لیکن وہ گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے یوسف بھی بالکل ان کے سر پر پہنچ چکا تھا پھر گھوڑے دوڑے تو یوسف نے ایک گھوڑے سوار پر چھلانگ لگادی اور اسے لیتے ہوئے دھڑام کی آواز سے نیچے آگرا دو سرا گھوڑے سوار آگے نکل چکا تھا اور خالی گھوڑا بھی اس کے پیچھے ہی بھاگ نکلا تھا کرنے والے جیسی نے بھاگنے کی بڑی تیز دود کی لیکن یوسف اس کی ٹانگوں میں ٹانگیں پھنسا کر بری طرح اس سے چٹ گیا تھا پھر چند افراد نے آکر اس جیسی کو قابو کر لیا اور اس کے ہاتھ پیر بری طرح رسیوں سے جڑ دیے اور وہ جیسی بے بس ہو کر رہ گیا تب لوگ اسے گھسیٹتے ہوئے ہستی کے درمیان بنے ہوئے چوہاں میں لے آئے دیکھتے دیکھتے ہی کافی لوگ ہاتھوں میں ٹانگیں لے وہاں جمع ہو گئے اور اچھا خاصا جھوم لگ گیا جھوم میں امام مسجد اور یوسف عمران کے علاوہ یوسف کا بوڑھا باپ بھی موجود تھا ابھی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو ایک لمبی لمبی داڑھی والا امام صاحب سے غائب ہوا قبلہ صائم کی ذرا ہمیں تفصیل سے تو آگاہ کیجئے تفصیل محترم بزرگ میں اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ سو یا ہوا تھا کہ اچانک ایک آہٹ سن کر میری آنکھ کھلی گئی میرا پیر الماس میرے پیلو میں سو رہا تھا کہ کسی نے نہایت بے دردی سے اسے مجھ سے دور ٹھیکنا چلا تو میں نے اندھیرے میں اس قزاق کا بازو پکڑ لیا لیکن اس نے مجھے پھینکا دیا اور میں چیخ اٹھا اور یہ اور اس کا سامنی الماس کو اٹھا لے بھاگ نکلے آکر یوسف عمران وقت پر مجھ بوڑھے کی امداد کے لیے نہ پہنچتا تو میرے پردھاپے کا سارا بھی چمن جانا اور میں بے اولاد ہو جانا شور شرابہ سن کر چند افراد آئے جنہوں نے یوسف کی امداد کی اور یہ بیچھ انسان پکڑا گیا ابھی اس جیسی کی جانب متوجہ ہو گئے جو ان کے درمیان بندھا پڑا تھا پھر اسی بزرگ کے حکم پر جیسی کو کوڑے لگائے جانے لگے تاکہ وہ حقیقت اگلنے لگے

تھوڑی دیر میں ہی جیسی کی قوت برداشت جواب دے گئی اس کا سیاہ بدن اس کے جسم سے رستے والے خون سے سرخ ہو رہا تھا اور پھر وہ بتانے لگا کہ وہ کالی طاقتوں کے لئے کام کرتا ہے اور وہ دونوں پہلے بھی مختلف جگہوں سے بچوں کو اغوا کر کے لپیٹتے تھے اور کسی طرح ان کے خون سے تلبیس غسل کرتا ہے اس کی باتوں سے ابھی کی آنکھوں میں خوف نظر آنے لگا ماحول میں ایک عجیب سی خاموشی طاری ہو گئی تھی اس کے خاموش ہو جانے پر کافی دیر تک ابھی کم سم کھڑے رہے پھر وہی بزرگ دوبارہ بولے اس مردود کا جرم ناقابل معافی ہے لہذا صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی اسے سنگسار کر دیا جائے اور اس کو اتنے پتھر مارے جائیں کہ یہ ان پتھروں میں ہی دفن ہو جائے فیصلہ ہو گیا لہذا کچھ افراد اسے گھسیٹتے ہوئے ہستی کے نقلی میدان میں لے آئے وہاں ایک گڑھا کھودا گیا اور اس جیسی کو آگے سے زیادہ اس گڑھے میں گاڑ دیا گیا اور صبح کا انتظار ہونے لگا اذان کے بعد نماز پڑھ کر تمام نمازی اس میدان میں جمع ہونے لگے یوسف بھی وہاں پہنچ چکا تھا امام صاحب بھی موجود تھے اور فیصلہ سناتے والے بزرگ بھی پھر سورج کی کریمیں نمودار ہونے لگیں تو ابھی پتھر اٹھانے لگے اور وہ جیسی اس ازیت ناگ موت کے خوف سے چلا اٹھا نہیں نہیں مجھے بخش دو مجھے مت مارو مجھ پر ظلم مت کرو تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ مجھے معاف کر دو اس کی آواز میں قیامت خیز بے بسی اور خوف تھا پھر ان بزرگ نے کچھ بڑاواتے ہوئے پہلا پتھر پھینکا مارا اس جیسی نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں پتھر اس کی پیشانی کی سیدھ میں گیا تھا لیکن پھر جو کچھ ہوا اسے دیکھ کر ابھی کی آنکھیں شدید حیرت کے باعث پھیل گئیں تھیں پتھر اس کے چہرے سے چند انچ کے فاصلے پر تھا کہ اچانک بھاپ کی صورت میں تحلیل ہو گیا کسی کی سمجھ میں بھی نہ آ سکا کہ کیا ہوا ہے ابھی غور سے اس جیسی کی صورت دیکھ رہے تھے وہ آہستہ آہستہ بڑا ہوا تھا پھر اس کی بڑبڑاہٹ بلند ہونے لگی اس نے اپنی بند آنکھیں کھول دیں اور آواز بلند چلائے لگا اونک مری ہر نیک کلیننگ سرب اوکھڑی پر تھی نمونے دیو دیو دیو ہونا مجھے دیو تلبیس ہے دیو تلبیس اس کے انداز و آواز میں کچھ ایسی دوا لگی اور وحشت تھی کہ وہاں موجود تقریباً ابھی قمر اٹھے اس کی منہس آواز چاروں طرف گونجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی بزرگ نے دوبارہ پتھر پھینکا مارا لیکن نتیجہ پہلے سا ہی نکلا بزرگ صاحب بلند آواز بولے مارو

ابھی پتھر مارو ان کی آواز سن کر جیسے تمام لوگ ہوش میں آگئے ہوں پھر ابھی پتھر برسائے گئے اس جیسی پر پتھروں کی برسات ہو رہی تھی لیکن تمام پتھر اس کے قریب پہنچتے ہی بھاپ میں تحلیل ہو جاتے اور وہ اسی بے نیازی سے منتر پڑھنے میں مصروف تھا پھر اچانک زمین یوں لرزنے لگی جیسے بھونچل آگیا ہو تمام لوگ بے اختیار کتے کتے قدم پیچھے ہٹ گئے اور زمین ترننے لگی زمین میں دراڑیں پڑ رہی تھیں پھر اس جیسی کے سامنے سے زمین میں پڑ جانے والی دراڑ سے ایک انسانی وجود بلند ہونے لگا پھر آہستہ آہستہ بلند ہوتے ہوئے وہ سطح زمین پر آگیا کلا سیاہ چمکا ہوا بدن زیریں جسم پر صرف ایک لنگوٹ نما کپڑا قد چھ فٹ سے بھی زیادہ اور آنکھوں میں چمکتی ہوئی نفرت صاف محسوس کی جا سکتی تھی اور یہ تلبیس ہی تھا وہ آہستہ قدموں سے چلتے ہوئے امام مسجد کے سامنے جا پہنچا اس کی آنکھوں میں نہ جانے ایسی کیا بات تھی کہ امام صاحب کے پورے بدن پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی اور اس نے نہایت حفاقت کے انداز میں امام صاحب کی پیشانی پر تھوک دیا اچانک ہی یوسف عمران نے تلبیس پر چھلانگ لگادی امام صاحب پشت کے بل نیچے گرے اور بری طرح ترپنے لگے ان کے منہ سے ہزیمانی چیخیں بلند ہو رہی تھیں اور پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ امام صاحب کی پیشانی پر جس جگہ تلبیس نے تھوکا تھا وہاں سے گوشت اٹھنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے سر میں آریار سوراخ ہو گیا اور ان کا جسم ساکت ہو گیا لوگوں کی آنکھیں حیرت اور خوف کے باعث کاتوں کو جالیں ابھی لوگ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھے کہ انھوں نے ایک اور ناقابل یقین منظر دیکھا تلبیس نے اپنے منہ میں ہاتھ ڈال کر اپنی زبان پکڑی اور ابھی ٹپک کی طرح کھینچ لی اس کی زبان دو تین فٹ اس کے منہ سے باہر نکل آئی اور اس نے اپنی زبان رسی کی مانند یوسف کی گردن کے گرد لپیٹ لی اور یوسف اس کے سینے پر چٹ کر رہ گیا اس کے قدم زمین سے اٹھ گئے پھر ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ یوسف کی گردن اس کے کندھوں سے جدا ہو گئی اور یوسف کا سر کٹا دھڑ زمین پر گر کر ترپنے لگا اور اس کا سر ایک جانب لڑھک گیا تلبیس کی زبان دوبارہ اس کے گلے ہوئے منہ میں گم ہو گئی یوسف کا بوڑھا باپ چپٹا ہوا اپنے بیٹے کی جانب دوڑا تو تلبیس نے اسے سر کے بالوں سے پکڑ لیا اس کی انگلیاں سانچوں کی طرح لہرائی اور یوسف کے باپ کی کھوپڑی میں اتر گئیں اور وہ بے چارہ پوری طرح چیخ

بھی نہ سکا لوگوں پر کیکاپٹ طاری ہو گئی ان کو یوں محسوس ہوا جیسے زمین نے ان کے پاؤں بٹلے ہوں تلبیس ان کی جانب پڑھا تو اچانک مجمع سے آیت الکرسی کی آواز بلند ہونے لگی تو وہ صدمہ کر کر گیا پھر ایک جانب سے کلمہ بلند ہونے لگا بس پھر چاروں جانب سے مختلف آیتوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں تو یک بہ یک تلبیس کا وجود ہوا میں مفلح ہوا اور ہستی کی جانب پرواز کر گیا بھی لوگ اپنے اپنے گھروں کی جانب دوڑ پڑے یہی کو خطرہ تھا کہ تلبیس ہستی کی جانب گیا ہے کہیں ان کے گھر والوں کو نقصان نہ پہنچائے وہ سب بھاگ گئے اور پیچھے بے یار و مددگار پڑی لائیں چھوڑ گئے ان کے جالتے ہی وہ جی بھی خود بخود زمین سے باہر نکل آیا اس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ رقصاں تھی اس نے یوسف کے کتے ہوئے سر کو ٹھوکر ماری اور دور جا کر اٹھوڑی دیر بعد تلبیس بھی وہاں آپہنچا اس کے کندھے پر امام صاحب کا معصوم بچہ الماس بے ہوش پڑا تھا اس نے جیٹھی کا ہاتھ پھڑا اور پھر وہ تینوں فضا میں بلند ہوئے بہت دور نکل گئے دوسری جانب ہستی کے چوپال میں بھی ہستی والے موجود تھے اور تلبیس کے خاتمے کے بارے میں سوچ رہے تھے بہت دیر تک بحث ہوئی رہی آخر وہی بزرگ سب سے مخاطب ہوئے اب کچھ نہیں ہو سکتا بہت دیر ہو چکی ہے وہ مردود شیطانی طاقتوں پر عبور حاصل کر چکا ہے اسے ختم کرنا اب کسی انسان کے بس کی بات نہیں وہ اس قدر طاقت حاصل کر چکا ہے کہ کسی ملک کی فوج بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور آج آج وہ الماس کو اٹھا کر لے گیا ہے یہ آخری پتہ تھا جس کے خون سے وہ غسل کرے گا اس کے بعد اسے مکمل شیطان کی حمایت حاصل ہو جائے گی اور وہ بھی شیطان بن جائے گا اس کی روح شیطان کے تصرف میں چلی جائے گی اس کا اپنا کوئی وجود نہیں رہے گا اور جس طرح انسان شیطان کو قتل نہیں کر سکتا اسے قید نہیں کر سکتا اسی طرح انسان تلبیس کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے گا بزرگ کی آواز سے تم اور انفسو جھلکا کٹا دیں خاموشی رہی پھر کوئی بولا محترم بزرگ تو کیا اب اس کا کوئی حل نہیں کیا اب اسے کوئی ختم نہیں کر سکتے گا بزرگ دھیمی اور کمزور آواز میں بولے ہاں اس کا کوئی حل نہیں اسے کوئی ختم نہیں کر سکتا سوائے اللہ کے اللہ کے اللہ کے تلبیس بیڑھیاں اترتا ہوا شیطانی ہال میں گیا دونوں جیٹھی اس کے پیچھے تھے ایک نے الماس کو کندھے

پر اٹھا رکھا تھا ہال میں اترتے ہی شیطانی مجسمے کی آنکھ کی روشنی بڑھ گئی اور ساتھ ہی ایک شخص سی آواز ابھری آ آہیرے سے آج تجربے انتظار کی آخری گھڑی ہے آج مجھے وہ سب کچھ مل جائے گا جو مجھے چاہیے جو تو چاہتا تھا آواز سنتے ہی وہ تینوں کمرے میں گر پڑے الماس ہوش میں تھا اور حیرت سے ادھر ادھر کا ماحول دیکھ رہا تھا خود پر مت کر وہ محسوس ساعت گزر جائے گی اپنا کلمہ کر گزرو اور وہ تینوں اٹھ کھڑے ہوئے تلبیس شیطانی مجسمے کے نیچے جا بیٹھا اور وہ دونوں جیٹھی الماس کو پڑے اور پھر چھرنا شیڈ پر آگئے انہوں نے الماس کو شیطانی مجسمے کے بالکل اوپر لٹایا اور اس کی گردن مجسمے کے سر پر جھکا دی الماس نے کسی قسم کی کوئی حیل و حجت نہیں کی وہ معصوم بچہ بالکل بے خوف نظر آ رہا تھا ایک نے اس کے دونوں بازو اس کی کمر کی جانب موڑے اور اس کی کمر گھٹا کر دیکھ دیکھ کر اس نے پھر بھی اٹھائی اور الماس کے سر پر پہنچ آگے کر دی اس کا سر تھوڑا اور نیچے ہوا تو اس کے گلے میں موجود لاکٹ نکل کر نیچے شیطان کے مجسمے کے سر پر گرا اور پھسل کر اس شیطانی مجسمے کی گردن میں گیا اس لاکٹ کے گردن میں آتے ہی شیطانی مجسمے کی روشنی آنکھ ایک نکتہ بچھ کر اور یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ شیطان اب موجود نہیں ہے یعنی شیطان ضرار ہو چکا تھا اور اس کی وجہ بھی شاید وہ لاکٹ تھا جس پر کہ آیت الکرسی کندھ تھی اسی وقت اس جیٹھی نے بڑی چلا دی "کھچ" کی تیز آواز ابھری الماس کی ایک جیٹھی مٹھی نیچے بلند ہوئی اور اس کا سرٹ کر نیچے جا کر الماس کی گردن سے خون کا فوارہ بلند ہوا اور خون کی موٹی دھاری نیچے شیطانی مجسمے کے سر میں پڑنے لگی اور اس کی گردن میں موجود آیت الکرسی والے لاکٹ کو بھگوتی ہوئی نیچے بیٹھے ہوئے تلبیس کو بھگوتے گئی اور تلبیس کی بند آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں وہ محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کیا انہوئی ہو چکی ہے لیکن بات جب تک اس کی سمجھ میں آتی وہ مکمل طور پر خون میں بھیک چکا تھا بے ساختہ وہ چیخ اٹھا اس کی دردناک چنگاڑ سے ہال کی چٹائی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں دونوں جیٹھی بری طرح بولکھلا اٹھے شیطانی مجسمہ بھی ترختے لگا اور پھر چند لمحوں میں ریزوں میں بکھر گیا آخ آیت الکرسی والا لاکٹ الماس کے خون میں تیرتا ہوا ایک جانب بڑھ نکلا تلبیس پورے ہال میں ازیت سے چیخا ہوا تاج رہا تھا اور اس کی پیچیں پوزے ملائے

میں گونج رہی تھیں اس کی چیخوں میں اتنا درد تھا کہ دھڑت پر کیکاپٹ طاری ہو گئی پہاڑوں پر ریشہ کی کیفیت طاری ہوئی اور فلک بوس پہاڑ ریت کی صورت میں زمین پر گر پڑے گے پہاڑوں کا یوں ٹوٹنا پھٹنا اور چٹناؤں کا گرتا ایک قیامت کا شور بلند ہو رہا تھا میلوں دور تک کوئی آبادی نہ تھی لیکن یہ شور سینکڑوں آبادیوں میں سنا گیا تھا چنچنے چلاتے تلبیس ساکت ہو کر گر پڑا اس کا لورہ انہم ساکت ہو چکا تھا دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم ایک جیٹھی کی صورت اختیار کر گیا جس کی آنکھوں میں زندگی کی چمک محسوس ہوئی تھی زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں اور بلند و بالا پہاڑ ان دراڑوں میں زمین کی گمراہیوں میں اتر گئے تقریباً ایک ساکت گزر جانے کے بعد وہاں دور دور تک جہاں تک نگاہ کلام کرتی وسیع ترین میدان نظر آتا جس کے وسط میں ایک جیٹھی مجسمہ پڑا تھا جس کی آنکھوں میں زندگی موجود تھی یہ تو انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معمولی نشانی ہے کہ دیکھو جو لوگ حد سے تجلوز کرتے ہیں خدا کی برابری کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کا انجام کتنا عبرت ناک ہو تا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر کسی کی حیثیت کے مطابق سزا دیتا ہے کسی کے ساتھ نا انصافی نہیں کرتا اگر کوئی غریب ہے تو کوئی امیر کوئی شہنشاہ ہے تو کوئی گدا اور تم کیا جانو کہ اللہ کے کس کام میں کیا حکمت ہے اے کم عقلو زیادہ کے لالچ میں نہ پڑو اگر تم خود کو کسی سے کمتر سمجھتے ہو تو اپنے سے برتر کو نہیں بلکہ اپنے سے بدتر اور کمتر کو دیکھو کہ وہ بھی زندہ ہے اور خدا کا شکر گزار ہے تو پھر تم ناشکرے کیوں ہوتے ہو جتنا تمہیں مل گیا ہے اسی کے لئے سجدہ شکر کرو تلبیس نے بھی زیادہ کا لالچ کیا اور اس انجام کو پہنچا وسیع ترین میدان میں اس کا جیٹھی مجسمہ پڑا تھا اچانک زمین رونے لگی زمین سے پانی اٹھنے لگا اور دھڑت پر رقت طاری ہو گئی زمین سے پانی چشموں کی مانند ابلتا رہا تلبیس کا مجسمہ اس پانی میں ڈوب گیا اس وقت زمین اتنا روئی اتنا روئی کہ اس کے پٹنے والا آنسو آج تک خشک نہ ہو سکے وہ آج بھی دنیا میں سمندر کی شکل میں موجود ہیں آنسو بھی تنگین ہوتے ہیں اور سمندر کا پانی بھی جس کی گمراہیوں میں کہیں تلبیس کا مجسمہ غرق تھا کچھ عرصہ پہلے ایک خبر اخباروں میں دیکھنے میں آئی تھی کہ انگلینڈ کے ایک ادارہ سی ایگل نے بحیرہ سائیل جلزل کے قریب سے ایک انسانی مجسمہ دریافت کیا ہے جو ہزاروں سال قدیم ہے اور ہزاروں سالوں سے ہی پانی میں غرق تھا اس کے بلوجود مجسمے کی حالت میں کوئی

تلبیس کا ہی ہو؟

(ساحر جمیل سید چیتر مین قرمت ہاک ایسوی ایتن c/o سید رضامندی ٹائٹ پوسٹ آفس مظفر گڑھ)



بتا دو دیتے

یہنا چھوڑ کر چلے گئے ہو جان سن ہماری غلطی کیا تھی بتا تو دیتے ہم نے تمہیں پیار ہی کیا ہے جرم تو نہیں اگر جرم ہے تو اس کی سزا تو دیتے ہمیں تم سے پیار تھا اور کچھ ذہن میں نہیں اگر تمہارے ذہن میں کچھ تھا تو سمجھا تو دیتے ہم سے بڑھ کر تم کو کون چاہتا تھا اس زمانے میں اگر کوئی چاہتا تھا تو ہمیں دکھا تو دیتے خود بخوشی کے اس دور میں تم نے ہمیں چھوڑ ہی تھا تو اس دنیا سے ہمارا نام و نشان مٹا تو دیتے کیوں ہمیں عمر بھر جلانا چاہتے ہو سائل آگ جو بھڑکانی ہے بیٹے اس کو بجھا تو دیتے آصف سائل-چشتیاں

سنہرے خواب

پھولوں کی مہک میں
تاروں کی چھاؤں میں
تو کتنی حسین لگتی ہے یہ دنیا جیسی بالکل پر یوں کے دیس جیسی اور اس دیس میں ایک پر پی اپنے خوابوں کو سنہرا رنگ دیئے کسی کا انتظار کرتی ہے وہ جو بہت اپنا سا ہے
رخسانہ آفتاب

خوفناک حقیقت

اسماء الرحمن، لاہور

”خوفناک حقیقت“ یہ بالکل حقیقت پر مبنی کہانی
ہم نے حقیقت کو واضح کرنے کے لئے مجھے دلائل نہیں
دینے پڑیں گے۔ بلکہ قارئین کرام آپ خود میری بات سے
اتفاق کریں گے۔

”مذہب اسلام“ جس میں کالا جادو حرام ہے۔
ناصراف کالا جادو بلکہ جادو کرنے والا بھی لیکن آج بھی اس
کے دعوے دار موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ کالے جادو کے
ذریعے ہم موت کچھ کر سکتے ہیں۔ قارئین ”خوفناک
حقیقت“ ایک ایسی ہی حقیقی کہانی پر مبنی ہے۔ کہ ایک عورت
نے اپنی خود غرضی سے دوسری عورت کا گھر برباد کر دیا۔ اس کا
ہنسا مسکراتا جہاں کیسے اس سے چھین لیا۔ اس کی پرسکون
زندگی میں کیسے طوفان برپا ہوا۔ اور آخر میں برائی اور برائی
کرنے والے کا انجام کیا ہوا۔

میں اپنی کہانی میں پوری کوشش کروں گی کہ
کالے جادو کے برے حال کو نمایاں کر سکوں۔ یہ بیان کر
سکوں کہ ان پیکروں میں پڑنے والا شخص کس طرح برباد ہوتا
ہے۔ میں یہ کہنا ضرور چاہوں گی کہ آپ خواہ عورت ہیں یا مرد
اگر کسی کی بربادی کے لئے تعویذ یا دوسرے تیسرے شیطانی
عمل کروا رہے ہیں تو فخر جائیں۔ بس صرف ایک بات کو
سوچئے۔ کہ آسمان پر ایک ذات پاک اللہ تعالیٰ بھی ہے۔ جو
بے نیاز ہے اور ہر چیز پر قادر ہے کہی ایسا نہ ہو کہ آپ اس
کنوین میں ٹکرائیں جو آپ نے کسی اور کے لئے کھودا ہے۔

★ - - - ★

عشاء کی نماز کا وقت بالکل قریب تھا۔ ساڑھے پچن
سے جلدی سے باہر آئی اور وضو کرنے کے لئے چلی گئی آج
ذرا سی دیر ہو گئی تھی اور ابھی پچن کا کچھ کام باقی تھا لیکن نماز
سے بڑھ کر اس کی زندگی میں کسی دوسرے کام کی کوئی اہمیت
نہ تھی۔ کہ اسی دوران اذان ہو گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے
سامنے سجدہ ریز ہو گئی۔

ساڑھے پانچ بھائیوں کی ایک اکیلی بہن باپ تو پہلے
سے فوت ہو چکا تھا مگر تھی جس نے اس کی اس قدر اچھی

تربیت کی تھی۔ ناصراف سلیقہ شعار، عقل مند، بلکہ ایک
عملی مسلمان عورت تھی جس نے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی
نہایتی سے زیادہ کچھ نہ سمجھا تھا۔

غفریب ساڑھ کی شادی اس کے کزن ظفر کے
ساتھ ہونے والی تھی۔ ساری تیاریاں مکمل تھیں۔ ظفر بڑھا
لکھا اور اپنے بزنس کا مالک تھا۔ بچپن میں ان کی منگنی ہو چکی
تھی بچپن سے جوانی کو آپہنچی تھی لیکن آج تک ساڑھ کو یہ
معلوم نہ تھا کہ اس کا ہونے والا شو ہر کیسا ہے۔ کیونکہ وہ ظفر
سے کبھی ملی نہیں تھی اگر ظفر کبھی گھر آ جاتا تو وہ اوپر والے
کمرے میں بند ہو جاتی۔ کبھی فون کرتا اور یہ کہہ دیتا کہ میں
ظفر بول رہا ہوں تو وہ فوراً فون اپنی ماں کے ہاتھ میں تھما دیتی۔
اس لئے ایسا تھا کیونکہ ان کے خاندان میں مذہب اسلام کی
تمام روایت کو قائم رکھنے کی مکمل کوشش کی جاتی تھی۔

لیکن مسئلہ یہ تھا کہ ظفر بڑا ایٹھ واٹس اور بہت کھلے
ذہن کا مالک تھا وہ ساڑھ کو قطعی طور پر پسند نہ کرتا تھا۔ اسے تو
ایسی بیوی چاہئے تھی جو ہر وقت جج جج کر اس کے سامنے بیٹھی
رہے۔ جو خواہ پانچ وقت کی نمازی نہ ہو لیکن اس کے ساتھ
بڑے بڑے رٹنٹورٹ میں کھائے اڑائے اور بڑی بڑی پارٹی
میں شرکت کرنے کی حامی ہو۔ جو اس کی ماں کی قدر کرے یا
نہ کرے لیکن ظفر کے لئے اس کی زبان سے ہر وقت نعت
بھرے الفاظ نکلتے ہوں۔ وہ بے شک بڑھ نہ کرے بلکہ غیر
مذہبی اور غیر ملکی لباس مثلاً ساڑھی وغیرہ میں لباس ہو۔ وہ
خواہ اس کے گھر کو جنت بنائے نہ بنائے لیکن بس اس کے
ذہن کے مطابق ہو۔ لیکن وہ پھر بھی ساڑھ جیسی شریف اور
معصوم لڑکی سے شادی کرنے پر مجبور تھا۔ حالانکہ وہ
خوبصورت بھی تھی اور تعلیم یافتہ بھی لیکن ظفر سے زیادہ
نہیں۔

اس کی مجبوری اس کے باپ کا وہ عہد تھا جو اس نے
ظفر سے لیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ ساڑھ سے ہر
صورت شادی کرے گا۔ اور کبھی اپنی بات سے نہیں مکرے



مجبوری ہے وہ میری بیوی تو ہو گی لیکن اس کا مجھ پر کوئی حق
نہیں ہو گا۔ کیونکہ میں نے ابو سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ
میں ساڑھ سے شادی کر لوں گا۔ ایسا نہیں کہ ساری زندگی اس
مصیبت کو برداشت کرتا رہوں گا۔ اچھا ٹھیک ہے سائے۔ میں

گا۔ اس کے بعد اس کا باپ خاصا بیمار ہو گیا اور وہ اس دنیا سے
رخصت ہو گیا۔ اچانک ٹیلی فون کی بیل بجی۔ ظفر نے ریور
اٹھایا۔

جی۔۔۔۔۔ کیا حال ہے۔۔۔۔۔ گلتا ہے مجھ سے
ناراض ہو لیکن صائمہ میں کیا کر سکتا ہوں یہ شادی میری

وہ پہلی صبح ہی نماز پڑھنے کے بعد کچن کے کام کاج میں لگ گئی۔ ساس نے دیکھا تو چیخ اٹھی بنی ابھی تم اس گھر

اس کے لئے اس نے اپنی ماں سے کہا کہ وہ شام کو
 غلغلی (بن) کے رشتے سے انکار کر دیں کہ ہم اپنے بھائی کی
 شادی اس سے نہیں کریں گے لیکن سائنہ کی ماں نہ نانی تو یہ
 شادی بہت پہلے طے ہو چکی تھی اس نے دوسرا راستہ اختیار
 کر لیا۔ یعنی اس کی محبت و نفرت میں علی اور ابراہیم کا

لیکن یہ کام میرے لئے بڑا مشکل ہے۔ میں کیسے کروں گی۔ (صائمہ گھبراتے ہوئے بولی) ہماری دنیا کے کام مشکل ہیں ناممکن نہیں اور تجھے ایسا کرنا ہو گا (ادہ جیجی کر بولا)

کہ اچانک اس کی گاڑی پھٹ کر آواز سے چل
 بڑی اب اس کی گاڑی بالکل اسی جگہ پر رک
 نے لگا تھا وہ بڑی ہمت سے باہر نکلی بیٹری بھی
 رات کیا تھا۔ سیال، سیال کی آوازیں آ رہی تھیں وہ آگے
 بڑھی کہ ایک اوڑھا اس کے سامنے سے تیزی سے گزر گیا۔
 وہ چونک کر رک گئی مگر پھر آگے بڑھی۔ جوں جوں وہ آگے
 بڑھ رہی تھی خوف اور دہشت بڑھتی جا رہی تھی۔ جب اس
 نے دور سے اس گڑھے کو دیکھا۔ جو کہ کچھ سے بھرا ہوا تھا وہ
 آگے بڑی تو اس نے دیکھا کہ کفن سمیت مردے بڑی تیزی
 سے اس گڑھے کے گرد ناچ رہے ہیں۔ جو نبی ان کی نظر

صائمہ پر پڑی تو آواز گونجی۔

تو جی ہماری طرح ایک دن یہاں پر ہوگی (یہ ساتھ ساتھ نے اپنا ہاتھ دل پر رکھ لیا اور اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا) ہاں آج نويس کی رات ہے ہم کالا جادو کرواتے تھے۔ اس کا لے جادو کا اثر تھا کہ ہم ایسے مرے کہ ہمیں لاشیں بھی نہ مل سکیں۔ ہم ہمیشہ کے غذا میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ کل دسویں کی رات جب یہ پکچر خون کی شکل اختیار کر لے گا تو ہماری جانوں کو سکون ملے گا۔ ہم وہ خون پینا شروع کر دیں گے۔ اور وہ دن سال میں ایک بار آتا ہے جب ہم کو سکون میسر آتا ہے وہ رات بڑی خوفناک ہوتی ہے صرف اور صرف کالا جادو کا راج ہوتا ہے یہ خوفناک حقیقت ہے جس کو تو نے جان لیا ہے ہاں یہ کالا جادو کی خوفناک حقیقت ہے۔ صائمہ پاؤں کے انگوٹھے سے لے کر سر کے بالوں تک کانپ رہی تھی۔ وہ کانپتی ہوئی واپس مڑی اور اپنی گاڑی کے پاس آکر رک گئی۔ اسی دوران اس نے دیکھا کہ دوسری گاڑی کی لائٹ نظر آ رہی ہے اچانک اس نے دیکھا کہ وہ اس کے بہت قریب آ چکی ہے۔ اس کے اندر ایک خوبصورت پینڈم اور گڈ لوٹنگ لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے صائمہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا میں جانتا ہوں آپکی گاڑی خراب ہو گئی اور رات کی تاریکیوں میں آپ تنہا ہیں۔ مجھ پر بھروسہ کرو میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔ صائمہ بھی تباہ جانے کیوں اس سے اتنا متاثر ہوئی کہ بیٹھ گئی ابھی گاڑی کچھ ہی دور گئی تھی کہ صائمہ نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کے پاؤں کی کھال اترتی جا رہی ہے آہستہ آہستہ اس نے دیکھا گاڑی بھی تیز ہوتی جا رہی ہے اس نے اچانک اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو صرف بڑبڑ کے سوا کچھ نہ تھا یعنی وہ ڈھانچے کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ صائمہ نے زوردار دھکا لگایا اور گاڑی سے باہر گر گئی۔ اچانک وہ گاڑی اس ڈھانچے کے ساتھ غائب ہو گئی۔

صائمہ اگر پہلے اپنی گاڑی کی طرف واپس جاتی تو پھر مصیبت میں پھنس سکتی تھی اور آگے جانے کے لئے پیدل چلنا نہ صرف ناممکن تھا بلکہ بالکل ناممکن تھا۔ صائمہ ایک درخت کے نیچے کسم کسم بیٹھ گئی۔ کہ اسی دوران دوسری بزرگ ہستی نمودار ہوئی اور یوں کہنے لگی۔

ہاں، ہاں میں نے تجھ سے کہا تھا مت جا اس طرف۔۔۔ ابھی تو نے ایک قدم اٹھایا ہے اور اتنی

مصیبتوں میں پڑی ہے۔ سوچ خود سوچ کس رستے پر چل رہی ہے میں تجھے سیدھی راہ دکھانا چاہتا ہوں۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تیری آنکھوں پر پنی بندھی ہوئی ہے تو کچھ نہیں جانتی۔

اس کی مثال بلکہ ایسے ہی تھی کہ شیطان اور نیک لوگوں کے درمیان جنگ فحش کس کو ہو گئی یہ تو آگے چل کر بت چلے گا۔ وہ بزرگ ہستی مسلسل صائمہ کی راہنمائی کر رہی ہے لیکن صائمہ کی آنکھوں پر انتقام کی پنی بندھی ہوئی ہے جو آہستہ آہستہ خوفناک حقیقت بن جائے گی۔ جو نئی وہ بزرگ ہستی غائب ہوئی۔ صائمہ کی گاڑی جو کافی میل دور وہ چھپے چھوڑ آئی تھی اب اس کے سامنے اس بزرگ کی کرامت سے کھڑی تھی۔ لیکن صائمہ کی سمجھ میں تو کچھ نہ آ رہا تھا۔

دوسری طرف جب وہ اس جادو گر کے پاس پہنچی تو رو رو کر بیان کرنے لگی کہ اس کو اس کام میں کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو اچانک چیخ اٹھا اور وہ گھبرا گئی۔

دیکھ۔۔۔۔۔ آج کے بعد میں یہ نہ سنوں کہ تو نے میرے کہنے پر بڑی مشکلات کا سامنا کیا۔۔۔۔۔ یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ اور تیرا کام صرف دسویں رات تک ہی ہو گا اب تجھے کل رات پھر جانا ہے اور اگر ناکام لوئی تو بار ڈالوں گا تجھے (وہ جادو گر چلایا)

دوسری طرف ظفر اپنی فیملی کے ساتھ بڑا خوش تھا۔ ان کا اشیانہ تھا کہ دنیا کا سب سے حسین گلشن سرسبز ہی سرسبز ان کی ہر اون عید اور رات شب رات سے کم نہ ہوتی تھی۔ ظفر کے ساتھ کے متعلق تمام خیالات غلط تھے اس نے تو ظفر کے گھر کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔ دوسری خوشی کی بات یہ ہوئی تھی کہ ظفر ایک چاند سے بیٹے کا باپ بن چکا تھا۔ اس ننھے سے گلاب کی خوشبو سے سارا گھر مہک اٹھا تھا۔ ظفر کی ماں کو تو جیسے پوری کائنات مل گئی ہو اتنی وفادار ہو کے سارے گھر کو سمیٹالے ہوئے تھی۔ یہ گھر پورے محلے داروں کے لئے مثالی تھا جس میں لڑائی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ اور سکون ہی سکون ہوا تھا۔

دوسری طرف صائمہ تھی جو اپنے ہی انتقام کی آگ میں خود ہی جل رہی تھی۔ جب صائمہ کو خبر ہوئی کہ ظفر کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی ہے اور اس خوشی میں تو وہ اپنا سب کچھ بھول چکا ہے۔ صائمہ کو تو جیسے غم و غصہ کی لہروں کی اور وہ اس نے وقت دیکھنا حال اور غصے میں تڑپتی ہوئی اس

جادو گر کے پاس پہنچی ماں نے لاکھ رو کا لیکن وہ کہاں کسی سستی ہے اپنی مرضی کی مالک ہے۔ بابائی۔۔۔۔۔ یہ آپ کا جادو کب شروع ہو گا۔۔۔۔۔ میں اسے برباد دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور وہ تو اپنی دنیا میں بہت آباد ہے۔۔۔۔۔ اب اس کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی ہے اور وہ بہت خوش ہے۔۔۔۔۔ (صائمہ اس انداز میں کہنے لگی جیسے وہ مطمئن نہ ہو۔)

دیکھ لڑکی میں جانتا ہوں تجھے اس کا پیٹنا بے پروا کاٹنا محسوس ہوتا ہے۔۔۔۔۔ تو چاہتی ہے کہ وہ مرجائے ہے نا۔۔۔۔۔ تو فکر نہ کر یہ قیامت ٹوٹ جائے گی ظفر پر۔۔۔۔۔ بس آج کی رات تو جا کر خون لے آؤ پھر دیکھ کیسے اجڑ جائے گا۔۔۔۔۔ (وہ جادو گر اس کو مطمئن کر رہا تھا۔)

آج دسویں کی رات تھی وہ اس جگہ پہنچ چکی تھی۔ گاڑی سے قدم باہر نکالا تو کیا دیکھتی ہے کہ اس قدر اندھیرا ہے کہ کچھ دیکھنا نہیں دیتا۔۔۔۔۔ اس نے تمام اہم چیزیں پکڑ لی اس کے اور گڑے کے درمیان اتنی فاصلہ تھا کہ پانچ دس منٹ کا رستہ یہاں درختوں کا جنگل سا معلوم ہو رہا تھا سائیاں، میاں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ جوں ہی آگے بڑھی ایک سانپ اس کے گلے سے لپٹ گیا وہ چیخ اٹھی وہ اچانک زمین پر گر گئی کہ اچانک سانپ غائب ہو گیا۔ اب وہ گڑے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ آج بھی مردہ انسان جو کنفن میں لپٹے ہوئے تھے اور اس گڑے کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ کہ اچانک ایک زوردار قہقہہ لگا اور وہ اس سے بھر گڑے میں گر گئی اور یوں معلوم ہوئے لگے جیسے خون میں اسے کسی نے غسل دیا ہو۔

وہ بڑی بے حال ہو کر اس گڑے سے باہر نکل آئی۔ اور خون حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو گئی۔ جب وہ گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی تو بڑے حیران کن منظر کی طرح اس پر سے خون آہستہ آہستہ غائب ہونے لگا۔ اور یہاں تک کہ جب وہ مطلوبہ مقام پر پہنچ گئی تو سوائے اس کی پیشانی کے باقی کسی جگہ پر خون نہ تھا یعنی اس کے ماتھے پر خون کا ایک داغ پڑ گیا تھا بے حد کوشش کے باوجود وہی وہ داغ نہ ملا۔

بابائی۔۔۔۔۔ بابائی یہ ہے وہ خون جس کے لئے میں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ دی تھی۔ (اس نے جادو گر کی طرف وہ خون بڑھاتے ہوئے کہا)

ہاں۔۔۔۔۔ ہاں بس اب تو جادو دیکھ آہستہ آہستہ

بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے۔۔۔۔۔ ظفر کی بربادی کا دور شروع ہو گیا۔ کالا جادو شروع ہو گیا۔ سب ڈوب جائے گا۔۔۔۔۔ اس پہلی بھر خون میں سب کو اس کا نقصان ہو گا۔ بس اب تو جا۔۔۔۔۔ اور وہ جادو گر چیخ کر کہہ رہا تھا۔

یہ کالے جادو کا نہیں بلکہ "خونناک حقیقت" کا آغاز ہو چکا تھا جو نہ۔۔۔۔۔ ظفر بلکہ خود صائمہ کے لئے بھی ناقابل فراموش تھا۔

سازہ اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ ظفر کا بیٹا دانش بڑی بے خبری سے سو رہا تھا۔ کہ (سازہ) اٹھی اور قریب پڑا ہوا رسالہ پڑھنا شروع کر دیا۔ کہ اچانک اسے محسوس ہوا کہ باہر کافی تیز ہوا بلکہ آندھی چل رہی ہے اس نے کھڑکی سے باہر نکھانکا تو کیا دیکھتی ہے کہ باڈل ایسے کھر کھر آتے ہیں کہ بارش ابھی ہوئی ابھی ہوئی۔ وہ دانش کو وہاں کمرے میں سو تپجھوڑ کر باہر آئی تو حیران رہ گئی۔

باہر تو تیز دھوپ اور ہلکا گرمی تھی۔ لیکن اس کو وہ اپنی غلط فہمی بھی تو نہیں کہہ سکتی اس نے اپنی تصدیق کے لئے دوبارہ کھڑکی سے جھانکا تو پھر کیا دیکھتی ہے کہ بارش ہو رہی ہے۔ سازہ سے رہانہ گیا اور اپنی نند ٹانگہ کو آوازی۔ شامکے باہر بارش ہو رہی ہے۔ (سازہ نے آواز دی)

ارے بھابی کیا ہو گیا ہے۔ باہر تو سخت گرمی ہے وہ یہ کہتی ہوئی اندر آئی تو سازہ نے کہا وہ سانسے کھڑکی سے باہر دیکھو بارش ہو رہی ہے لیکن اب وہاں پر قطعی طور پر بارش نہ ہو رہی تھی۔ شامکے نے ابھی بھابی کا مذاق اڑایا کہ ان کی خام خیالی کتنی بڑھ گئی ہے اور ہر جلی گئی۔

سازہ دانش کے پاس لیٹ گئی کہ اچانک وہ روتے لگا۔۔۔۔۔ ایسے کہ آدھا گھٹنہ۔۔۔۔۔ مگر وہ خاموش نہیں رہا تھا۔ ظفر کی اتنی تجویز دی کہ ڈاکٹر کو فون کرو۔

ڈاکٹر نے کہا کہ بچے کو اکیلا مت چھوڑا کریں معلوم ہوتا ہے یہ بڑ گیا ہے بہر حال یہ سیرپ اس کو پالائیں۔ سازہ تو بہت پریشان ہو گئی کیونکہ اس کو وہاں کی کاپیے پر کوئی اثر نہ ہو رہا تھا وہ مسلسل بے چین تھا شام میں ظفر نے دانش کی یہ حالت دیکھی تو اسے ہسپتال لے گئے وہاں اس کی حالت مزید خراب ہوتی چلی گئی۔ اسی طرح کے ڈاکٹروں کو دیکھانے کے بعد مولوی صاحب کو دکھایا تو مولوی صاحب نے کہا۔

ہی۔ تو اس کو بھول جاؤ رہے تو اس کو اپنے سینے سے لگے رکھ کیونکہ یہ سمان ہے۔۔۔۔۔ کچھ ہی دنوں میں اچانک یہ تیری آغوش سے جدا کر دیا جائے گا۔۔۔۔۔ اور بس اب تو چلی جا۔۔۔۔۔ (سازہ کو مولوی کی کوئی بات نہ سمجھ آئی کہ آخر کون جدا کر سکتا ہے اس کے سینے (دانش کو اس سے)۔

سارے گھر کی خوشی کم ہو چکی تھی۔ پریشانی اور زور کا ماحول ہو گیا تھا۔ بچے کی حالت مسلسل خراب ہوتی جا رہی تھی اور ظفر ایک طرف علیحدہ سر پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔ وہ بھی کیا کرے سازہ کو تسلی دے یا خود کو حوصلہ سازہ کی ساس بار بار سر پر ہاتھ رکھ کر کہتی ہائے کس محسوس کی نظر کھائی ہمارے گھر کو۔۔۔۔۔ شامک کبھی بھابی کو سینے سے لگا کر تسلی دیتی تھی کبھی بھابی فکر مت کر دانش انشاء اللہ جلدی ٹھیک ہو جائے گا اور کبھی بھابی کو سمجھاتی کہ اگر وہ حوصلہ ہار گئے تو باقی سب کا کیا بنے گا۔

پھر ایک شام قیامت ٹوٹی۔ کالا جادو اپنے عمل سے کامیاب ہو گیا سازہ کی ایک طرف آگ ٹھنڈی پڑ گئی لیکن ظفر پر باد ہو گیا۔ سازہ کا گھر آج بڑ گیا۔۔۔۔۔ ایک ہشتا کھلتا گھر کالا جادو کی بھیجٹ چڑھ گیا۔ سازہ دیکھ رہی تھی کہ دانش (سازہ کا بیٹا) کی حالت مسلسل خراب تھی۔ سازہ نے سوچا کہ اس کو دودھ پلایا جائے۔ مولوی صاحب نے کہا تھا کہ وہ دودھ میں تعویذ گھول کر پینے کو پلائے۔

سازہ کچن میں دودھ گرم کرنے لگی کہ اس نے سنا کہ منانے ایک زوردار چیخ ماری ہے اس کے ہاتھ سے دودھ چھوٹ کر گر گیا وہ بھاگ کر وہاں پہنچی۔

منانے۔۔۔۔۔ بیٹے دانش۔۔۔۔۔ منے۔۔۔۔۔ امی۔۔۔۔۔ ظفر۔۔۔۔۔ ادھر آئیں دیکھیں کیا ہوا ہے میری جان کو۔۔۔۔۔ میرے بیٹے کو۔۔۔۔۔ وہ سب اس طرف بھاگتے ہوئے آئے۔ ظفر نے دانش کو ہاتھ میں اٹھایا اور رو کر کہنے لگا۔

سازہ ہمارا منار گیا۔۔۔۔۔ مر گیا ہمارا منا۔۔۔۔۔ ہاں، دانش سازہ نے یہ سنا تھا کہ حد سے نیچے گر گئی۔ وہ ماں تھی اور ماں سے بڑھ کر اولاد کا غم بھلا کس کو ہو سکتا ہے۔ بل بھر میں سب کچھ گھڑ گیا۔ سازہ جو پاجامی تھی وہ ہوجا تھا۔ لیکن صرف کالے جادو کی بدولت ان پر تو جیسے غم کا پہاڑ پڑا۔۔۔۔۔ ان کی امید کی کرن بھی دم توڑ چکی تھی۔

کچھ عرصہ یوں ہی گزر گیا کہ ایک دن اچانک صائمہ کا ظفر کے آفس میں فون آیا اور وہ کہنے لگی۔۔۔۔۔ چچ مجھے بھی تو شمارے بیٹے کے فون ہونے کا بہت دکھ ہوا۔ ارے بھی شمارا پسلا بیٹا تھا۔۔۔۔۔ میں خود شمارے گھر سازہ کے ساتھ افسوس کے لئے آؤں گی۔۔۔۔۔ اگر تمہیں برا نہ لگے اور صائمہ کی ہر بات میں مٹھتی نفرت تھی) دیکھو صائمہ تم میری دنیا میں واپس آنے کی کوشش مت کرو۔۔۔۔۔ اور سازہ کی تسلی اور افسوس کے لئے میں ہی کافی ہوں۔۔۔۔۔ مجھ سے بڑا اس کا کون ہمدرد ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے آئندہ فون کر کے تم میرا اور اپنا وقت برباد نہیں کرو گی (ظفر نے صائمہ سے پیچھا چھڑانے میں ہی بھلائی سمجھی اور فون بند کر دیا)

باباجی۔۔۔۔۔ باباجی۔۔۔۔۔ چچ میں آج بڑی خوش ہوں۔۔۔۔۔ آج فون پر ظفر سے میں نے بات کی۔۔۔۔۔ اس کی آواز میں غم دکھ اور درد ہی درد تھا۔۔۔۔۔ اسے اتنا پریشان دیکھ کر میری روح تنک کو سکون پہنچا ہے ظفر کو میں ہر طرح سے اسے کہنے ہوئے دھوکے کا مزا چکھاؤں گی۔ میں اسے کبھی معاف نہیں کر سکتی اب بتائے میرے لئے کیا حکم ہے۔ (صائمہ جادو گر کی بہت شکر گزار ہوتے ہوئے اسے کہنے لگی)

ہاں۔۔۔۔۔ ہاں سن اب تجھے سات سات انسانی کھوپڑیاں لانی ہوں گی۔ یہ تجھے اسی قبرستان سے ملیں گی ان کھوپڑیوں کو تم نے میرے پاس ہرگز نہیں لانا۔ بلکہ یہاں سے لئے کریدھا اس جگہ بدایا جہاں ظفر کے بیٹے کی قبر ہے۔ پھر دیکھ کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔ اور یہ وہ کالا جادوئی ہڈی ہے۔۔۔۔۔ جس سے یہ کام آسان ہو جائے گا۔ (وہ جادو گر اس کو ہڈی دیتے ہوئے کہا)

ایک بار پھر صائمہ پریشان ہو گئی۔۔۔۔۔ وہ رات گھر میں اکیلی بیٹھی ہی بی سوچ رہی تھی کہ اچانک اس کی ماں کمرے میں داخل ہوئی۔

صائمہ بیٹی کیا سوچتی رہتی ہو ہر وقت۔۔۔۔۔ آج میں ظفر کے گھر گئی تھی اس کا بیٹا بیچارہ انجانی موت مر گیا ہے۔۔۔۔۔ میں نے سوچا تھا کہ کی بات کراؤں۔۔۔۔۔ شامک گھر آجائے گی تو کچھ گھبرا دینا سنبھال لے گی قسم تو نہ جانے کس دنیا میں رہتی ہوں۔ (اس کی ماں نے صائمہ سے کہا) جی اتنی ہاں۔۔۔۔۔ بلکہ اب ٹھیک کر رہی ہیں

اسی مہینہ آپ بڑے بھائی کی شادی کر دیں۔۔۔۔۔ تیار میں تو تمام مل رہی ہیں۔ (صائمہ نے اپنی ماں سے اتفاق کرتے ہوئے کہا)۔

شامک اور صائمہ کے بھائی شمس کی بات کافی عرصہ پہلے کی ہو چکی تھی۔ کچھ ہی عرصہ میں شامک اور شمس کی شادی ہونے والی تھی لیکن صائمہ کو اب اپنے آئندہ کام کی فکر تھی جو کہ جادو کرنے اس کے سپرد کیا تھا۔

یہ رات کانٹیں دوپہر کا وقت تھا۔ گرم ہواؤں کی بدن پر بھلیاں گر رہی تھیں سماں ایسا تھا کہ خوف اور ڈر انسان کو پاگل کر دے۔ سورج آج بڑی تیزی سے ظاہر کر رہا تھا کہ کوئی اور تڑپتی ہوئی قیامت۔ مغرب ٹوٹنے کی۔ اس قدر بھیاں کہ وقت تو اس رات کو نہ تھا جتنا آج دوپہر میں ہے وہ اپنے دل میں سوچنے لگی۔ صائمہ آگے بڑھی۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ بہت سی انسانی کھوپڑیوں کا ڈھیر لگا پڑا ہے۔ وہ جلدی سے آگے بڑھی کہ اچانک اس نے اس زجر سے سات کھوپڑیاں اکٹھی کر لی اور، اپنی مڑی تو مٹی کی آواز کو سنی۔۔۔۔۔ مت دے کر جان کو یہاں سے۔۔۔۔۔ یہ تیرے لئے بھی برا ہے۔ اور اچانک آواز بند ہو گئی۔ صائمہ نے خوف کے مارے اسی شیطانی ہڈی کو پکڑ لیا۔

جب وہ آدھے راستے پر پہنچی تو ایک کھوپڑی اس نے دیکھا کہ جیسے اس میں آنکھیں مکمل ہو گئی ہیں پھر اس نے دیکھا کہ کھوپڑی کے سر پر بال آگئے ہیں وہ جانتی تھی یہ سب خام خیالی ہے۔ اس نے جادو کر کے کہنے کے مطابق ہڈیاں اسی جگہ دفن کر دیں جب واپس مڑی۔ تو بڑی بزرگ ہستی اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

تو۔۔۔۔۔ گناہگار ہو چکی۔۔۔۔۔ لیکن میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اس شیطانی ہڈی کو بھی یہاں ہی دفن کر دے۔۔۔۔۔ اور اپنے بونے کی میل مٹا دے۔۔۔۔۔ کیونکہ آج کے بعد میں تجھے راہ نہ دیکھانے آؤں گا۔ کہ اچانک پھر وہ بزرگ ہستی غائب ہو گئی۔

لیکن صائمہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ جادو کرنے اس کو مطمئن کر دیا کہ ایسا اس کا کام ختم ہو چکا ہے۔ کالا جادو چل نکلا ہے لیکن اب اسے سازہ کو خون کے یہ سات قطرے بھی پلانا ہوں گے۔ صائمہ نے یہ کام بھی بڑی ہوشیاری سے کر لیا۔

کچھ عرصہ کے بعد شامک اور شمس کی شادی ہو گئی۔ شروع کا عرصہ تو بہت اچھا گزرا۔ صائمہ اکثر شامک سے

بات نہ کرتی تھی اور اس کے وہ دو گھر میں ایسے سمجھتی تھی جیسے وہ ہے ہی نہیں ایک دن بہت زیادہ جھگڑا ہو گیا تو شامک نے سارا قصہ شمس کو سنایا۔ شمس نے صائمہ کو سمجھایا کہ وہ ایسا نہ کرے تو وہ اپنے بھائی پر ٹوٹ پڑی کہ وہ شامک کے لئے اس کے ساتھ ایسا سلوک کرنے لگا ہے۔

دوسری طرف سازہ کی طبیعت اکثر خراب رہنے لگی وہ کہتی تھی کہ رات کو اس کو زور دے خواب آتے ہیں کوئی بد صورت شکل کا انسان اس کا گلہ دیتا ہے یعنی اسے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے اسے کوئی مارے گا وہ اکثر ظفر سے ذکر کرتی لیکن ظفر ہر بار نظر انداز کر جاتا۔

پھر اچانک ایک شام ظفر کی ماں لپٹی ہوئی تھی کہ اسے سوس ہونے لگا کہ اندھیرے بڑھ گئے ہیں اور سارے کمرے میں اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا ہے اسی دوران اچانک اس پر خون کے جھینٹے پڑے اور اسے محسوس ہونے لگا کہ اس کا دم گھٹ رہا ہے رات کو اس طرف وہ دنیا سے رخصت ہو گئی۔ دوسری صبح سازہ چائے لے کر گئی تو اپنی ماں کو مرے ہوئے پایا۔ ظفر چچ کالے جادو کے اثر میں آچکا تھا۔ کالا جادو اس کے بیٹے کی طرح اس کی ماں بھی انجانی موت کا تحفہ دے چکی تھیں۔

اور سازہ کو بھی اب ایسے ہی محسوس ہوا تھا کہ شاید کوئی اسے مار دے گا ظفر اپنی زندگی میں الجھ گیا تھا۔ دوسری طرف صائمہ کا رویہ ظفر کی بہن شامک سے بھی قدرے خراب تھا۔ لیکن شمس یہ برداشت نہ کر سکتا تھا وہ بڑے ٹھنڈے دماغ کا مالک تھا دوسرے وہ راداشی ہر دس کی طرح نہ تھا۔ جوانی ماں، بہنوں کی باتوں میں آکر اپنا ہی گھر برہا کر لیتے ہیں اور پھر اسی بات کا صدمہ کرتے ہیں۔ لیکن شمس روز روز کے لڑائی جھگڑوں سے تنگ آکر اپنی ماں اور بہن سے علیحدہ شامک کے ساتھ کھی دو سرے گھر میں شفٹ ہو گیا۔

تقریباً آدھی رات کا وقت تھا۔ سازہ اپنے کمرے میں اسی لپٹی ہوئی تھی کہ اچانک اسے محسوس ہوا جیسے دروازے پر کوئی دستک دے رہا ہو۔

سازہ نے دروازے کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو وہاں تو کوئی بھی موجود نہ تھا اس نے اپنے دل سے اس کو تصور نہ کیا کیونکہ اس کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا تھا بلکہ وہ پریشان ہو گئی وہ دوبارہ بیڈ پر لیٹی تھی کہ اس نے دیکھا جیسے

کمرے کا دروازہ خود بہ خود بجھنے لگا کہ وہ اچانک اس پر خون کے چھینٹے پڑے اور وہ بے ہوش ہو گئی۔
صبح ہوئی تو ظفر سارہ کو جگائے لگا صرف اس کی سانس جل رہی تھی اس کا جسم اور آنکھیں مردہ ہو چکی تھیں۔ مولوی صاحب کو بلایا گیا تو انہوں نے ظفر سے واضح الفاظ سے کہا۔

بیٹا دیکھ۔۔۔۔۔ تیرے لئے یہ اور بڑا صدمہ بن جائے گا۔۔۔۔۔ کوئی تجھے تباہ و برباد دیکھتا چاہتا ہے۔۔۔۔۔ پہلے تیرا بیٹا مرے۔۔۔۔۔ پھر میں اور اب تیری بیوی پر خون کے چھینٹے پڑ چکے ہیں۔ اگر تو نے اپنے خاندان کی مدد نہ کی تو پھر آہستہ آہستہ یہ خون کے چھینٹے تیری بہن پر پڑیں گے اور وہ بھی مر جائے گی اس کے بعد یہ تجھے پڑیں گے اور تو بھی مر جائے اور اسی طرح پانچ کھوپڑیوں کا مکمل مکمل ہو جائے۔ کالا جادو مکمل ہو جائے گا۔ ابھی دو کھوپڑیاں باقی ہیں۔ کیونکہ یہ کالا جادو خون اور سات کھوپڑیوں پر کیا گیا ہے۔ یعنی سات انسانی موتیں اور چھٹی موت صائمہ کی نہیں بلکہ جادو گر کی ہو گئی اور آخر میں صائمہ کو صبر تک موت مرتا ہو گا۔ اور اگر ایک بار کالا جادو ہو جائے تو وہ ناکام نہیں ہوتا بلکہ سب کو لے ڈیتا ہے۔

ظفر کے قدموں تلے زمین نکل گئی۔۔۔۔۔ آج اسے اندازہ ہوا کہ اس کو برباد کرنے والی صرف اور صرف صائمہ ہے۔۔۔۔۔ سچ صائمہ کی نچت نچت نہیں ایک بڑا فریب تھا۔۔۔۔۔ اور شاید دھوکا ظفر نے صائمہ کو نہیں۔ صائمہ نے ظفر کو دیا تھا۔ آج ظفر بربادی کی اس حد کو پہنچ چکا تھا جہاں موت کے اندھیروں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ کیا میں کچھ کر سکتا ہوں اپنے بچاؤ کے لئے اپنی اور سارہ کی زندگی کے لئے کیا یہ کالا جادو ختم ہو سکتا ہے؟

دیکھ بیٹا۔۔۔۔۔ کالے جادو کا عمل شروع ہو جائے تو ختم ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ شیطان سے اپنے بندوں کی مدد ضرور فرماتا ہے۔ اگر تو سات کھوپڑیاں اس جگہ دفن کر دے جہاں صائمہ نے ایک بار انسانی ہڈیاں اس کالے جادو کی شروعات کے لئے دفن کی تھی۔ یہ جگہ تیرے بیٹے کی قبر کے قریب ہے۔ اگر تو سات گھنٹے کے اندر اندر یہ کام کرنے کا کامیاب ہو گیا تو مجھ کے کالا جادو ناکام تو نہیں لیکن اگر مجھ کا۔۔۔۔۔ میں سب کچھ کر گزروں گا۔۔۔۔۔ میں خود قربان ہو جاؤں گا۔۔۔۔۔ لیکن اب مجھ میں ہمت نہیں کہ

اپنے گھر سے کسی اور فرد کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر قبرستان لے جا سکوں۔۔۔۔۔ (وہ پورے زہم اور دکھ سے کہنے لگا)

ظفر اپنے کمرے میں بڑی بے چینی سے پھر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ جادو گر کے اس کمرے میں کیسے پہنچے جہاں وہ شیطانی عمل کرتا ہے۔ یہ زندگی اور موت کا مکمل ہو گا۔۔۔۔۔ ابھی وہ سوچ رہا تھا کہ ایک بزرگ ہستی کی آواز سنائی دینے لگی اس کا دل تو جیسے منور ہو گیا۔

دیکھ بیٹا وہ کھوپڑیاں مجھے حاصل نہیں کرنی پڑیں گی کیونکہ وہ صائمہ نے پہلے ہی سے تیرے بیٹے کی قبر کے ساتھ دیاری ہیں۔۔۔۔۔ ہمیں غم صرف اتنا کرنا ہے کہ وہ خون کا پیالہ جو صائمہ نے اس خون گڑھے سے بھر لیا تھا۔ اس کو آگ لگا دے۔ جو نئی خون کو آگ لگے گی سب ٹھیک ہو جائے گا ظفر اس جگہ پہنچا جہاں وہ شخص شیطانی عمل کرتا تھا۔ وہاں اس وقت کوئی موجود نہ تھا سوائے کالے جادو کے ظفر نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے اس خون سے بھرے پیالے کو آگ لگائی چائی۔ لیکن اچانک اس جادو گر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس جادو گر نے اسے اپنے سامنے کھڑا کر کے باندھ دیا۔

اور لوہے کی صلاح گرم کرنے لگا۔ اور پھر اس نے اس کو خون میں بھگوایا۔ اس سے پہلے کہ وہ یہ صلاح ظفر کی گردن سے پار آ۔ وہ بزرگ ہستی نمودار ہوئی انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

یارب۔۔۔۔۔ آج تو اپنی حقوق کو شیطان مردود پر فتح بخش دے اور انہوں نے پھوڑی کا رخ اس خون بھرے پیالے کی طرف کیا۔ وہ آگ ہر میں مالاخ جل کر اٹھ ہو گئی تھی۔ اڑتی ہوئی وہ آگ اچانک خون سے بھرے پیالے کو لگ گئی۔

جادو گر چیخ اٹھا مجھے معاف کر دو۔ اچانک آگ جادو گر کو لگ گئی وہ جل کر بھسم ہو گیا۔ جوں جوں وہ جل رہا تھا کمرے کا اندھیرا روشنی میں بدل رہا تھا۔ ظفر جی ان رسیوں سے تھرا ہوا چکا تھا اس بزرگ نے فرمایا کہ یہاں سے نکل چلو۔۔۔۔۔ ابھی کچھ ہی دیر میں یہ جگہ ٹھنڈرات کی شکل بدل جائے گی۔ بزرگ ہستی نے بتایا کہ وہ خون گڑھا اب اس وقت تک بچے گا۔ دوبارہ نمودار نہ ہو گا جب تک کہ کوئی نہ اس جیسا انسان خود غرضی میں کسی کی بربادی کے لئے کالا جادو نہ کرے۔ اور بیٹا یہ وہ چاہی ہے جس کو تو اپنی بیٹی (سارہ) کو پکا

دینا وہ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گی۔ جانتے تیرے رب نے کالے جادو سے محفوظ کر لیا کہ اچانک وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ لیکن ابھی سب کچھ ختم نہ ہوا تھا کہ ہی عرصہ میں صائمہ کی ماں مر گئی تو اتنے بڑے گھر کی تنہائیاں اسے کانٹے لگیں کہ ایک دن اچانک اس نے محسوس کیا کہ اس کے کپڑوں پر خون کے چھینٹے پڑنے لگے ہیں۔ اچانک ایک آگ کا شعلہ بھڑکا اور صائمہ کو آگ لگ گئی۔ ابھی اس کی یہ آگ زیادہ نہ بھڑکی تھی کہ وہ ہی بزرگ نمودار ہوئے۔

ہاں۔۔۔۔۔ جل رہی ہے آج تو اپنی لگائی آگ میں۔۔۔۔۔ جتا جادو کروا نے والے پر یاد ہوئے یا وہ جن پر جادو کیا گیا۔۔۔۔۔ اگر تو اس وقت میری بات مان لیتی تو آج اس آگ میں جلتی نہیں (وہ بزرگ ہستی کہنے لگی) نہیں۔۔۔۔۔ مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔ مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔ ہاں میں گناہگار ہوں ظفر کی (صائمہ نے زور دے کر کہنے لگی) تو جا پھر ظفر سے معافی مانگ (بزرگ ہستی نے پھوڑی کا رخ بدلا تو اچانک اس پر لگی آگ ٹھنڈی پڑ گئی لیکن ابھی تک اس کی ایک ٹانگ جل کر خاک ہو چکی تھی۔ اور وہ معذور ہو چکی تھی۔ وہ ظفر کے گھر کی ظفر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگی۔۔۔۔۔ ظفر مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔ مجھے اس آگ سے بچالو۔۔۔۔۔ میں تمہاری گناہگار ہوں (وہ ظفر سے کہنے لگی)۔

صائمہ اگر تم صرف میری گناہگار ہوتی تو میں تمہیں معاف کر دیتا لیکن تم تو میری فیملی ہی کی نہیں "اسلام" کی بھی گناہگار ہو۔ اور جادو کرنے یا کرانے والا شخص کبھی مسلمان نہیں ہوتا۔ تم اس دن کافر ہو گئی تھی اس دن سزا کی مستحق ہو گئی تھی جس دن تم نے کالے جادو کا آغاز کیا تھا۔۔۔۔۔ میں تمہاری وجہ سے بڑی مصیبتوں سے گزرا ہوں اب تمہاری باری ہے۔۔۔۔۔ دفع ہو جاؤ میرے گھر سے۔۔۔۔۔ میں تمہارا منحوس وجود ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس نے صائمہ پر اپنے دروازے بند کر دیئے۔

کہ اچانک وہ آگ صائمہ کو پھر لگ گئی اور وہ جل جل کر راکھ ہو گئی۔ شاید اگر ظفر معاف کر دیتا تو وہ بچ جاتی لیکن ایسے لوگ حافی کے حق دار نہیں ہوتے۔ یہ لوگ اس رستے پر چل نکلے ہیں جہاں وہ اپنی کاہر رستہ بند ہو جاتا ہے۔ ظفر نے فیصلہ کر لیا کہ وہ خوش تھا۔۔۔۔۔ اس کو اس بزرگ

کی بدولت ایک بار پھر ہستی مسکراتی زندگی مل چکی تھی۔ وہ ایک خوبصورت بیٹے کا باپ بن چکا تھا اور پہلے بیٹے کی یاد میں اس نے اس کا نام بھی دانش رکھا۔

قارئین کرام! ہمیں خدائی فیصلے اپنے ہاتھ میں نہیں لینے چاہئیں۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی برا کرتا ہے تو اسے ہر جادو وغیرہ کروانے کے بجائے خدا پر چھوڑ دیں یہاں تک کہ بدعا بھی نہ دیں۔ ہمارے پیارے نبی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے دک برداشت کئے مگر کبھی بددعا میں نہیں دی تھیں۔

شکریہ۔ اسماء الرحمن، شجاع کالونی، لاہور

☆-----☆-----☆

اپنی اپنی مجبوری

چاہت میں کیا دنیا داری عشق میں کہی مجبوری لوگوں کا کیا سمجھانے دو، ان کی اپنی مجبوری میں نے دل کی بات رکھی اور تم نے دنیا والوں کی میری غرض بھی مجبوری تھی ان کا حکم بھی مجبوری روک سکو تو پہلی بارش کی بوندوں کو تم روک چکی مٹی تو مہکے گی ہے مٹی کی مجبوری جب تک ہشتا گاتا موسم اپنا ہے سب اپنے ہیں وقت پڑے تو یاد آ جاتی ہے اپنی اپنی مجبوری اک آوارہ بادل سے کیوں میں نے سایہ مانگا تھا میری بھی یہ بددانی تھی، اس کی بھی تھی مجبوری مدت گزری اک وحدہ پر آج بھی قائم ہیں محسن ہم نے ساری عمر نبھائی اپنی پہلی مجبوری

غزل

نہایتوں میں ہوں کے ایسے ہم بھی نہیں غلط نہ جان کہ اتنے حقیر ہم بھی نہیں نہیں ہو تم بھی قیمت کی تہہ ہو تیرے ہوا اس کے نقش قدم کی تکیہ ہم بھی نہیں ہماری ذوقی بہنوں سے زندگی تو نہ جیت تھی تو میں لیکن اتنے ایسے ہم بھی نہیں ہمیں بچھا دے، ہماری انا کو قتل نہ کرے کہ بے خبر سہی محسن بے خبر ہم بھی نہیں

ایک اور زندگی

تحریر: محمد فرید قریشی، سرائے صالح

جولائی کی ٹنک بھری رات میں چاند منہ پر بادلوں کا ہلکے سہارہ کئے ہوئے شرابا تھا ساون کی آمد آتی تھی۔ پردے جہاں روشنی دیکھنے پہنچ جاتے تھے۔ چاند روشن تھا اور چاند تک ان کی رسانی نہ تھی۔ باہر کی چٹائیوں کے جھلکے جھلکے خوشبو کے ساتھ جنگلوں سے اندر آ جاتی اور ہوا کے ساتھ ہی راپس لوٹ جاتی۔ کوٹھری میں ہمارا آتی اور چلی جاتی۔ نیل کی کوٹھری میں قید شخص چمچر جیسی حقیر چیز آگے بھی بے بس ہوتا ہے۔ سوائے تالیاں بجانے کے ہوا میں ہاتھ اودھ اور ہمارے کے اور وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ بین بجاتے ہوئے میری طرف آتے ہی تالیاں بجانا شروع کرتا وہ خاموش ہونے میں بھی خاموش ہو جاتا۔ کچھ دیر کے لئے چمچروں نے مجھے اکیرا چھوڑا ہوا تھا۔ رات دھیرے دھیرے کسی پرسکون ندی کی طرح بہہ رہی تھی۔ نیل کی دور دیوار میری پہنچ سے بہت دور تھی۔ ساتھ والی کوٹھری میں کوئی سگریٹ پی سگریٹ چھوٹ رہا تھا۔ چھت پر جانے تاریخ کا حوالہ دے رہے تھے۔ کہیں سے چمچریا جھینگر کی آواز آکر خاموشی اور دھوئیں میں ایک خلل ڈالتی ہوئی گزر جاتی۔ پھر وہی خاموشی وہی خاموشی جس کے لئے انسان ترستا ہے۔ یہاں پر عذاب بن جاتی ہے۔ خاموشی کی کاٹ سے بچنے کے لئے آدی پاگلوں کی طرح خود سے کبھی دیواروں سے باتیں کرنے لگتا ہے۔ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے جانے کتنے لمبے کتنی صدیاں بیت گئی سوچ کی طویل پسری پر وقت گزارنے کا احساس ہی نہ ہوا۔

اللہ اکبر!۔۔۔۔۔ اللہ اکبر!

آذان کی آواز پر میں چونک پڑا صبح ہو گئی رات بیت گئی میں ہمیشہ کی ہی نہیں کر رہ گیا کہ رات ہوتی ہے بیتے کے لئے۔ پھر اتار اکیوں ہوں میں۔

چند قدموں کے دوڑنے کی آواز آئی۔ میری آنکھیں قدموں کے تعاقب میں انھیں کوٹھری اگرچہ لاک تھی۔ مگر ایک طرف کا جھڑ جھگڑا تھا جہاں سے سپاہی ایک طرف بے چینی سے بڑھ رہے تھے۔ میرے ساتھ کوٹھری

صبح ناشتے کے دوران یہ خبر آگئی کہ صبح منہ اندھیرے پولیس کیوں بھاگ دوڑ کر رہی تھی۔ 4 نمبر کوٹھری میں کسی شخص کا خون ہو گیا تھا۔ تفصیل ابھی کسی کو معلوم نہ تھی۔ دوپہر کو پوری خبر آگئی۔

پرسوں رات کو ہمارے ساتھ جن لوگوں کو سینما گھر سے گرفتار کیا گیا تھا ان سب کو دوڑ کوٹھریوں میں بند کیا گیا تھا۔ 7 نمبر کوٹھری میں ہم 22 آدمی قید تھے دوسری کوٹھری نمبر چار میں باقی قید تھے جہاں پر یہ قتل ہوا تھا۔ یہ قتل بھی اسی طرح کیا گیا تھا۔ جس طرح سینما گھر میں ایک شخص کی رگوں سے کسی نے خون نچوڑ لیا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوا تھا کہ قاتل دوسری کوٹھری میں تھا جو اب فرار ہو چکا تھا۔ سینما گھر میں بھی اور نیل خانے میں بھی دونوں قتل ایک شخص نے ہی کئے تھے۔

میں اس کو اپنی منافقت کھوں یا اپنی خود غرضی کہ اس قتل سے میں خوش تھا اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ قاتل ہم میں سے نہیں تھا وہ دوسری کوٹھری میں تھا جو اب فرار ہو چکا تھا۔ اب ہماری آزادی قریب تھی۔

5 جولائی کو ہمارا آخری پتھر تھا میں اللہ کا شکر ادا



قتل کے بعد ہماری کوٹھری کے آدمیوں کو ضمانت پر رہا کرنا شروع کر دیا تھا۔ شکر کے لئے پڑھے جیل سے آزاد ہو کر اس سب واقعہ کا زہد دار بھی میں خود تھا۔

قتل کے بعد ہماری کوٹھری کے آدمیوں کو ضمانت پر رہا کرنا شروع کر دیا تھا۔ شکر کے لئے پڑھے جیل سے آزاد ہو کر اس سب واقعہ کا زہد دار بھی میں خود تھا۔

رات کے وقت اپنی پناہ گاہ سے لکھتا اور کسی کلب یا کسی ہوٹل میں پہنچ کر خوب لوگوں کی درگت بناتا تھا۔ میں بار بار مودی دیکھنے کا منتظر تھا۔ وہیں ہوں اس لئے رات 9 بجے کے شو کے لئے اتنے دور سے میں آیا تھا۔ سچ پوچھیں تو بار بار مودی رات 9 سے 12 کے درمیان ہی دیکھنی چاہئے۔

جس سیٹ پر میں بیٹھا ہوا تھا اس لائن میں میرے علاوہ 15 افراد اور تھے سب ایک دوسرے سے دور دوڑ بیٹھے تھے شاید ہر شخص دوسرے کو ڈر کیولا سمجھ رہا تھا یا فلم کو انجوائے کر رہا تھا۔ میرے آگے کی لائن میں تین آدمی تھے اور میرے عین پیچھے دو آدمی بیٹھے فلم سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ہانڈ ٹائم میں سب باہر چلے گئے۔ دوبارہ فلم تقریباً 15 منٹ بعد شروع ہوئی تمام لائیں آف کر دی گئیں دوبارہ ہال بھرا اندھیرے میں ڈوب گیا صرف سکرین روشن تھی تھوڑی سی دیر گزری ہال میں ایک شخص بیٹری لئے داخل ہوا ہر سیٹ کے نیچے وہ روشنی ہوتی اور آگے نکل جاتا میری لائن کو چیک کیا پھر پچھلی لائن کو چیک کیا اور فوراً پھر نکل گیا ابھی پورا ہال باقی تھا۔ شاید اسے معلوم ہو یا ہو گا کہ میاں کوئی مشکوک سامان موجود نہیں ہے سوائے اس کے جو لوگوں کی تفریح میں خلل ڈال رہا تھا۔

کچھ دیر گزری کہ فلم بند ہو گئی ہال کی لائیں روشن ہو گئیں تمام لوگ سیٹیاں بجانے لگے کہ فلم ابھی ختم نہیں ہوئی ڈر کیولا ابھی اپنے انجام کو پہنچا نہیں تو فلم کیوں بند کر دی گئی۔

”ناظرین اپنی اپنی سیٹوں سے نہ اٹھیں پولیس نے پورے سینما گھر کو گھیرے میں لے لیا ہے۔“

یہ آواز تھی یا بجلی کا کرنٹ تھا جو میرے جسم میں سرایت کر گیا تھا ہر شخص ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہا تھا کہ آخر قصور کیا ہوا ہم سے مجھے تو شک ہونے لگا کہ کیسی اسامی شریعت نافذ نہ ہو گئی ہو۔ سب کو سانپ سو گئے تھا۔ پولیس ایک دم سے اندر داخل ہوئی ساتھ ہی وہی منحوس شکل والا بیٹری ہاتھ میں لئے سیدھا میری طرف بڑھا۔ ”فرید آج پینسا یا کوئی مشکوک سامان لاکر کم از کم مجھے تو ہمارے یا تو خود مشکوک ہے۔“ میرے منہ سے بے اختیار یہ الفاظ پھسلے گئے پولیس میرے سر پہ پہنچ چکی تھی میں ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ خود اٹھ کر ہسپتال آؤں یا یہ خود مجھے کھڑا کر دیں گے۔ نہ میں کھڑا ہوا اور نہ مجھے کھڑا کیا پولیس والے پچھنی لائن کے

نیچے جھانک رہے تھے عین اس وقت سب کے سانس اور برکے اوپر اور نیچے کے نیچے رہے۔ جب سیٹوں کے نیچے سے ایک لاش برآمد ہوئی۔ لاش کے جسم سے خون چڑچڑا تھا اس کی گردن زخمی تھی جسم نیلا ہو رہا تھا۔ یہ تازہ تازہ قتل میں زندگی میں پہلی بار دیکھا اور یہ اتفاق بھی کہ جس طرح ڈر کیولا لوگوں کی گردنیں زخمی کر کے ان کا خون نکالتا تھا۔ اس لاش کا بھی یہی حال تھا معلوم نہیں فلم کا ڈر کیولا ہر ایک تھا یا کوئی نیا ڈر کیولا جو جس آیا تھا۔

اس شخص کے پاس دوسرا آدمی بھی تو بیٹھا تھا جو اب کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ ”چپ“ میرے اندر سے فرید کی آواز آئی اور میں خاموش رہا پولیس نے سب سے پہلے مجھے پکڑا اور پھر ہال میں بیٹھے دوسرے افراد کو گرفتار کیا۔ پورے سینما گھر کی تلاشی لی گئی ہاتھ روم سے ایک شخص لڑکھاتا ہوا نکالا گیا یہ وہی شخص تھا جو اس مقتول کے ساتھ ہانڈ ٹائم سے پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ ”چپ“ پر میرے اندر سے فرید کی آواز آئی ”ایک لفظ بولے گا تو اس الفاظ یہ خود اگلو انہیں گے“ اس لئے چپ پر میں کاربند رہا۔

آج جیل سے میں آزاد ہوا تھا پہلے قتل سے میں بری طرح پھنس گیا تھا دوسرے قتل سے میں باہر آ گیا تھا۔ اور یہ ارادہ کر لیا تھا کہ آئندہ جب بھی پیچھے ختم ہوں گے تو سینما گھر نہیں جاؤں گا بلکہ سیدھا جامعہ مسجد جاؤں گا جہاں کا حافظ میرا دوست ہے اسے ساتھ لے کر جاؤں گا۔

گھر واپس آیا ہر طرف الیکشن کی باتیں ہو رہی تھیں۔ سرائے صاف میں بھی بہت سے لوگ ناظم، نائب ناظم کو سٹرک کے لئے الیکشن لڑ رہے تھے۔ سب سے زیادہ سخت مقابلہ شیر احمد (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر) اور زاہد خان کے درمیان تھا۔ طارق خان ایک دو دو دوسرے لوگ بھی ناظم کے لئے کھڑے تھے جن میں حکیم صاحب بھی شامل ہیں۔ زاہد خان کے حامی ہر طرف پچھلے زاہد خان کے لئے ووٹ جمع (پکے) کر رہے تھے شیر احمد صاحب کے حامی بھی ووٹ پکے کرنے کی کوشش کر رہے تھے جسکی وجہ سے وہ آخر میں ہارے بھی تھے۔ جو ووٹ ان کو ملے انکی ذاتی دلچسپی سے ملے۔ بہت سی اعران برادری نے زاہد خان کو ووٹ دیں۔

کو سٹرک کی سیٹوں کے لئے سب سے بڑا نام اشفاق لودھی کا بیسے لوگ الیکشن سے پہلے ہی جیتا ہوا کہہ رہے تھے۔ الیکشن ہوا زاہد خان جیت گیا۔ پولس جیالا، پولس قصاب،

رشتہد کو کھرا اور خورد شد یہ لوگ بھی کو سٹرک منتخب ہو چکے تھے۔ ہر طرف خوشی اور مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ انکے، کے نیچے دو نوں دریا بہہ رہے تھے ایک کا پانی سیاہ تھا دوسرے کا سفید تھا۔ مقابلہ جب بھی ہوتا ہے ایک کو ہارنا پڑتا ہے۔

14 جولائی کو ہم سب دوست جن میں شعبان، افتخار، عبدالکریم، صدیق، وقار احمد، قادر، کاشف شامل تھے ہم سوات چلے گئے۔ تین روز کے بعد واپسی ہوئی میں ندیم نائی کی دکان پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا کہ ایک سرنخی پر نظر جم گئی۔

بدھ کے روز رات کسی پسر ڈر کیولا نے ایک شخص کو ایک ویران کھنڈر میں مار دیا۔ تفصیلات کے مطابق اختر نامی شخص جو کہ اپنی کاشتیری تھامیہاں کسی کے ہاں ممان آیا تھا رات کو ہوا کی تبدیلی کے لئے باہر نکلا اور پھر واپس نہ آیا صبح اس کی تلاشی کی گئی تو پس ہی کھنڈر رات میں سے اس کی لاش برآمد ہوئی لاش کی گردن پر گہرا زخم تھا۔

مزید یہ کہ موزی ابھی تک پانچ قتل کر چکا ہے۔ آج مرنے والا شخص چھٹا تھا اخبار ایک طرف رکھا اور ندیم نائی کی دکان سے باہر آ گیا۔ ساتھ ہی پاکستان ویڈیو سنٹر اس کے ساتھ بری پور کی سوز کیوں کاڈھ ہے۔ میں نے فلموں کے پوسٹر دیکھے اپنے بڑوں کو دلائیں بائیں کیا اور گھر کو آ گیا ہر روز اخبار میں اس موزی بلا کے بارے میں کچھ نہ کچھ خبر آ جاتی تھی۔ حکومت نے ابھی تک اس معاملے کو میریٹ نہ لیا تھا لوگوں میں غم و غصہ پایا جاتا تھا ہر اخبار پولیس کو الزام دے رہا تھا لوگ بھی پولیس اور سی آئی اے کو کھن طعن کر رہے تھے کہ ابھی تک اس موزی کو کیوں نہ پکڑا گیا ہر قتل کے بعد یہ خبر اخبار میں لگ جاتی کہ ”نامعلوم قاتل قتل کرنے کے بعد فرار ہو گیا پولیس نے رپورٹ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔“

دس بارہ روز گزرنے کے بعد ایک ہم خبر نے سب کو چو نکا دیا ناصر نامی ایک شخص نے رپورٹ درج کروائی کہ ہر روز رات کے وقت کوئی شخص اس کے گھر کا دروازہ پینٹا ہے۔ ان کو اس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بتوں ٹینٹ لی بی کے ان کو جانی خطرہ ہے اور حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ انکی حفاظت کے لئے کوئی بندوبست کیا جائے۔ ناصر صاحب نے بھی یہی رپورٹ درج کروائی تھی اور اب ٹینٹ لی بی۔ نے بھی وہی رپورٹ درج کروائی تھی۔

قبرستان میں گور کن تھے۔ ان کی وفات کے بعد ناصر صاحب نے اپنا ایک کاروبار شروع کر رکھا تھا اور ان دنوں وہ شاہیار انک پڑولیم پر کام کر رہے تھے۔

میں یہ خبر پڑھ کر گم سم ہو کر بیٹھا تھا کیونکہ ایک پڑولیم پر میرا ایک دوست افتخار بھی کام کرتا ہے۔ میں نے فوراً اخبار ایک طرف رکھا PCO سے افتخار کا نمبر ڈائل کیا تھوڑی سی دیر کے بعد افتخار کے فون کا ریسیور اٹھا سلام دعا کے بعد میں نے اسے ناصر صاحب کا پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ حال ہی میں میمبر کی پوسٹ پر آئے ہیں۔ ”زیادہ بات چیت نہ ہو سکی کیونکہ PCO پر لوگوں کا رش لگا ہوا تھا اور اس کے ریسیور سے بھی اس کے منی کولڈرنک جنرل سنور سے گاہوں کی آواز آ رہی تھی۔

چچین کا وفد ان دنوں پاکستان کے دورے پر تھا۔ پولیس زیادہ تر سڑکوں پر گشت کر رہی تھی ناصر صاحب کو بھی اب کوئی شکایت نہ تھی اس لئے پولیس واپس چلی گئی۔ اسی رات ان کے گھر کا دروازہ رات کے آخری پہر کسی نے توڑ دیا۔ شور سن کر اوس پڑوس کے لوگ ہانگ گئے اور کوئی شخص تھا جو منہ پر نقاب پہنے ہوئے ایک طرف کو بھاگ گیا۔ ناصر صاحب کی حالت خراب تھی ان کے تین بچے اور ایک بیوی تھی۔ سب سہمے ہوئے تھے۔ پولیس نے آکر تفتیش شروع کی اور حوصلہ دے کر چلی گئی۔

اخبار والوں کو بیٹھے بٹھائے خبریں مل رہی تھیں۔ یہ کیس آخر حکومت نے سی آئی اے کو رپے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ یہ موزی بلا اب نہ صرف اس ملک کے شہریوں کے لئے پریشان کن تھی بلکہ دوسرے ممالک کے میڈیا بھی عجیب عجیب خبریں شائع کر رہے تھے۔

میں اب : روز ندیم نائی کی دکان پر اخبار پڑھنے جانے لگا تھا ایک صبح جب اخبار کا منہ چروا تو ایک سرنخی نے ایک ہزار روٹ کا جھنڈا دیا۔ ایک اور رپورٹ پولیس نے درج کی تھی جس میں ایک خاتون ٹینٹ لی بی نے یہ رپورٹ دی کہ ہر روز کوئی شخص اس کے گھر کا دروازہ پینٹا ہے اور اس کو اس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بتوں ٹینٹ لی بی کے ان کو جانی خطرہ ہے اور حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ انکی حفاظت کے لئے کوئی بندوبست کیا جائے۔

ناصر صاحب نے بھی یہی رپورٹ درج کروائی تھی اور اب ٹینٹ لی بی۔ نے بھی وہی رپورٹ درج کروائی تھی۔

پولیس نے شینہ بی بی کو یقین دلایا کہ وہ انکی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کریں گے۔

تیسرے روز یہ خبر بھی آگئی کہ شینہ بی بی جنہوں نے چند روز قبل پولیس میں رپورٹ درج کروائی تھی آج وہ ایک گرنہ کے علاقے میں کسی نامعلوم قاتل نے ان کو ختم کر دیا۔ انکی گرنہ پر بھی وہ زخم تھا جو آج سے پہلے چھ افراد کو لگ چکا تھا۔ انکی نعش سڑک کے کنارے ایک گھیت سے ملی۔ نعش سے ساف پتہ چل رہا تھا کہ شینہ بی بی بہت دور تک اپنی جان بچانے کے لئے بھاگتی رہی جب انکی بہت جواب دے گئی تو اس موڑی نے ان کو ختم کر دیا۔ یہ پہلی عورت اس موڑی کا شکار ہوئی تھی پہلے چھ افراد مرد تھے۔

اخبارات نے پولیس کو خوب بدنام کیا کہ شینہ بی بی نے پورٹ درج کروائی تھی کہ ان کی جان کو خطرہ ہے پھر بھی پولیس نے انکی حفاظت کے لئے کوئی بندوبست نہ کیا۔ پولیس پر ان دنوں برا بھلا پھر تھا اگرچہ یہ کیس سی آئی اے کو مل چکا تھا مگر پھر بھی پولیس ان کے ساتھ تعاون پر مجبور تھی۔ سی آئی اے کے مطابق شینہ بی بی کچھ عرصہ قبل یورپ سے آئی تھیں۔ ان کے ساتھ انکا خاوند بھی تھا جس کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ پولیس ان کے شہر کی تلاش میں سرگرداں تھیں۔

آئے دن پولیس اور حکومت کی طرف سے یہ خبریں شائع ہو رہی تھیں کہ موڑی جلدی گرفتار ہو جائے گا۔ عوام کو سوائے حوصلہ دینے کہ ابھی تک پولیس نے کوئی حتمی کارروائی نہ کی تھی۔

دو روز بعد ایک اور خبر آئی کہ کچھ ہستی کا ایک معصوم بچہ جو کانفرنس کراچی میں تھا اور ایک ہستی کی حفاظت کر رہا تھا آج اس موڑی کا شکار ہو گیا تمام خفیہ ادارے اب اس موڑی کو گرفتار کرنے کے لئے ہاتھ پیرا رہے تھے۔

میں ہر روز ندیم ثانی کی دکان پر اخبار پڑھنے جاتا ہوں۔ ایک بار ان سے حجامت بنوا کر پورا مہینہ ان کی حجامت کرتا تھا۔ ان دنوں کالانڈیم کی جگہ کام کر رہا تھا۔ ندیم ان دنوں جو دی عیب لیا ہوا تھا۔ کالے سے اخبار کا پچھا تو اس نے بتایا کہ باہر کوئی پڑھ رہا ہے۔ جو ڈی ویر کے بعد اخبار ملتا آج اخبار نے سب سے پہلے خبر شائع کی تھی جس میں لکھا تھا کہ ناصر صاحب نے پولیس کو بتایا ہے کہ وہ سارے شہر کے اندر ہیں۔ وہ اپنے تمام ترکمانی بھتیجے کے روزنامہ

عوام کے سامنے پیش کریں گے۔ ان کی وجہ سے اتنے جانی نقصان ہوئے اور گورنمنٹ کالانڈیم کا نقصان ہو رہا ہے۔ وہ اس اہم راز سے بھٹکے کے روز پڑھنا نہیں گے۔

سادوں کے دن شروع ہو چکے تھے۔ خشک خشک ہوا کے بھاری تھجیزے چہرے سے ٹکرائے جلد گلی کر کے گزر جاتے۔ گرمی جس میں جی گھبرا رہا تھا۔ رات کے وقت آسمان کسی نئی فوہلی لہسن کے دوپٹے کی طرح ستاروں سے بھرا چمک رہا تھا کبھی کبھی کوئی سیارہ نوٹا اور غلط میں ہی کھوجاتا۔ سارے علاقے کی بجلی گئی ہوئی تھی گرمی کی وجہ سے فینڈ امریکہ کی طرح بہت دور تھی۔ باہر ہوا میں گھوم رہا تھا کہ مین گیت کے ٹھٹھکے کی آواز آئی دل ملیوں اچھلنے لگا فور سے دروازے کو دیکھا تو کبھی بھی شخص کھڑا نہیں تھا ایک دفعہ پھر دروازہ کھٹکا سارے اخبارات کی سرخیاں آنکھوں کے سامنے آنے لگی۔ کہ رات کسی پیریلانے ایک شخص کو قتلہ اجل بنا دیا دھیرے دھیرے دروازے کے قریب پہنچا تو ایک بار دروازہ پھر کھٹکا اور میں نے اندازہ لگایا کہ یہ ہوا کے تھجیزے ہیں جو دھتلا فوہلیا دروازے کے کواڑ بجا کر گزر جاتے ہیں۔

کل 20 جولائی کو ہمارا پلاسٹر ٹیکنیکل تھا ٹیکنیکل کالج کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ باقی سب کالج و سکول سے لڑکے امتحان دے کر فارغ ہو چکے ہوتے ہیں تب ہمارا امتحان شروع ہوتا ہے۔ دو مہینے تک امتحان ختم ہی نہیں ہوتا۔ شام کو میں وقار کی طرف چلا گیا وقار ان دنوں ٹھیک نہیں تھا اس لئے ٹھیک کوہ سے دور تھا۔ باقی سب لڑکے پریکٹس کر رہے تھے ان دنوں قاضی الیاں لکچین تھا۔ ناصر شانی افضل اور دوسرے لڑکے کھیلنے رہے ہیں اور وقار بیٹھے کپ شپ میں مصروف تھے وقار نے بتایا کہ سعید صاحب کی تاب آواز اگست میں آ رہی ہے جو اردو ادب میں ایک بہت خوبصورت اضافہ ہوگا۔

دوسرے روز اخبار انوں نے ایک مفصل فیچر شائع کیا تھا آج اس موڑی پر پورا ایک صفحہ لکھا تھا جس میں شروع سے لے کر آخر تک روشنی لگی تھی۔ ناصر صاحب کے بارے میں بھی عجیب عجیب خبریں آ رہی تھیں آج اخبار والوں نے یہ خبر بھی شائع کی کہ ناصر صاحب کا ایک بچہ غالب ہے۔ اخبار والوں کا خیال ہے کہ اس موڑی نے اس کو بھی قتل کر دیا ہو گا دوسرے روز اخبار دیکھا تو معلوم ہوا کہ ناصر صاحب کی سہالی کی شادی تھی ناصر صاحب تو خود پولیس

کسٹڈی میں تھے ان کے بچے اور بیوی شادی پر گئے۔ بڑا بچہ شادی کی رات غائب ہو گیا جو آج صبح مکان کے پیچھے ایک خالی مکان کے چھت سے ماڑی کی گردن بھی سہانہ تمام روز درود کی تصدیق کر رہی تھی۔ ناصر صاحب کی حالت ٹھیک نہیں تھی انہیں سخت فطرت محسوس ہو رہا تھا کیونکہ کچھ روز بعد وہ اصل حقیقت سے پردہ اٹھانے والے تھے۔

سینا گھر سے گرفتار ہونے والے باقی قیدیوں کو بھی اب ضمانت پر رہا بنا شروع کر دیا تھا۔ ان دنوں میں بھی سخت گرمی تھی۔ میں واحد شخص تھا جس نے اس کوڑی کو دیکھا ہوا تھا میں نے ابھی تک یہ بات خود سے کچھ چھپائے ہوئے تھا۔ یہ کہ پولیس باقی سے گیدہ بننا ملتی ہے میں لیا چڑھا ہوں۔

میری سہیلی کو سب سے پہلے بلایا گیا کہ وہ آئے تھے وہ ایک سالہ سادوں کے بچے کو لے کر آیا۔ انھوں نے جو ان کی بہن اور چھٹی فرخ مڑے ہوئے ہیں ان کی اپنی انٹرنل فلم

دو دنوں کو اب بھٹکے روز کا انتظار تھا۔ ناصر صاحب ایک اہم راز سے پردہ اٹھانے والے تھے۔ بھٹکے روز میں نے ان اخبار خریدے اور سیدھا کھانے کی این میں اس سوچ میں گم تھا کہ جیسے کیا خبر ہو بے چینی اتنی تھی کہ رات میں ہی اخبار کھول کر پڑھنے لگا لیکن پھر محسوس کیا کہ لوگ بھی محسوس کر رہے ہیں۔ لہذا گھر آکر اخبار کو انجمنان سے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ ناصر صاحب نے الف سے لے کر تمام روز درود سنائی تھی جو اخبار والوں نے لفظ ب لفظ لکھی تھی پورا ڈیر صفحہ کا پھر شائع ہوا تھا وہ فیچر میں پورا میاں پر لکھ رہا ہوں۔

اخباروں میں صدی کے آخر میں میرے آباؤ اجداد آگرہ میں آباد تھے۔ اس وقت آگرہ بھارت کا شہر ہے۔ میرے دادا جن کا نام فصاحت بیگ ہے وہاں پر ایک سکول میں ماسٹر تھے۔ ہندوؤں میں شروع سے ہی توہمات زیادہ تھیں مگر ان دنوں پہلی نسبت ہندو عجیب عجیب توہمات کے شکار تھے۔ انیسویں صدی کا آغاز ہونے والا تھا ملک کے اندر مختلف واقعات پیش آ رہے تھے انہیں دنوں میرے والد کی پیدائش آگرہ میں ہوئی۔ میرے دادا کا ایک چھوٹا بھائی اور اس کے دو بیٹے بھی آگرہ ہی میں قیام پذیر تھے۔ ہم آگرہ میں بہت بڑے جاگیردار تھے بہت سے ہندو اور مسلمان ہمارے

کھیتوں میں کام کرتے تھے مگر اس کے باوجود ہر۔ دادا پڑھانے جیسے شے کو اختیار کئے ہوئے تھے وہ تنخواہ نہیں لیتے تھے وہ ہمیشہ کہتے کہ اگر ایک لاکھ بھی مجھے پڑھ کر سیدھی راہ پر چل پڑا تو میری بخشش کا وہ احد و زریعہ ہوگا۔

میرے والد کی پیدائش کے بعد میرے دادا کے جگر میں تکلیف شروع ہو گئی تھی اس وقت کے ڈاکٹروں کی حکمتوں کو دیکھا مگر کچھ افادہ نہ ہوا یہ درد اتنا زیادہ نہ تھا آہستہ آہستہ دیمک کی طرح میرے دادا کے جسم کو چاٹ رہا تھا جب میرے والد 18 سال کے ہوئے اس وقت میرے دادا چار بابی پر پڑھ چکے تھے بہت سے لوگوں نے کہا کہ آپ پر کسی کوئی تعویذ یا کوئی عمل کروایا ہے آپ کسی ماہر عملیات سے رجوع کریں۔ لیکن میرے دادا ان توہمات کو نہیں مانتے تھے۔ وہ اپنا علاج ان ماہر عملیات سے کرنا کر اپنی ہمیشہ کی ہوئی باتوں سے انخاف نہیں کر سکتے تھے۔ میرے والد کو جب ماہر عملیات کے بارے میں کچھ پتہ چلا تو انہوں نے کئی ایک ماہر عملیات سے رجوع کیا سب نے یہ کہا کہ "آپ کے والد پر کسی نے عمل کر دیا ہے۔" مگر وہ یہ نہ بتا سکے کہ یہ عمل کسی نے کیا اور اس کا علاج کیا ہے آخر کار میرے والد اس وقت کے بہترین ماہر عملیات خاکی رام کے پاس گئے اس کو سارا مسئلہ کہہ دیا خاکی رام نے کچھ دنوں کی مصلحت لے کر اپنا کام شروع کر دیا مقررہ وقت پر میرے والد کو بتایا کہ ان کے والد یعنی میرے دادا پر عمل میرے والد کے چچا نے یعنی میرے دادا کے چھوٹے بھائی نے کر دیا ہے۔ اگر میرے والد کی پیدائش نہ ہوتی تو میرے دادا جگر کے مرض میں بھی مبتلا نہ ہوتے۔ اس عمل کا مقصد میرے دادا کی نسل کا خاتمہ تھا اس طرح وہ باقی کی جائیداد پر بھی قبضہ کر سکتے تھے لیکن انہیں ڈر تھا کہ اگر میرے دادا کی کوئی اولاد ہوتی تو پھر انکا اصل مقصد (جائیداد کا حصول) پورا نہیں ہو گا لہذا انہوں نے ایک بڑا زمین کا ٹکڑا دے کر ایک شیطان صفت آدمی سے یہ عمل کر دیا اس عمل کے دوران اس شیطان صفت آدمی نے وہ عورتوں کی قربانی بھی دی اس طرح اب اس کا علاج کسی صورت ممکن نہیں سوائے اس کے کہ اگر خدا اور والد خود اپنے آپ کو ٹھیک کرنے کے لئے اس عمل کا توڑ نہیں کرتا۔ جبکہ میرے دادا کسی صورت ایسا نہیں کرتے اس لئے میرے والد نے میرے دادا کو یہ بات نہ بتائی۔ کچھ عرصہ بعد میرے دادا کی وفات ہو گئی انکا اس دنیا سے چلے جانے کے بعد میرے

الدا کہتے ہو گئے تھے۔ انہیں اس چیز کا بہت افسوس تھا۔ کہ وہ اپنے والد کو نہ بچا سکے۔ انکی بیماری اس وقت پتہ چلا جب انکا جگر تقریباً تھم چکا تھا۔ انکی وفات کے کچھ عرصہ بعد وہی درد میرے والد کے جگر میں شروع ہو گیا۔ میرے والد نے فوراً خاکی رام سے مدد جو کہ کیا تو خاکی رام نے میرے والد کو شہرہ دیا۔ ”اب جبکہ شمارا والد بھی اس بیماری سے چل رہا ہے اب وہی حال شمارا ہو گا۔۔۔۔۔ لہذا میرا مشورہ ہے کہ تم خود اس عمل کو سیکھو تو اس بیماری سے نہ صرف تم بچ جاؤ گے بلکہ شمارا آئندہ نسل بھی محفوظ ہو گا“ میرے والد نے اسکی باتوں کی تائید کی مگر کہا کہ ”اس طرح آدمی تو کافر ہو جاتا ہے۔“ ہاں کافر ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ مگر جان بچ جاتی ہے ایک نسل کا خاتمہ نہیں ہو تا خاکی رام نے آخر میرے والد کو قائل کر لیا ان دنوں میری دادی نے میرے والد کی شادی کرادی اگرچہ میرے والد نے اسکی سخت مخالفت کی مگر میری دادی جانیہ اد کے لئے ایک وارث چاہتی تھی۔ لیکن میرے والد جانتے تھے اگر اس عمل کا عمل نہ ہوا تو جس طرح ان کے والد کی وفات پر یہ درد انکو ملا ہے اس طرح کچھ عرصہ بعد ان کی وفات پر انکی اولاد اس درد کو پالے گی۔ لہذا میرے والد نے یہ عمل سیکھنا شروع کر دیا یہ عمل کالا جاو کی ایک قسم تھی جو ان دنوں لوگ ہتھیار۔ طور پر استعمال کرتے تھے اگرچہ اس عمل سے جانی نقصان زیادہ تھا مگر پھر بھی لوگ اس عمل سے استثناء حاصل کرتے کیونکہ اس کا تو زہت مشکل تھا۔

جول جوں وہ کالا جاو دیکھتے جاتے اور اپنی بیماری کو رفع کرتے جاتے تھے۔ اس طرح میری دادی انکے بعد ان کا درد تقریباً ختم ہو گیا تھا لیکن ابھی وہ درد توڑا توڑا ہوتا تھا۔ خاکی رام نے میرے والد نے ذکر کیا کہ ”اب تقریباً وہ ٹھیک ہیں“ لیکن خاکی رام مطمئن نہ تھا اس نے کہا اب درد اس مقام پر آ گیا ہے جہاں سے یہ شروع ہوا تھا جب تک تم عمل مکمل نہیں کر لیتے یہ درد میرے دہرے پر بڑھنے لگے گا۔ لہذا تم بھی دو عورتوں کی قربانی دے کر اس کا بیشک کے لئے خاتمہ کر دو۔“ میرے والد نے بھی خرگوش کا کھار نہیں کیا تھا وہ عورتوں کی قربانی کا ن کر خوفزدہ ہو گئے۔ لیکن خاکی رام کے سمجھانے پر کہ اب تم کافر تو ہو ہی گئے ہو میرا اس درد سے چھٹکارا یوں نہیں حاصل کرتے ہو۔ جس کام کے لئے تم کافر ہوئے وہ کام بھی مکمل نہ ہوا تو تم کو ذیل نقصان ہو گا ایک شمارا نسل کشی ہو گی دوسرا تم جہنم میں جاؤ گے بتوں

شمارے میرے والد نے بہتر سوچا اور آخر قربانی دینے کے لئے راضی ہو گئے۔ کچھ دن کے بعد انہوں نے دو ہندو عورتوں کو اپنے عمل میں پھنسا لیا ان کو اولاد کا لالچ دیا کہ وہ اگر وہ چاند کی چوہہ کمند میں رات کے آخری پرتک عبادت کریں تو دو پلوں کا ن کو ضرور اولاد بھی نصیب دے گا۔ ”وہی ہوا چوہوں کو دو دنوں عورتیں جو کہ ہاتھ تھیں میرے والد نے انکی قربانی دے ڈالی اسی رات اس زور کا طوفان آیا کہ کسی کو بہت نہ ہوئی کہ کوئی اپنے گھروں سے باہر نکلے۔ ان دنوں ہندو مسلم فسادات زوروں پر تھے اسی رات میری دادی کو ہارٹ اٹیک ہوا اور اس کی وجہ سے وہ چل ہی میرے والد اپنی والدہ کی موت کا درد دار خود کو ٹھہراتے تھے اس روز اگر وہ ان دو معصوم عورتوں کو جان نہ لیتے تو شاید اللہ تعالیٰ انکی مال کو ان سے نہ چھینے اب وہ ہو گیا تھا وہ تو واپس نہیں آسکتا لہذا میرے والد آگے ہی آگے اپنے عمل میں بڑھتے گئے۔ اب وہ بیماری سے مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے تھے۔ جوں جوں وقت گزر گیا کالا جاو ان کا ایمان بٹ گیا خاکی رام ہر جگہ انکی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔ اب وہ ایک ماہر عملیات بن چکے تھے۔ انہیں دنوں پر صغیر پاک و ہند نوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ ہندو مسلم اتحاد نوٹ چکا تھا اور مسلمان ایک الگ وطن کے لئے سرتوڑ کو شعل کر رہے تھے۔ فسادات کی بنیاد پنجاب میں پڑی۔ مختلف تحریکیں متحرک تھیں۔ اقلیتوں کی عزتیں محفوظ نہ تھیں۔ ہر مسلمان سر پر کفن باندھے پھر رہا تھا۔

انہی دنوں خاکی رام کو دو دفعہ دل کا سخت درد ہوا جب اس کو معلوم ہو گیا کہ اب وہ بچے کا نہیں تو اس نے میرے والد کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔

”کبیر جان! تم میرے پہلے اور آخری شاگرد ہو تو تم کو معلوم ہے میں نے شادی نہیں کی میں ساری عمر ایک انہم عمل میں لگا رہا لیکن اب مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ میں اس میں کامیاب ہونے سے پہلے ہی مرجاؤں گا لہذا اب وہ سارا عمل میں تم کو بخشا ہوں مجھے امید ہے جس عمل سے میں فائدہ نہیں حاصل کر سکا اس سے تم ضرور فائدہ حاصل کرو گے اس کا نقصان صرف اتنا ہے کہ تم اپنی زندگی بیشک کے لئے زندہ نہیں کر سکو گے مگر باقی جسکی چاہو گے وہ بیشک کے لئے زندہ ہو جائے گا۔ اگر میں زندگی میں ہی یہ عمل مکمل کر لیتا تو پھر ساری زندگی اس دنیا میں رہتا اور خوب عیاشی کرتا مگر میرے پاس وقت کم رہ گیا ہے۔“

میرے والد کو کچھ کچھ آ رہا تھا۔ کہ خاکی رام کیا کہہ رہا ہے۔ خاکی رام نے چند دنوں میں اپنا سارا عمل اور ریاض میں میرے والد کو منتقل کر دیا اور خود بیشک کے لئے اس دنیا سے منہ موڑ گیا۔

میرے والد نے خاکی رام کے عمل کو آخری شکل میں آٹھ رات پھر انہوں نے 5 عورتوں کی قربانی دی۔ اس رات اس پر یہ اعکاش تھا کہ اب ”وہ جس شخص کو بیشک کی زندگی دینا چاہے تو بے شک میں صرف ایک شخص کو لیکن اس میں اپنی جان کا خطرہ 80 فیصد سے زیادہ ہے کیونکہ 80 فیصد سے زیادہ عمل مذکی رام نے خود کیا تھا لیکن اس نے چونکہ اپنا منتقل کر دیا ہے اس لئے اب ایک اور عمل کر کے تم اپنی زندگی بڑھا سکتے ہو۔“ میرے والد نے حیات ذہن میں بھائی اور اس عمل پر غور کرنے لگا جس کے ذریعہ وہ اپنی زندگی بڑھا سکتے تھے۔

میرے والد نے مزے مزے کو زندہ کرنے کا فن حاصل کر لیا تھا مگر اس پر عمل کر کے وہ اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتے تھا لہذا انہوں نے دوسرے عمل پر کام شروع کیا جسکے ذریعے سے وہ اپنی زندگی کے دن بڑھا سکتے تھے۔ آہستہ آہستہ انہوں نے اپنے عمل کو مکمل کیا اور سب سے پہلے اپنے چچا کی زندگی کے بچے بچے کو اپنے نام کروائے۔ چند دنوں بعد ان کے چچا کا انتقال ہو گیا اس طرح انہوں نے اپنے باپ کا بدلہ لے لیا پھر ان کے دونوں بیٹوں کی زندگیاں کچھ عرصہ کے بعد میرے نام ہو چکی تھیں اور وہ دونوں بھی آخر اپنے انجام کو پہنچ گئے اس طرح ساری جانیہ اد میرے والد کے نام ہو گئی۔

اس عمل پر عبور کے بعد ان پر یہ واضح ہوا کہ وہ کسی دوسرے شخص کی زندگی اس صورت اپنے نام کر سکتے ہیں جب وہ قریبی عزیز یا رشتہ دار ہو۔

انہیں دنوں لاڈلے پر صغیر کی تقسیم کا اعلان کر دیا۔ آگرہ میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی سب کے سب پاکستان کی طرف ہجرت کر کے آئے تو مولود پاکستان ابھی اپنے پاؤں پر چلنے کے قابل بھی نہ تھا اور اس پر اتنا بڑا بوجھ ڈال دیا گیا تھا۔ بہت سے لوگ راستے میں ہندوؤں اور سکھوں کے ظلم کا شکار ہو گئے کوئی فیملی ایسی نہ تھی جس کا کوئی فرد اس تقسیم میں کام نہ آیا ہو۔ میری ماں ان دنوں سخت بیمار تھیں۔ سفر کرنے کے قابل نہ تھیں لہذا میرے باپ نے اسکی

زندگی میرے نام کر دی اور پاکستان کی طرف ہجرت کر کے آئے۔ میرے باپ نے مجھے ان سارے واقعات سے بے خبر رکھا۔

ہم جس قافلہ سے پاکستان میں آئے تھے شاہراہ ریشم پر سفر کرتے ہوئے حسن ابدال سے تھوڑا سا آگے جو ان دنوں شانیاء کے نام سے عائد آباد ہے یہاں پر ہمارا قافلہ رتہ۔ شانیاء کے قدیم قبرستان میں ان دنوں مجید نامی ایک گورکن تھا اب معلوم نہیں کہاں ہے بلکہ ہے بھی یا نہیں ہے۔ اس نے میرے والد کو اپنے ساتھ رکھ لیا کچھ ہی عرصہ بعد اس پر میرے والد کی اسلیت مکمل گئی۔ وہ بھی میرے والد کی طرح نام کا مسلمان تھا یا مسلمانوں کے لباس میں ملبوس تھا۔

وہ بھی تھوڑا سا کالے جاو سے واقف تھا مردوں کی بیویوں پر عمل کرتا رہتا تھا۔ میرے والد سے اس نے بہت کچھ سیکھا ان دنوں مجید اپنے والد کی اسلیت مکمل گئی کہ میرا باپ ایک کافر ہے جو کچھ بھی وہ میرا باپ تھا اور سب سے زیادہ نجات مجھے دیتا تھا۔ اس لئے میں خاموش رہا جیسے کچھ معلوم ہی نہ ہو۔

وہی پر میرے والد نے مجید کی کوششوں سے میری شادی کرادی۔ قبرستان کے ساتھ ہی ہمارا گھر تھا۔ ہمارا سارا ماضی جاگیر داری کرتے ہوئے گزرا تھا اور اب یہاں پر مفلس کی زندگی گزار رہے تھے ایک روز میرے والد نے مجید سے کہا کہ کب تک ہم یو پی کی زندگی گزارتے رہیں گے اس زندگی سے موت اچھی ہے۔ مجید میرے والد کی بات سمجھ رہا تھا اور کسی اچھے موقع کی تلاش میں تھا۔

کچھ عرصہ یو پی بیت گیا اب پاکستان ٹھنوں کے بل چلتے چلتے کھڑا ہو گیا تھا اور تھوڑا بہت جواب دینے کے قابل بھی تھا۔ انہیں دنوں حسن ابدال کے SP صاحب نے مجید کو بلایا اور کہا ”یو پی سے ایک میت آ رہا ہے جو ایک کروڑ پتی آدمی کا ہے اس کا آبائی گاؤں شانیاء ہے۔ لہذا اس کی میت اس کے آبائی قبرستان میں دفن کی جائے گی اس کے ساتھ اس کا بیٹا اور بہو آ رہی ہے جو اس کو دفنانے کے بعد واپس چلے جائیں گے کسی اچھی سی جگہ قبر تیار کر لو دو روز بعد انکی فلائٹ ہے مجید واپس آیا اور میرے باپ کے ساتھ مل کر ایک اچھی جگہ قبر تیار کر دی۔ دو روز بعد شام کے وقت وہ تین افراد پر مشتمل خاندان دو گاڑیوں میں قبرستان آیا میت

ایسٹس میں تھی جبکہ اس کا بیٹا اور بودو سری گاڑی میں بیٹھے قبرستان میں داخل ہوئے پیچھے ایک دو گاڑیاں اور تھیں جنہیں ایک پولیس کی گاڑی اور دو سری انشورنس وائوں کی باقی کی تین گاڑیاں ان کے دو پرار کے رشتہ دار تھے۔

میت دفنانے کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ دو روز بعد دعا کے لئے وہ جوڑا آیا اس وقت مجید نے ان سے ملاقات کی مرد کا نام شمشیر تھا جبکہ اسکی بیوی کا نام شبنم تھا۔ مجید نے جلدی دونوں کو اپنی باتوں میں پھنسا لیا۔ اور میرے والد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص انھارویں صدی میں پیدا ہوا یعنی انھارویں صدی ختم ہونے کو تھی اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ اب بھی صحت مند ہے اور 45 یا 50 سے اوپر نہیں لگتا۔ اور اس کا بیٹا 30 سے اوپر نہیں لگتا جبکہ وہ انیسویں صدی کے شروع میں پیدا ہوا ہے۔

دونوں میاں بیوی بہت حیران تھے۔ اور ایسے مجھے اور میرے والد کو دیکھنے لگے جیسے ہم بہت کدہ سے ٹکالے گئے ہوں اور آثار قدیمہ والوں نے ہم پر ہزاروں سال پرانے ہونے کی مہر لگا دی ہو۔ اب وہ دونوں مجید کو چھوڑ کر ہاپ نیٹ سے مخاطب ہوئے۔ انھارویں صدی کی کوئی نشانی ہے تم کو گور، کے پاس میرے والد نے سرسید کے ایک طلے کی تصویریں دیکھائی جس میں میرے والد نمایاں تھے۔ اس کے علاوہ جب پہلا ہماز آیا تھا اس کی واضح تصویریں تھیں۔ ان دونوں کی آنکھیں حیرت سے بینی نہیں تھیں باقی کوئی کسر نہ رہی تھی ایک دفعہ تو شبنم نے میرے والد کو ہاتھ لگا کر محسوس کیا کہ وہ زندہ بھی ہیں یا واقعی وہ کپڑوں میں بیوس کسی مورتی کے پاس کھڑے ہیں۔

”کیا آپ لوگ بھی لمبی عمر پاتا چاہتے ہیں۔“ میرے والد نے ان سے مخاطب ہو کر کہا دونوں کے منہ چل گئے جیسے ان کو کسی بات کا اتلار ہو۔ ”ہاں۔۔۔۔۔ بالکل ہم بھی اتنی لمبی عمر پاتا چاہتے ہیں شمشیر نے کہا۔“ اس کے لئے ہمیں کیا کرنا ہو گا؟“ شبنم نے کہا کچھ نہیں بس شمارا کوئی عزیز رشتہ دار ہے تو اسکی زندگی تم لوگوں کے نام لگا دوں گا۔“ دونوں حیرت سے میرے والد کو دیکھنے لگے کہ کیا کدہ دیا میرے والد نے میرا تو کوئی رشتہ دار نہیں ہے البتہ شبنم کے دو تیلے بھائی ہیں۔“ شمشیر نے کہا اور شبنم اس کا منہ دیکھنے لگی۔ کچھ آسانی سے کہہ دیا ان دونوں کی سوچ کو میرے والد

کے ان جملوں نے توڑا کل آپ لوگ مجھے بتا دیجئے گا اس طرح میں ایک کی زندگی آپ کے نام اور دوسرے کی زندگی آپ کے خاوند کے نام لگا دوں گا۔ کہ میرے والد ایک پرانی قبر کی طرف بڑھ گئے میں اپنے کمرے میں چلا گیا پیچھے مجید ان کو سمجھا رہا تھا۔

دوسرے روز وہ دونوں پھر میرے والد کے پاس آئے اور متفق تھے کہ شبنم کے دونوں سوتیلے بھائیوں کی زندگی ان کے نام کی جائے کیونکہ اس عمل کی پہلی شرط یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار ہو۔ میرے والد نے ان کو ایک قبر پر بیٹھا کر کچھ عمل کرنا شروع کر دیا دیکھنے مسلسل عمل کے بعد ان دونوں کو ایک ایک مینڈک کھلایا گیا جو کہ مجید نے اس طرح بھون کر لایا تھا کہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ مینڈک یا کسی مرغی کا گوشت ہے۔ اس کے بعد ان سے اپنے عمل کے مطابق پیسے لئے۔ جب وہ جانے لگے تو مجید بھی ان کے ساتھ شہر چلا گیا اس نے میرے والد کی تمام داستان شمشیر کو سنائی کہ میرے والد ایک ایسا عمل بھی جانتے ہیں جس سے ذریعے کسی شخص کو بیش بہا ثروت ملے زندہ کیا جاسکتا ہے۔ مجید نے مزید کہا کہ آپ کی زندگی ختم ہوگئی تو آپ کے نام کے رشتہ دار کی زندگی شروع ہو جائے گی وہ بھی تو ایک روز ختم ہو جائے گی۔ شمشیر نے جب یہ سنا کہ وہ بیش بہا ثروت کے لئے زندہ ہو سکتا ہے۔ تو وہ بے قرار ہوئے نگاہ اور مجید کو بہت سال لایا رہا کہ وہ میرے والد کو کسی طرح راضی کرے۔ اس طرح وہ مجید کو مزید لایا دینے لگا مجید نے وعدہ کر لیا کہ وہ میرے والد کو راضی کرے گا۔ کچھ روز کے بعد شمشیر قبرستان میرے والد سے ملنے کے لئے آیا اور بتایا کہ وہ دونوں بھائی فوت ہو چکے ہیں۔“ میرے والد نے کہا کہ ظاہر ہی بات ہے کہ انکی زندگی اب تم لوگ گزارو گے پھر انکا کیا کام۔“ شمشیر میرے والد سے بہت متاثر ہوا۔ وہ ہر طرح سے لالچ اور مختلف بہانوں سے بات کرتا کہ کسی طرح میرے والد اس بات پر راضی ہو جائیں کہ وہ بیش بہا ثروت کی زندگی پالے اگرچہ وہ جانتا تھا کہ اس عمل میں میرے والد کو جانی خطرہ ہے۔ اور خطرہ بھی 80 فیصد ہے لہذا وہ نہیں مانیں گے لیکن 20 فیصد چانس بیٹے کا بھی تھا کہ اگر وہ بچ گئے تو ہماری زندگی عیش سے گزرے گی اور جن لوگوں کی زندگیاں انھوں نے اپنے نام کی ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گی اور سب سے بڑھ کر کہ انکی محنت سے حاصل کیا گیا عمل یونانی رہا چلا جائے گا۔ آخر ایک دن میرے والد

اس بات پر رضامند ہو گئے۔ شمشیر کے پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے کہ اب وہ بیش بہا ثروت کی زندگی پالے گا۔ میرے والد نے اس سے پہلے عمل کے بھی اتنے پیسے لئے تھے کہ ہم اپنی زندگی عیش سے نہیں تو باعزت گزار سکتے تھے مگر پھر بھی اگر زیادہ رقم آجائے تو برا کیا ہے اور اس دفعہ تو شمشیر نے 4 کروڑ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ شمشیر نے یہ بات اپنی بیوی سے چھپے رکھی کہ وہ بیش بہا ثروت ہونے کے لئے کوشش کر رہا ہے اور نہ ہی شبنم بیوی کو یہ معلوم تھا کہ میرے والد کسی کو اپنے عمل سے بیش بہا ثروت دے رہے ہیں۔ شمشیر نے مجید اور میرے والد کو سختی سے منع کر دیا کہ میری بیوی کو اس بات کی خبر نہیں ہونی چاہئے۔

”تم اپنی بیوی سے کوئی بہانہ کر کے ایک ہفتہ کے لئے میرے پاس آجاؤ اور یاد رکھو جیسا میں کونوں دیہاتی کرنا اگر میں کونوں آگ میں چلنا شروع کر دو تو انکار کسی صورت نہ کرنا ورنہ ہم دونوں مارے جائیں گے۔“ میرے والد نے شمشیر کو تسلی کی شمشیر نے ہر بات سمجھ لی کہ وہ ہر حکم کی تعمیل کرے گا اور ہاں ہفتے کے آخری روز ایک عورت کا بھی بندوست کرنا شمشیر کچھ سوچنے لگا لیکن جلدی کسی فیصلے پر پہنچ گیا اور کہا کہ لاہور جائے گا۔“ اس کے بعد وہ ہم سے مل کر چلا گیا کہ وہ دوسرے روز آجائے گا۔

مجید بہت خوش تھا کیونکہ ایک روز وہ شمشیر نے اس کو بھی دینے کا وعدہ کیا تھا وہ بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ اس کو بیش بہا ثروت کی زندگی ملے وار ہے۔ وہ مست ہو گیا تھا۔

دوسرے روز صبح صبح وہ میرے والد کے پاس آیا سب سے پہلے میرے والد نے اسے حکم دیا کہ یہ کپڑے اتار کر کفن بن لو۔ شمشیر کسی کدہ پتلی کی طرح حکم کا پھر تھا۔ فوراً اس نے کفن پہن لیا اب وہ ایک زندہ لاش کی طرح ہمارے درمیان کھڑا تھا۔ ہمارے علاوہ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو ضرور بے ہوش ہو جاتا۔

مجید کو قبر کھودنے کا کہہ کر میرے والد شمشیر سے مخاطب ہوئے ”اب بھی وقت ہے واپس لوٹ جاؤ ورنہ میرے ہر حکم کی تعمیل کرنا اور ذرا ہرگز نہیں تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔“ شمشیر ایک لمحے کو خوف زدہ ضرور ہوا مگر بیش بہا ثروت کی زندگی پالنے کی خوشی فوراً غالب آگئی۔۔۔۔۔ اور اس نے

”اور شمشیر! اسے ایک ہفتہ بعد تم بیش بہا ثروت کے لئے زندہ ہو جاؤ گے لیکن ایک بات یاد رکھو شمارا جتنی زندگی ہے یہ تم ضرور پوری کرو گے اس کے بعد تم ایک لمحے کے لئے موت واضح ہوگی پھر میرا عمل تم کو ایک لمحے میں زندہ کر دے گا۔ اس وقت موت سے زندگی میں لوٹتے ہوئے تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی سوائے پیاس کے پیاس کی شدت اتنی زیادہ ہوگی جسکو تم کبھی بھی پوری نہیں کر سکو گے سوائے اس کے کہ تم اس وقت بھی ایک عورت کو زنجیر کر کے اس کا خون پیو اور اپنی پیاس بجھاؤ۔ اس وقت شمارے دانت بھی نوکیلے اور باہر نکل آئیں گے تم کسی کو بھی آسانی سے شکار کر سکتے ہو۔ اس کے بعد بیش بہا ثروت کی زندگی ہوگی تم ہو گے اور عیش ہی عیش ہوگی۔ شمشیر خاموشی سے سب باتیں سنتا رہا اور سر ہلاتا رہا۔ وقت اپنی رفتار کے ساتھ بہتا رہا اور شام ہو گئی۔

جب محسوس سیاسی نے روشنی کا نور چھین لیا ہر طرف ایک اندھیرے کا کراہی مچ گیا تو میرے والد نے شمشیر کو پکڑا اور قبرستان کی طرف بڑھ گئے۔ ایک عجیب سا تھاود آدمیوں کے درمیان ایک کفن پوش جا رہا تھا۔ ایک بازو سے مجید نے دوسرے بازو سے میرے والد نے پکڑا ہوا تھا۔ میں دوسرے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ حالانکہ مجھے سب معلوم ہو چکا تھا مگر پھر بھی میری ہمت نہیں ہوتی تھی کہ میں اپنے والد کا سامنا کر سکوں۔ میرے والد کا خیال تھا کہ میں اس وقت اپنی بیوی کے پاس ہوں گاتینوں ایک قبر کے پاس جا کر کر گئے۔ جسکو آج صبح مجید نے کھودا تھا۔ شمشیر کو میرے والد نے اشارہ کیا اور وہ قبر میں اترنے لگا۔ دسمبر کی سردرات تھی تمام لوگ دور اپنے اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے۔ چاند کا پورا تھال آسمان پر ایک جگہ لٹکا ہوا تھا جسکی روشنی ہر چیز کو یکساں روشنی پورما ہوا تھا۔

اور گرد تمام مردے اپنی اپنی ابدی نیند سوئے تھے اپنی اپنی قبروں میں اور یہ شخص ابدی زندگی کو پانے کے لئے قبر میں اتر رہا تھا۔ ایک شخص کو بیش بہا ثروت کے لئے زندگی دینے کا دعویٰ کر رہا تھا جبکہ اس کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اسکی اپنی زندگی کتنی باقی ہے۔ مجید ہر کام خوشی خوشی کر رہا تھا۔ اس کو ایک ہفتے بعد ایک کروڑ روپے ملنے والا تھا۔ وہ آج سے ہی ایک کروڑ روپے کو کس جگہ لگانا ہے سوچ رہا تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی سکون تھا شمشیر قبر میں اتر چکا

تھا اور اس پر مجید پتھر کی سلیں رکھ رہا تھا ہر طرف مٹی کے ڈھیر لگے تھے کوئی کسی سے شکایت نہیں کر رہا تھا۔ وہ تمام لوگ جو دنیا دنیا کرتے ہوئے آئے تھے۔ اب دنیا سے بے خبر ہوئے ہوئے تھے۔

چاند اپنی جگہ ٹھہر گیا تھا۔ وہ بھول گیا تھا کہ اسے مشرق سے مغرب کی طرف جانا ہے۔ شاید وہ اپنی راہ سے بھٹک گیا تھا اور اب تماشہ دیکھنے میں مصروف تھا۔ کہ ایک انسان اتنا بڑا دعویٰ کر کے کہاں تک کامیاب ہو تا ہے قبرستان میں اگلی ہوئی جھاڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ سر ملانے محو خطر تھیں درخت اپنا اپنا سر چارے تھے۔ میرے پاؤں اگلی جڑوں کی مانند کئی فٹ گہرے دفن ہو چکے تھے میری زبان خاموش تھی ان یونوں کی طرح جو دسمبر کی سرد راتوں میں ہلتے تو تھے مگر آواز پیدا نہ ہوتی۔ رات دھیرے دھیرے گزرتی تھی وقت اپنی رفتار کے ساتھ چلتا رہا اور اس طرح ایک ہفتہ گزر گیا ان شمشیر کی قبریں آخری رات تھی اس کا چہرہ نظر آ رہا تھا پھر جسم پتھر کی سلیں تھیں جس طرح مردہ کے اوپر سلیں رکھی ہوتی ہیں۔ (میرا والد اس تھا اس کو کوئی خوشی نہ تھی کہ وہ 4 کروڑ روپے کا مالک بننے والا ہے وہ ڈر رہا تھا کہ آج رات اس کی آخری رات ثابت نہ ہو کیونکہ 80 لاکھ چانس موت کا تھا۔ قبر کھڑے ہو کر اچھی آواز میں کوئی سچا جاہل بارہا۔ مجید پاس آ کر کھڑا ہو گیا جب والد خاموش ہو گیا۔ مجید بولا۔ "ایک عورت آئی ہے اور اس کے پاس کھانا ہے۔ اس کو شمشیر صاحب نے کہا تھا کہ ہفتہ کے روز شام کو میرا سنا قبرستان پہنچا دینا اس کے ساتھ شمشیر صاحب کا ڈر رہی ہے۔" میرے والد سمجھ گئے کہ یہ وہی عورت تھی۔ کو آج قربانی پر چڑھنا تھا۔ مجید کو اشارہ کیا مجید فوراً سمجھ گیا۔ عورت دیر بعد وہ ایک عورت کو ساتھ اٹھا کر لارہا تھا میرے والد اس عورت کو قبر پر لٹا دیا اور تیز دھار فخر سے اس کی گردن کاٹ دی سارا خون شمشیر کے اوپر بہ رہا تھا۔ عورت سے چاروں تھوڑا سا تو پی اور بیشک کے لئے ٹھنڈی ہو گئی۔ میرے والد بھر کوئی متنازعہ اٹھا نہ بچاڑتے گئے۔ جب ستر خیمہ رات اس وقت بجی کر گئے کئی قبر پر روش چراغ بھی باہر طے خوف، حیرانی تھی مجید بھی گھبرا کر اپنے کمرے میں بھاگا آیا لوفان کی آمد تھی اچانک زوردار کھڑک ہوا اور آسمان اچھٹ چرے ہوئے بھی ان زمین کی طرف بڑی آواز اٹھیں جو کہ میرا والد جیل کر کو مکہ ہو گیا جس

طرح کھڑا تھا وہی پر اس کا خون جم گیا تھا توڑی دیر گزری تو مجید بیڑی لے کر قبر پر گیا قبر میں شمشیر سو بوند نہ تھا اور پاس ہی میرے والد کی جلی ہوئی مورتی کھڑی تھی۔ مجید حیران تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا۔ چند گھنٹوں گزری تھیں شمشیر میرے والد کے کمرے سے لٹکا ہوا مجید کی طرف آیا۔ "مجید" اور ایک چیخ بلند ہوئی پھر دم ہو گئی مجید نے جو خنی شمشیر کو دیکھا تو اچانک اس کی چیخ نکل گئی۔ شمشیر نے کپڑے تبدیل کئے اور پھر میرے پاس آیا مجھے میرے والد کی موت کا افسوس کیا اور پھر اپنے ڈرائیور کے ساتھ چلا گیا۔ دو روز کے بعد وہ پھر قبرستان آیا تو مجید اس کے آگے پیچھے ہو گیا۔ کہ مبارک ہو تم نے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پالی ہے۔" شمشیر نے ایک بیگ گاڑی سے نکالا جس میں سے ایک کروڑ روپیہ مجید کے حوالے کیا اور 4 کروڑ روپے والا بیگ میرے ہاتھ میں تھا دیا میں جانتا ہوں کہ یہ رقم بھی تھوڑی ہے کیونکہ اس عمل میں شمارے باپ کی جان چلی گئی اس لئے کچھ عرصہ بعد میں کچھ رقم اور دے جاؤں گا۔ شمشیر نے رقم میرے حوالے کی اور چلا گیا۔ دوسرے روز مجید بھی وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔ انہیں دنوں میری بیوی ایک بچے کی مارا بننے والی تھی۔ لہذا میں نے واہ کینٹ میں جگہ لی اور اپنی بیوی کو ایک ہسپتال میں ایڈمٹ کر دیا یہاں پر اس کے بچے کی پیدائش ہوئی جسکی وجہ سے میری بیوی مر گئی ماں کے بغیر چند دن تک میرا بچہ زندہ رہا اور وہ بھی چل بسا۔ اب میں اکیلا رہ گیا تھا کافی عرصہ تک اکیلی زندگی گزار دی دولت میرے پاس بہت زیادہ تھی۔ اب کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہ تھا پھر میں نے دوسری شادی کر لی جس سے میرے تین بچے ہوئے۔ ان میں سے ایک بچہ کو اس موذی نے مار دیا۔

آج میں اقرار کرتا ہوں کہ وہ موذی شمشیر ہی ہے کچھ عرصہ قبل وہ مجھے ملتا تھا جب اس نے سینما گھر میں ایک شخص کا قتل کیا تھا۔ اس دن کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا ناصر صاحب آج مجھے ایک بھینک غلطی ہو گئی دو روز پہلے میں سینما گھر میں فلم دیکھ رہا تھا ایک بار مموئی لگی ہوئی تھی وہی پر مجھے ول کا دورہ پڑا اور میں مر گیا پھر زندہ ہوا تو اس وقت میری حالت عجیب سی تھی مجھے سب کچھ خواب کی مانند لگ رہا تھا میری زبان پیاس کی وجہ سے باہر نکل رہی تھی باف نام تھا سب لوگ باہر تھے کچھ لوگ میں تھے اور مجھے میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو کرسیوں سے نیچے کر

کے اس کی گردن سے سارا خون چوس لیا اس طرح میری پیاس ختم ہو گئی یہ عمل مجھ سے خود بخود ہو گیا۔ اس کے بعد مجھے یاد آیا کہ مجھے ایک بہت بڑی غلطی ہو گئی کہ میں نے ایک عورت کا خون پینا تھا مگر میں نے ایک مرد کا خون پی لیا اور آج میں نے جیل میں بھی ایک شخص کا خون کر دیا ہے میں جیل تو ذکر آیا ہوں میری مدد کر مجھے ایک خاص وقت کے بعد میرا ایک مرد کے خون کی ضرورت ہوتی ہے۔ شمشیر مجھے مخاطب تھا اس کو آج میں 20 سال بعد دیکھا تھا شاید اس سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا تھا وہ پہلے سے زیادہ پینڈم تھا۔ میری زبان سے کوئی لفظ نہیں نکل رہا تھا میرا ذہن میرے ساتھ نہیں تھا۔ میں اس کو کیا جواب دیتا مجھے اس سے خوف آنے لگا تھا "دیکھو شمشیر تمہیں وہ وقت یاد ہو گا جب میرے والد نے تحریر پر عمل کیا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ تم عورت کا خون پینا صرف عورت کا پھر تم نے ایسا کیوں نہیں کیا اگر تم سے غلطی ہو گئی ہے تو اب میں کچھ بھی نہیں کر سکتا میں نے کبھی کوئی عمل نہ سیکھا ہے نہ کیا ہے اس کے باوجود میرا باپ ایک ماہر عملیات تھا اور تم اس بات سے بخوبی واقف ہو۔" مگر وہ اس بات پر بعد تھا کہ میں کوئی نہ کوئی حل ضرور تلاش کروں میں نے اس کو صاف الفاظ میں کہہ دیا۔ "میں شمارے اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتا اب تم مجھے کبھی ملنے مت آنا درمیان میں پولیس کو خبر کر دوں گا۔ شمشیر میری منت سماجت پر اتر آیا جب میں نے غصے سے اس کو کہا کہ میں نے ایک بار کہا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتا پھر میری منت سماجت کرنا بے کار ہے۔ وہ اٹھ اڑ چلا گیا اس کے بعد ہر قتل کے بعد وہ میرے دروازے پر آتا اور واسطے ڈالنا کہ میں اس کی مدد کروں۔ میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا لہذا کبھی دروازہ ہی نہیں کھولا وہ اب ہر روز آنے لگا پھر جب میں نے پولیس میں رپورٹ درج کر دئی کہ کوئی شخص ہر رات میرے گھر پر آکر مجھے ڈراتا ہے تو وہ باز آیا اس بات سے اس کو غصہ بہت آیا ایک روز پولیس کے آدمی جب ادھر ادھر ہوئے تو اس نے میرے گھر کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گیا میرے یو بی بچوں نے شور مچایا پھر بزدلی کے لوگ اکٹھے ہو گئے اس طرح وہ بھاگ گیا پھر اس نے موقع پا کر جب میرے بچے شادی پر گئے ہوئے تھے میرے بڑے بچے کو اپنی زندگی کا نشانہ بنایا اس وقت میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ پولیس اور عوام کو ساری کہانی بتا دوں گا۔ پھر سین بی بی جو کہ اس کا

نے پچا پچا پوری داستان سنا۔ نے کہ لئے ایک ہفتہ کا وقت اور آج میں اپنی تمام داستان حرف بہ حرف عوام کے سامنے پیش کر چکا ہوں اب میرا ضمیر مطمئن ہے۔

اخبار میں نے ایک طرف رکھا میرے ذہن میں ناصر صاحب کی پوری دھکم بھری داستان تھی ان کا کیس اب عدالت میں پیش ہو چکا تھا۔ دوسرے روز مختلف اخباروں نے ناصر صاحب کے اس اعکشاف پر مختلف تبصرے کئے۔ کسی نے ان کو قصود وار ٹھہرایا تو کسی نے ان کو معاف کر دینے کا کہا۔ ایک اور اخبار نے یہ بھی لکھا کہ آج پھر اس موذی نے جس کا نام ناصر صاحب نے شمشیر بتایا ہے کہ ایک چوکیدار کو مار کر بھاگ گیا ہے۔

ناصر صاحب کے اہم اعکشاف کے بعد حکومت نے اس موذی کو ختم کرنے کے لئے بیرونی امداد طلب کی جس میں امریکہ نے یہ پیشکش قبول کر لی کہ وہ اس موذی سے اس ملک کی عوام کو بچائیں گے۔ لہذا حکومت نے امریکہ سے آنے والے ماہر عملیات کو خوش آمدید کہا اور نیکہ خواہشات ظاہر کی کہ امید ہے کہ امریکہ سے آنے ہوئے ماہر عملیات ضرور اس موذی بلباز قاتل پالیں گے۔

چند دنوں بعد اخبار نے ایک مفصل بچہ شائع کیا جس میں امریکہ سے آئی ہوئی ٹیم ماہر عملیات کی جسکا سربراہ فلش فوگن تھا نے بتایا اگر اس موذی کو کسی ہمداری سے دور خیر کر دیا جائے اور اس مقررہ وقت کے اندر راندر انسانی خون نہ نہ تو امید کی جانی ہے کہ وہ ضرور مرجائے گا لیکن یہ بھی خدشہ ہے کہ اس طاقت کا بچہ پناہ اضافہ ہو جائے۔ لہذا وہ اب کسی کی قید میں نہیں آسکے گا لہذا وہ جہاں پر ہوا اس علاقے کو گھر کر آگ لگا دی۔ اور آہستہ آہستہ آگ کا دائرہ تنگ کیا جائے اس طرح وہ اب سے فرار نہیں ہو گا۔ اس طرح اس کی موت ممکن ہے کیونکہ قدرت نے اس سے ایک بہت بڑی غلطی کروادی ہے اب وہ موذی کیجور۔ ایک مقررہ وقت کے بعد اس کو انسانی خون سے درہنہ اس جالی خطرہ رہے گا۔

اس خبر کے بعد ہر طرف اس موذی بلا کو تلاش نیا جانے لگا۔ حکومت نے ایک باسٹرلین تیار کیا پورے ملک کے اندر مقامی لوگ اپنے علاقے کی نگرانی کریں ہر آنے والے آدمی سے اسکی شناخت لی جائے جو اس کا شناختی کارڈ یا کوئی دستاویز جس سے اسکی شناخت ممکن ہو اس طرح تمام

ہوئی ڈور لاری اور گاڑیوں کے اندر ایہ نظم لکھا گیا
تاکہ ہر شخص کی شناخت کے بغیر نہ کوئی آسکے اور نہ جاسکے
اس طرح تمام ہوٹل اور خاص طور پر ریستورانٹ والوں کو
باخبر کیا گیا۔ پولیس ہر جگہ سول وردی میں اس موڈی ہلاکی بو
سوگھ رہی تھی۔ مختلف علاقوں سے خبریں آ رہی تھیں مگر
پولیس کے پیچھے سے پہلے ہی وہ موڈی فراہم جاتا تھا۔

ایک روز پولیس کو خبر ملی کہ موڈی نے رات کسی
پرہیز بستی میں ایک شخص کو قتل کیا یا کسی وقت علاقے کے
لوگوں نے لکڑی کے ساتھ مٹی کے تیل میں بیگو کر کپڑا کو آگ
لگا کر ہر طرف پھیل گئے ان کے مطابق وہ موڈی گاؤں کے
کسی گھر میں چھپا ہوا ہے۔ پولیس نے فوراً پورے علاقے کو
گھیرے میں لے لیا ہر گھر کی تلاشی لی گئی رات کے وقت دن کا
سناہر تھا ہر طرف لوگ اپنے ہاتھوں میں آگ لئے اور ہر گھر
گھوم رہے تھے مزید پولیس نے انکی بھرپور مدد کی اس طرح
پورے علاقے سے لوگوں کو ایک ایک کر کے باہر نکالا گیا جس
شخص کو علاقے سے باہر نکالا جاتا اس کی شناخت کے لئے
دوسرے لوگ وہاں موجود تھے جو اس بستی کے مکین تھے اس
طرح کوئی غیر شخص باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ پولیس نے احتیاطاً
لکڑی کے ٹکڑے منگوائے تھے۔ آخر کار ایک گھر پر پولیس کو
شک گزرا تو اس گھر کے گرد آگ سے دہڑک کر دیا گیا۔
بعد میں شک یقین میں بدل گیا جب دروازہ نہ کھل سکا پولیس
نے کئی بار آوازوں کیا مگر کوئی بھی باہر نہ نکلا آخر کار قتل فوگمن
نے کچھ دیر میں اپنے عمل کے ذریعے یہ بتا دیا کہ اس میں وہی
موڈی ہے جو کسی وقت بھی بھاگ سکتا ہے۔ لہذا لکڑی کو اس
گھر کے ارد گرد لوگوں کی مدد سے لگایا جانے لگا اندر قتل
فوگمن کی پوری ٹیم مختلف عمل کر کے اس گھر کے ارد گرد
دائرے بنا رہے تھے کافی دیر گزر جانے کے بعد جب رات
آدھی گزر چکی تو پھر قتل فوگمن کے حکم پر لکڑیوں کو آگ لگا
دی گئی اس طرح پورا علاقہ روشن ہو گیا۔

دو روز تک اس گھر کے گرد لکڑی جلتی رہی جس کی
وجہ سے علاقے کا درجہ حرارت بڑھ گیا تھا ابھی تک اندر سے
موڈی کے کسی رد عمل کا پتہ نہ چلا اچانک ایک کرناک چیخ بلند
ہوئی۔ کوئی شخص پیاس کی شدت اور آگ میں جلنے کی وجہ
سے چیختا لگتا تھا۔ پولیس نے ناصر صاحب کو بھی وہاں لے آئی
جنہوں نے تصدیق کی کہ یہ وہی شخص ہے وہی آواز ہے لہذا
آگ بجائی گئی اس طرح تین دن کے بعد اس موڈی کا

خاتمہ ہو گیا جب کمرے میں امریکہ سے آئی ہوئی ٹیم داخل ہو
ئی تو وہاں ایک لاش پڑی تھی جو آگ کی وجہ سے سیاہ ہو گئی
تھی اس کی زبان ایک گڑے قریب تھی۔ اسکے جسم سے
انتہائی بدبو نکل رہی تھی پولیس نے فوراً علاقے سے دور
ایک گرامی گاڑھا کر کے اس کو دفن کر دیا۔

اس طرح اس موڈی سے سب کی جان بچ گئی۔
اس کے بعد ناصر صاحب کا مقصد کچھ عرصہ تک عدالت میں
چلتا رہا آخر کار مجسٹریٹ نے ناصر صاحب کو باعزت بری کر
دیا۔ دیکھنا ظن میں ایک کرناک چیخ نے بیٹھ کے لئے زندہ
رہنے کی کوشش کی تو اس کا کیا حال ہوا اور جس نے خدا کی کام
میں مداخلت کرنے کی کوشش کی تھی وہ کسی قدر صبا تک
موت مڑا ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور جتنی زندگی
ہمیں اللہ نے دی ہے اس میں ایسے کام کریں کہ ہمارا نام بیش
زندہ رہے لوگوں کے دلوں میں۔

راجہ صاحب اور کئی دوسرے لوگوں نے مجھے کہا
کہ میں اپنی کمائی کا مقصد نہیں لکھتا تو آج میں نے مقصد
واضح کر دیا ہے۔ کہ زندگی وہی ہے جو ہمارے رب نے
ہمارے نام کر دی ہے ہم اس زندگی میں ایک سانس کا بھی
اضافہ نہیں کر سکتے۔ اگر نافرمانی کریں گے تو سخت عذاب میں
پکڑے جائیں گے۔ اللہ مجھے اور آپ کو نافرمانی سے
بچائے۔ (آمین)

بس سناپ سرائے صالح (ہری پوری)

★ --- ★ --- ★

چاہت

ماہر کیف کی ہی اصول انسان یا تو ٹوٹ کے چاہتا ہے یا پھر
چاہت میں ٹوٹ جاتا ہے۔ جب ٹوٹ کے چاہے تو دنیا سیت لیتا
ہے اور جب چاہت میں ٹوٹ جاتا ہے تو بکھر جاتا ہے۔ ٹوٹ
کے چاہے تو موت کو برا دیتا ہے۔ اور چاہت میں ٹوٹ جاتا ہے
تو زندگی سے باز رہتا ہے۔

***** وقاس احمد - ڈوگرانوالی

میسورم شیطان

میسورم شیطان

”معصوم شیطان“

تحریر: محمد خالد شاہان لوہار، صادق آباد
دنیا میں اچھے لوگ بھی ہیں اور برے بھی اور ہر انسان کی ایسا الگ سوچ ہوتی ہے۔ مگر جب انسان خدا کی بات کرنے کرتے جس طرح وہ اپنا قدم شرک کی طرف اٹھاتا ہے۔ تو اسی وقت اس کی پکڑ ہو جاتی اور یہی پکڑ اس کے لئے ایک عذاب بن جاتی ہے۔ اور اسی قسم کی کہانی معصوم شیطان میں دیکھی گئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ میری یہ کہانی بھی آپ کے معیار پر ضرور پوری اترے گی۔

نعمان کیا تم اپنی ٹرانسفر کو انہیں سکتے۔ نعمان کے باپ گل زمان نے کہا نعمان بیٹا تیری ٹرانسفر نوک نہیں سکتی۔ باباجان میں خود ٹرانسفر نہیں رکھنا انہیں چاہتا۔

نعمان نے اپنی بیوی سے فرمایا میرے کپڑے رکھ دو نعمان کی ٹرانسفر دیا پورا میں ہوئی تھی۔ نعمان صبح کی پہلی گاڑی سے دہلی پور روانہ ہو گیا۔ تقریباً نعمان شام کے وقت دہلی پور پہنچ گیا۔ اور وہاں پر نعمان کو گورنمنٹ کی طرف سے دی ہوئی کوٹھی میں چلا گیا جس کی اندر سے صفائی ہونے والی تھی چند آدمیوں کی مدد سے نعمان سے اس گھر کی صفائی کرنی شروع کر دی اس کوٹھی میں ایک بلی رہتی تھی اور بہت ہی جلد نعمان سے مانوس ہو گئی اور ہر وقت نعمان کے پاس ہی رہتی اور نعمان بھی اس سے بہت پیار کرتا تھا۔ نعمان کو صفائی کرتے ہوئے باہر سے ایک آدمی نے آواز دی اس آدمی کی آواز سن کر نعمان باہر آیا اور باہر آتے ہی کہا جی فرمائیے۔ آپ کو کس سے ملنا ہے نعمان کا جواب سن کر وہ آدمی بولا مسٹر میں آپ کا پڑوسی ہوں اگر آپ چاہیں تو میں صفائی میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں کیونکہ ایک حق پڑوسیوں کا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہمسائے کے کام میں مدد کرے اس آدمی کی باتیں سن کر نعمان بولا جیسے آپ کی مرضی آپ اندر آ سکتے ہیں کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں جی میرا نام رزاق ہے اور میں عیسائی ہوں اور آپ کا نام جی میرا نام نعمان ہے اور میں پہلے شریں رہتا تھا مگر اب میری ٹرانسفر دہلی پور میں ہوئی ہے۔ نعمان اور رزاق آپس میں باتیں بھی کرتے رہے۔ اور گھر کی صفائی بھی ویسے ایک بات تو بتائیے رزاق صاحب وہ یہ کہ آپ اکیسے ہی رہتے ہیں۔ یا کوئی اور بھی آپ کے ساتھ رہتا ہے۔ دراصل نعمان صاحب میں اکیلا ہی ہوں میرے والدین ایک حادثہ کا شکار ہو گئے تھے۔ اور ابھی میں نے

شادی کی نہیں جو بیوی ہو اور نعمان صاحب آپ کتنے افراد ہیں۔ میرے ماں باپ ہیں اور بیوی بھی ہے اور ایک 10 سال کی بچی ہے ایک دو سال کا بچہ ہے اور میں بس ہمارے یہی چند افراد ہیں میں یہاں پر صحیح طرح کام کرنے لگوں گا تو میں اپنے بیوی اور بچوں کو بولا لوں گا میرے اسی ابو یہاں پر آنا نہیں چاہتے ابھی نعمان اور رزاق باتیں کر رہے تھے کہ فضاء میں چیخ کی آواز گونجی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ نعمان اور رزاق چونک گئے سب دوڑتے ہوئے چیخ کی سمت گئے تو دیکھا کہ بلی بجلی کی تنگی تاروں میں پڑی ہے۔ اور اس کے جسم سے دھواں نکل رہا ہے اور بلی بجلی لگنے کی وجہ سے مر چکی تھی۔ بلی کو اتنی بری طرح سے مارا ہوا دیکھ کر نعمان کی آنکھ میں آنسو کے دو موتی ٹپ ٹپ گئے نعمان کا چہرہ انفرسہ ہو گیا نعمان کا چہرہ دیکھ کر رزاق بولا نعمان کیا تمہیں بلیوں سے اتنا پیار ہے کہ تمہاری آنکھوں سے آنسو نکل گئے ہاں یہ بلی مجھے پسند تھی اور یہ بہت ہی جلد مجھ سے مانوس ہو گئی تھی تو نعمان تم رو کیوں رہے ہو۔ اگر تم چاہو تو یہ بلی زندہ بھی ہو سکتی ہے وہ کس طرح یہاں سے نزدیک ہی جنگل ہے اس جنگل میں عیسائیوں کا قبرستان ہے اور وہاں پر ردحوں کا قبر ہے۔ اس لئے کہ یہیں وہاں پر اپنے مردے دفناتے نہیں اور اب وہ قبرستان بہت ہی پرانا ہو گیا ہے اور وہاں کی قبریں بہت ہی ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں اس قبرستان کے ساتھ ہی ایک پہاڑی ہے جب تم اس پہاڑی پر جاؤ گے تو تم کو وہاں پر ایک عجیب و غریب رنگ کا نشان نظر آئے گا۔ اور اس نشان کے آس پاس تقریباً آٹھ یا دس کے قریب قبریں بنی نظر آئیں گی بس تم اس نشان کے درمیان میں جا کے اس بلی کا مردہ جسم لینا کر آ جاؤ۔ تو دوسرے دن ہی یہ بلی خود بخود ہی زندہ ہو کر تمہارے پاس آجائے گی رزاق کی بات سن کر نعمان بولا۔ نہیں رزاق میں نہیں مانتا آج کل سائنس کا دور ہے کون اس بات پر یقین کرے گا۔ نہیں نعمان میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر آپ کو یقین نہیں تو آپ شام کو میرے ساتھ چلنا تو پھر یہ پروگرام طے پایا کہ رات کو نعمان اپنی بلی کو لے کر رزاق کے ساتھ وہاں جائے گا۔

رات کی تاریکی چھلتے ہی سب پرندے اپنے اپنے آشیانوں میں جا کر گھر سے یہاں تک کہ انسان بھی اپنے اپنے مکانوں میں چلے گئے اور گلیوں میں آوارہ کنوں کے بھونکنے کی آواز وقفے وقفے سے

خاموشی چھا گئی اور وقفے وقفے کے بعد چوکیدار کی سٹی کی آواز سنائی دیتی۔ اور آدھی رات کے بعد چاند آسمان پر نکلا اور آسمان پر اپنی چاندنی پھیلا نکلیا۔ اور اس خوفناک تاریکی اور سنسن رات میں نعمان اور رزاق بلی لے کر شہن کے قبرستان سے گزر رہے تھے۔ رزاق تو اپنی عادت سے مجبور ہو کر بغیر کسی ڈر اور خوف سے ملتا جلتا ایک احساس جاگ رہا تھا۔ اور بلی نعمان کے ساتھ میں موجود شاہر میں تھی۔ جو کہ بے جان تھی۔ جیسے جیسے نعمان اور رزاق قبرستان کی طرف بڑھتے جا رہے تھے ویسے ویسے نعمان کے دل میں خوف بڑھتا جا رہا تھا۔ کہ یہیں کے قبرستان میں ایک عجیب سی ویرانی چھائی ہوئی تھی اور قبریں ٹوٹی ہوئی تھیں اور کئی قبروں کے کتبے اکھڑے ہوئے تھے اور قبروں کے پاس درختوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے قبرستان میں بڑے بڑے دیو کھڑے ہوں جیسے ہی کوئی انسان گزرے وہ اسے ختم کر دیں۔ قبروں کی حالت اور ان پر اگی ہوئی بھاڑوں کو دیکھ کر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے واقعی یہاں پر انا قبرستان ہو۔ خیر وہ خاموشی سے چلتے ہوئے قبرستان کو عبور کرتے ہوئے پہاڑی پر چڑھنے لگے اور ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد ہی وہ پہاڑی کے آخری سرے پر جا پہنچے وہاں پر واقعی سفید رنگ سے عجیب و غریب نشان بنا ہوا تھا اور اس کے آس پاس دس قبریں بنی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان میں ایک گول دائرہ بنا ہوا تھا اور اس دائرے کے چاروں طرف چراغ جل رہے تھے۔ جو یہاں کے ماحول کو اور خوفناک بنا رہے تھے اس عجیب و غریب نشان کے آخری سرے پر ایک خوفناک شکل بنی ہوئی تھی اس کو دیکھتے ہوئے رزاق بولا۔ نعمان اس سرے پر چھپی ہوئی خوفناک شکل کو دیکھ رہے ہو یہاں رزاق اگر بھی نہیں اس بلی کو مردہ کرنا ہو تو پھر تم اس شکل کو آگ لگا دو اس شکل کو آگ لگتے ہی ساری قبروں اور نشان کو بھی آگ لگ جائے گی اور بلی پھر مردہ ہو جائے گی اور پھر یہ سب کچھ تباہ ہو جائے گا اور پھر دوبارہ کوئی مردہ چیز زندہ نہیں ہوگی۔ مگر رزاق تمہیں یہ سب کچھ کس نے بتایا نعمان صاحب یہ سب کچھ مجھے ہمارے بزرگوں نے بتایا تھا چھاب یہ بتاؤ رزاق کے میں بلی کو کس جگہ پر رکھوں مجھے تو اس جگہ سے بہت ہی خوف آ رہا ہے۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں نعمان میں تمہارے ساتھ ہوں ویسے بھی ہمیں اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرنا ہی نہیں چاہئے کہ کسی ہم پر ایمان ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ محمد اللہ

کے رسول ہیں اور تم اس ماحول سے خوفزدہ ہو رہے ہو نعمان ہمیں اس ماحول سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ اچھا رزاق اب تم بتاؤ کہ میں اس بلی کو کہاں رکھوں یہ جو درمیان میں دائرہ بنا ہوا ہے اس میں اس جگہ پر جا کر رکھ دو۔ اور وہاں چلے آؤ نعمان نے شاہر پر سے بلی کا مردہ جسم نکالا اور اس کو دائرے کے درمیان میں رکھ کر واپس آ گیا۔ اور بولا اب کیا کریں رزاق بس اب کیا وہاں چلیں بس پھر نعمان اور رزاق واپس چل پڑے چلتے ہوئے رزاق نے اپنی گردن سے پتیل کا صلیب کا نشان نکالا اور نعمان کو تمہارے طور پر دے دیا رزاق صاحب یہ کیا آپ نے ٹکف کیا آپ نے اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے وہ دونوں قبرستان ہوتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کی طرف چل پڑے۔

دوسرے دن نعمان زرا دیر سے اٹھا تھا اس لئے اس نے جلدی جلدی منہ دھو یا اور ناشتہ کیلئے بازار چلا گیا۔ ہوٹل سے ناشتہ کیا اور چائے کی تقریباً آدھا گھنٹہ وہاں بیٹھا رہا اور واپس اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ اور گھر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور گھر کے اندر داخل ہوتے ہی اسے ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے علاوہ اس گھر میں کوئی اور بھی موجود ہے کیونکہ جگہ جگہ ٹھونکی آواز آرہی ہے۔ آواز سے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی جنگلی جانور کی ہے مگر یہ جنگلی جانور کہاں سے آیا خیر نعمان نے پہلے نیچے کے کمرے دیکھے وہاں پر کچھ نہیں تھا پھر وہ اپنے بیدوم کیا مگر وہاں پر بھی کچھ نہ ملا۔ تو وہ اوپر کی طرف جانے لگا اور آہستہ آہستہ اپنے قدم اٹھاتا ہوا اوپر کی طرف چلنے لگا اور آدھی اوپر کی جانب سے ہی آ رہی تھی۔ نعمان کے دل میں ایک خوف چھپا ہوا تھا کہ نہ جانے کوئی مصیبت اس کا اوپر انتظار کر رہی ہوگی مگر نعمان دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اوپر جا رہا تھا اور آخر کار وہ اوپر والی منزل پر آیا نعمان کو آواز باورچی خانے سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور اس کے قدم آہستہ آہستہ باورچی خانے کی طرف بڑھنے لگے۔ اس سے پہلے کہ نعمان باورچی خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو تاکہ اچانک سامنے رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور گھنٹی کے اچانک بجنے کی وجہ سے نعمان ڈر گیا مگر جب ہوش آیا تو خود ہی مسکراتا ہوا ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا اور ٹیلی فون کا ریسور اٹھا کر پہلو بولا۔ تو دوسری طرف سے اس کی معصوم سی بچی کلثوم کی آواز سنائی دی۔ یلو ڈیڑی آپ کیسے ہیں میں ٹھیک ہوں

کلوٹم ڈیڈی آپ ہمیں بتا دیتے ہیں آپ وہاں ہیں
نہیں آجائے یا پھر آپ ہمیں اپنے پاس بلا لیں نہیں بیٹا کلوٹم
آپ اپنی امی کے ساتھ پرسوں آجائے جب تک مکان بھی
ٹھیک ہو جائے گا۔ نہیں ڈیڈی میں آج ہی آؤں گی دیکھو
کلوٹم بیٹا سندھ نہیں کرتے میں نے کہا کہ آپ سہیلی امی
کو ساتھ پرسوں آنا پڑیڈی میں نے کہا کہ کلوٹم اب تم اپنی
امی کو فون دو تو خود ہی خاموشی کے بعد نعمان کی بیوی کی
آواز آئی پہلو نعمان میں خالدہ بول رہی ہوں آپ کیسے ہیں۔
طبیعت تو ٹھیک ہے کھانا تو کھاتے ہیں نہ کمزور تو نہیں ہو گئے
دوائی تو صبح تا دم پر لے لیتے ہو نہ اور صبح در دوش کرتے ہو
خالدہ کی بات درمیان سے ہی کاٹتے ہوئے نعمان بولا۔ بس
بس خالدہ تم روکو گی تو میں بولوں گا اور ایک سوال کا جواب
دوں گا مگر تم نے تو ایک ہی سانس میں کتنے ہی سوال کر دیئے
دیئے تمہارے لئے اطلاع ہے کہ میں ہر چیز اپنے تا دم پر ہی کر
لیتا ہوں کھانا دوائی اور در دوش سب کچھ اب تو ٹھیک ہے نہ
ہاں اب ٹھیک ہے۔ اچھا خالدہ اب تم ایسا کرنا کہ پرسوں تم
کلوٹم اور توفیق دہلی پور آجائے جب تک میں مکان ٹھیک کر
لوں گا۔ ابو اور اماں تمہارے بعد آجائیں گے ٹھیک ہے نہ
اچھا ٹھیک ہے نعمان نے کہا اچھا اب میں ٹیلی فون بند کر تا
ہوں۔ توفیق بھی تمہیں بہت یاد کرنا تھا اور وہ بھی تم سے بات
کرنا چاہتا ہے۔ خالدہ نے کہا خالدہ کی بات سن کر نعمان رک
گیا میں آپ کو ایک بات بتانا چلوں کہ توفیق دو سال کا بچہ تھا
جو کہ لڑکھڑاتے ہوئے چلا تھا پھر تھوڑی دیر بعد توفیق اپنی
توٹی زبان میں بولا Love You ابدی توفیق کی آواز سن کر
نعمان بولا Love You توفیق دیدی آپ کب آ رہے
ہیں ہم آپ کو بہت یاد کرتے ہیں دادا جان اور دادی جان بھی
پھر توفیق کی آواز رک گئی اور چند لمحوں بعد نعمان کے والد کی
آواز سنائی دی۔ بیٹا تم صبح سلامت دہلی پور پہنچ گئے تھے نہ
جی ابو اور اب تمہاری طبیعت کیسے ہے ٹھیک ہو اب جی۔ ابو
جی آپ بھی وہی سوال کر رہے ہیں جو خالدہ نے پوچھا تھے
ان کا جواب میں خالدہ کو دے چکا ہوں اس لئے آپ خالدہ
سے پوچھ لیجئے گا اور رہی بات ہماری تو بیٹا ہم رشتے میں تو
تمہارے باپ لگتے ہیں۔ اور تم ہمارے بیٹے اس لئے تم
چاہے جتنے بھی بڑے کیوں نہ ہو جاؤ تم ہمارے لئے بچے ہی
رہو گے اور تمہاری امی بھی پوچھ رہی تھیں ویسے ابو آپ
لوگوں نے مجھے شیلیوں کیوں کیا اس لئے کہ ہم تمہاری خیر

تھیمت معلوم کر سکیں اور بچوں نے تم سے بات کرنی بھی اور
ہم نے بھی تم سے بات کرنی تھی اچھا ابو پرسوں آپ خالدہ
کلوٹم اور توفیق کو دہلی پور بھجوا دیتا میں ان کا انتظار کروں گا
اچھا خالدہ حافظ یہ کہہ کر نعمان نے ٹیلی فون رکھ دیا کہ اچانک
بادرچی خانے سے پھر کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی اور
نعمان بادرچی خانے کی طرف بڑھنے لگا اور وہ بادرچی خانے کا
دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ نعمان جیسے ہی اندر داخل
ہوا اچانک سامنے بے کسی نے پھلانگ ماری اور نعمان کا چہرہ
زخمی کر پڑی ہوئی دروازے کی سائڈ میں کھڑی ہو گئی۔ اور
نعمان اونچے منہ جا کر اب وہ سنبھلا اور اٹھا تو دیکھا کہ
دروازے کے پاس بیٹھی کھڑی ہے اور اس نے منہ بھرا ہوا
ہے اور اس کے جسم کے سارے بال کھڑے ہوئے ہیں۔ اور
آنکھیں پھلی ہوئی ہیں۔ جیسے آنکھوں میں آگ برس رہی
ہو بلی کو زندہ دیکھ کر نعمان خوش بھی ہوا اور خوفزدہ بھی بہت
ہوا تھوڑی دیر تک بلی نعمان کو خود بخود نظروں سے دیکھتی
رہی اور پھر چند لمحوں بعد وہ نارمل حالت میں آگئی اور میاؤں
میاؤں کرتی ہوئی خوفزدہ کھڑے ہوئے نعمان کے پیروں کے
پاس بیٹھ گئی۔ چند لمحوں تک تو نعمان خوفزدہ رہا مگر چند لمحوں
کے بعد جب نعمان نے دیکھا کہ بلی اب ٹھیک ہو گئی ہے۔ تو
اسے بہت ہی خوشی ہوئی اور اس نے بلی کو اپنے ہاتھوں میں
اٹھا لیا اور اسے ڈرائیونگ روڈ میں لے آیا۔ اور بلی کو وہاں
چھوڑ کر بادرچی خانے سے دودھ لایا اور پالے میں رکھ کر بلی
کے آگے رکھ دیا بلی آرام سے دودھ پینے لگی اور نعمان اسے
بیٹھا دیکھتا رہا چند لمحوں بعد ہی بلی کو اچانک پھر کیا ہوا کہ وہ
اچانک چنگاڑی مارتی ہوئی اچلی اور نعمان کا چہرہ زخمی کر پڑی
ہوئی یا ہر نکل گئی چند لمحوں تک تو نعمان وہاں ہی بیٹھا رہا اور
پھر اپنے زخمی چہرے کو لے کر رزاق کے گھر چلا گیا جب وہ
رزاق کے گھر داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں پر ایک نوجوان لڑکا
اداس چہرے لئے بیٹھا تھا۔ اور رزاق اسے کوئی بات سمجھا رہا
تھا۔ اور وہ لڑکا پنا چہرہ ہاتھوں میں لئے ماضی کی یاد میں کھویا ہوا
تھا۔ اور وہ رزاق کی باتوں کو غور سے نہیں سن رہا تھا۔ نعمان
نے اندر داخل ہوتے ہی کہا رزاق صاحب کیا فائدہ یہ آپ کی
باتیں ہی نہیں سن رہا اور رزاق چونک کر بولا۔ نعمان تم کب
آئے ابھی تھوڑی دیر ہوئی ہے ارے یہ کیا رزاق نعمان کا
چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔ نعمان تمہارے چہرے پر کیسے زخم کے
نشان ہیں اور تازہ تازہ خون بھی نکل رہا ہے یہ چوتھ کیسے

گئی۔ دراصل رزاق وہ بلی زندہ ہو گئی ہے۔ اور یہ زخم اسی
نے کئے ہیں نعمان تھوڑی دیر کھڑا رہنے کے بعد اس لڑکے
کے پاس بیٹھ گیا کوئی بات نہیں نعمان ابھی آؤہ زندہ ہوئی
ہے تم کو پچھاتی نہیں ہوگی آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گی آؤ
میں تمہارے زخموں پر مرہم لگا دوں گا کہ زخم زیادہ نہ بڑھ
جائیں۔ اور پھر رزاق نعمان کے زخموں پر مرہم لگانے لگا
مرہم لگاتے ہوئے رزاق بولا اور میں اس لڑکے کا تعارف
کر دیتا ہوں بھول گیا ان کا نام خالدہ ہے اور یہ ہمارے قریبی شہر
کے ہیں اور یہ میرا سگا بھانجا ہے۔ اور یہ مجھے ملے آیا ہے اور
خالدہ یہ نعمان ہے میرا پر دوسی نعمان نے خالدہ کی طرف ہاتھ
بڑھاتے ہوئے کہا خالدہ کیسے ہو۔ ہاں ٹھیک ہوں نعمان نے
اپنے چہرے پر مرہم لگواتے ہوئے کہا کیا بات ہے رزاق خالدہ
اتنا چپ چپ کیوں ہے کیا اسے کوئی دکھ ہے یا کوئی غم ہے۔
کیا وجہ ہے نعمان کی بات سن کر رزاق بولا جی نعمان خالدہ تو
بہت ہی اچھا لڑکا ہے اور ہر ایک کی بات کا دل سے جواب دیتا
ہے آج کل یہ بیچارہ کسی لڑکی کا ستایا ہوا ہے کیا مطلب ہے
رزاق چاچا دراصل نعمان خالدہ ایک لڑکی کے بار میں پاگل ہو
گیا ہے اور وہ لڑکی بھی اس سے ہنس ہنس کے باتیں کرتی تھی
اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتی تھی۔ ایک دن خالدہ نے اسے اپنی
ڈائری دی کہ وہ اس پر چند شعر لکھ دینے اور اس نے خالدہ سے
ڈائری لے لی۔ اور ایک ہفتے بعد خالدہ کو ڈائری دے دی اور
اس نے کہا کہ اس نے کچھ شعر لکھ دیئے ہیں اور وہ چھینوں
میں مزید شعر لکھ دے گی بس اس لڑکی نے شعر کیا لکھ دیئے۔
خالدہ تو اپنے آپ کو آسانوں پر گھوٹا دیکھنے لگا پھر اس بیچارے کو
پتہ نہیں تھا کہ حسن ایک دھوکا ہے اور خالدہ اپنے ایک
دوست کو اس لڑکی کے بارے میں سب کچھ بتا تھا کیا ایک دن
خالدہ کے دوست نے اس سے کہا کہ یا خالدہ تو اس سے اتنا پیار
کرنا ہے آج تو اسے خط دے ہی ڈال کافی مشکل کے بعد خالدہ
مانا اور پھر اس نے ایک کورے کاغذ پر اپنے دل کا حال لکھ ہی
دیا۔

صبا آپ مجھے اس خط کا جواب جلدی دینا میریانی ہو
گی خالدہ نے یہ خط اس کے بھائی رحمان کو دیا کہ وہ یہ خط
اپنی بانی کو دے دے اور اس سے کہا کہ اس خط کا جواب
جلدی لانا میں دوکان پر ہی بیٹھا ہوں تھوڑی دیر گزری تھی کہ
رحمان بھاگتا ہوا آیا اور خط کے کھلے بیچارے خالدہ کے منہ
پر دے مارے اور کہا کہ خالدہ بانی کہہ رہی ہیں کہ یہ ہے میرا

جواب رحمان تو یہ کہہ کر چلا گیا مگر خالدہ نے وہ کھلے کھلے
کئے اور گھر آ کر ڈائری میں رکھ دیئے دوسرے دن ہی صبا کی
چھوٹی بہن عذرہ نے خالدہ کو بلایا اور کہا کہ خالدہ روپے کے
سموسے لا دو اور خالدہ سموسے لینے چلا گیا وہاں آ کر دروازہ
کھڑکایا تو صبا نے دروازہ کھولا اور خالدہ سے سموسے لے کر
بولی کہ خالدہ تم نے یہ خط کیا لکھا تھا صبا کی بات سن کر خالدہ
بولا دیکھو صبا میرے دل میں جو کچھ بھی تھا میں نے چند الفاظ
میں لکھ دیا اور پھر صبا نے کوئی بات نہیں کی اور چلی گئی اس
طرح ایک سال کا عرصہ بیت گیا اور یہ بیچارہ ہر بل ہر کھڑی صبا
کو یاد کرنا ہر ایک دفعہ اس نے ان کے کھڑکی فون کیا تو ٹیلی
فون صبا کی چھوٹی بہن عذرہ نے اٹھایا اور جب اس نے کہا کہ
مجھے صبا سے بات کرنی ہے۔ تو عذرہ نے خالدہ کو خوب کھری
کھری سنائیں اور آئندہ ٹیلی فون مت کرنا ورنہ میں گھر
والوں کو بتا دوں گی۔ مگر یہ بیچارہ ٹوٹا ہوا دل لے کر میرے پاس
آیا ہے۔ اور میں اسے سمجھا رہا تھا کہ تم آگے ہوا اچھا تو رزاق
صاحب خالدہ اس لئے خاموش اور چپ چپ ہے۔ دیکھو خالدہ
آج سے تمہاری اور ہماری دوستی ہوئی ہے اور آج کے بعد تم چپ
نہیں رہو گے ہمارے ساتھ ہوس گے کھیلو گے اور مزا کرو گے۔
نعمان نے آگے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا وعدہ کرو خالدہ اور
تھوڑی دیر سوچنے کے بعد خالدہ نے نعمان سے ہاتھ ملا لیا اور
سکرائے لگا۔ خالدہ اب ہم دونوں دوست ہیں میں تمہیں
ایک مشورہ دوں گا وہ یہ کہ لڑکی جو ہے نہ ایک حسین دھوکا
ہے اور اس کی فطرت میں ہے ڈنڈا اور ڈساکرتی ہے دیکھ لو تم
صبا اور عذرہ کو کس طرح ان دونوں نے تمہیں دھوکا دیا خیر
چھوڑو نعمان ان باتوں کو اب میں ان کو بلانے کی کوشش
کروں گا اور وہ بھی تمہاری دوستی کی خاطر اچھا تو نعمان یہ
تمہارے چہرے پر زخم کیسے پارلی نے بچے مار کر زخمی کر دیا
اور رزاق صاحب میں آپ کو ایک بات بتانا ہی بھول گیا
کہ کل میرے بیوی بچے آ رہے ہیں۔ اچھا نعمان یہ تو بڑی
خوشی کی بات ہے۔ چلو گھر تو بھرا ہمارا ہے گا نہیں تو خالی گھر
اچھا ہی نہیں لگتا خیر دوسرے دن نعمان صبح سویرے ہی اٹھ
گیا اور منہ ہاتھ دھو کر اسے پر چلا گیا اور گاڑی کا انتظار کرنے
لگا تقریباً آدھا گھنٹہ انتظار کے بعد گاڑی دور سے نظر آنا
شروع ہو گئی اور تھوڑی دیر بعد گاڑی نعمان کے پاس سے
ہوتی ہوئی مطلوبہ جگہ پر جا کر کھڑی ہو گئی نعمان اپنی بیوی اور
بچوں کے دیدار کے لئے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

جب سارے مسافر باہر آکر چلے گئے اور پھر کوئی مسافر باہر نہ نکلا تو نعمان کا منہ لٹک گیا اور وہ سوچنے لگا کہ شاید وہ کل آئیں گے یہ سوچتے ہوئے وہ واپس مڑا اور جانے لگا۔ تو ایک تو قلی آواز آئی Love You --- Love You ابدی یہ آواز سن کر نعمان نے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو گاڑی کے دروازے میں اس کی بیوی اور بچے کھڑے تھے اپنے بیوی بچوں کو دیکھ کر نعمان بہت خوش ہوا نعمان دوڑتا ہوا گیا اور اپنی بیٹی کو گود میں اٹھایا اور زیبا رکرنے لگا نعمان کی گود میں آتے ہی بیٹی نے کہا کہ بابا اب ہم واپس نہیں جائیں گے نہیں بیٹا اب ہم یہاں پر ہی رہیں گے۔ نعمان ابھی اپنی بیٹی سے باتیں کر رہا تھا کہ توحید اپنی تو قلی زبان میں بولا Love You ابدی یہ اور نعمان نے بیٹی کو گود سے اتار کر توحید کو گود میں اٹھایا اور اڑے سے باہر آکر ایک ٹیکسی رکوائی اور اس میں بیٹھ کر گھر کی طرف چل پڑے۔

دوسرے دن نعمان اور اس کے بیوی بچے اور خالد رزاق وہاں کے ایک خوبصورت باغ میں چٹک مٹانے چلے گئے اور وہاں پر خوب سیر و تفریح کی اور نعمان نے خالد اور رزاق کا تعارف بھی کرایا پھر سب ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق میں لگے ہوئے تھے۔ جب سب ہنسی مذاق اور کھیل کود سے فارغ ہو گئے تو سب کھانا کھانے بیٹھ گئے کھانا کھانے کے دوران نعمان نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ ای اور ابو کی کیسی طبیعت ہے۔ اور تم ان کو بھی ساتھ لے آتی نعمان کی بات سن کر نعمان کی بیوی بولی ای اور ابو کی طبیعت تو بہت ہی اچھی ہے اور میں نے ان کو بھی آنے کیلئے بہت کہا مگر ای اور ابو نہ مانے اور کہنے لگے کہ ہم اپنا پرانا مکان چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔ ہم یہاں پر ہی رہیں گے۔ ہم کہیں نہیں جائیں گے۔

میں نے بہت کوشش کی مگر ای اور ابو نہیں مانے پھر ہمیں انہیں مجبوراً وہاں چھوڑ کر آنا پڑا اس سے پہلے کہ خالد کچھ اور بولتی اس سے پہلے ہی خالد بولا کوئی بات نہیں بھابھی اکثر انسان ایسا ہی سوچتے ہیں اچھا بھابھی اب آپ تو نہیں رہیں گے نہ واپس تو نہیں جائیں گے نہیں خالد بھائی اب ہم کہیں بھی نہیں جائیں گے اور یہاں پر ہی رہیں گے اور کسی نہ کسی طرح ای اور ابو کو بھی یہاں بلوالیں گے جب سب چپ ہو گئے توحید بولا کہ خالد چاہو اب ہم فٹ بال کھیلیں گے توحید کی بات سن کر خالد، رزاق اور نعمان اور

اس کی بیٹی نیلم اٹھ کر سب توحید کے ساتھ فٹ بال کھیلنے گئے اور ہنسی مذاق کرنے لگے تقریباً وہ آدھا گھنٹہ کھیلے رہے اور ہنسی مذاق کرتے رہے کہ اچانک ہی نعمان نے توحید کی طرف فٹ بال کر کے ایک ٹھوکر ماری اور فٹ بال توحید کے اوپر سے ہوتا ہوا باہر موڑی طرف جا کر اور توحید بھاگتا ہوا فٹ بال پکڑنے لگا مگر فٹ بال اس کے ہاتھ سے زیادہ تیز تھا اس لئے اس سے نہ پکڑا گیا پھر فٹ بال سڑک کے درمیان میں رک گیا اور توحید بھاگتا ہوا جا رہا تھا خالد، رزاق، نعمان، خالد اور اس کی بیٹی نیلم توحید کو فٹ بال کی طرف بھاگتا دیکھ کر مسکرا رہے تھے کہ اچانک رزاق چلایا نعمان وہ دیکھو ایک بس بہت تیز رفتاری کے ساتھ اسی طرف آ رہی ہے یہ دیکھنا تھا کہ خالد، رزاق اور نعمان توحید کو روکنے کیلئے کہہ رہے تھے اور اس کی طرف بھاگ رہے تھے۔ پر اس معصوم کو کیا یہ تھا کہ ابھی چند لمحوں میں کیا ہونے والا ہے کہ وہ سب کو چھوڑ جائے گا۔ اور بھی لوٹ کر نہیں آئے مگر توحید اپنی ہی دھن میں بغیر کچھ سوچے سمجھے اپنی ہی دھن میں فٹ بال کو پکڑنے جا رہا تھا۔ جب خالد، رزاق اور نعمان سے آوازیں دیتے تو وہ ان کی طرف مسکرا کر دیکھا اور پھر بھاگ پڑا۔ توحید کو بھاگتا دیکھ کر خالد، رزاق اور نعمان نے اور تیز بھاگنا شروع کر دیا مگر کہتے ہیں نہ کہ قسمت میں جو کچھ لکھا وہ ہو کر رہتا ہے چاہے جو کچھ بھی ہو جائے۔ نعمان کو پتہ نہیں تھا کہ آج وہ ہو جائے گا جو یہ نہیں چاہتے تھے۔ خالد، رزاق اور نعمان کا تیز بھاگنا بے کار چلا گیا۔ کیوں کہ توحید سڑک پر موجود تھا اور فٹ بال اٹھا رہا تھا کہ اچانک سامنے سے آتی ہوئی تیز رفتاری سے ڈرائیور نے توحید کو دیکھ لیا تھا اس لئے اس نے پیچھے سے ہی فلی بریک لگائی۔ مگر سب بے سود بے کار کوشش تھی۔ بریک لگتے لگتے بھی بس نے توحید کو اتنی زور سے ٹکرایا کہ توحید بہت اونچا اچھلتا ہوا دور جا گیا۔ اور بس بھی رفتار زیادہ ہونے کی وجہ اور ایک دم بریک لگانے کی وجہ سے ڈرائیور سے کنٹرول نہ ہو سکی اور ایک درخت میں جا گئی اور بس کو آگ لگ گئی اور ادھر توحید کی صرف ایک چیخ سنائی دی اور پھر فضاء میں خاموشی چھا گئی خالد، رزاق اور نعمان کے تیز تیز بڑھتے ہوئے قدم وہیں رک گئے اور اچانک نعمان کی آنکھوں کے آگے اندر اچھلتا ہوا اور وہیں پر لڑکھڑا کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا خالد اور رزاق نے نعمان کو سنبھال لیا۔

جب نعمان کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو گھر میں پایا۔ اور وہ سوچنے لگا کہ ہم تو چٹک مٹانے گئے تھے میں یہاں گھر کیسے اور وہ دوبارہ پچھلے واقعات سوچنے لگا اور اسے یاد آ گیا کہ کس طرح توحید بس سے نکلا تھا اور توحید کی آخری چیخ فضاء میں گونجی اور پھر خاموشی چھا گئی جب نعمان نے کمرے میں دیکھا تو وہاں پر کوئی نہیں تھا اور پیچھے سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ رونے کی آوازیں سننا تھا کہ نعمان توحید کو توبیخ پختا ہوا اپنے بھاگنے والے خالد، رزاق، نیلم اور بستی کے لوگ بھی موجود تھے۔ نیلم اور نیلم کا توروں کر رہا حال ہو گیا تھا اور نعمان بھی پختا ہوا توحید کے مرہ جسم سے چٹ کر رو پڑا۔ اور کہنے لگا کہ توحید تو اپنے امی اور ابو کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا، امی تو میں نے تجھے جی بھر دیکھا بھی نہ تھا اور تو اتنی جلد ہم سے کھ موڑ چلا۔ تجھے اپنے باپ کا خیال بھی نہ آیا نہیں توحید نہیں میں تمہیں اس طرح جانے نہیں دوں گا بولو بیٹا ڈیڈی آنکھیں کھول کر تو دیکھو بیٹا میں تمہارا ڈیڈی ہوں بیٹا صرف ایک بار ڈیڈی کہہ کر پکار لے نہیں تو میں بھی تیرے بنا نہیں جی سکوں گا تو کیوں ہم سے اتنی دور چلا گیا۔ نعمان باپ اندر داخل ہوتے ہوئے بولا میں نے کہا تھا کہ نہ تم اپنا زنا سفر کرنا کوئی مگر تم نے مانے اور اپنی ہی مرضی کی اب دیکھ لیا نہ اپنی ضد کا انجام ایک معصوم بچے کی موت جس نے ابھی دنیا میں دیکھا ہی کیا تھا ابھی تو اس کے کھیلنے کودنے کے دن تھے اور اس سے ہی نعمان تو نے اپنے بچے کو ابدی نیند سلا دیا کاش میں تمہارے بیوی بچوں کو یہاں نہ بھیجتا اور نہ یہ کچھ ہوتا۔ نعمان تم اپنے معصوم بچے کے قاتل ہو قاتل نہیں انکل نعمان بے قصور ہے خالد آگے بڑھتا ہوا بولا کہ نعمان بے قصور ہے ہم فٹ بال کھیل رہے تھے کہ فٹ بال سڑک پر جا کر ای اور توفیق فٹ بال اٹھالے گیا اور یہ حادثہ پیش آ گیا۔ حالانکہ ہم نے توحید کو بچانے کی بہت کوشش کی تھی مگر افسوس خدا کو جو منظور تھا وہ پورا ہوا چاہے ایک سیڈنٹ سے ہو یا بندوق تیری سے مگر خدا کو جو منظور ہوتا ہے وہ پورا ضروری ہوتا ہے۔ اس کو نہ نعمان ٹال سکتا ہے نہ میں اور نہ آپ پھر خالد نعمان کو دیکھتے ہوئے بولا دیکھو نعمان تم مرد ہو اور مردی ہوا اگر تم ہی بہت ہار گئے تو بھابھی اور تمہاری امی کو کون تسلی دے گا۔ ہماری یہ جان خدا کی امانت ہے جب خدا نے ہمیں یہ جان دی تھی تو روٹے ہوئے نہیں دی تھی اور ہمیں چاہئے کہ ہم خدا کی امانت خدا کو نبی خوشی دیں۔ تاکہ

خدا بھی ہم سے راضی ہو جائے۔ خدا نے ہمارے اندر جان ڈالی ہے تو نکال بھی سکتا ہے ہم رو رو کر گار کی امانت ہیں وہ جب چاہے ہماری جان لے سکتا ہے مگر نعمان کیا کرنا وہ اپنے بیٹے توحید سے بہت پیار کرتا تھا اور توحید اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا تھا خالد اور رزاق نے جب دیکھا کہ نعمان توحید کے مرہ جسم کو نہیں چھوڑ رہا تو دونوں نے مل کر بیوی کوشش سے نعمان کو توحید سے علیحدہ کیا اور توحید کو غسل دیا اور غسل دینے کے بعد توحید کو دفنانے چلے گئے۔ نعمان بھی روٹا ہوا جا رہا ہے جب توحید کے مرہ جسم کو اٹھانے لگے تو نیم اور نیلم توحید کے مرہ جسم کو چٹ گئیں اور رو رہی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں کہ ہم اپنے توحید کو نہیں جانے دیں گے توحید کی بہن نیلم کا بھی رورو کر رہا حال ہو گیا تھا اور پھر بھی چپ ہونے کا نام نہ لے رہی تھی اور توحید بھائی توحید بھائی پکار رہی تھی اس معصوم بچے کا مرہ جسم دیکھ کر اور اس کی بہن کا اپنے بھائی کے ساتھ پیار دیکھ کر بستی کے ہر فرد کی آنکھوں میں آنسو تھے نیم اور نعمان کی امی اور نیلم کا توروں کر رہا تھا اور وہ توحید کے مرہ جسم کو پکڑے ہوئے تھے اور جانے نہ دے رہی تھیں ظاہر ہے کہ ان کا کلو تباہیو تھا ان کے جگ کا نکلا تھا توحید کی بہن نیلم نے بھی توحید بھائی توحید بھائی کی رٹ لگا رکھی تھی اور اپنے بھائی کے مرہ جسم کے ساتھ پلٹ کر بے تحاشا رونے جاری تھی۔ انسان جب زندہ ہوتا ہے تو اس کی کوئی قدر نہیں کرتا اور جب انسان مرتا ہے تو اپنے دشمن بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اب سب ہی توحید کی یاد میں آنسو بہا رہے تھے توحید کے جنازے میں نعمان کے والد کی نعمان کی اچھی خاصی لڑائی ہوئی اور میت دفنانے اور توحید کا بچا کر کے بعد نعمان کے والد اور والدہ نے کہا کہ نعمان تمہاری یہ پوسٹ والی جگہ بہت ہی منحوس جگہ ہے اس سے پہلے کہ میری ہوا اور پوتی پر بھی اس منحوس جگہ کا سایہ ہو جائے اور ہم اپنی ہوا اور پوتی سے بھی توحید کی طرح ہاتھ دھو بیٹھیں اس لئے میں اپنی ہوا اور پوتی کو لے کر شہر واپس جا رہا ہوں اور کبھی ہوا اور پوتی تمہارے پاس واپس نہ آئیں گی اگر تم اس کو ملنا چاہو۔ آجانا ہم تمہیں نہیں روکیں گے یہ کہہ کر نعمان کے باپ نے نیم سے کہا کیوں ہو تم ہمارے ساتھ جانا چاہتی ہو یا رہنا چاہتی ہو اپنے سر کی بات سن کر نیم نے پہلے نعمان کی طرف دیکھا اور پھر اپنی بیٹی نیلم کی روٹی ہوئی صورت کو دیکھا اور پھر اپنے سر کی طرف دیکھ کر

کٹھن ڈیڈی آپ ہمیں بہت یاد آتے ہیں آپ وہاں یوں نہیں آجائے یا پھر آپ ہمیں اپنے پاس بلا لیں نہیں بیٹا کٹھن آپ اپنی امی کے ساتھ پرسوں آجائے جب تک مکان بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ نہیں ڈیڈی میں آج ہی آؤں گی دیکھو کٹھن بیٹا ضد نہیں کرتے میں نے کہا کہ آپ سب اپنی امی کو ساتھ پرسوں آنا پر ڈیڈی میں نے کہا کہ کٹھن اب تم اپنی امی کو فون دو تھوڑی سی خاموشی کے بعد نعمان کی بیوی کی آواز آئی یہو نعمان میں خالدہ بول رہی ہوں آپ کیسے ہیں۔ طبیعت تو ٹھیک ہے کھانا تو کھاتے ہیں نہ کمزور تو نہیں ہو گئے دوای تو صبح ناظم پر لے لیتے ہوں نہ اور صبح ورزش کرتے ہو خالدہ کی بات درمیان سے ہی کاٹتے ہوئے نعمان بولا۔ بس بس خالدہ تم کو کوئی تو میں بولوں گا اور ایک سوال کا جواب دوں گا مگر تم نے تو ایک ہی سانس میں کتنے ہی سوال کر دیئے ویسے تمہارے لئے اطلاع ہے کہ میں ہر چیز اپنے ناظم پر ہی کر لیتا ہوں کھانا دوای اور ورزش سب کچھ اب تو ٹھیک ہے نہ ہاں اب ٹھیک ہے۔ اچھا خالدہ اب تم ایسا کرنا کہ پرسوں تم کٹھن اور توفیق دیا پور آجائے جب تک میں مکان ٹھیک کر لوں گا۔ ابو اور اماں تمہارے بعد آجائیں گے ٹھیک ہے نہ اچھا ٹھیک ہے نعمان نے کہا اچھا اب میں ٹیلی فون بند کرتا ہوں۔ توفیق بھی تمہیں بہت یاد کرنا تھا اور وہ بھی تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔ خالدہ نے کہا خالدہ کی بات سن کر نعمان رک گیا میں آپ کو ایک بات بتانا چلوں کہ توفیق دو سال کا بچہ تھا جو کہ لڑکھڑاتے ہوئے چلا تھا پھر تھوڑی دیر بعد توفیق اپنی توتلی زبان میں بولا Love You ایدہ کی توفیق کی آواز سن کر نعمان بولا Love You To! ایسا توفیق ڈیڈی آپ کب آ رہے ہیں ہم آپ کو بہت یاد کرتے ہیں دادا جان اور دادی جان بھی پھر توفیق کی آواز رک گئی اور چند لمحوں بعد نعمان کے والد کی آواز سنائی دی۔ بیٹا تم صبح سلامت دیا پور پہنچ گئے تھے نہ جی ابو اور اب تمہاری طبیعت کیسی ہے ٹھیک ہوں ابو جی۔ ابو جی آپ بھی دہی سوال کر رہے ہیں جو خالدہ نے پوچھے تھے ان کا جواب میں خالدہ کو دے چکا ہوں اس لئے آپ خالدہ سے پوچھ لیجئے گا اور رہی بات ہماری تو بیٹا ہم رشتے میں تو تمہارے باپ لگتے ہیں۔ اور تم ہمارے بیٹے اس لئے تم چاہے جتنے بھی بڑے کیوں نہ ہو جاؤ تم ہمارے لئے بیٹے ہی رہو گے اور تمہاری امی بھی پوچھ رہی تھیں ویسے ابو آپ لوگوں نے مجھے ٹیلیفون کیوں کیا اس لئے کہ ہم تمہاری خبر

خیریت معلوم کر سکیں اور بچوں نے تم سے بات کرنی بھی اور ہم نے بھی تم سے بات کرنی تھی اچھا ابو پرسوں آپ خالدہ کٹھن اور توفیق کو دیا پور بجوا دیتا میں ان کا انتظار کروں گا اچھا خالدہ حافظ یہ کہہ کر نعمان نے ٹیلی فون رکھ دیا کہ اچانک باورچی خانے سے پھر کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی اور نعمان باورچی خانے کی طرف بڑھنے لگا اور وہ باورچی خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ نعمان پیسے ہی اندر داخل ہوا اچانک سامنے سے کسی نے چٹانک ماری اور نعمان کا چہرہ زخمی کرتی ہوئی دروازے کی سانچہ میں کھڑی ہو گئی۔ اور نعمان اندر سے منہ جا کر اجنب وہ سنبھلا اور اٹھا تو دیکھا کہ دوہواڑے کے پاس بیٹی کھڑی ہے اور اس نے منہ پھاڑا ہوا ہے اور اس کے جسم کے سارے پال کھڑے ہوئے ہیں۔ اور آنکھیں پیلی ہو چکی ہیں۔ جیسے آنکھوں میں آگ برس رہی ہو بلی کو زندہ دیکھ کر نعمان خوش بھی ہوا اور خوفزدہ بھی بہت ہوا تھوڑی دیر تک بلی نعمان کو خوفناک نظروں سے دیکھتی رہی اور پھر چند لمحوں بعد وہ نارمل حالت میں آگئی اور میاؤں میاؤں کرتی ہوئی خوفزدہ کھڑے ہوئے نعمان کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی۔ چند لمحوں تک تو نعمان خوفزدہ رہا مگر چند لمحوں کے بعد جب نعمان نے دیکھا کہ بلی اب ٹھیک ہو گئی ہے۔ تو اسے بہت ہی خوشی ہوئی اور اس نے بلی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا اور اسے ذرا ٹینک روم میں لے آیا۔ اور بلی کو وہاں چھوڑ کر باورچی خانے سے دودھ لایا اور پالے میں رکھ کر بلی کے آگے رکھ دیا بلی آرام سے دودھ پینے لگی اور نعمان اسے بیٹھا دیکھتا رہا چند لمحوں بعد بلی کو اچانک پھر گویا کہ وہ اچانک چٹکاڑی مارتی ہوئی اچلی اور نعمان کا چہرہ چڑخی کرتی ہوئی باہر نکل گئی چند لمحوں تک تو نعمان وہاں ہی بیٹھا رہا اور پھر اپنے زخمی چہرے کو لے کر رزاق کے گھر چلا گیا جب وہ رزاق کے گھر داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں برائے کو جو ان لڑکا اداس چہرہ لئے بیٹھا تھا۔ اور رزاق اسے کوئی بات سمجھا رہا تھا۔ اور وہ لڑکا پتا چہرہ ہاتھوں میں لئے ماضی کی یادیں کھویا ہوا تھا۔ اور وہ رزاق کی باتوں کو غور سے نہیں سن رہا تھا۔ نعمان نے اندر داخل ہوتے ہی کہا رزاق صاحب کیا فائدہ یہ آپ کی باتیں ہی نہیں سن رہا اور رزاق چونک کر بولا۔ نعمان تم کب آئے ابھی تھوڑی دیر ہوئی ہے ارے یہ کیا رزاق نعمان کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔ نعمان تمہارے چہرے پر کیسے زخم کے نشان ہیں اور تازہ تازہ خون بھی نکل رہا ہے۔ جو نہ کسے

لگی۔ دراصل رزاق وہ بلی زندہ ہو گئی ہے۔ اور یہ زخم اسی نے کئے ہیں نعمان تھوڑی دیر کھڑا رہنے کے بعد اس لڑکے کے پاس بیٹھ گیا کیونکہ بات نہیں نعمان ابھی تازہ زندہ ہوئی ہے تم کو بچپانی میں ہوئی آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گی آؤ میں تمہارے زخموں پر مرہم لگا دوں تاکہ زخم زیادہ نہ بڑھ جائیں۔ اور پھر رزاق نعمان کے زخموں پر مرہم لگاتے لگا مرہم لگاتے ہوئے رزاق بولا اور میں اس لڑکے کا تعارف کر دیتا ہوں بھول گیا ان کا نام خالدہ ہے اور یہ ہمارے قریبی شہر کے ہیں اور یہ میرا سگ بھانجا ہے۔ اور یہ مجھے ملے آیا ہے اور خالدہ نعمان ہے میرا بیڑوسی نعمان نے خالدہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا خالدہ کیسے ہو۔ ہاں ٹھیک ہوں نعمان نے اپنے چہرے پر مرہم لگواتے ہوئے کہا کیا بات ہے رزاق خالدہ اتنا چپ چپ کیوں ہے کیا اسے کوئی دکھ ہے یا کوئی غم ہے۔ کیا وجہ ہے نعمان کی بات سن کر رزاق بولا ابھی نعمان خالدہ تو بہت ہی اچھا لڑکا ہے اور ہر ایک کی بات کا دل سے جواب دیتا ہے آج کل یہ بیچارہ کسی لڑکی کا ستایا ہوا ہے کیا مطلب ہے رزاق چاچا دراصل نعمان خالدہ ایک لڑکی کے پیار میں پاگل ہو گیا ہے اور وہ لڑکی بھی اس سے نہیں نہیں کے پائیں کرتی تھی اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتی تھی۔ ایک دن خالدہ نے اسے اپنی ڈائری دی کہ وہ اس پر چند شعر لکھ دے اور اس نے خالدہ سے ڈائری لے لی۔ اور ایک ہفتے بعد خالدہ کو ڈائری دے دی اور اس نے کہا کہ اس نے کچھ شعر لکھ دیئے ہیں اور وہ دیکھو جن میں مزید شعر لکھ دے گی بس اس لڑکی نے شعر کیا لکھ دیئے۔ خالدہ تو اپنے آپ کو آسمانوں پر کھو متا دیکھنے لگا برائے بیچارے کو پتہ نہیں تھا کہ حسن ایک دھوکا ہے اور خالدہ اپنے ایک دوست کو اس لڑکی کے بارے میں سب کچھ بتاتا تھا ایک دن خالدہ کے دوست نے اس سے کہا کہ یار خالدہ تو اس سے اختیار کرتا ہے آج تو اسے خط دے ہی ڈال کافی مشکل کے بعد خالدہ مانا اور پھر اس نے ایک کورے کاغذ پر اپنے دل کا حال لکھ ہی دیا۔

مہا آپ مجھے اس خط کا جواب جلدی دینا میرا بی بی کی خالدہ نے یہ خط اس کے بھائی رحمان کو دیا اور کہا کہ وہ یہ خط اپنی بانی کو دے دے اور اس سے کہا کہ اس خط کا جواب جلدی لانا میں دوکان پر ہی بیٹھا ہوں تھوڑی دیر گزری تھی کہ رحمان بھانجا ہوا آیا اور خط کے ٹکڑے بیچارے خالدہ کے منہ پر دے رہا ہے اور کہا کہ خالدہ بانی کہہ رہی ہیں کہ یہ ہے میرا

جواب رحمان تو یہ کہہ کر چلا گیا مگر خالدہ نے وہ ٹکڑے اکٹھے کئے اور گھر آ کر ڈائری میں رکھ دیئے دوسرے دن ہی صبا کی چھوٹی بہن عذرا نے خالدہ کو بلایا اور کہا کہ خالدہ 5 روپے کے سمو سے لا دو اور خالدہ سمو سے لینے چلا گیا وہاں آ کر دروازہ کھڑکایا تو صبا نے دروازہ کھولا اور خالدہ سے سمو لے کر بولی کہ خالدہ تم نے یہ خط میں کیا لکھا تھا صبا کی بات سن کر خالدہ بولا دیکھو صبا میرے دل میں جو کچھ بھی تھا میں نے چند الفاظ میں لکھ دیا اور پھر صبا نے کوئی بات نہیں کی اور چلی گئی اس طرح ایک سال کا عرصہ بیت گیا اور یہ بیچارہ ہرل ہر گھڑی صبا کو یاد کرتا رہا ایک دفعہ اس نے ان کے گھر ٹیلی فون کیا تو ٹیلی فون صبا کی چھوٹی بہن عذرا نے اٹھایا اور جب اس نے کہا کہ مجھے صبا سے بات کرنی ہے۔ تو عذرا نے خالدہ کو خوب کھری کھری سنائیں اور آئندہ ٹیلی فون مت کرنا ورنہ میں گھر والوں کو بتا دوں گی۔ مگر یہ بیچارہ ٹھوٹا ہوا دل کے کمرے سے پاس آیا ہے۔ اور میں اسے سمجھا رہا تھا کہ تم آگے ہوا اچھا تو رزاق صاحب خالدہ اس لئے خاموش اور چپ چپ ہے۔ دیکھو خالدہ آج سے تمہاری اور ہماری دوستی ختم ہو گئی اور آج کے بعد تم چپ نہیں رہو گے ہمارے ساتھ ہنسو گے کھیلو گے اور مزا کرو گے۔ نعمان نے آگے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا وعدہ کرو خالدہ اور تھوڑی دیر سوچنے کے بعد خالدہ نے نعمان سے ہاتھ ملا لیا اور مسکرانے لگا۔ خالدہ اب ہم دونوں دوست ہیں میں تمہیں ایک مشورہ دوں گا وہ یہ کہ لڑکی جو ہے نہ ایک حسین دھوکا ہے اور اس کی فطرت میں ہے ڈنڈا اور ڈساکر ہے نہ دیکھ لو تم صبا اور عذرا کو کس طرح ان دونوں نے تمہیں دھوکا دیا خبر چھوڑو نعمان ان باتوں کو اب میں ان کو بلانے کی کوشش کروں گا اور وہ بھی تمہاری دوستی کی خاطر اچھا تو نعمان یہ تمہارے چہرے پر زخم کیسے یار بلی نے بچے مار کر زخمی کر دیا اور رزاق صاحب میں آپ کو ایک بات بتانا ہی بھول گیا کہ کل میرے پیو بیٹے آ رہے ہیں۔ اچھا نعمان یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ چلو کہو تو بھرا بھرا ہے کہ نہیں تو خالی گھر اچھا ہی نہیں لگتا خیر دوسرے دن نعمان صبح سویرے ہی اٹھ گیا اور منہ ہاتھ دھو کر اڑے پر چلا گیا اور گاڑی کا انتظار کرنے لگا تقریباً آدھا گھنٹہ انتظار کے بعد گاڑی دور سے نظر آتا شروع ہو گئی اور تھوڑی دیر بعد گاڑی نعمان کے پاس سے ہوئی ہوئی مطلوبہ جگہ پر جا کر کھڑی ہو گئی نعمان اپنی بیوی اور بچوں کے دیدار کے لئے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کھڑا ہو کیا نور محمد گاؤں کا بستی ہی اچھا اور نیک آدمی تھا۔ اور وہ اکیلا ہی رہتا تھا اس کی بیوی کی گھنری مریض تھی اور اس کی ذمت ہوئے کو ایک سال گزر چکا تھا۔ اس لئے وہ گھر میں اکیلا ہی سوتا تھا اور سایہ نور محمد کے مکان کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں سے عجیب قسم کی روشنی نکلی اور دروازے پر جا کر گئی۔ اور دروازہ اپنے آپ بغیر کسی آواز کے کھل گیا۔ اور پہلے وہ سیاہ تھوڑی دیر کھڑا ہوا پھر آہستہ آہستہ اندر داخل ہو گیا اس سائے کے اندر داخل ہونے کے پانچ منٹ بعد ہی نور محمد کی دہشت زدہ چیخ فضا میں گونجی اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی اور پورے ماحول پر ایسا سناٹا ماری ہو گیا جیسے کوئی چیخ گونجی نہ تھی۔ چیخ کی آواز مٹی تو دور دور تک تھی مگر نہ جانے بستی والے باہر کیوں نہ نکلے آدھے گھنٹے بعد وہ سایہ باہر نکلا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اسی گلی کے اندر میرے میں غائب ہو گیا جس طرح وہ اندر میرے سے آیا تھا ویسے ہی اندر میرے میں چلا گیا وہ سرے دن دیکھو دھ والے نے اپنی سائیکل نور محمد کے گھر کے سامنے روکی اور نور محمد کا دروازہ کھڑکاتے ہوئے بولا نور محمد جلدی آگے دو دھ لے جا جب کافی دیر ہو گئی اور نور محمد باہر نہ نکلا تو پھر دینو نے پھر دروازہ کھڑکایا مگر پھر بھی نور محمد باہر نہ نکلا تو دینو کو شک ہوا اور اس نے کندھے مار کر دروازہ توڑ دیا اور خود اندر داخل ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ خون خون کتا باہر نکلا اور اپنی سائیکل وہیں چھوڑ کر بستی کی طرف بھاگ گیا۔

اٹھو نعمان اٹھو جلدی کرو خالد نے نعمان کو اٹھاتے ہوئے کہا اور نعمان نے اٹھ کر گھڑی پر نگاہ ڈالی تو سات بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ گھڑی کو دیکھتے ہوئے نعمان نے کہا کیا بات ہے خالد تم اتنی جلدی مجھے اٹھانے آگئے ہو۔ یار نعمان جلدی اٹھو اور منہ ہاتھ دھو کر میرے ساتھ بستی کے آخری سرے پر چلو۔ کیوں کیا ہوا خالد خیر تو ہے یار نعمان خیر ہی تو نہیں ہے بستی کے آخری سرے پر کسی کا قتل ہو گیا ہے کسی کا خالد یار وہ نور محمد کا کسی نے بڑی بے دردی سے خون کر دیا ہے کیا کہا خالد نور محمد کا قتل ہو گیا ہے وہ تو بستی ہی اچھا انسان تھا اس کی کسی سے دشمنی ہو سکتی ہے یہ کتا ہوا نعمان اٹھا اس نے منہ ہاتھ دھو یا اور خالد کے ساتھ بستی کے آخری سرے کی طرف چل پڑا۔ یار خالد آج تک ہماری بستی میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا تھا نور محمد کو کون قتل کر گیا۔ وہ تو بستی ہی اچھا انسان تھا۔ ۳۱ کی کسی کے ساتھ کیا دشمنی ہو سکتی

ہے۔ خیر وہ دونوں اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے نور محمد کے مکان کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں پر پہلے ہی کافی لوگوں کا جھوم تھا خالد اور نعمان لوگوں کے جھوم کو سائیز پر کرتے ہوئے اندر داخل ہو گئے جہاں پر نور محمد کی ڈیڈ باڈی رچی ہوئی تھی۔ اور اس کے آس پاس کافی خون بکھرا ہوا تھا۔ اور اس کے جسم کی ہمت ہی بری حالت تھی اس کی گردن اور سینہ دونوں درمیان سے چیرے ہوئے تھے اور نور محمد کا دل غائب تھا۔ اور چہرہ بھی کافی جگہ سے کھایا ہوا تھا نور محمد کے ہاتھ بھی چبائے ہوئے تھے غرض یہ کہ نور محمد کے سارے جسم کی ہمت بری حالت تھی تھوڑی دیر بعد پولیس آگئی پولیس نے تفتیش کی اور باڈی کو قتل کرنے والے مار گئے اور آہستہ آہستہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے خالد اور نعمان بھی واپس چلے گئے وہ وہاں سے سیدھے رزاق پچا کے گھر چلے گئے رزاق پچا ناشی کی ٹیبل پر کھانا رکھ کر ان کا پی خنجر تھا ان کو دیکھتے ہی رزاق بولا دیکھ آئے نور محمد کی لاش دیکھا کہ قتل کرنے والے نے کس بے دردی سے قتل کیا ہے۔ دیکھے نعمان یہ ہماری بستی میں پہلا واقعہ ہے حالانکہ آج تک ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اور ویسے بھی نور محمد تو ہمت ہی نیک انسان تھا۔ اس کی کسی سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ اگر مثال کے طور پر ڈاکو بھی آئے تھے تو وہ اتنی بے دردی سے قتل نہیں کر سکتے جتنی بے دردی سے نور محمد قتل ہوا ہے ویسے تو میرے خیال میں نعمان یہ کام تو کوئی انسان کر ہی نہیں سکتا کیونکہ کوئی انسان کسی انسان کو اتنی بے دردی سے قتل نہیں کر سکتا۔

رزاق پچا کی بات سن کر نعمان بولا وہ تو میں بھی اور سب بھی یہ جانتے ہیں کہ نور محمد نیک انسان تھا۔ مگر یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ کون نور محمد کو قتل کر سکتا ہے۔ وہ سب ناشتہ کرتے رہے اور ان کا موضوع نور محمد ہی رہا ناشتے سے فارغ ہو کر نعمان نے رزاق پچا اور خالد سے اجازت لی اور اپنے گھر آ گیا گھر میں داخل ہوتے ہی نعمان کو ایسے محسوس ہوا جیسے یہاں پر اس کے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے یہ محسوس کر کے ہی نعمان نے جلدی سے اپنے دروازے میں داخل ہوا اور وہاں کی طرف چل پڑا۔ وہاں پر بھی سارے کمرے دیکھ کر اوپر کی دیکھ لیا مگر کوئی نہ ملا۔ اور وہ سوچنے لگا کہ آخر مجھے کسی کی موجودگی کا احساس کیوں ہوا۔ ابھی وہ سوچ رہا تھا کہ اسے

شور میں کسی کے چلنے کی آواز آئی اور نعمان دوڑتا ہوا آگیا اور شور کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا نعمان نے دیکھا کہ توحید کے مرہ جسم کے پاس وہی کافی مٹی بٹھی ہوئی ہے اور اس کے بچوں پر خون لگا ہوا ہے اور وہ اپنے بچے میں دبلی ہوئی گوشت کی ایک بوٹی کھانے میں مصروف تھی یہ دیکھ کر نعمان مٹی پر چبنا کہ کسی کی توحید کے مرہ جسم کو تو نہیں کھا رہی ہے مگر مٹی کو تو کھا رہی ہے وہاں سے ہی چمٹا لگا ماری اور نعمان کے چہرے پر بچہ مار کر آگے نکل گئی۔ اور نعمان اپنا چہرہ سنسانے ہوئے توحید کی طرف بڑھا اور چادر ہٹا کر توحید کو دیکھا تو وہ بالکل صحیح سلامت تھا۔ یہ دیکھ کر نعمان سوچ میں پڑ گیا کہ پھر وہ مٹی کس کی بوٹی کھا رہی تھی۔ کیس یہ بوٹی نور محمد کی تو نہیں پھر رزاق پچا کی بات نعمان کو یاد آئے مٹی کے یہ کام کسی انسان کا نہیں اس وقت نعمان نے توحید کا مرہ جسم ڈھانپ دیا اور بائل کو لود کر تا ہوا اسٹور سے باہر آگیا اور اسے سامنے گھڈانے کے پاس ہی بیٹھی مٹی کی نظر آگئی جو گوشت کھانے میں مصروف تھی یہ دیکھ کر نعمان نے بائل کا رخ مٹی کی طرف کیا اور فائزر کر ڈاکو کی مٹی کے پاؤں پر لگی اور وہاں سے خون پینے لگا خون نکلتا دیکھ کر مٹی گوشت کے کٹوے چھوڑ کر اپنا خون چانٹنے لگی یہ دیکھ کر نعمان نے پھر فائزر کیا اور اب کے بارو کی گھڈانے میں مٹی اور مٹی بھاگ گئی پھر نعمان نے پورا گھر چھان مارا مگر مٹی کیس نہ ملی۔ اور گولی کی آواز سن کر خالد دوڑتا ہوا نعمان کے پاس آگیا کیا بات ہے نعمان تم نے یہ گولی کس پر چلائی تھی۔ خالد نے نعمان کے ہاتھ میں بائل دیکھ کر پوچھا یار خالد وہ مٹی کیا ہو مٹی کو مٹی کو کچھ نہیں ہوا بلکہ مٹی نے ہی نور محمد کو قتل کیا ہے کیا کہا نعمان تم نے خالد نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا اور نعمان نے توحید والی بات چھوڑ کر مٹی کا سارا قصہ سنایا اور پھر دونوں نے مل کر مٹی کو ہمت تلاش کیا مگر مٹی نے نہ ملنا تھا اور نہ ہی مٹی کافی دیر ڈھونڈنے کے بعد خالد تو چلا گیا اور نعمان وہاں ہی رہ گیا۔ اور اس طرح رات ہو گئی اور نعمان مری نیند سو گیا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اور ماحول پر ایک عجیب سا نا چھایا ہوا تھا۔ اور پوری بستی میں حشرات الارض کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ان کی آوازوں سے ایسا لگ رہا تھا۔ کہ وہ بھی خدا کے حضور دعا کر رہے ہیں کہ بارش ہو جائے اور پھر ان کی دعا قبول ہو گئی کیونکہ تھوڑی دیر بعد ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی بارش شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہی گلی کے اندر میرے میں

سے سایہ نکلا اور چلتا ہوا گلیوں کے اندر میرے میں گم ہو گیا۔ نوید جو کہ دیپالپور کا بستی پرانا چوکیدار تھا وہ دفعہ دفعہ سے کہتی بجاتا ہوا جا رہا تھا۔ اسے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی سامنے والی گلی میں کھس گیا ہو۔ یہ دیکھ کر نوید بھاگ کر سامنے والی گلی میں کھس گیا مگر وہاں پر کوئی بھی موجود نہ تھا اس نے ساری گلی دیکھ لی مگر اسے وہاں پر کوئی نہ ملا اور نوید اسے اپنا وہم سمجھ کر آگے چل پڑا۔ وہاں سے گلی نمبر کی طرف مڑا تو اسے گلی کے آخری سرے سے کوئی جاتا ہوا نظر آیا۔ یہ دیکھ کر نوید کو یقین ہو گیا کہ کوئی ہے جو واقعی کیا ہے اور یہ اس کا وہم نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے اور نوید لائین لے کر گلی کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ گلی کے سامنے میدان تھا اور میدان میں آوارہ کتوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ نوید نے لائین کی روشنی میں پورا میدان دیکھ لیا۔ مگر کتوں کے علاوہ میدان میں کوئی نہیں تھا۔ نوید ابھی سوچ رہا تھا کہ وہ سایہ کہاں گیا کہ اسے محسوس ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی موجود ہے اور یہ سوچ کر نوید پلٹا تو سامنے وہ ہی سایہ تھا۔ یہ دیکھ کر اس کے منہ سے ابھی یہی نکلا تھا کہ بجلی کی سی ایک لہر آئی اور اس کی گردن کٹ کر دور جا گئی۔ اور اس کے جسم سے خون نکل پڑا اور نوید کا جسم نیچے گر پڑا اور وہ سایہ اس کے خون میں اپنا چہرہ رکھ کر بیٹھ گیا اور پھر وہ خون پینے لگا۔ دوسرا دن پھر کسی قیامت سے کم نہ تھا۔ نوید چوکیدار کی خبر بھی پوری بستی میں اس طرح پھیل گئی جیسے جنگل میں آگ پھیلتی ہے۔ اور پوری بستی کے لوگ نوید کی بغیر گردن کے لاش کو دیکھ رہے تھے۔ اور پاس ہی نوید کی گردن بھی ڈھکی تھی اور نوید کی آنکھیں خوف اور حیرت سے چمکی ہوئی تھیں نوید کی حالت نور محمد سے زیادہ خراب تھی ہر کسی کی زبان پر طرح طرح کی باتیں تھیں کوئی کہتا یہ کسی دردندے کا کام ہے کوئی کہتا یہ چیزوں کا کام ہے اور کوئی کہتا یہ جن بھوت اور آسیب کا کام ہے غرض یہ جتنے منہ اتنی باتیں وہاں پر نعمان رزاق اور خالد تینوں موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ رزاق کے گھر آگئے اور اس مسئلے پر بات کرنے لگے رزاق نے چائے کا پک اٹھا کر ایک چمکی لے کر کہا۔ نعمان تمہارا کیا خیال ہے رزاق پچا میں کیا کہہ سکتا ہوں جہاں تک مجھے یقین ہے یہ کام مٹی کا ہے کیونکہ میں نے مٹی کے بچے میں گوشت کا ٹکڑا دیکھا ہے اور وہ اسے کھانے میں مصروف تھی۔ اور میں نے اسے گولی ماری تھی جو کہ اس کے پیروں پر لگی تھی۔ اور وہاں سے خون بہہ نکلا تھا۔ اور وہ

خون بھی چائے لگی تھی جب میں نے دوسرا فائر کیا تو وہاں سے بھاگ گئی اور پھر نہ ملی۔ نعمان کی بات سن کر رزاق نے خالد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ خالد تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے تو خالد بولا کہ ہو سکتا ہے کہ نعمان چمکتا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی واقعی آسیب یا پھر بعضی بدروح کا کام ہو۔ نہیں خالد میں ان باتوں کو نہیں مانتا خالد کے چپ ہونے کے بعد نعمان بولا۔ نعمان کی بات سن کر رزاق بولا کہ اچھا چلو یہ مان لیا کہ یہ بات نہیں ہے تو پھر ملی یہ سب کچھ کیوں کرے گی حالانکہ عام علی سوائے پتھر مارنے کے کچھ نہیں کرتی۔ پھر یہاں تو پورے سالم انسان کا معاملہ ہے۔ تم یہ بات کس کھاتے میں ڈالو گے۔ رزاق چچا کی باتیں سن کر نعمان سوچتا ہوا بولا۔ ہاں چچا تم کتنے تو ٹھیک ہو اب یہ بتاؤ کیا کریں اچھا اب تو چلتے ہیں تین چار دن بعد اس مسئلے کے بارے میں کچھ نہ کچھ تو کریں گے نہیں تو اس طرح پوری بستی خالی ہو جائے گی رزاق چچانے اٹھتے ہوئے کہا اور چلا گیا۔ اس طرح پورا ہفتہ گزر گیا اور یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ قتل کی واردات کون کرتا ہے اور اس پورے ہفتے میں چار قتل اور ہو گئے تھے۔ اس لئے پوری بستی میں خوف پھیل چکا تھا۔ اور لوگ جو رات گئے۔ باہر رہتے تھے اب وہ لوگ شام کے سائے پھیلنے ہی اپنے گھر واپس دیک کر بیٹھ جاتے تھے۔ اور دیکھنا پوری بستی وہ بن ہوئی جاری تھی۔ گلیوں میں انسانوں کی بجائے کتوں نے ڈیرے ڈال لئے تھے۔ غرض یہ کہ ہر طرف خوف و حراس پھیل چکا تھا۔ اور مائیں اپنے بچوں کو اپنی آغوش میں دبائے بیٹھی رہتی جس طرح خیل کو دیکھ کر مرغی اپنے بچوں کو پردوں میں دھاتی ہے اس خوف ہراس کے سلسلے میں بستی والوں نے پختائیت رکھی اور اس میں نعمان خالد اور رزاق چچا پیش پیش تھے۔ رزاق چچا بستی کے بڑے تھے۔ اس لئے ہر پختائیت کا فیصلہ وہ ہی کرتے تھے سب پختائیت میں گم سم کھڑے تھے اور سوچ رہے تھے کہ قتل کو کس طرح پکڑا جائے اور اسے قتل کرنے سے کس طرح روکا جائے۔ بابا عامر نے کھڑے ہو کر کہا رزاق چچا اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ضرور نکالوں۔ ورنہ سب لوگ قتل ہو جائیں گے یا لوگ مجبور ہو کر بستی چھوڑ جائیں گے جب تک اتفاق نہ ہو گا ہم کس طرح مقابلہ کریں گے اور قاتل کو کس طرح پکڑیں گے اس طرح ہر کوئی اٹھتا اور اپنی رائے کا اظہار کرتا اور سب کی باتیں رزاق چچا خاموشی سے سنتے رہے۔

جب رزاق چچانے دیکھا سب اپنی اپنی رائے دے چکے ہیں اور پوری پختائیت میں خاموشی چھا چکی ہے۔ تو رزاق چچانے سکوت توڑتے ہوئے کہا میں نے سب کی باتیں سنی اور رائے دی اور سب ہی نے اچھی اچھی رائے دی ہے۔ میرا یہ فیصلہ ہے کہ ہر روز رات کو پہرہ بٹھایا جائے جب تک اس قاتل کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ اور آج کی پختائیت میں خالد، ابراہیم، علی، ندیم اور عثمان یہ سب بھادر لڑکے ہیں اور ان سب کا صدر خالد ہو گا اور سب خالد کا حکم مانیں گے اور آج رات سے ہی پہرہ ہو گا۔ اور اب سب اپنے اپنے کاموں میں لگ جائیں پھر سب اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔ پہلی رات تو کوئی واقعہ رونما نہ ہوا اور نہ دوسری رات تیسری رات سب ہی پرے پر تھے۔ مگر پھر سے کتنی کچھ ہلکی کر دی گئی تھی۔ اور سب اپنی اپنی مخصوص جگہوں پر موجود تھے۔ چاند کی روشنی نے پوری بستی کو منور کر رکھا تھا۔ چاند کی روشنی سے بستی کے گھیت بہت ہی بھلے لگ رہے تھے۔ اور ہر طرف خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ خالد اپنی ہی دھن میں بسا کے خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک اندھیرا چھا گیا اور خالد نے چونکتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا تو آسمان پر بادلوں چھائے ہوئے تھے اور چاند ان بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا تھا۔ چاند کے چھپ جانے کی وجہ سے پوری بستی میں تاریکی چھا چکی اور پہرے داروں نے لائٹیں جلائی تھیں خالد آسمان کی طرف دیکھتا ہوا سہاکی یادوں میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک خالد کے سامنے والی جھاڑی میں کھڑکڑاہٹ پیدا ہوئی اور خالد چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور جھاڑی کی طرف بڑھنے لگا اور چند لمحوں بعد ہی وہ جھاڑی کے قریب تھا خالد نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کھڑکی سے جھاڑی کو سناہنہ کر لیا تو اس میں سے آواز آئی کہ نکلا اور بھاگ گیا اور خالد ڈوگر پیچھے ہٹ گیا اور اپنی بیوقوفی پر کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ ابھی وہ اپنی بیوقوفی پر ہنس رہا تھا کہ اس کو گلی میں ایک چھوٹا سا سایہ دکھائی دیا اور خالد سب کچھ چھوڑ کر اس سائے کے پیچھے چل پڑا۔ اور وہاں آکر گلی میں گھس گیا تو خالد کو وہ سایہ ابراہیم کے گھر کے سامنے کھڑا ہو کر دکھائی دیا اور اس کے بعد لال روشنی اور وہ سایہ ابراہیم کے گھر داخل ہو گیا۔ خالد وہاں پر کھڑا ہی اسے دیکھ رہا۔ اور وہیں پر کھڑا ہو کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ 10 منٹ بعد خالد کو ابراہیم کی چیخ سنا دی۔ اور وہ دوڑتا ہوا سٹیج پر

ہوا ابراہیم کے گھر داخل ہو گیا اندر ایک بھیاک منظر اس کا ہنر تھا ابراہیم زمین پر گر اتر پڑا تھا اور اس کے گھر والے ایک کونے میں کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے اور وہ سایہ چھت میں جاتا ہوا دکھائی دیا تو وہی دیر بعد سب ساتھی ابراہیم کے گھر داخل ہو گئے اور ابراہیم کے مرنے جسم کو فوفوہہ نظر دلا سے دیکھنے لگے۔ خالد ان سب کو وہاں کھڑا کر کے خود چھت پر چلا گیا خالد نے چھت پر جا کر دیکھا تو چھت خالی تھی۔ اور وہ سایہ خالد کو نیچے ایک طرف جا کر دیکھائی دیا خالد نیچے آئی سرف بھاگا اور بھاگتا ہوا اس سائے کے پیچھے چلنے لگا کہ دیکھا جا۔ یہ سایہ جاتا تھا کہ وہ سایہ گلیوں میں سے ایسے جا رہا تھا جسے وہ ان گلیوں میں برسوں کھلتا رہا ہو۔ وہ سایہ مختلف گلیوں میں سے ہوتا ہوا ایک مکان میں داخل ہو گیا اور اس مکان کو دیکھ کر خالد کی آنکھیں مارے حیرت کے پھٹی کی پھٹی رو گئیں خالد اس مکان کو کافی دیر تک دیکھتا رہا اور سوچتا رہا اور کافی سوچ دیکھا کہ بعد خالد وہاں ابراہیم کے گھر آیا اور وہاں پر کام کرتے کرتے سب کو صبح ہو گئی۔ دوسرے دن سب بستی والے ابراہیم کے گھر اکٹھے ہوئے تھے اور ان میں رزاق چچا اور نعمان بھی تھا۔ رزاق نے ابراہیم کی والدہ سے پوچھا کیا ہوا قحارات کو تو وہ بولی کہ ہم سب سکون کی نیند سوئے ہوئے تھے۔ کیونکہ باہر پہرے داری ہو رہی تھی کہ اچانک ہمیں ابراہیم کی چیخ سنا دی۔ ابراہیم کی چیخ سن کر ہماری آنکھ کھلی گئی ہم نے دیکھا کہ ابراہیم زمین پر لٹا ہوا ہے اور ایک سایہ اس پر چڑھا ہوا ہے اور ابراہیم کی گردن سے خون چوس رہا ہے اور تھوڑی دیر بعد وہ سایہ اوپر چلا گیا اور پھر خالد یہاں آن پڑا اور اس کے بعد آپ سب جاتے ہیں۔ ابراہیم کے گھر والوں کی باتیں سن کر ہر کوئی طرح طرح کی باتیں کرنے لگا ہر کوئی بستی چھوڑنے کی بات کر رہا تھا۔ اور رزاق چچا ہر ایک کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور کوئی بھی رزاق چچا کی بات نہ مان رہا تھا۔ ان سب کی باتیں سن کر خالد نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا دیکھو بستی والوں ہم سب نے مل کر اس بستی کو بنایا ہے اور اتنی سی بات پر ہم بستی چھوڑ کر چلے جائیں۔ خالد کی بات سن کر انوار کھڑا ہوتے ہوئے بولا کہ پھر ہم سب کی جانوں کو کون امان دے گا۔ انوار کی بات سن کر خالد بولا کہ میں نے اس خونی سائے کا کھانا دیکھ لیا ہے۔ اور کل صبح تک ساری

سب جانتے ہیں۔ اور کوئی یہاں سے باہر نہیں جائے گا۔ جب سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تو نعمان بولا کون سا کھانا ہے اس کا دیکھو نعمان ابھی کچھ مت پوچھو میں کل ضرور بتاؤں گا۔ شاید میرا اندازہ غلط ہو یہ کہہ کر خالد چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد رزاق چچا گیا رزاق اور خالد آئے سائے بیٹھے ہوئے تھے اور خالد کچھ سوچ رہا تھا۔ خالد کو سوچنا دیکھ کر رزاق بولا۔ دیکھو خالد تم کیا اپنے چچا کو بھی نہیں بتاؤ گے۔ کہ کون سا کھانا ہے اس قاتل کا کیسی کوئی بات نہیں چچا پہلے میں کچھ تصدیق کرنا چاہتا ہوں کہ آیا میرا اندازہ غلط ہے یا ٹھیک ویسے تم بتاؤ تو میں خالد شاید میں ہی تمہاری کچھ مدد کر سکوں تھوڑی دیر کچھ سوچ کر خالد نے ساری تفصیل رزاق چچا کو سنائی۔ خالد کی ساری بات سننے کے بعد رزاق بولا تو کیا تمہارا مطلب ہے کہ یہ سب کچھ نعمان کر رہا ہے نہیں رزاق چچا میں نے آپ کو بتایا تھا کہ سائے کا قاتل نہ بتاؤ تھا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ نعمان ہی قاتل کر رہا ہے اب یہ سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ وہ چھوٹا سا یہ کس کا ہو گا۔ اچھا قاتل کچھ نام ہو گا تقریباً رزاق چچا وہ کوئی ڈیڑھ دو سال کے بچے کا سا ہو گا۔ یہ سننا تھا کہ رزاق چچانے سر پکڑ لیا کیا ہوا رزاق چچا خالد مجھے تو لگتا ہے کہ کہیں وہ اس کا بچہ تو حید نہیں کیا مطلب چچا تو حید تو مرچکا ہے پر خالد بیٹا وہ زندہ ہی ہو سکتا ہے وہ کیسے رزاق چچا اور پھر رزاق چچانے بتایا کہ اس طرح کی مری اور اسے زندہ کیا تھا اور نعمان نے توجہ کے بارے میں بھی مجھ سے پوچھی کہ کیا تھا مگر میں نے اسے سختی سے منع کر دیا تھا۔ کہیں نعمان نے بچے کی محبت میں آکر توجہ کو نہ دیا۔ نہیں کر دیا اور وہ شاید آدم خور بن چکا ہو کیونکہ یہ بھی دوبر نعمان پر حملہ کر چکی ہے۔ حالانکہ وہ پانچویں تھی اس طرح رزاق چچانے ساری تفصیل خالد کو بتائی اس طرح باتیں کرتے کرتے شام ہو گئی شام کو خالد نے رزاق چچا سے نعمان کی بیوی سیم کانون نمبر لیا اور اسے ٹیلی فون کر کے کہا کہ وہ جلدی آجائے نعمان آج کل بہت پریشان ہے اور سیم نے فوراً آنے کی حای بھری۔ رات کا کھانا کھانے کے دوران خالد نے رزاق چچا سے بہت سی معلومات اکٹھی کیں اور سوچ کر گویا کہ صبح کو وہ نعمان کو ساری باتیں بتا دے گا اور رزاق چچا بھی ہو گئے۔ نعمان اپنے گھر میں گمری نیند سو رہا تھا کہ اچانک اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور اس میں سے وہ سایہ اندر

داخل ہوا اور الماری کھولنے لگا اور اس میں سے بیگ نکالا اور بیگ میں سے نعمان کا سارا سامان نکال دیا اور اس میں سے نعمان کا خنجر نکالا اور اسے لے کر باہر نکل گیا اور سیدھا رزاق پچھے کے گھر داخل ہو گیا۔

رزاق اور خالد گری نیند سو رہے تھے اور انہیں کوئی خبر نہیں تھی کہ کوئی ان کے گھر میں داخل ہوا ہے اور وہ بھی خطرناک ارادے سے کھڑے ہوئے کی وجہ سے رزاق کی آنکھ کھل گئی اور وہ اٹھا اور خالد کی طرف دیکھا وہ گری نیند سو رہا ہوا تھا۔ رزاق اٹھا اور بیڈ روم کا دروازہ کھول کر آیا۔ ابھی وہ باہر نکلا ہی تھا کہ اسے کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ اور کوئی ہانکتا ہوا ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں چلا گیا رزاق بھی پیچھے پیچھے اسی کمرے میں داخل ہو گیا وہاں پر کوئی بھی موجود نہیں۔ اور پورا کمرہ روشن تھا۔ یہاں تک کہ پورا گھر روشن تھا۔ رزاق کو اچھی طرح یاد تھا کہ انہوں نے پورے گھر کی لائٹیں بجھادی تھیں رزاق کو پھر کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی رزاق نے اپنا لوڈ کیا ہوا ہٹل اٹھ لیا اور پیچھے کی طرف چلا گیا۔ نیچے کھال بھی سارا سنسان اور ریران تھا۔ رزاق کو کھڑے ہوئے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اسے اپنے پیروں پر تیز چھین کا احساس ہوا۔ اور وہ چیخا ہوا پیچھے جا کر رزاق نے دیکھا کہ اس کے پیچھے ایک دو سال کا بچہ کھڑا ہے اس نے ہاتھ میں خوفناک خنجر پکڑا ہوا ہے۔ چہرے سے تو وہ ایک معصوم بچہ نظر آتا تھا۔ مگر اس کے چہرے کا تاؤ دہشت ہی خوفناک تھا اور اس کی آنکھیں لال سرخ انگارہ بنی ہوئی تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ معصوم بچے کی بجائے معصوم شیطان نظر آ رہا تھا۔ اور اس کے منہ سے دو لمبے دانت نکلے ہوئے تھے جن سے اس معصوم شیطان کا چہرہ اور خوفناک ہو گیا تھا۔ اچانک رزاق کو اس بچے کا چہرہ مانوس سا لگا اور پھر اچانک رزاق کا حیرت کا شدید جھٹکا لگ گیا کہ وہ اسے پہچان گیا تھا۔ اسے پہچانتے ہی رزاق کے منہ سے حیرت اور خوف کے مارے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے تو توحید ابھی رزاق کے یہ الفاظ مکمل بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ اچانک توحید کا خنجر والا ہاتھ حرکت میں آیا اور بجلی چمکی اور رزاق کی گردن دور جا گری اور رزاق کی ایک خوفناک چیخ رات کی ہولناکیوں میں گونج کر رہ گئی۔

رزاق کی چیخ کی آواز سن کر خالد کی آنکھ کھل گئی اور وہ بھی کھڑا ہوا اور فوراً رزاق کے بیڈ کی جانب دیکھا

اسے بیدار نہ پا کر خالد نے آواز دی رزاق پچھا رزاق پچھا آپ کہاں ہیں۔ جب کافی دیر کے بعد بھی رزاق کا کوئی جواب نہ آیا تو وہاں سے خالد نے ایک ڈنڈا اٹھایا اور اسے لے کر نیچے ہال کی طرف چلا گیا مگر جیسے ہی خالد نے ہال کمرے میں قدم رکھا تو سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے قدم وہیں رک گئے کیونکہ سامنے کا منظر بہت ہی خوفناک تھا۔ رزاق پچھا زمین پر گرے ہوئے تھے اور ان کی گردن دور گر گئی تھی اور بغیر گردن کے جسم سے خون نکل نکل کر بہ رہا تھا اور ایک بچہ اسے اٹھتے ہوئے خون پر منہ لگائے خون پی رہا تھا۔ اور وہ قہقہے قہقہے بعد رزاق پچھے کے جسم سے کوئی نہ کوئی بوئی نکال کر کھالیتا تھا۔ ایک بوئی کھانا اور خون کا ٹھونٹ بھرتا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ جیتنی پی رہا اور ہر گر کھا رہا ہو۔ اسے دیکھ کر تو خالد کا خون ویسے ہی خشک ہو گیا تھا اور وہ پہچان گیا تھا معصوم توحید کو مردہ اس وقت پورا شیطان لگ رہا تھا مگر پھر بھی ہمت کر کے خالد نے ڈنڈا اٹھایا اور توحید کو مارنے کیلئے جیسے ہی آگے بڑھا تو اس کے آگے بڑھتے ہوئے قدم ایک خوفناک غراہٹ سے رک گئے یہ غراہٹ خالد کو اپنے پیچھے سے آتی ہوئی محسوس ہوئی اور خالد نے جیسے ہی مڑ کر دیکھا تو اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے نعمان کی لمبی جوم ہو گئی تھی اپنے پیچھے دونوں پنجوں پر کھڑی ہے اور اس کے جسم کے سارے بال کانٹوں کی طرح کھڑے ہوئے ہیں۔ اور اس کی آنکھیں سیاہ ہونے کی بجائے پہلی زرد ہو رہی تھیں اور وہ اپنے لمبے لمبے دانت نکالے خالد پر حملہ کرنے کیلئے تیار تھی۔ اس سے پہلے کہ خالد کوئی قدم اٹھاتا ہی نے وہاں سے ایک چمکانگ لگائی اور خالد کا چہرہ ڈھکی کر کے ہوئے آگے نکل گئی اور اپنے پنجوں پر لگے ہوئے خالد کے خون کو چاٹنے لگی مٹی نے پھر خالد پر چمکانگ لگائی مگر اب خالد سنبھل چکا تھا خالد نے ایک ڈنڈا اٹھایا اور لمبی چیخ ہوئی دیوار سے جا ٹکرائی خالد ابھی کھڑا ہی ہوا تھا کہ اپنے پیروں پر تیز چھین کا احساس ہوا۔ اور وہ چیخا ہوا لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا خالد نے دیکھا کہ توحید نے ہاتھ میں خنجر پکڑا ہوا ہے اور اس نے وہ خنجر خالد کی ران میں گاڑ دی تھی۔ اور اب وہ خنجر لوگ ہوا خون چاٹ رہا تھا۔ اور خالد خوفزدہ ہو کر اسے دیکھ رہا تھا پیچھے سے لمبی نے چمکانگ لگائی۔ اور خالد کو لمبی ہوئی توحید پر جا گری مگر توحید بھرتی سے پیچھے ہٹ گیا اور توحید نے بے دردی سے خالد کے سینے پر خنجر سے وار کر دیا اور خالد کے سینے سے خون کا تیز فوراً نکل پڑا۔

اندھیرا چھانے لگا۔ خالد کے ذہن میں ایک ہی احساس تھا۔ اور وہ موت کا خالد کے بے ہوش ہوتے ہی توحید چلا ہوا آیا۔ اور ابھی وہ خالد کی شرگ پر اپنے دانت گاڑنے ہی والا تھا۔ کہ اچانک توحید چیخا ہوا پیچھے جا کر اکیونکہ خالد کی گردن میں اس کی ماں کا دیا ہوا توحید جو تھا اور یہ اسی کی برکت تھی پھر توحید اور لمبی رزاق کی لاش پر ٹوٹ پڑے اور ایک ہی لمحے میں سینے کو درمیان سے چاک کر دیا۔ توحید نے دل اور کلیجہ نکال کر اسے چاچا کر کھالیا اور لمبی بھی اس کے ساتھ تھی دوسری طرف نعمان کی پیاس کی وجہ سے آکھ کھل گئی اور وہ پانی پینے کیلئے اٹھا۔ توحید اس کی نظر زمین پر پڑی جہاں پر توحید کے قدموں کے نشان صاف طور پر دکھائی دے رہے تھے۔ اور زمین پر اس کا ٹیک اور سارا سامان بکھرا پڑا تھا۔ نعمان نے دیکھا کہ اس کا بیٹی سامان موجود ہے پر خنجر نہیں ہے۔ بحال اسے خوشی تھی کہ اس کا بیٹا توحید زندہ ہو گیا ہے اور وہ اسی خوشی کی وجہ سے بھاگتا ہوا اتہ خانے میں چلا گیا مگر جب نعمان کی نظر اس جگہ پر پڑی جہاں پر اس نے توحید کے مردہ جسم کو رکھا تھا کراس جگہ پر چادر کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا نعمان نے سارا اتہ خانہ دیکھ لیا مگر توحید نہ ملا۔ وہ پھر اتہ خانے سے باہر نکل آیا۔ اور گھر دیکھا تو گلی میں باہر آ گیا ابھی وہ اسے گلی میں دیکھ ہی رہا تھا کہ اسے رزاق پچھے کے کمرے توحید کے زور سے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ نعمان بھاگتا ہوا رزاق پچھے کے گھر داخل ہو گیا دروازہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی نعمان نے آواز دی رزاق پچھا رزاق پچھا خالد کہاں ہو تم مگر جب کسی کی آواز نہ آئی تو نعمان نے غلی منزل کے سارے کمرے دیکھ ڈالے مگر جب نعمان نے رزاق پچھا اور خالد کو ہاں نہ پایا تو وہ اوپر والی منزل پر چلا گیا وہاں پر بھی خاموشی تھی نعمان پہلے شوروم میں گیا وہ بھی خالی تھا۔ نعمان ایک اور کمرے میں گیا وہ کمرہ بھی خالی تھا۔ مگر جب نعمان تیسرے کمرے میں داخل ہوا تو اس کے سامنے منظر یہ ایسا تھا کہ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور نعمان بے ہوش ہو گیا کہ رزاق پچھا کج جسم زمین پر پڑا تھا اور اس کی آدمی گردن کٹی ہوئی تھی۔ اور سارے فرش پر خون پھیلا ہوا تھا۔ اور رزاق کا آدھا سینہ بھی چاک ہوا تھا اور اندر کا سارا سامان بکھرا ہوا تھا اور رزاق پچھا کادل اور کلیجہ غائب تھا اور اس کے باقی بچے ہوئے حصے کو لمبی بری طرح چاچا کر کھا رہی تھی اور

نعمان کو جب ہوش آیا تو صبح ہو چکی تھی نعمان نے جلدی جلدی بستی والوں کو اکٹھا کیا اور سب سے پہلے رزاق چاچا کی نماز جنازہ پڑھا کر اسے دفنایا اور پھر نعمان خالد کو سرکاری ہسپتال میں لے آیا پہلے تو ڈاکٹر نے کمایہ پولیس کیس ہے مگر نعمان کی رشوت نے اسے خالد کا علاج کرنے پر مجبور کر دیا۔ اب خالد ٹھیک تھا مگر بے ہوشی کی حالت میں تھا اور نعمان بھی اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ دوسری طرف نسیم نے جب خالد کا فون سنا تو اس نے فوراً اپنی ساس اور سر سے اجازت مانگی لیکن پہلے تو انہوں نے صاف صاف انکار کر دیا مگر جب نسیم نے خد کی تو انہوں نے پھر نسیم کی خد کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور نسیم کو اجازت دے دی۔ نسیم نے جلدی جلدی اپنا اور نسیم کا ضروری سامان رکھا پھر اپنی بیٹی نسیم کو لے کر چل پڑی۔ سارے راستے وہ یہ سوچتی ہوئی آئی کہ اس نے نعمان کو چھوڑ کر اچھا نہیں کیا تھا وہ پچھارہ اپنے بیٹے توحید کے غم میں مبتلا تھا۔ اور میں اسے قتل دینے کی بجائے اسے چھوڑ آئی بلکہ مجھے اسے سارا دینا چاہئے تھا اب میں جا کر نعمان سے معافی مانگ لوں گی۔ اور پھر کبھی بھی اسے چھوڑ کر نہیں آؤں گی۔ بلکہ وہ سکا تو تم سب والہ اس ایو کے پاس آجائیں گے خیر وہ جلد ہی دہلیا پور پہنچ گئی۔ وہاں سے ٹانگ لیا اور آدھے گھنٹے بعد اپنے گھر کے سامنے جاتری۔ صبح چل کر وہ شام کو دہلیا پور پہنچ گئی تھی۔ نسیم نے جب دروازے کی طرف دیکھا تو دروازے کو ٹانگ لگا ہوا تھا۔ نسیم ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ اب وہ کیا کرے کہ اسے اچانک رزاق چاچا کے گھر میں کسی بچے کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ تو نسیم کو ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے اس نبی کر پہلے بھی سن رکھا ہے۔ اور اچانک نسیم کے ذہن کو شدید جھٹکا لگ گیا کہ وہ یہ نبی پہچان گئی تھی اور یہ نبی توحید کی تھی۔ اور اس کی تصدیق نسیم نے بھی کی تھی ایی یہ آواز توحید بھائی کی ہے نا۔ نسیم کی بات سن کر نسیم بولی ہاں بیٹا آؤ چل کر دیکھتے ہیں۔ یہ کہہ کر نسیم نے انا بیگ وہیں پر رکھا اور رزاق چاچا کے گھر کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کے ساتھ نسیم بھی تھی۔ رزاق کے گھر کے باہر ہی کھڑے ہو کر اس نے آواز دی رزاق پچھا کہاں ہیں آپ خالد بھائی میں نسیم ہوں باہر آئے مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو نسیم نے دروازے پر ہاتھ رکھ دیا اور دروازہ خود بخود کھل گیا نسیم اور نسیم بغیر کسی خوف کے اندر چلی گئیں نسیم نے اندر داخل ہوتے ہی پھر رزاق چاچا اور خالد کو آواز دی مگر

لوگوں کے ساتھ پہاڑی پر چلے گئے۔ اور پہاڑی پر جا کر اپنا بیان شروع کر دیا تو وہاں پر ایک جن نمودار ہوا جس کو دیکھ کر سب لوگ ڈر گئے مگر آپ حضرت خواجہ نواب دین صاحب نے کان کا زریعے اس جن کو اشارہ کیا کہ تو انسان بن جا اور وہ انسان بن گیا اور پھر حضرت خواجہ نواب دین صاحب وہاں سے دربار تشریف لے گئے اور بیان دینے لگے تو وہ جن وہاں بھی نمودار ہو گیا اور حضرت خواجہ نواب دین کا بیان سننے لگا اسے دیکھ کر لوگ پھر ڈر گئے حضرت خواجہ نواب دین صاحب کچھ دیر بعد بولے کہ اے جن جاتا تو اس محفل میں اس وقت شامل ہو گا جب تو سامنے والی پہاڑی کو ایک ہی رات میں ڈھیر کر دے گا اگر تجھے یہ بات منظور ہے تو ٹھیک نہیں تو یہاں سے چلا جائیں حضرت خواجہ نواب دین صاحب میں اس پہاڑی کو رات کو ڈھیر کر دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ جن وہاں سے چلا گیا۔ حضرت خواجہ نواب دین صاحب نے لوگوں سے پہاڑی کے اس محلے پر نشان لگوا دیئے جہاں تک جن نے پہاڑی کو صاف کرنا تھا دوسرے دن حضرت خواجہ نواب دین صاحب بیان کر رہے تھے کہ وہ جن وہاں پر آیا۔ جن کو دیکھتے ہی حضرت خواجہ نواب دین صاحب بولے کیا تانا پہاڑی کا تو وہ جن بولا کہ آپ کسی بھی آدمی کو وہاں بھیج کر دیکھ لیں تو حضرت خواجہ نواب دین صاحب نے وہاں پر چند آدمی بھیج دیئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ آدمی واپس آکر بولے کہ حضرت خواجہ نواب دین صاحب وہاں پر واقعی آپ کوئی پہاڑی نہیں ہے اب وہاں پر ہرے بھرے کھیت ہیں اس کے بعد حضرت خواجہ نواب دین صاحب نے جن کو بیان سننے کی اجازت دے دی اور اس جن نے حضرت خواجہ نواب دین صاحب کی بیت کر لی۔ اور حضرت خواجہ نواب دین صاحب نے اس جن کا نام عاشق رکھا کیونکہ اسے دین سے عشق ہو گیا تھا اور وہ جن ہر وقت حضرت خواجہ نواب دین صاحب کے ساتھ ہوتا تھا حضرت خواجہ نواب دین صاحب جہاں بھی جاتے وہ جن وہاں پر ہی پہنچ جاتا اس جن کا ساتھ حضرت خواجہ نواب دین صاحب برسوں رہا اور کچھ عرصہ بعد اس جن کا انتقال ہو گیا اب اس جن کا مزار سرگودھا میں ہے اس طرح جب حضرت خواجہ نواب دین صاحب کا آخری وقت قریب قریب آنے لگا تو انہوں نے اپنے صاحب زادے حضرت خواجہ معصوم کو پاس بلا کر کہا کہ آپ کو دین چاہئے یا دنیا تو وہ بولے مجھے دنیا نہیں دین چاہئے۔ حضرت خواجہ نواب دین صاحب بولے

پھر سوچ لو حضرت خواجہ معصوم بولے سوچ لیا پھر حضرت خواجہ نواب دین صاحب بولے کہ تمہارے بیٹے نہیں ہو گئے۔ تو حضرت خواجہ معصوم بولے کہ مجھے بیٹے نہیں دین چاہئے۔ اس طرح حضرت خواجہ نواب دین صاحب کے بعد حضرت خواجہ معصوم صاحب دین پھیلائے کا کام کرنے لگے اور پھر وہ بھی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ پھر ان کے بعد ان کی جگہ ان کے مرید صوفی عبدالسلام صاحب نے لی۔ وہ بھی دین پھیلائے میں پیش پیش رہے۔ 1997ء تا 98ء میں ایک اور واقعہ پیش آیا کہ سائیبوال کے ریلوے اسٹیشن کے ایک بڑے افسر کی بیٹی کے پیٹ میں بہت درد رہتی تھی کافی علاج کرایا کوئی فرق نہ پڑا تو ایک دن ریلوے کے افسر نوید عالم کو خواب میں حضرت خواجہ معصوم صاحب نظر آئے اور کہا کہ بچی کو لے کر موہری شریف کے دربار پر لے جاؤ۔

دوسرے دن ہی نوید عالم اپنی بیوی اور بچی سمیت موہری شریف دربار پر پہنچے اور وہاں پر جانے دعا مانگی ابھی وہ دعا مانگ کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ اچانک حضرت خواجہ معصوم صاحب کی آواز آئی اور کہ نوید عالم کیسے آئے ہو۔ حضرت خواجہ معصوم صاحب کی آواز سن کر سب لوگ ہی حیران ہو گئے کہ حضرت خواجہ معصوم صاحب کی آواز کیسے آ رہی ہے۔ نوید عالم حضرت خواجہ معصوم صاحب کی آواز سن کر حیران ہوتے ہوئے بولے کہ ہمارے ساتھ یہ کچھ ہوا اور ہم دربار آ گئے۔ پھر حضرت خواجہ معصوم صاحب کی آواز آئی کہ اب بچی سے پوچھو کہ کیسی طبیعت ہے جب بچی سے پوچھا تو وہ بالکل ٹھیک تھی۔ پھر حضرت خواجہ معصوم صاحب کی آواز آئی کہ یہ بچی ہمیں دے دو۔ اور اسے دینی تعلیم دو دینا دی تعلیم بالکل بند کر دو اور پھر بچی کو دربار پر دینی تعلیم دی جانے لگی اور وہ بچی دینی تعلیم میں بہت آگے ہو گئی اب وہ بچی کسی بھی محفل یا میلاد میں بیان کرنے لگتی ہے۔ تو اس بچی کی آواز حضرت خواجہ معصوم کی آواز میں بدل جاتی ہے۔ اور اب وہ بچی لاہور میں ہے۔ اور ان کی کوٹھی پر معصومیاں لکھا ہوا ہے۔ اگر کسی کو ان واقعات پر کوئی جی شک و شبہ ہو تو اس ٹیلی فون نمبر پر رنگ کر کے معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ فون نمبر 6653724 اگر پھر بھی کسی کو شک ہو یا یقین نہ آئے تو وہ اس پتے پر خطوط بھیج کر معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ (باب السلام صوفی نعمت علی پنجاب سینٹروڈ صادق آباد) صوفی نعمت علی بھی بہت اچھے بزرگ ہیں ان کے دم

سے لوگوں کو شفا ہو جاتی ہے۔ قارئین کرام یہ بھی بالکل سچی کہانی اب آگے سارے واقعات سنائے کے بعد صوفی نعمت علی صاحب بولے دیکھا نعمان بیٹا ہمارے بزرگوں نے کس طرح دین پھیلا یا اور نوید عالم نے صرف دین کی خاطر اپنی بچی کو موہری شریف چھوڑ دیا اور تم ہو کہ بچے کی خاطر شرک کی طرف بڑھ گئے صوفی نعمت علی کی بات سن کر نعمان نے صوفی نعمت علی کے پیچ پکڑتے ہوئے کہا کہ صوفی نعمت علی صاحب آپ سچ کہہ رہے ہیں میں ہی غلط تھا اور غلط راستے پر تھا واقعی مجھ سے بہت بڑا گناہ ہو گیا اب آپ ہی کچھ کریں نہیں تو وہ معصوم شیطان وہاں پر اور تباہی پھیلا دے گا۔ اور اسے نہیں روکا گیا تو وہ اور خون کرے گا۔ صوفی نعمت علی صاحب آپ ہی کچھ کریں۔ نعمان کی بات سن کر صوفی نعمت علی تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر انہوں نے اپنی جیب سے ایک وظیفہ نکالا اور نعمان کو دیتے ہوئے کہا کہ تمہیں اس وظیفے کو دو دن اس جگہ پڑھنا ہے۔ جہاں تم نے توحید کو زندہ کیا تھا۔ اس کے بعد تم میں اتنی طاقت آجائے گی کہ تم توحید کو آسانی سے مار سکو گے۔ پر ایک بات یاد رکھنا کہ تمہیں بہت سی چیزیں ڈرانے کے لئے آئیں مگر تم نے ان سے نہیں ڈرنا اور وظیفہ کرتے رہنا ہے۔ اور فجر کی آذان ہونے سے آدھا گھنٹہ پہلے تھوڑ دینا ہے اس طرح تمہیں وظیفہ کرنا ہے پھر نعمان اور خالد نے وظیفہ لیا اور صوفی صاحب سے اجازت لے کر چل پڑے سارے راستے تو نعمان وہی وظیفہ یاد کرتا رہا دیا پھر پور پہنچتے تک وہ سارا وظیفہ یاد کر چکا تھا دیا پھر پور پہنچتے ہی نعمان نے وظیفے کی تیاری شروع کر دی۔ خالد نعمان کو تیاری کرتا دیکھ رہا تھا شام کے سائے ڈھلتے ہی نعمان نے خالد سے اجازت مانگتے ہوئے کہا یا خالد میں اس کام کو جلد ختم کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر نعمان نے ایک خنجر لے لیا لائین لی وظیفے والی پرچی لی اور پانی کا ٹوٹا بھر لیا۔ اور عیسائیوں کے قبرستان سے ہوتا ہوا سیدھا اس عجیب و غریب نشان کے پاس پہنچ گیا اور غور سے نشان دیکھنے لگا۔ وہاں پر دس کے قریب قبریں تھیں جو کہ بہت ہی خوفناک لگ رہی تھیں اس میں نشان سے نعمان دس فٹ دور جا کر رک گیا اور وہاں پر گول دائرہ بنا کر بیٹھ گیا۔ اور وظیفے کو پڑھنا شروع کر دیا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور بجلی بھی کڑک رہی تھی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی اور نعمان نے اپنے عمل میں مصروف تھا۔ وہ بار بار گھڑی کو دیکھ رہا تھا۔ رات کے بارہ

بجئے تک تو کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے کے قریب نعمان اپنے عمل میں مصروف تھا کہ اسے سامنے ایک بھیجی آئی دیکھا لی دی بھیجی کے آگے دو گھوڑے بٹتے ہوئے تھے اور ان کے ٹاپوں کی آواز پوری فصائیں گونج رہی تھی۔ وہ بھیجی نعمان سے 20 فٹ کے فاصلے پر رک گئی نعمان نے آنکھیں کھولیں اور اسی بھیجی کی طرف دیکھا تھوڑی دیر بعد میں بھیجی میں سے ایک بوڑھی عورت نکلی اور اس کے دو نوجوان سے لڑکے نکلے اور نعمان کے سامنے آکر بیٹھ گئے کچھ دیر وہ آپس میں باتوں میں مصروف تھے۔ آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں لڑکے بولے اماں اماں بھوک لگی ہے کھانا دو کہ تم دونوں یہ گھوڑے کھاؤ۔ دونوں چھرے لے کر گھوڑوں کی طرف بڑھے اور گھوڑوں کو چر بھاڑ کر کھانے لگے پہلے انہوں نے گھوڑوں کا دل اور کبچہ کھایا اور ساتھ ان کا خون بھی پیا آدھے گھنٹے بعد وہ اپنی ماں کے پاس جا کر بیٹھ گئے نعمان دائرے میں بیٹھیا سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اپنے عمل میں مصروف تھا اس کی آنکھوں سے صاف محسوس ہو رہا تھا۔ کہ وہ واقعی خوفزدہ ہے مگر پھر بھی وہ اپنے دل کو مضبوط کر کے بیٹھا رہا۔ اور اپنا عمل کرتا رہا وہ نوجوان اور عورت اپنی باتوں میں مصروف تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ نوجوان پھر بولا۔ اماں ہمیں بھوک لگی ہے اس عورت نے چاروں طرف دیکھا تو اس کی نظر نعمان پر آ کے ٹھہر گئی اور وہ نعمان کو دیکھ کر بولی۔ کہ تم دونوں ایسا کرو کہ اس نوجوان کو کھالو اور اپنی بھوک مٹالو۔ یہ سننا تھا کہ نعمان کے پسینے چھوٹے گئے۔ اور وہ خوفزدہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھنے لگا اور وہ دونوں ہاتھوں میں چھری اٹھائے خوفناک انداز میں نعمان کی طرف بڑھنے لگے ان کے پورے منہ پر خون ہی لگا ہوا تھا جس سے ان کا چہرہ اور خوفناک لگ رہا تھا ان کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر نعمان کا دل چاہا کہ وہ اٹھ کر بھاگ جائے مگر اس نے اپنے دل کو مضبوط کیا اور آنکھیں بند کر کے اپنا عمل کرتا رہا یہاں تک کہ جب کافی دیر ہو گئی اور کچھ نہیں ہوا تو نعمان نے آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ نوجوان اور عورت سب غائب تھا۔ اس کے بعد کوئی واقعہ رونما نہ ہوا۔ اور نعمان نے ساری رات اپنا عمل جاری رکھا اور صبح فجر کی آذان سے آدھا گھنٹہ پہلے ہی نعمان نے اپنا عمل ختم کر دیا اور اٹھ کر جلدی جلدی گھر آیا اور سو گیا دوسرا گناہ کھانا کھایا اور پھر سو گیا صبح ہی سے آسمان پر بادل چھائے ہوئے

تھے۔ اور ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ مغرب کے وقت خالد نے آکر نعمان کو اٹھایا اور بیچہ کر خالد سے باتیں کرنے لگا۔ خالد نے نعمان سے پوچھا نعمان رات والاؤ خلیفہ کیسار ہاے است اچھا خالد اور ساری رات قصہ لفظ بہ لفظ سنایا خیرا ہی طرح باتیں کرتے ہوئے عشاء کی اذان ہو گئی نعمان نے خالد سے اجازت مانگی اور پھر اپنا سامان اٹھا کر باہر نکلا اور اپنے پورے وقت پر اپنی مخصوص جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اور وہ دوبارہ وہ خلیفہ کرنے میں مصروف ہو گیا نعمان کو وہ خلیفہ شروع کئے ہوئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ نعمان نے دیکھا کہ قبرستان میں کچھ لوگ ایک جنازے کو اٹھانے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ چار آدمی تھے اور پیروں سے لے کر سرتک سیاہ لبادے میں ڈھکے ہوئے تھے اور ان کا چہرہ صاف نظر نہ آ رہا تھا۔ اوپر آسمان پر ہلکی کڑک رہی تھی ایسا لگتا تھا کہ موسم مزید خراب ہونے والا تھا۔ وہ آدمی آئے جنازہ نعمان کے آگے رکھا اور واپس چلے گئے نعمان سے صرف دس فٹ کے فاصلے پر جناہ رکھا ہوا تھا۔ خیراک ہوا کا چھوٹا آیا اور جنازے کے اوپر سے کفن اڑ کر دور جا کر اور اس جنازے کا بدن نگاہو گیا تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اس جنازے کا پیٹ پھولنے لگا یہاں تک کے پیٹ کافی پھول گیا تھوڑی دیر بعد ایک دھماکہ ہوا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا نعمان دائرے کے اندر بیٹھ گیا کچھ دیکھ رہا تھا اور عمل پڑھ رہا تھا۔ جنازے کا پیٹ پھٹنے ہی اس کے پیٹ میں سے ایک کالا بچھو نکلا جو کہ عام بچھوؤں کی نسبت بہت بڑا تھا۔ اس بچھو کی زہروانی دم کافی بڑی تھی۔ بچھو لاش کے پیٹ میں سے نکلا اور باہر نکل کر اس لاش کو ڈسنے لگا اور پھر زور جاکر کھڑا ہو گیا اور چند لمحوں بعد لاش نے گھٹنا سزا شروع کر دیا اور لاش میں سے دھواں نکلنے لگا یہاں تک کہ وہ بالکل بالائی بن کر زمین میں جذب ہو گیا اور اب اس بچھو نے اپنا رخ نعمان کی طرف کر لیا اور اسے دیکھ کر نعمان گھبرا کر لگا تھوڑی دیر بعد وہ بچھو نعمان کے دائرے کے باہر کھڑا تھا چانک بچھو کے منہ سے آگ نکلنے اور پورے دائرے کے گرد آگ لگ گئی اور آگ کی گرماش سے نعمان کو پسینے آنے لگے اور تھوڑی دیر بعد آگ بجھ گئی آگ کے غائب ہوتے ہی وہ بچھو بھی غائب ہو گیا بچھو کو غائب ہوتا دیکھ کر نعمان نے سکون کا سانس لیا۔ اور دوبارہ اپنے عمل میں مصروف ہو گیا۔ اس طرح اور بھی بہت سے واقعات رونما ہونے لگے اور نعمان بھی مقابلہ کرتا رہا کافی دیر بعد نعمان نے

دیکھا کہ اس کے سامنے ایک بچہ آ رہا تھا اور وہ رو رہا تھا۔ اور وہ تھوڑی دیر بعد نعمان کے پاس بکڑک گیا اور اندھیرے کی وجہ سے اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا چانک زور سے بجلی کڑکی اور اس کی روشنی میں نعمان نے بچے کا چہرہ دیکھ لیا اور نعمان کے منہ سے ہلکی ہلکی توحید کی آواز نکلنے لگی اور نعمان کی بات کے جواب میں بچے نے جواب دیا ہاں دیدی میں توحید ہی ہوں آپ کے وظیفہ کی وجہ سے میں میں ٹھیک ہو گیا ہوں اور باہر آ جاؤں۔

بجلی پھر زور سے چمکی اور اس روشنی میں نعمان نے توحید کے چہرے پر معصومیت دیکھ لی تھی مگر وہ سوچ رہا تھا کہ وہ باہر نکلے یا نہ نکلے اور وہ اسی کشش میں عمل پڑھتا جا رہا تھا۔ نعمان کو عمل پڑھتا دیکھ کر توحید اپنی توتلی زبان میں بولا کیا بات ہے دیدی آپ کو اپنا بیٹا یا رانیں کیا وہ بیٹا یا بھول گئے ہیں جو آپ مجھے کرتے تھے اچھا دیدی آپ نہیں آتے تو میں چلا جاتا ہوں اور یہ کہہ کر توحید مڑا اور اپنی معصومیت لے کر وہاں سے چلا گیا۔ مگر جیسے ہی توحید قبروں کے درمیان میں پہنچا تو ساری کی ساری قبریں پھٹنے لگیں اور ان میں سے ڈھانچے باہر نکلنے لگے انہوں نے آگے جاتے ہوئے توحید کو پکڑ لیا اور اس کے گرد دائرے میں کھڑے ہو کر قہقہے لگانے لگے اور اپنے تانٹوں کے ذریعے توحید کے چہرے کو زخمی کرنے لگے اور توحید میری طرف دیکھتا چلا جا رہا تھا۔ دیدی دیدی مجھے بچاؤ دیدی میری مدد کر یہ خوفناک مردے مجھے مار دیں گے اور ادھر نعمان سوچ رہا تھا کہ یہ کوئی دھوکا نہ ہو مجھے مارنے کیلئے اگر یہ دھوکا ہو تو توحید اپنے آپ کو بچا بھی سکتا تھا۔ کیا واقعی توحید ٹھیک تو نہیں ہو گیا نعمان نے تاثر دیکھا تو رات کے بارہ بج چکے تھے نعمان نے سوچا کہ میں شگ کی بنا پر اپنے بیٹے کو دوبارہ کھونہ بنیوں یہ سوچ کر اس نے وہ خلیفہ بند کیا اور اٹھ کھڑا ہوا اور ایک ڈنڈا لے کر بھاگتا ہوا آیا اور مردوں کو علیحدہ کرنا ہوا توحید کو اٹھا کر ایک طرف کھڑا ہو گیا جیسے ہی نعمان اس دائرے سے باہر آیا تو ایک دھماکہ ہوا اور دائرے میں آگ لگ گئی یہ دیکھ کر وہ سب مردے زور زور سے قہقہے لگانے لگے مگر ان سب سے بے نیاز نعمان ہاتھ میں ڈنڈا اٹھانے توحید کو لئے کھڑا تھا چانک توحید نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر نعمان کی پنڈلی میں گھونپ دیا اور نعمان کی ایک زوردار چنچ نکلنے اور ڈنڈا زوردار جا کر ا۔ اور نعمان بھی زمین پر بیٹھ گیا جیسے ہی آسمان پر بجلی چمکی اس کی روشنی میں نعمان نے دیکھا کہ

توحید کے چہرے سے وہ سب معصومیت مٹ گئی اور اس کا چہرہ خوفناک اور کشت ہو گیا تھا اور وہ ہاتھ میں پکڑے خنجر پر نعمان کا گلا گوارا خون چاٹ رہا تھا اور نعمان اپنی پنڈلی پر ہاتھ رکھ کر توحید کو خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس سے آگے وہ کچھ نہ سوچ سکا کیونکہ پیچھے کھڑے ہوئے مردوں نے نعمان کو اٹھایا اور ایک طرف زور سے پھینک دیا۔ اور نعمان دور جا کر کر اب نعمان کو افسوس ہو رہا تھا کہ وہ معصومیت پر کیوں آیا اب تو وہ قدم اٹھا چکا تھا۔ اب جتنا بھی اس کو تھا اور سے ہلکی ہلکی بارش بھی ہونے لگی اور بجلی بھی زور زور سے کڑک رہی تھی۔ ابھی نعمان سوچ ہی رہا تھا کہ توحید کو کس طرح ختم کرے توحید نے اپنا خنجر نعمان کے بازو میں گھونپ دیا اور نعمان درد کے مارے چیخ پڑا۔ اس سے پہلے کہ توحید دوبارہ اس پر حملہ کرنا کہ نعمان نے توحید کو اپنی ٹانگوں کے زور سے توحید کو دور پھینک دیا۔ اور خود اٹھ کھڑا ہوا اور پھر چانک اسے رزاق چاچا کی بات یاد آگئی کہ اگر میں اس عجیب و غریب نشان کو آگ لگا دوں گا تو یہ سب کچھ خود ہی ختم ہو جائے گا یہ سوچ کر نعمان اس عجیب و غریب نشان کی طرف بھاگنا شروع کر دیا دوسری طرف توحید نے بھی شاید نعمان کا ارادہ سمجھ لیا تھا نعمان کو بھاگتا دیکھ کر توحید نے زور سے خنجر نعمان کی طرف پھینکا ابھی نعمان اس نشان کے قریب ہی پہنچا تھا کہ توحید کا پھینکا ہوا خنجر نعمان کی پیٹھ پر لگا اور نعمان چیخا ہوا اس نشان پر جا کر اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندر اچھانے لگا مگر نعمان بار بار سر کو جھٹک کر اس اندھیرے کو دور کر دیتا اور نعمان اب سوچ رہا تھا کہ وہ کس طرح اس جگہ پر آگ لگائے ایک تو اس کے پاس آگ جلانے کیلئے کوئی چیز نہیں تھی اور دوسرا آگ جل بھی جاتی تو ہوا اور بارش کی وجہ سے بجھ جاتی نعمان ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کس طرح آگ جلائے دوسری طرف توحید اور مردے سب نعمان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

یہ دیکھ کر نعمان کا خوف بڑھ گیا کہ اچانک اسے سائنس کی کتاب کا ایک تجزیہ یاد آگیا اور وہ تجربہ سوچ کر نعمان نے رزاق کا دیا ہوا صلیب کا نشان اٹار دیا اور پھر اپنی کمر سے خنجر نکالا اور زمین پر بہنے ہوئے اس عجیب و غریب نشان کے درمیان خنجر گاڑ دیا اور وہ ہتیل کا صلیب کا نشان اس خنجر کے اوپر اچھی طرح باندھ دیا اور پھر جکتی ہوئی بجلی کو دیکھنے لگا اور خود وہاں سے کچھ دور جا کر بیٹھ گیا دوسری طرف توحید اور

نعمان کی طرف بڑھنے لگے یہ دیکھ کر نعمان نے آنکھیں بند کر لیں اور خدا سے مدد مانگنے لگا کہ اے میرے مولیٰ میری مدد کر اپنے پیارے نبی کے صدقے نعمان آنکھیں بند کر ابھی دعا مانگ ہی رہا تھا کہ اچانک بجلی گری اور اس کی مرید صلیب صلیب پر گری جو نعمان نے گاڑی تھی اور وہاں پر سارے ہی نشان کو آگ لگ گئی شاید خدا نے نعمان کی دعا سن لی تھی جیسے ہی نشان پر آگ لگی ویسے ہی توحید اور مردوں کو آگ لگ گئی یہ ایک انوکھی بات تھی کہ بارش کا آگ پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا یہ بھی شاید قدرت کا ہی کوئی کرشمہ تھا جو شاید نعمان کے دل سے دعا مانگنے کی وجہ سے ہوا تھا آگ کی وجہ سے ان سب کے منہ سے چیخیں نکل رہی تھیں سوائے توحید کے ان سب کی چیخوں کی آوازیں سن کر نعمان نے آنکھیں کھول لیں اور حیرت بھری نظروں سے ان کے چلتے ہوئے جسموں کو دیکھنے لگا کبھی وہ ان کی طرف دیکھتا اور کبھی اس نشان کی طرف دیکھتا مگر جب نعمان کی نظر توحید کے چلتے ہوئے جسم پر پڑی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے کیونکہ اب چلتے ہوئے توحید کا چہرہ معصومیت سے بھرا ہوا تھا اور روتی جیسی شکل بنائے جل رہا تھا اور اپنے باپ نعمان کی طرف دیکھے جا رہا تھا نعمان بھی اسے دیکھ کر رو رہا تھا آخر وہ کیوں نہ روتا وہ جیسا بھی تھا تو اسی کا بیٹا بڑا رہا تھا اسے اپنے بیٹے سے اور وہ اپنے بیٹے کی پرورش پوری کرنا تھا۔ مگر افسوس کے آج اسے اپنے ہی ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارنا پڑا یہ دیکھ کر نعمان برداشت نہ کر سکا۔ اور اپنا منہ اپنے ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگا اور پھر چانک نعمان کو چکر آنے لگے اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندر اچھانے لگا بے ہوش ہونے سے پہلے نعمان کو توحید کے یہ چار الفاظ سنائی دیئے کہ دیدی میں آؤں گا ضرور آؤں گا میں وعدہ کرتا ہوں دیدی آپ رویئے مت میں ضرور آؤں گا۔ اور نعمان کے بے ہوش ہوتے ہی تمام مردوں کے جسم ایک دھماکے سے پھٹنے لگے اور رفتہ رفتہ سب پھٹنے لگے اور یہاں تک توحید کا جسم بھی پھٹ گیا اور فضاء میں بکھر گیا اور اس نشان پر طبعی ہوئی آگ بھی بجھ گئی تھی اب وہاں پر بے انتہا خاموشی تھی اور ایسا لگ رہا تھا جیسے یہاں پر کچھ بھی نہ ہوا ہو نعمان کو جیسے ہی ہوش آیا اس نے خود کو ہسپتال کے بستر پر پایا جہاں پر ڈاکٹر صاحب خالد ایبوا اور دیگر رشتے دار موجود تھے۔ نعمان حیران رہ گیا وہ وہاں سے یہاں کیسے آیا ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا

کہ خالد نے آگے بڑھتے ہوئے کہا نعمان حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے جب دوسرے دن تم وہاں نہ پہنچے تو ہم تمہیں ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچ گئے اور تم ہمیں وہاں زخمی حالت میں ملے۔ اور مبارک ہو نعمان تمہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی مدد سے کامیاب ہوئے اور لوگوں کو اس مصیبت سے نجات دلائی جس کی وجہ سے ساری بستی والے تمہارے شکر گزار رہے۔ اور پھولوں کے تحفے تمہارے چاہنے والوں نے بھیجے ہیں خالد نے پھولوں کے ڈھیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اچھا اب نعمان بتاؤ کہ تمہاری یہ حالت کیسی ہوئی اور پھر نعمان نے شروع سے لے کر آخر تک ساری داستان سنا دی نعمان کے خاموش ہونے کے بعد نعمان کے ماں اور باپ آئے اور ابو نے بیٹا ہنس مہاری پتہ نہیں کونسی نیکی کام آگئی کہ تم بچ گئے تم پورے دو دن بعد ہوش میں آئے ہو آہستہ آہستہ سب رشتے دار چلے گئے تو خالد نعمان کی امی اور ابو کو بولا کہ آپ جائیں میں یہاں رہی ہوں اور پھر نعمان کی امی اور ابو چلے گئے پھر نعمان نے خالد کو دیکھتے ہوئے کہا یا خالد اس کا بتاؤ کہ اس کا کیا بنا یا نعمان میں S سے بہت محبت کرتا ہوں اور میں اس کے بنائی نہیں سکتا خالد کی بات سن کر نعمان بولا اچھا تو خالد پھر تم اس کو میرے سامنے خط لکھو نعمان کے کہنے پر خالد نے خط لکھنا شروع کر دیا جس کے الفاظ کچھ یوں تھے۔

کیا لکھوں

تم کو کیا لکھوں؟

ستاروں کی کہکشاں لکھوں

محبت کی زباں لکھوں

کون کی زباں لکھوں

پھولوں کی مسکان لکھوں

بہار کا موسم لکھوں

خوشیوں کی تر جہاں لکھوں

سراپے محبت لکھوں

عشق کی زباں لکھوں

آنکھوں میں پچھپی ہوئی

کسی ان کی کا خیال لکھوں

تندیوں کا رنگ لکھوں

بگنوں کی چمک لکھوں

کائنات کا حسن لکھوں

شاعر کا بیاں لکھوں

آنکھوں میں چھپے خواب لکھوں

نہ لکھوں، نہ لکھوں، نہ لکھوں

یا اپنی زندگی لکھوں

تم ہی بتاؤ اے شاہد

میں تم کو کیا لکھوں

رخسار۔ سیخو پور۔

☆☆☆

قارئین کرام ہمیں بھی چاہئے کہ ہم شرک کی طرف نہ بڑھیں بلکہ پانچ وقت کی نماز ادا کریں اور اپنے گناہوں کی مہائی قارئین کرام آج کل کالے جادو کا

خونناک کے لئے

نماز کی فضیلت

حضرت عثمان سے نقل ہے جو شخص نماز کی حفاظت کرے اوقات کی پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام کرے اللہ تعالیٰ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں۔

اس کو خود محبوب رکھتے ہیں۔

فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اس کے گھر برکت عطا فرماتے ہیں۔

اس کے چہرے پر صلحاء کے انوار ظاہر ہوتے ہیں۔

اس کا دل نرم فرماتے ہیں۔

پل صراط سے بجلی کی تیزی سے گزرے گا۔

جنت میں ایسے لوگوں کا پڑوس ہوگا جن کے بارے میں آیت ہے ترجمہ، قیامت کے دن

نہ ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

عمر خان عاجز۔ کھوئی بھارہ

خاموشی

☆ خاموشی محبت ہے بغیر پھل کے۔

☆ خاموشی ہیبت ہے بغیر سلطنت کے۔

☆ خاموشی قلعہ ہے بغیر ہتھیار کے۔

☆ خاموشی محل ہے مومنوں کا۔

☆ خاموشی شیوہ ہے عاجزوں کا۔

☆ خاموشی دبدبہ ہے جاگوں کا۔

☆ خاموشی جواب ہے جاہلوں کا۔

☆ خاموشی ہتھیار ہے جذبوں کا۔

عمر عاجز۔ کھوئی بھارہ

رات کے خزانے

سرکار مدینہ سلطان باقریہ علیہ السلام نے ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ رات کو روزانہ پانچ کام کر کے سویا کرو۔

☆ چار ہزار دینار صدقہ دے کر سویا کرو۔

☆ ایک قرآن شریف پڑھ کر سویا کرو۔

☆ جنت کی قیمت ادا کر کے سویا کرو۔

☆ دولٹنے والوں میں صلح کر کے سویا کرو۔

☆ ایک حج ادا کر کے سویا کرو۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری جان آپ پر قربان ہو یا رسول اللہ یہ امر میرے لئے نہایت ہی محال ہے مجھ سے کب یہ کیا جائیں گے پھر حضور اقدسؐ نے فرمایا!

☆ چار مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب چار ہزار دینار کے برابر ہے۔

☆ تین مرتبہ قل ہو اللہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب ایک قرآن پاک کے برابر ہے۔

☆ دس مرتبہ استغفار پڑھ کر سویا کرو دولٹنے والوں میں صلح کروانے کے برابر ہے۔

☆ دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر سویا کرو جنت کی قیمت ادا ہوگی۔

☆ چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھ کر سویا کرو ایک حج کا ثواب ملے گا۔

☆ اس پر حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اب تو میں روزانہ یہی عملیات کر کے سویا

کروں گا۔ قارئین آپ سے التماس ہے کہ آپ بھی یہی عمل رات کو سونے سے پہلے کیا کریں۔

عمران علی ہاشمی۔ لاہور

غیبت کرنیوالے کا انجام

آپؐ نے سفر معراج میں ایک قوم کو دیکھا۔ اس قوم کے ناحن تانے کے تھے، اور اس قوم کے لوگ اپنے تانے کے ناخنوں سے، اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ حضور اقدسؐ نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو جبرائیل نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے یعنی ان کی غیبت کرتے، ان کی برائی بیان کرتے اور ان کی عزت پر انگلی اٹھاتے تھے۔

عمرخان عاجز مشرزی۔ کھوئی بھارہ

حدیث

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے ایک شخص آنحضرتؐ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کون سا شخص افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا، جہاد کرنے والا اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے۔ اس نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا پھر وہ آدمی جو کسی ایک گٹھائی میں اللہ کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی برائی سے بچاتا ہے۔

عثمان غمگین۔ ملانت تھپ

اقوال زریں

☆ جو علم سے زندہ رہے گا وہ کبھی نہیں مرے گا۔

☆ علم وہ خزانہ ہے نہ چرایا جاتا ہے نہ لوٹا جاتا ہے۔

☆ دولت سے بہترین بستر خریداجاسکتا ہے مگر نیند نہیں۔

☆ قائد اعظم کا فرمان ہے کہ دولت مینار اور مسجد بنا سکتی ہے مگر ایمان نہیں۔

☆ دودھن زیادہ خطرناک نہیں ہوتے جتنا کہ دو دوست کیونکہ وہ ایک دوسرے کی کمزوری کو جانتے ہیں۔

☆ ہر چیز کا ایک راستہ ہے اور جنت کا راستہ علم ہے۔

☆ نامیدی موت کا دوسرا نام ہے۔

عثمان غمگین۔ ملانت تھپ

رفتار جہاں

رفتار جہاں ہے تیز بہت ہر سانس ہے زرا تیز بہت۔

☆ الزام ہے شرانگیز بہت شاہد بھی نئے مشہود نے، طوفاں ہے قیامت خیز بہت ہے کفر کی آندھی تیز بہت۔

☆ ہے ذریت اہلسننی مردار نے مردود نے بھڑکائی گئی ہے آگ نئی بت توڑنے والوں کی خاطر۔

☆ ہے سلک ابراہیمؑ وہی آرزوی وہی نمرود نے اس خستہ مکان کے سائے میں بیٹھے ہیں پرانے گدھ کتنے۔

☆ آتے ہیں نظر خو خوار بہت گیدڑ ہیں یہاں موجود نے توحید ہمارا ایمان ہے مہبود ہمارا رحماں ہے۔

☆ اس لات و منات کی دنیا میں مسبود نے مسبود نے عمر یہ ہے رفتار جہاں دنیا میں کہاں جائے اماں۔

☆ اک بحر کرم ہے آؤ یہاں، پاؤ گئے در مقصود نے۔

عمر عاجز اینڈ سخی جان۔ کھوئی بھارہ

اسلامی معلومات

☆ حضرت ابراہیمؑ نے 175 سال کی عمر پائی۔

☆ حضرت ابراہیمؑ نے تین عورتوں سے شادی کی، سارہ، ہاجرہ، قطورا۔

☆ حضرت لوطؑ کی اہلیہ کا نام وہابہ تھا۔

☆ حضرت یعقوبؑ کا عبرانی نام اسرائیل ہے۔

☆ امرائیل کے معنی عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہیں۔

☆ حضرت یعقوبؑ جو بس برس مصر میں رہے۔

☆ حضرت موسیٰؑ کا قدر تیرا گز لمبا تھا۔

☆ حضرت موسیٰؑ کی اہلیہ کا نام صفورا تھا۔

☆ حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ ستر ہزار جادو گروں سے ہوا تھا۔

☆ حضرت موسیٰؑ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

عمر خان، سخی جان۔ کھوئی بھارہ

اقوال زریں

☆ اپنے آپ کو اتنا مخلص رکھو کہ تمہارا دشمن بھی تمہیں بتانے کا خواہش مند ہو۔

☆ لوگوں کی برائیوں کو تلاش کرنے کی بجائے اپنی برائیاں تلاش کرو اور اگر وہ ملیں تو پھر

انہیں دور کرنے کی کوشش کرو۔

☆ جو لوگ بات بات پر رونے لگتے ہیں وہ حساس نہیں بلکہ کمزور ہوتے ہیں۔

☆ اگر تمہیں کوئی گالی دے کر بات کرے تو اس کا جواب تم برابر سے نہ دو ورنہ تم میں اور اس میں فرق کیا رہ جائے گا۔

☆ چاہے کچھ بھی ہو جائے انسانیت کے افضل رتبے کو کبھی نہ گرنے دو۔

☆ جو لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے وہ دراصل اپنے حال اور مستقبل کی قدر اور فکر نہیں کرتے۔

☆ بادشاہ کا پہلا قانون اپنی حفاظت ہوتا ہے۔

☆ کسی کے غصے میں کہے ہوئے کلام کو کبھی مت بھولو۔

☆ جس شخص کو اپنی جان کا خوف نہیں ہوتا وہ دوسرے کی جان کا مالک ہوتا ہے۔

عثمان چوہدری۔ ڈڈیال

تین دوست

علم، دولت، عزت! ارخصت ہونے لگے تو ان کے درمیان کچھ اس طرح گفتگو ہوئی علم کہنے لگا مجھے ملنا ہو تو عالموں کی صحبت اور کتابوں میں ملوں گا۔ دولت کہنے لگی مجھے ملنا ہو تو امیروں کے محلوں میں تلاش کرو۔ عزت کہنے لگی تو بولی علم اور دولت نے پوچھا تم کیوں خاموش ہو؟ تو عزت افسوس سے بولی میں اگر ایک بار چلی جاتی ہوں تو دوبارہ نہیں ملتی۔

عباس کنول پیرارہ۔ رکن پور

اقوال زریں

☆ کامل ترین وہ ہے جس کا اخلاق بہت اچھا ہے۔

☆ محبت اور انکا ایک دل میں نہیں رہ سکتی۔

☆ ہنر انسان کا سب سے بڑا دوست ہے۔

☆ دل میں انسانیت ہو تو دل خدا کا گھر ہے۔

☆ سورۃ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی (الحمدیث)۔

☆ دنیا کا بد قسمت انسان وہ ہے جس کے کان قرآن کی تلاوت سے محروم ہیں۔

☆ محبت کی زنجیر ٹکڑے ٹکڑے بھی ہو جائے تو اس کی قید سے رہائی مشکل ہے۔

☆ اگر کوئی چیز تیرے دل میں کھلے تو سمجھ لینا کہ وہ گناہ ہے۔

☆ اچھا دوست وہ ہے جس کا دل تم سے لپٹ رہا ہو مگر ہونٹوں پہ تبسم ہو۔

☆ عباس کنول پرارہ۔ دکن پور

اقوال زریں

☆ غلوں ایک ایسا جذبہ ہے جس میں صرف سچائی پوشیدہ ہے۔

☆ جو جینے کی امید نہیں رکھتا ہو وہ پہلے ہی ہار چکا ہوتا ہے۔

☆ زندگی میں اپنے آپ کو خوشیوں اور غموں دونوں کے لئے تیار رکھنا چاہیے۔

☆ عورت ایک پھل دار درخت ہے جس کی ٹہنیوں میں محبت چاہت الفت صداقت انسانیت وفاؤں اور دعاؤں کے پھل آگے

ہوتے ہیں۔

☆ دوسروں کی صورت شکل دیکھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ خود خوبصورت ہو جاؤ تاکہ دوسرے تجھے حاصل کریں۔

☆ کامران خان تبسم۔ ہری پور ماڑی

اقوال زریں

☆ محبت کی کوئی منزل نہیں اس کی ابتداء اور انتہا ایک ہے۔

☆ محبت دل میں ہوتی ہے دل چیر کر نہیں دکھایا جا سکتا۔

☆ محبت کے چہرے پر محبت سے نگاہ ڈالنا بھی عبادت ہے۔

☆ انسان سے محبت کرنا خدا سے بہت کرنا ہے۔

☆ محبت کسی شخص سے کی نہیں جاتی بلکہ جو شخص اچھا لگے اس سے محبت ہو جاتی ہے۔

☆ علم ایسا پھول ہے جو بھی نہیں مرجھاتا۔

☆ قسمت ہمارے معاملات کو ہماری آرزوں اور تمناؤں سے بہتر طور پر چلاتی ہے۔

☆ قسمت کا فیصلہ اکثر ہماری زبان کی ٹوک پر ہوتا ہے۔

☆ قسمت ہم سے وہی کچھ چھین لیتی ہے جو ہم کو دیتی ہے۔

☆ محمد بوٹا راہی۔ وان بھجراں

انمول موتی

☆ اس چیز کی تمناء نہ کرو جسے حاصل نہ کر سکو۔

☆ عورت پر اعتبار نہ کرو کیونکہ یہ ناقص العقل

ہوتی ہے۔

☆ کسی کو اپنا بنانے سے پہلے سوچو کہ اسے اپنائیت کا احساس دلا سکو گے۔

☆ دنیا میں صرف اور صرف ماں سے محبت کرنی چاہیے۔

☆ آنکھیں بغیر کا جل کے بھی خوبصورت ہو سکتی ہیں اگر چہ ان میں شرم و حیا ہو۔

☆ کسی کو اچھا بنانے سے پہلے خود بننا ضروری ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سب سے خوبصورت تحفہ انسان کے لئے ماں کی محبت ہے۔

☆ سچی محبت بھی ایک عبادت ہے۔

☆ کسی کے چہرے پر مت جاؤ کیونکہ وہ ایک بند کتاب کی مانند ہے۔

☆ مصیبت ایک ایسا آئینہ ہے جس میں اپنے پرانے پچھانے جاتے ہیں۔

☆ کانٹوں سے بھری ہوئی ٹہنی کو ایک پھول پر کش بنا دیتا ہے۔

☆ ماجد یعقوب شاہ۔ ڈھرنال

اقوال زریں

☆ بے وقوف کے ساتھ جنت میں بیٹھے سے عقل مند کے ساتھ قید خانے میں بیٹھنا بہتر ہے۔

☆ اللہ کا خوف ہی سب سے بڑی دانائی ہے۔

☆ اپنی ناکامی پر مسکرا دو کیونکہ یہ تمہاری عروج کی پہلی بڑی سیڑھی ہے۔

☆ مصائب کا مقابلہ صبر سے اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو۔

☆ گناہوں کے سمندر میں نیکی کی کشتی کو چلانا

بھی ایک جہاد ہے۔

☆ صبر کروا ہوتا ہے لیکن اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔

☆ سید نزاکت صداقت بخاری۔ کوئٹہ شیر محمد

انمول ہیرے

☆ صبر سب سے بڑی اور عمدہ دعا ہے۔

☆ تمہاری عقل ہی تمہاری استاد ہے۔

☆ جس نے علم بڑھ کر بھلایا وہ بد نصیب ہے۔

☆ دین کی بنیاد عقل، علم، صبر ہے۔

☆ ہمیشہ کم بولو کیونکہ اس میں لاتعداد فوائد ہیں۔

☆ تکبر علم کو کھا جاتا ہے۔

☆ بے کاری اور سستی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔

☆ علم بنی نوع انسان کا زیور ہے۔

☆ مطالعہ علم اور اداسی کا بہترین علاج ہے۔

☆ زیادہ سناؤ اور کم بولو۔

☆ اعتماد ہی زندگی کی محرک قوت ہے۔

☆ صرف عمل میں ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔

سچی باتیں

☆ بولنے میں تاثیر پیدا کرو کہ دل میں اثر جائے ورنہ چپ رہو۔

☆ لوگوں سے اس طرح ملو کہ وہ تمہارے

نوید ساگر۔ سرساوہ

جانے کے بعد تمہیں یاد رکھیں۔

زندگی سمندر ہے جو اپنے اندر لاکھوں راز چھپائے ہوئے ہے۔

محبت پانا ہر کسی کے لئے ممکن نہیں مگر محبت پھیلانا سب کے لئے ممکن ہے۔

دوستی میں کسی کے اعتبار کو محض مت پہنچاؤ۔ اپنی خوشی کے لئے کسی کی مسرت خاک میں نہ ملاؤ۔

زبان کھولنے سے پہلے سوچ لو دنیا میں تم سے زیادہ عقل مند لوگ موجود ہیں۔

نہ گنا خوب نہیں بلکہ گنا گنا سبھل جانا خوبی ہے۔

صورت کو نہیں سیرت کو دیکھا کرو۔ تین چیزوں کو پردے میں رکھو، عورت، دولت، کھا

چوہدری ظہیر احمد۔ سید پور پبلان

معلومات عامہ

امریکہ میں 2005ء کے صدارتی الیکشن میں امریکہ کے موجودہ صدر جارج ڈبلیو بش نے جان کیری کو شکست دے کر دوسری مرتبہ

صدر کا عہدہ سنبھالا۔

پاکستان کے موجودہ صدر جنرل پرویز مشرف نے اپریل 2002ء میں صدارتی

ریفرنڈم میں کامیابی کے بعد صدر کا عہدہ سنبھالا۔

بھارت کے سابق وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی تھے اور موجودہ وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ ہیں۔

پانی سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈا اس لئے ہوتا ہے کہ زمین کا درجہ حرارت تبدیل ہو جاتا ہے۔

پنجاب کا دار الحکومت لاہور ہے جبکہ وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الہی ہے۔

غضر حیات۔ روزہ تھل، خوشاب

دودل

دودل تب ایک ہو سکتے ہیں جب وہ ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا سکھ لیں ایک دوسرے پر یقین کریں، زخم ایک کو ہو تکلیف دونوں محسوس کریں، اعتماد، یقین ہی محبت کی عمارت کو مضبوطی دے سکتے ہیں۔

سید تصور شاہ۔ توبہ ٹیک سنگھ

غزل

کسی سے بھی تم پیار مت کرنا لاکھ کر کے وعدے تم اعتبار مت کرنا ہر اک ادا کو دیکھو اور بھول جاؤ

کسی بھی ادا کو جگر کے پار مت کرنا وہ تو ہمیں اپنے بنا ہی لیتے ہیں

تم لاکھ سوچو مگر اقرار مت کرنا دل کا کھیل مصدق یہ ہر اک سے کھیتے ہیں

ان کی کسی بات کا تم اظہار مت کرنا مصدق ریاض مصدق۔ ڈنگہ شہر

☆☆☆

نہ تصور کے تصور کی کتاب میں پنہ نہ شاعر کے تخیل کی جناب میں چہرہ رند اندھیروں میں ترپتے ہوئے پیاسے بھاگیں تیرا سوتے ہوئے دیکھیں جو کبھی خواب میں چہرہ زیارت کی تمنا تھی کہ میں چاند کو دیکھوں وہ بے درد لئے آیا ہے نقاب میں چہرہ کب ملتے ہیں آسانی سے گوہر نایاب جو تیری بھگی ہوئی زلفوں کے جاب میں چہرہ پار اسے سہ تو دوں کے تیرے چپے ہیں بہت عمر سال سے لاؤ ان کے جواب میں چہرہ

قادر یار۔ ڈڈیال

قبر کا کشادہ ہو جانا

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب مردے کو دفن کر کے آتے ہیں تو اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور وہ

مردہ کو قبر میں بٹھا کر کہتے ہیں (ہیبا کنت تقول فسی هذا الرجل) یعنی تو اس شخص نبی کریمؐ کے

بارے میں کیا کہا کرتا تھا۔ اب اگر وہ مسلمان ہے تو کہتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں

پھر وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں دیکھ تیرا ٹھکانا جہنم تھا اب اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے اسے جنت سے بدل

دیا ہے پھر وہ دونوں کو دکھائیں گے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ پھر اس کیلئے قبر کو ستر اور

کھول دیا جائے گا جس پر سبزہ وغیرہ بھی ہوگا۔

احمد شاہ مجاہد (مکران)

عبادت عبادت ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ

نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھا یعنی پورا وضو کیا اور پھر حصول ثواب کے ارادے سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو اس کو دوزخ سے ستر برس کی مسافت کے بقدر دور کر دیا جاتا ہے۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان دوسرے پیار مسلمان کی دن کے پہلے صبح میں یعنی دوسرے پہر سے پہلے پہلے عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کیلئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جو مسلمان رات میں یعنی غروب آفتاب کے بعد عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کیلئے صبح ہونے تک رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور بہشت میں اس کیلئے بار مقرر کر دیا جاتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا: جب کوئی شخص بیمار کی عیادت کرتا ہے تو ایک پونے والے یعنی فرشتہ آسمان سے

پکار کر کہتا ہے کہ تیرے لئے دنیا اور آخرت میں بھلائی ہو اور تیرا چلنا عیادت کیلئے مبارک ہو اور تجھے جنت میں اعلیٰ مقام ملے۔

☆ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو جب تک وہ بیٹھتا نہیں دریائے رحمت میں غوطہ لگا دیتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی

عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، چھینکنے والے کو جواب دینا۔

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے رسول اکرمؐ نے فرمایا بھوکے مسکین اور فقیر کو کھانا کھلاؤ بیمار کی عیادت کرو اور قیدی کو دشمن کی قید سے چھڑاؤ۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اکرمؐ نے فرمایا جس نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اس کیلئے مصیبت زدہ کا سابی اجر ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندہ سے فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا اور تم نے میری عیادت نہیں کی بندہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب میں تیری عیادت کس طرح کرتا کہ تو تو نعم جہانوں کا پروردگار ہے اور بیماری سے پاک ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں ہوا تھا کہ فلاں بندہ بیمار تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر اس بیمار بندے کی عیادت کرتا تو مجھے یعنی رضا اس کے پاس پاتا۔

محمد عظیم عادل (مکران)

مقام والدین

☆ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے اور تیرے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ سے حسن سلوک کرو اور ان میں سے ایک یا وہ دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو

انہیں اف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکوا اور ان دونوں سے ادب کے ساتھ بات کیا کرو اور ان کے لئے عاجزی کے ساتھ بازو جھکا دو مہربانی سے اور کہو اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی (سورۃ بنی اسرائیل آیت 22-23)

☆ ماں باپ قابل قدر و احترام، واجب العزت و اکرام اور لائق خدمت و احسان ہیں گرچہ کافر ہی کیوں نہ ہوں (سورۃ مریم 47، بخاری و مسلم)

☆ ماں باپ، رحمت و شفقت، کرم و عنایت اور مہر و محبت کا پیکر ہیں (سورۃ یوسف 84، بخاری)

☆ ماں باپ، اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہیں کہ جس کا کوئی بدل نہیں (بخاری و مسلم)

☆ ماں باپ موحّد ہوں تو ان کی بخشش و مغفرت کیلئے دعا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے خصوصی حکم دیا ہے (سورۃ بنی اسرائیل 24، ابوداؤد)

☆ ماں باپ کی خدمت و اطاعت سے رزق اور عمر میں خیر و برکت ہوتی ہے (مسند احمد)

☆ ماں باپ کو گالی دینا اس طرح ہے کہ دوسرے کے والدین کو گالی دے کر اپنے والدین کو گالی دلو انکے کبیرہ گناہ مثل قتل و زنا کے ہے (بخاری و مسلم)

☆ ماں باپ کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ان کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پنہاں ہے (ترمذی)

☆ ماں باپ کی دعائیں اولاد کے حق میں جلد اثر پذیر ہوتی ہیں گرچہ ماں باپ غیر مسلم ہی ہوں

(بخاری)

☆ ماں باپ کو ایک بار نظر شفقت سے دیکھنے پر حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ خواہ بار بار دیکھے تاہم حج کی فرضیت برقرار رہتی ہے (شعب الایمان بہیقی)

☆ ملن باپ کا شکر ادا کرنا ویسا ہی فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا فرض ہے (سورۃ لقمان 14)

☆ ماں باپ کے حقوق بعد وفات یہ ہیں ان کیلئے بخشش کی دعائیں کرنا ان کا نیک عہد پورا کرنا ان کے لواحقین و احباب کی عزت (ابوداؤد، ابن ماجہ)

☆ ماں باپ کے نافرمان کو موت سے پہلے بھی اس جہاں میں ضرور سزا ملتی ہے (شعب الایمان بہیقی)

☆ ماں باپ کے سامنے اظہار ذلت و کسرتی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (سورۃ بنی اسرائیل 24)

☆ ماں باپ کے نافرمان پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے (دارمی، مسند احمد، نسائی)

☆ ماں باپ کی خدمت کے ذریعے حصول جنت کی کوشش نہ کرنے والے کیلئے رسول اللہ نے بددعا کی ہے (مسلم)

☆ ماں باپ کی خدمت کا فریضہ جہاد میں جان قربان کرنے جیسے فرض پر مقدم ہے (بخاری و مسلم)

☆ ماں باپ کی خدمت نماز و جہاد جیسے افضل اعمال صالحات میں سے ہے (بخاری و مسلم)

محمد عظیم عادل (مکران)

گناہ کبیرہ

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ نہ بتا دوں۔ ہم لوگوں نے عرض کیا۔ اللہ کے رسول ضرور بتائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپؐ ٹیک لگائے ہوئے تھے بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا ہوشیار ہو جاؤ غور سے سنو اس کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ بات اور جھوٹی گواہی ہے۔ سن لو اس کے بعد جھوٹ بات اور جھوٹی گواہی ہے۔ اور آپؐ یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے اپنے دل میں کہا کہ کاش آپ خاموش ہو جاتے (متفق علیہ) یہ حدیث متمدن معاشرہ کو اسلامی معیار سے خدائی قدروں کے ذریعے ترقی دینے اور آگے بڑھانے کی شکلوں میں سے ایک شکل اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم اور اس کی وضاحت و بیان کی ایک کھلی ہوئی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات قرآنیہ میں اپنی عبادت کے بعد فوراً والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرمایا ہے اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو (بنی اسرائیل 23)

محمد عظیم عادل (مکران)

محبت

☆ جو بار بار محبت کرتا ہے وہ محبت کرنا نہیں جانتا۔
☆ محبت انسانی عظمت کیلئے دیک کا کام کرتی ہے۔

☆ محبت مضبوط ارادوں کو کمزور کر دیتی ہے۔
☆ محبت وہ کھیل ہے جس میں عقل ہار جاتی ہے۔
☆ دل کی ہزار آنکھیں ہوتی ہیں مگر وہ محبوب کے
☆ عیبوں کو نہیں دیکھ سکتیں۔
☆ محبت آنکھوں سے نہیں دل سے دیکھتی ہے۔
☆ دانشمند وہی ہے جو اس میں اندھا ہو چکا ہو۔
☆ محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے۔

محمد ہارون قمر (سیچ پور ہزارہ)

سنہری باتیں

☆ ہمیں ہر ایک اس چیز سے محبت کرنی چاہئے جو
☆ محبت کے قابل ہو اور ہر اس چیز سے نفرت
☆ کرنی چاہئے جو نفرت کے قابل ہو۔ لیکن یہ
☆ صرف اس صورت میں ممکن ہے جب ہمارے
☆ پاس دونوں کا فرق کرنے کیلئے عقل کی دولت
☆ اور علم کی روشنی ہو۔
☆ انسان کسی کو شریک زندگی بنانے سے پہلے اس
☆ کے ماضی اور حال کو دیکھتے ہیں لیکن یہ بھول
☆ جاتا ہے کہ اس شخص کی رفاقت میں اسے اپنا
☆ مستقبل گزارنا ہے۔

☆ ہر انسان کو سوائے اس کی ذات کے کوئی چیز
☆ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔
☆ کچھ رشتے اتنا سے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن کچھ
☆ رشتے کو قائم رکھنے کیلئے اتنا ضروری ہے۔
☆ اہم بات یہ نہیں کہ ہمارے اہم بات یہ ہے
☆ ہمت تو نہیں ہمارے۔
☆ کسی اس چیز کیلئے آنسو نہ بہاؤ جو تمہارے لئے
☆ نہیں بنی۔
☆ جو شخص اپنے دوست کو دھوکا دیتا ہے وہ خدا کو

☆ دھوکا دیتا ہے۔
☆ اپنی زندگی کا کوئی مقصد بنالیں پھر اپنی ساری
☆ طاقت اس کے حصول کیلئے لگا دیں آپ کو ضرور
☆ کامیابی ملے گی۔
☆ کسی کو خوشی دینا اتنا خوش کن نہیں جتنا کسی کو دکھ
☆ نہ دینا خوش کن ہے۔
☆ محبت کیلئے لفظ بے شک ضروری ہوں یا نہ ہوں
☆ اعتبار کیلئے ضرور ہے۔

سجاد علی اسد (جھل مگسی)

سارے رنگوں کو

☆ دھنک کے سارے رنگوں کو
☆ تمہارے نام کرتے ہیں
☆ بستی سب پتنگوں کو
☆ تمہارے نام کرتے ہیں
☆ ہوا میں گنگنا کر گھر گھر آئی ہیں ہمیں جاناں
☆ ہوا کی سب ترگوں کو
☆ تمہارے نام کرتے ہیں

سجاد علی اسد (جھل مگسی)

یادیں

☆ یادیں تیرے غلوں کی دُستی ہیں آج بھی
☆ ملنے کی آہیں ترستی ہیں آج بھی
☆ آنکھیں ہزل ضبط کی کوشش کے باوجود
☆ وہ کہہ کے بار بار بیتی ہیں آج بھی

سجاد علی اسد (جھل مگسی)

اقوال زریں

☆ تم جس سے نفرت کرتے ہو اس سے ہوشیار
☆ رہو۔

☆ دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔
☆ موت ایک بے خبر ساعی ہے۔
☆ بے عقلی سب سے بڑی غریبی ہے۔
☆ عقل مند ہمیشہ غم و فکر میں مبتلا رہتا ہے۔
☆ توبہ کرنا آسان مگر گناہ چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔
☆ سچ بھی جھوٹ سے شکست نہیں کھاتا۔
☆ اسے دیکھو جو تمہیں دیکھتا ہے اس سے محبت کرو
☆ جو تم سے محبت کرتا ہے اس کی سونو تمہاری سننا
☆ ہے اپنا ہاتھ اسے دو جو تھامنے کیلئے تیار ہے۔
☆ محبت ایک ایسی چیز ہے جو سیکھنے کی اور کسی کے
☆ بتانے کی نہیں ہے۔

☆ مرد صورت سے نہیں بلکہ سیرت سے پہچانا جاتا
☆ رہے۔

☆ سچا دوست وہ ہے جو براہ راست یا کسی کی
☆ سفارش پر فتنہ پہنچائے۔
☆ جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اور تکلیف کے وقت
☆ فریاد کرے وہ محبت میں صادق نہیں بلکہ کاذب
☆ اور دروغ گو ہے۔

سجاد علی (جھل مگسی)

معلومات

☆ ترکی میں آخری عثمانی خلیفہ کا نام بتائیے؟
☆ بتائیے چین میں چاؤ خاندان نے کتنے برس
☆ حکومت کی؟
☆ بتائیے قدیم چین کو کیا کہا جاتا ہے؟
☆ بتائیے شہر بغداد کی بنیاد کس نے رکھی؟
☆ ہندوستان کا پہلا راجہ کون تھا؟
☆ مور یہ خاندان کے آخری بادشاہ کا نام کیا تھا؟
☆ ہندوستان کی قدیم ترین نسل کا نام کیا ہے؟

☆ شہنشاہ بابر اور بہادر شاہ ظفر کے مزارات کہاں
☆ ہیں؟
☆ نور جہاں کا مقبرہ کس نے بنوایا تھا؟
☆ غدر کے بعد لعل قلعہ دہلی کا دروازہ کب کھلا؟
☆ جوابات
(1) سلطان عبدالحمید ثانی (2) تقریباً
873 سال (3) کیتھی (4) خلیفہ منصور نے
(5) چندر گپت مور یہ (6) دستر تھ (7) دراوڑی
(8) کابل، رنگون (9) خود نور جہاں نے (10)
1911ء میں۔

سجاد علی (جھل مگسی)

اقوال زریں

☆ مجھے ستاروں سے اکثر یہ آواز آتی ہے کہ کسی کی
☆ یاد میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا۔
☆ پیارے لوگو ظلم کرنے سے بہتر ہے کہ ظلم سہہ
☆ جاؤ۔
☆ چھلانگ سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ قدم بہ قدم
☆ چلو۔
☆ ناکامیوں سے نہیں گھبرانا چاہئے کیونکہ ایک
☆ ناکامی کے پیچھے سو کامیابیاں ہوتی ہیں۔
☆ مت کرو ایسے انسان سے محبت جو تم سے محبت
☆ نہیں کرتا ہاں اگر کرنی ہی ہے تو دیوانگی اپنے
☆ دل چھپا لو اس کو ہوا تک نہ لگئے دو روز زندہ تمہیں
☆ بہت تنگ کرے۔
☆ سچے دوست کی خاص نشانی یہ ہے کہ جب تم
☆ دونوں پر کوئی ایسی مصیبت آئے جس میں جان
☆ جانے کا بھی ڈر ہو اے پیارے لوگو کچا دوست
☆ کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔

غزل

سر شام ہی میں نے ایک خواب دیکھا
اجڑے باغ میں کھتا ایک گلاب دیکھا
کانٹوں بھرے اس گلاب کی روح کو
اسے آج پہلی دفعہ بے نقاب دیکھا
تھے کانٹے بھی آبدیدہ اس پھول کے درد پر
یوں کانٹوں کی دنیا میں انقلاب دیکھا
میں منتظر تھا کہ اس کی مہک مجھ تک پہنچے
اس کی بے بسی پر اپنا جواب دیکھا
پھر بیٹھ گیا اس اجڑے باغ کی دلیز پر
عمران آنسوؤں سے ہوتا اسے سیراب دیکھا
امیر گل خان۔ ڈیرہ غازی خان

پیار کے قابل

وہ میرے پیار کے قابل ہی نہ تھا
کیوں انتظار کیا وہ وفا کے قابل ہی نہ تھا
انجانے میں اسے وفا کا دیوتا سمجھ بیٹھے ہم
وہ انسان کہلانے کے قابل ہی نہ تھا
اس کی رفاقت کیلئے کیا کچھ نہیں کیا ہم نے
وہ تھا اک دھوکہ اعتبار کے قابل ہی نہ تھا
قدم قدم پر اس نے اتنے جھوٹ بولے
وہ تھا اک جھوٹ سمجھنے کے قابل ہی نہ تھا
میری محبت کو پامال کیا اس نے عمران
وہ میرے دل میں رہنے کے قابل ہی نہ تھا
امیر گل خان۔ ڈی جی خان

غزل

تیرے ہونٹوں کی خاموشی مجھے اچھی نہیں لگتی
تیری معصوم آنکھوں میں نمی اچھی نہیں لگتی

یوں مدھوشی میں مجھ سے پوچھتے ہو معنی الفت کے
یہ سادگی تیری ہمیں اچھی نہیں لگتی
سجا کر آنکھ میں کاجل نہ دیکھیں آئینے کو یوں
ہمیں یہ بے ججالی بھی صنم اچھی نہیں لگتی
میری جان میرا سپنا بن کر آنکھوں میں اتر جانا
یہ دور اور مجبوری ہمیں اچھی نہیں لگتی
ساجد رفیق ساجد۔ چک نمبر 75 رب

کبھی بے بسی نا تمام ہو

مجھے یہ دعا دی کہ
کبھی بے بسی نا تمام ہو
تمہیں بھولنا کہاں بس میں ہے
میں یہ چاہوں چاہو مجھے صنم
مجھے خود سے نہ تم جدا کرو
تیرے بن میں زندہ نہیں صنم
میرے جسم میں تم رہا کرو
مجھے لکھ نہ موت دو
مجھے لمحہ میر میں فنا کرو
میرا دکھ تیرا دکھ بنے
مجھے دکھ ہی تم دیا کرو

ساجد رفیق ساجد۔ چک نمبر 75 رب

غزل

بول نہ بھادیں بول وے ایازی
وس اکھیاں دے کول وے ایازی
میں حال پیاسی پیار تیرے دی
دل دا بوجھا کھول وے ایازی
دیکھ وفا نہیں توی جاندی
نہ پاء اپنی جھول وے ایازی
میں آں جگ دا کھوٹا سکھ
توں ہیرا مہول وے ایازی
اپنی نفرت میری چاہت

نکڑی اتے تول وے ایازی
اپنے چن ڈھولے نوں انج تول
لکھاں وچ نہ رول وے ایازی
ایاز نعیم ایازی۔ چکوال

نظم

تیرے مرنے تک میں جانا
اپنا آپ سنجال کے رکھنا
سدا مراں ساریاں پال کے رکھنا
فیر آخرتے مرنا ہی توں
ایتھوں تے کوچ کرنا ہی توں
تیری قبر دے وچ جاہندنا
کچھ سندا کچھ اپنی کہندنا
بیٹھ تیری رکھوالی کردنا
جیویں پھلاں دی مالی کردنا
تیری خاطر سہناں لٹردنا
سڑنا پیندا تے میں سڑدا
ہر ویلے کھپ پائی رکھدا
تے تیرا دل لائی رکھدا
او تھے گھر دساندے اپنا
پیندے اپنا کھاندے اپنا
بس توں میرے نال ای ہوندا
تیرا سبھ کچھ میں ای ہوندا
اک پل تیتھوں دور نہ ہوندا
دیکھد ایتوں اٹھدا ابھندنا
ہر ویلے تیرے سرتے رھندنا
جیویں سردا لٹرا ہوندا
کاش میں قبر دا کیڑا ہوندا

ایاز نعیم ایازی۔ چکوال

تیری یاد میں

تیرے بعد کیا اے بے وفا قرار ہو مجھ کو
جو کبھی ختم نہ ہو دے گیا عذاب وہ مجھ کو
ہوا ہوں کرچی کرچی میں تیری جدائی میں
ہزار کلڑوں میں بکھر گیا ہوں سمیت لو مجھ کو
سر شام وہ تیری یاد میں سب سکتے ہیں
چٹ گئے ہیں بنا تیرے دکھ جو مجھ کو
نزع کے عالم میں یاد ہے منظر تیری جدائی کا
قسم ہے تمہیں میری جاں اور نہ دکھ دو مجھ کو
ثاقب بشیر۔ لاہور

نظم

اک کڑی نال اوندے جاندے
تا نکا جھانکا ہوندا سی
اوہ وی پیار جتنا دی سی
مینوں حال دل سناندا سی
جگ ظالم توں لکے دو دیں ایازی
پکیاں قسماں کھاندے رہے
اک دو بے داسا تھیں بھڑنا
اک دو بے نوں آہندے رہے
رماں دی فیر ہنیری جمل گئی
کیتے سارے وعدے بھل گئی
ور کے مینوں سو ری کہ گئی
ہور کے دی ڈولی بہہ گئی
اک دن ایہہ انہونی ہوئی
مینوں چٹ نہ چیتا کوئی
بچاک پیادوڑا آوے
ماموں ماموں آکھ بلاوے
جد میں پچھاں نظر دوڑائی
کڑی ادھوای نظریں آئی

ایاز نعیم ایازی۔ ملکوال

لال اکھال گلاب وانگوں

کمال	چہرہ	کتاب	داگوں
حسن	اوحدا	سوال	چاپے
اوحدا	دیکھن	جواب	داگوں
تک	سکویں	کمان	جیوں
چال	اودہی	شراب	داگوں
دید	اوحدا	سکون	بخشنے
جبر	اوحدا	عذاب	داگوں
شہد	اوس	دی زبان	ایازی
روپ	سارا	ثواب	داگوں

ایاز نعیم ایازی۔ ملکوال

غزل

جب مر گیا میں تو تم جشن مناؤ
اگر تم میں آیا تو تم میری میت کو جلاؤ
اگر تجھے میرے مرنے کا پتہ نہ چلاؤ
تو بعد میں میرے کفن کے ٹکڑے جن کر جلاؤ
اگر تجھے میرے کفن کے ٹکڑے بھی نہ ملے
تو تم اس کے بعد میری قبر میں آکر میری قبر کے پردے کو
جلاؤ
اس کے بعد تم اپنے گھر جا کر
میرے پرانے خطوں کو جلاؤ
اگر کبھی میں تیرے خوابوں میں آؤں
تو تم مجھے خوابوں میں جلاؤ
اگر کوئی تم سے یہ پوچھے بخش اسیر کون تھا جو مر گیا
تو تم اس کو بھی میری طرح جلاؤ
اگر تمہیں پھر بھی چین نہ آئے تو تم
کاغذوں پہ میرا نام لکھ لکھ کے جلاؤ
رسول بخش اسیر۔ انک

اٹھا کے ہاتھ پھر رب سے مجھے مانگا ہو گا
سنی ہو گی جب دعا چاند نہس دیا ہو گا
خدا نے اس کی دعا سن لی ہو گی فوراً ہی
خوشی خوشی سبھی یاروں کو بتایا ہو گا
پر کوئی وہم بھی اس کے دل میں سایا ہو گا
ان کہے خوف نے جی بھر کے ستایا ہو گا
ساجد رفیق ساجد۔ چک نمبر 75 رب

ہاں ایسی کام محبت

اک لڑکی پیاری پیاری سی
مجھ کو آنکھوں سے پوچھتی ہے
کیوں یاد مجھے تم آتے ہو
جب یاد مجھے تم آتے ہو
آنکھیں ساون برساتی ہیں
من میرا وہ ترساتی ہیں
مجھے اتنا کیوں ستاتے ہو
کیوں یاد مجھے تم آتے ہو
جب تم کو دیکھ نہ پاؤں میں
بے چین سا دل آنکھیں بیگی
پاکل بے کل کاجل سونا
بن ایک لمن کی آس رہے
کیوں مجھے اتنا رلاتے ہو
کیوں یاد مجھے تم آتے ہو
کیا عجیب سی میری حالت ہے
کیا اسی کا نام محبت ہے
کیا اسی کا نام محبت ہے
ہاں اسی کا نام محبت ہے
ساجد رفیق ساجد۔ چک نمبر 75 رب

غزل

اس نے اب کے بھی نئے چاند کو دیکھا ہو گا
جو ملی تھی تم سے اس خوشی کو روئے

اے دوست ہم تیرے غم میں مسکراتے تیری دوستی کو روئے
مجھے دیکھ کر غمزدہ منہ پھیر لیا
یہاں کس کو اتنی فرصت کہ کوئی کسی کو روئے
میں نے تم سے کی تھی محبت مگر تم سمجھ نہ پائے
تیرے بھولے پن کے صدمے تیری سادگی کو روئے
میرے پاس سے گزر کر میرا حال تک نہ پوچھا
بہت دیر تک اکیلے تیری بیڑی کو روئے
تجھے آرزوئے دولت اور مجھے تنہا تھی تیری
حمیں کھو کر جان جاناں اپنی مفاسی کو روئے
مجھے چھوڑ کر جانے والے میری یہ دعا ہے
تیرا دل کوئی نہ توڑے تو بھی کسی کو نہ روئے
تو پاس تھا تو پر بہار تھی زندگی
تیرے بعد ہم اس زندگی کو روئے
جب بھی کسی نے تذکرہ کیا محبت کا
یاد کر کے ہم اپنے ماضی کو روئے
مبارک ہو تمہیں نیا ہمسفر اے دوست
خدا نہ کرے تو بھی کسی ساتھی کو روئے
وہ جو آئے بعد مدت کے ساتی مجھ سے ملنے کیلئے
مجھے دیکھ کر اکیلا میری بے بسی کو روئے
محمد عباس ساقی۔ جام پور

غزل

بے وفا سے دل لگایا ہم نے
ہر طرح کا زخم کھلایا ہم نے
ملی جب ہمیں نوید رسوائی
ہر پتھر کو سینے سے لکایا ہم نے
بکلی بھی ہے اسی کے تعاقب میں
شہر سے دور جو آشیاں بنایا ہم نے
کی تھی کچھ اس کے سنگھار میں
اپنے لبو سے اس کو جلیا ہم نے
آیا وقت جب اس کی شہنائی کا

غزل

میں تیری ہی آنکھوں میں دیکھا کروں گا
اور تیری محبت کو سجدہ کروں گا
مر ہی نہ جاؤں تیری چاہت میں ورنہ
میں تیری محبت میں نہ جانے کیا کروں گا
تمہاری آنکھوں میں بھی ہونگے ندامت کے آنسو
پاگوں کی طرح میں ہنسا کروں گا
صحرائے دل میں جب تم تنہا ہونگے
بادلوں کی طرح تم پر برسنا کروں گا
کیا تو بھی میری محبت سنجیدہ تھی کبھی
میں ہر روز رانی سے پوچھا کروں گا
رحیم شاہ۔ سانگھڑ
آنسو پیے ہیں آنکھوں کو پریم نہیں کیا
رہا کبھی بھی ہم نے تیرا غم نہیں کیا
کی پرورش ضمیر کی یوں ہم نے دوستو
ہر در پہ اپنے سر کو کبھی غم نہیں کیا
ممکن ہے میری آہ پہنچ جائے عرش تک
یہ سوچ کر تباہی کا ماتم نہیں کیا
جس کو خدا نہ چاہے مٹائے گا اس کو کون
ورنہ جہاں نے مجھ پہ ستم کم نہیں کیا
رحیم شاہ۔ سانگھڑ

زیڈ کے نام

دل کے دیئے زیڈ جلتے رہے
یادوں کے غبارے بڑھتے رہے
جب بھی زیڈ تیرا تصور ابھرا

نصر اللہ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے
نصر اللہ مگسی۔ بلوچستان
 ہنڈ آنکھوں میں زید پینے تھے
 سینوں میں زید تو اپنی تھی
 جب آنکھ ملی تو نصر اللہ نے زید جانا
 زید کے سینے آخر پینے تھے

نصر اللہ مگسی۔ بلوچستان
 نفرتیں بھی ان سے محبتیں بھی اس سے
 یہ دل کے معاملے بھی ہوا کرتے ہیں عجیب
 نہ ٹوٹ کر جڑتیں ہیں نہ جڑ کر ٹوٹتے
 یہ قربتوں کے فاصلے بھی ہوا کرتے ہیں عجیب
 زید نہ کبھی خوشیاں پائیں نہ چاہت پائیں
 ایسے دیکھے تو نہ چاہوں نہ دیکھوں تو چاہوں
 زید یہ دل کے فیصلے بھی ہوا کرتے ہیں عجیب
 نصر اللہ یہ محبتوں کے امتحان بھی ہوا کرتے ہیں عجیب
نصر اللہ مگسی۔ بلوچستان

مجھے سب یاد آتا ہے

وہ اشاروں میں تیرا نگہانا
 وہ تیرا میرے سامنے آکر شرمانا
 گھنگھٹ اٹھا کر سکرانا
 مجھے سب یاد آتا ہے
 وہ اظہار محبت وہ جھوٹے وعدے
 وہ میرے لیے جان قربان کرنا
 وہ جان سے بھی زیادہ مجھے پیار کرنا
 وہ جو ہم میں تم میں اقرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ ہو
 مجھے سب یاد آتا ہے
 پتہ چلا بعد میں کہ وہ کبھی ہی بے وفا
 وفاداروں سے کیے تھے محبت کے وعدے بے

بہا

اب یاد کرنے سے فائدہ کچھ نہیں

وہ بے وفا تو چلی گئی کسی اور کی بن کے
اقراء شہزادی۔ صفدر آباد
 ہر سادون کی طرح آتی تھی اور چلی جاتی تھی
 آکے وہ مجھے اپنی جدائی میں رلاتی تھی
 رلا کر وہ مجھے چلی جاتی تھی
 پھر مجھے یاد اس کی ستاتی تھی

سادون کے آنے تک بے قرار رہتے تھے ہم
 کہ کب وہ آئے اور اپنی جدائی میں رلائے
 رلاتی تھی مجھے جب بھی وہ ہنسائی بھی تھی
 کبھی روٹھتی تھی کبھی سناتی تھی
 کبھی ہم کو دیوانہ بناتی تھی
 پھر سادون کے ساتھ چلی جاتی تھی
 اور سادون کی طرح مجھے رلاتی تھی

اقراء شہزادی۔ صفدر آباد

غزل

بہانے سے جا کر انہیں اپنی غزل پڑھا دی
 اس طرح اپنے دل کی بات ان تک پہنچا دی
 نہیں تو ہمت ہی نہیں ہوئی ان سے اظہار کی
 جب وہ آئے ہم نے سامنے بس ادب سے نظر جھکا دی
 ہم تو صرف اک پیار کی نگاہ کو ترستے ہیں انکی
 ہم نے تو ہر کسی کو ان لرزتے ہونٹوں سے دعا دی
 کاش ان تک پہنچ جائے دل کی بات
 ہم نے تو اپنے من کی بات سب کو سنا دی
 اب تو ہمیں اپنے لئے جینا ہی نہیں ہے
 ہم نے تو ساری زندگی انکے نام لگا دی
مرزا ابرار بیگ۔ کوئٹہ

غزل

کل تلک جو کرتا رہا وعدے ساتھ نبھانے کے عمر بھر
 آج گزر گیا میرے نزدیک سے کسی بیگانے کی طرح

محمد شہزاد شہریل۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ
 آرزو ہو میری تم رہ نہ سکوں گا تمہارے بنا
 جیسے مر جائے کوئی پانی کے بغیر پیاسے کی طرح
 بھول نہ پاؤں گا کبھی اس طرح سائے ہو دل میں
 جیسے دل میں ہرگز خون کی روانی کی طرح
 میرے صمم محبت ہے تم سے محبت کی حدتے بڑھ کر
 کرتا ہوں پیار تجھ سے جیسے لیلیٰ اور مجنوں کی طرح
 ضروری ہو میری زندگی کیلئے اس قدر تم
 جیسے جی نہ سکے پانی کے بغیر پھچلی کی طرح

محمد شہزاد شہریل۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ
 یہ پرندے کیوں نہیں چھپاتے
 یہ کھیت کیوں نہیں لہلہاتے
 جو ہمیں جان سے تھے پیارے
 وہ آج ہمیں کیوں نہیں بلاتے
 جو کبھی پیار کے سنائے تھے ترانے مجھے
 اے دوست وہ آج کیوں نہیں گنگناتے
 ہوتے تھے جو وفا کے شیدائی کل
 آج وفا کے دشمن ہیں وہ کہلاتے
 میرے دل میں تھیں جو اک تیری یادیں باقی
 چلو شہزاد آج انہیں ہمیشہ کیلئے ہیں بھلاتے

محمد شہزاد شہریل۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ
 میں نے سوچا ہے آج تمہیں بھول جاؤں گا
 پانا سکا جو پیار تیرا یہ دنیا چھوڑ جاؤں گا
 آتی رہی اگر یاد تیری اس ٹوٹے ہوئے دل کو
 تو ہنس کر اس یاد کے سمندر میں ڈوب جاؤں گا
 چاہا تھا کبھی دل کی گہرائی سے تجھے اے دوست
 اے نیند کا حسین پسنا سمجھ کر بھول جاؤں گا
 آتی نہیں نیند اب راتوں کو نہ دن کو چین ملتا ہے
 کبھی سوچا بھی نہ پیار میں اس حد تک پہنچ جاؤں گا
 اس دنیا کا کام ہے جتنا چلتی ہی رہے گی
 مجھے کیا خبر تھی تیرے عشق کی آگ میں جل جاؤں گا
 پتا چلے گا جب تمہیں وفا کیا ہوئی ہے ظالم
 تب تک تو شہزاد تیری دنیا سے بہت دور چلا جاؤں گا

محمد شہزاد شہریل۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ
غزل
 سوچا تھا تمہیں اپنا بنائیں گے
 دنیا سے چرا کر دل میں بسائیں گے

تم تو نکلی بیوفا اے صنم ہرجائی
اب ہم دیوانے کس گلی کس شہر جائیں گے
ملتے تھے کبھی ہم جس ندی کنارے
یاد ہر پل کر کے تمہیں رویا کریں گے
تم نہیں چاہو یا نہ چاہو صنم
زندگی بھر ہم تمہیں چاہتے رہیں گے
کیسے بھول جاؤ اس غم کے طوفان کو
جو پل پل مجھے تیری یاد دلاتے رہیں گے
بھول کر بھی نہ بھلا سکا دانش الہی کو
تیری یاد ہم کو ساری زندگی رلاتی رہے گی
احسان دانش۔ راولپنڈی

غزل

کسی کی آس بن کر پھر اے تنہا نہیں کرنا
بھلا کر کچھ بھی پڑے کرنا مگر ایسا نہیں کرنا
خبر کیا کس گھڑی وہ راہ کر ڈالے تیرے پنے
یونہی جلتے شراروں سے کبھی کھلا نہیں کرنا
نہ ہو ایسا کہ یادیں روح کا سرطان بن جائیں
کبھی حد سے زیادہ تم اسے سوچا نہیں کرنا
محبت میں شکایت کا کہاں دستور ہوتا ہے
گلا کر کے محبت کو کبھی رسوا نہیں کرنا
وفا میں درحقیقت بے پناہ انمول ہوتی ہیں
کبھی اپنی وفاؤں کا صلہ مانگا نہیں کرنا
منیر احمد سومرو۔ بلوچستان

غزل

بے سبب بات بڑھانے کی ضرورت کیا ہے
ہم خفا کب تھے مرنے کی ضرورت کیا ہے
دل سے ملنے کی تمنا ہی نہیں جب کوئی
ہاتھ سے ہاتھ ملانے کی ضرورت کیا ہے
رنگ آنکھوں کیلئے خوشبو دماغوں کے لئے

پھول کو ہاتھ لگانے کی ضرورت کیا ہے
منیر احمد۔ سبی

غزل

شجر نہ ڈھونڈ سکے جب اڑان شام کے بعد
فضول لگتا ہے سارا جہان شام کے بعد
میں کیا کروں کہ ہواؤں کو روک لیتے ہیں
میرے محلے کے اونچے مکان شام کے بعد
وہ خطر ہے اور اھر اپنی کشتی کے
کسی نہ کھول دے پادبان شام کے بعد
زمین کے ساتھ تھکن بھی سلام کرتی ہے
پلٹ کے جاتا ہے گھر جب کسان شام کے بعد
اگرچہ کام دشوار ہے پھر بھی بڑھتی ہے
اگرچہ کام دشوار ہے پھر بھی بڑھتی ہے
ہمارے خون سے قتل کی شان شام کے بعد
کسی نے کاٹ دیا بیڑ اور پرندوں کا
دہائی دیتا رہا خاندان شام کے بعد
عامر حسین۔ اٹک

غزل

جب بھی لکھتا ہوں تیرا افسانہ لکھتا ہوں
ہر افسانے میں کردار وہی پرانا لکھتا ہوں
یوں تو ہیں کردار کئی مگر ہر بار
ہوش رہا تجھ کو خود کو دیوانہ لکھتا ہوں
اب تو جنوں ہے مجھ کو تیری قربت میں
تجھ کو اپنا خود کو بیگانہ لکھتا ہوں
ہوش کہاں ہوتا ہے تیری محبت کا
ملن کے ہر پل کو میں زمانہ لکھتا ہوں
تجھ بن ہوا کچھ ایسا حال اپنا مختار
محفل کو تنہائی گھر کو دیوانہ لکھتا ہوں
وزیر علی

محمد مصطفیٰ خان۔ میران شاہ

غزل

تیرے سوا قرار کسی نے نہیں دیا
اتنا تو مجھ کو پیار کسی نے نہیں دیا
یہ لطف زندگی میں کہیں بھی نہ مل سکا
یہ کیف انتظار کسی نے نہیں دیا
میں اپنے ساتھ بھی کوئی لمحہ گزار سکوں
پھر تیرا وعدہ شب یاد آیا
اتنا بھی اختیار کسی نے نہیں دیا
حال دل ہم بھی سناتے ہیں لیکن
ماگتی تھی ایک شام رفاقت بہار میں
جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا
ایک لمحہ بھی ادھار کسی نے نہیں دیا
بیٹھ کر سایہ کل میں زیبا
مت یہ سمجھ کسی کو جدائی کا غم نہ تھا
ہم بہت روئے وہ جب یاد آیا
ہنس کر یہ دن گزارا کسی نے نہیں دیا
دکھ بھی دیا کسی نے مگر ساری زندگی
سکھ اتنا اعتبار کسی نے نہیں دیا
محمد مصطفیٰ خان۔ میران شاہ

حالت غیر ہوتی ہے

مجھے ہنس کر جو تو دیکھے تو حالت غیر ہوتی ہے
مجھے خوابوں میں جب چہرے تو حالت غیر ہوتی ہے
بنا کے زیت کو تارک تو سب سے بیگانہ
کہیں بھی روشنی پائے تو حالت غیر ہوتی ہے
وہ تھا برسات کا موسم بساط زینت جب اپنی
جو بادل اب کبھی برے تو حالت غیر ہوتی ہے
شکار عشق تو کرتے ہیں یہ ساحر مگر ہم
طلب عشق جب ٹوٹے تو حالت غیر ہوتی ہے
تمہارا ساتھ گر ہوتا تو پی لیتے سبھی آنسو
جواب آنکھیں کبھی چٹکیں تو حالت غیر ہوتی ہے
تمہاری یاد نے جاناں میری حالت یہ کر دی ہے
کوئی دشمن بھی گر تڑپے تو حالت غیر ہوتی ہے
تمہارے سنگ جو گزرے وہ لمحے یاد آتے ہیں
جو تنہائی میسر ہو تو حالت غیر ہوتی ہے

غزل

نہ جی بھر کے دیکھا نہ کچھ بات کی
بڑی آرزو تھی ملاقات کی
میں چپ تھا تو چلتی ہوا میں رک گئی
زباں سب سمجھتے ہیں جذبات کی
کئی سال سے کچھ خبر ہی نہیں
کہاں دن گزارا کہاں رات کی
زیبا ناز۔ کراچی

غزل

اگر بے تکلف پاس آئے بیٹھے ہو
نگاہیں کس لئے پھر جھکائے بیٹھے ہو
بولو تو سہی کوئی بات تو کرو
مجھ سے ہی آج شرمائے بیٹھے ہو
اس طرح کا آنا صنم کس کام کا
چہرہ جب نقاب میں چھپائے بیٹھے ہو
آئے ہو سہی تم بیٹھو تو ذرا
ایسے بیٹھے ہو کہ پرانے بیٹھے ہو
میں وہ ہی ارشد مخلص ہوں پہچان لیجئے
گلتا ہے دل سے بھلائے بیٹھے ہو

ارشد مخلص۔ منڈی بھاوالدین

غزل

تن میرے تے ہر ویلے ہوندا اے ماتم پائیاں سیراں دا
بجائے آلے نفرت کر دین دیکھ کے حال فقیراں دا
غربت دے طوفان وچ ایہہ ریت نمائی رل ویسی
جس وٹن توں کوئی نی پچھدا بس اتنا ہی آحدے نے
دیکھو لو کو کھڑا ہو گیا اے حیراں وچ حال زنجیراں دا
ہنجھواں دے سیلاب وچ دن راتیں گوتے کھاناں میں
ہر ویلے روتاں قسمت ماریا ہویا تقدیراں دا
مخلص رب دی مرضی اے میں آس تے لائی بیضاہاں
مت اودھ نقش بدل دیوے میرے ہتھ دیاں غلط لکیراں دا

ارشد مخلص۔ منڈی بھاوالدین

غزل

کل پریشاں ہو گئے ہیں دیکھ لو
سننے ارماں ہو گئے ہیں دیکھ لو
آنے میں ہے تیری تصویر بھی

لوگ حیراں ہو گئے ہیں دیکھ لو
اپنے غم کو پیچھے پھرتے ہیں ہم
کتنے ارزاں ہو گئے ہیں دیکھ لو
لذت احساس کی یہ بے بس
درد درماں ہو گئے ہیں دیکھ لو
خواب دیکھے اب ہمیں عرصہ ہوا
دن بھی دیراں ہو گئے ہیں دیکھ لو

سعد اللہ شاہ۔ ڈڈیال

افسردگی

بہار کی ریتیں تو بدلتی
رہتی ہیں
اے کاش
کبھی

میرے اندر کا موسم
بھی بدلے
خزاں رسیدہ
دل بھی
کبھی بہار کے
رنگ میں
ڈھلے

محمد بونٹا راہی۔ وان بھچراں

غزل

وہ مجھ سے ہر بات کہنے سے گریزاں ہے مگر
میں پھر بھی اس کے دل میں اترتا چاہوں
یہ راستے بڑے دشوار ہوا کرتے ہیں لیکن
نجانے پھر بھی کیوں میں اس راہ سے گزرتا چاہوں
میں ذاتوں کی زنجیروں میں جکڑی ہوں
جسبھی تو اپنا فیصلہ مجبور ہو کر بدلنا چاہوں
اک محبت پر یقین ہے مجھے اسی واسطے

قدم قدم پر تجھے میں ہی پرکھنا چاہوں
تیری تمنا اور شاید خواہش بھی نہیں
پھر بھی تیری راہ میں پھول بن کے بکھرتا چاہوں
مجھے بے وفا کہنے سے پہلے سوچ میں اب بھی
الٹ اس کے تجھے کچھ کہنا چاہوں

محمد بونٹا راہی۔ وان بھچراں

غزل

ہمارے بعد چلی رسم دوستی کہ نہیں
ہوا کی زد پہ کوئی شمع پھر جلی کہ نہیں
پتھر کے جب بھی ملے مجھ سے پوچھتا ہے وہ شخص
کہ ان دنوں کوئی تازہ غزل ہوئی کہ نہیں
منا ہے عام تھی کل شب کو چاند کی بخشش
بچے گھروں میں بھی اتری ہے چاندنی کہ نہیں
نکل کے جس سے ہوا اپنا درد آوارہ
کسی کے دل میں وہ محفل بھی کہ نہیں
وہ رہگزر جو اندھروں میں سانس لیتی تھی
تمہارے نقش قدم سے چمک اٹھی کہ نہیں
دیار جبر سے آئے ہو کچھ کہو راہی
کہ شام غم بھی کسی موڑ پہ ملی کہ نہیں

محمد بونٹا راہی۔ وان بھچراں

آنسو جو بکھر گئے

غزل

آئے ہو یہاں اب کیوں کھنڈر شہر کی ویرانیاں دیکھ لو
طوفانوں نے کس طرح ہے کیا برباد اہل شہر
کو ویران رستے اجڑتے چمن کو دکھ لو
گوشتی ہیں اب تو فقط درد میں ڈوبی سسکیاں ہی
ہو اے کس طرح برباد شہر بام و در کی آنکھوں میں دیکھ لو

مٹ گیا ہے یہاں رواج زندگی ہی آکاش
موت ہی موت ہے چاہے سارا شہر دیکھ لو
ٹوٹ گئے سب سننے اہل شہر کے
آنسو یہاں چاہے مرنے والوں کی آنکھوں میں دیکھ لو
تمام تر فریادیوں کی رقت انگیز فریاد تھی سنتی
آیا نہ ترس کسی بھی غم کو ان پہ دیکھ لو
جلائی تھی جانے کس طرح انہوں نے مشعل محبت آکاش
پھر بجائی غموں کی آندھیوں نے کس طرح دیکھ لو

فیصل محمود۔ رحیم یار خان

غزل

موت سے بہتی نئی تعمیر کر
خون دل سے زندگی تحریر کر
یعنی مر جانا ہے چنے کے لئے
ذوب جانا ہے سفینے کے لئے
خود میں گم ہونے سے این کیا مل جائے گا
بلکہ مرنے سے خدا مل جائے گا

زین العابدین۔ مگسی

غزل

تو جو محفل ہے تو ہنگامہ محفل ہوں میں
حسن کی برق ہے عشق کا حاصل ہوں میں
تو سحر ہے تو میرے اشک ہیں شبنم تیری
شام غریب ہوں اگر میں تو شفیق تو میری
میری دل میں تیری زلفوں کی پریشانی ہے
تیری تصویر سے پیدا میری حیرانی ہے
حسن کمال ہے تیرا عشق کمال ہے میرا

زین العابدین۔ مگسی

غزل

غزل

پوچھا کہ روح نکلتی ہے جسم سے کس طرح
ہاتھ اس نے ہاتھوں سے چھڑا کر دیکھا دیا
پوچھا کہ کوئی دیا جو ہوا سے بچھ نہ سکے
دیا وفا کا اس نے جلا کر دکھا دیا
پوچھا قیامت سے پہلے قیامت ہے کیا
نقاب رخ سے اس نے اٹھا کر دکھا دیا
پوچھا مجنوں کیونکر کھڑا سالوں اس جگہ
اس نے آچل ذرا سا لہرا کر دکھا دیا
پوچھا آخر کار حسد ہے کیا چیز
اس نے ساتھ کسی اور کو اپنا کر دکھا دیا
محمد عامر شہزاد۔ چکوال

غزل

معلوم ہے زیڈ تم ہمیں برباد کرو گی
زیڈ توڑو گی این کا ل این کو برباد کرو گی
زیڈ نہ چھوڑو گی نہ این کو عشق کی زنجیروں سے آزاد کرو گی
زیڈ معلوم ہے تم "بن" کا گھر برباد کرو گی
زیڈ لو پھر بھی این دل ہمیں دیتا ہے کیا یاد کرو گی
پرفیس نصر اللہ۔ مگسی

نظم

میں بھی جوانی میں جیتا مگر
میری جوانی کو لگی کسی کی نظر
کسی کا پیار نہ ملا مجھے ایک پل
میری زندگی میں نہیں ہے آج نہ کل
کوئی چہرہ کبھی لگتا ہے پیارا مگر
ہمیں تو پیار کی نہیں کچھ خبر

غزل

نصیب آزمانے کے دن آرہے ہیں
قریب آنے کے دن آرہے ہیں
جو دل سے کیا ہے جو دل سے سنا ہے
سب ان کو سننے کے دن آرہے ہیں
ابھی سے دل و جان سر راہ رکھ دو
کہ لٹنے لٹانے کے دن آرہے ہیں
ٹپکنے لگی ان نگاہوں سے مستی
نگاہیں چرانے کے دن آرہے ہیں
صبا پھر ہمیں پوچھتی پھر رہی ہے
چمن کو سجانے کے دن آرہے ہیں
چلو فینس پھر سے کہیں دل لگائیں
سنا ہے ٹھکانے کے دن آرہے ہیں
ڈاکٹر علی جان بروہی۔ سانگھڑ

غزل

غم کے سوا کوئی سہارا نہ رہا
لہر تو تھی کنارہ نہ رہا
کیوں کھڑے تھے لوگ ہاتھوں میں لیے پتھر
وہ پاگل وہ بے چارہ نہ رہا
بہہ جائیں جس میں جفا کی کشتیاں
افسوس وفا کا وہ دھارا نہ رہا
کرتی سلام ہمیں باد شہر بھی
اب وہ مقام ہمارا نہ رہا
صبح سے شام کر لیتے فقط جھلک کے لئے
اب وہ چہرہ ہمارا نہ رہا
فقط تو ہی نہیں بجرو بر کے درمیاں
یہ ساحل نام اک تمہارا نہ رہا

جب تک تیرے لوٹ آنے کا امکان رہے گا
رستے کی طرف دھیان میری جان رہے گا
اگر نہ پلٹ جائے وہ میرے گھر سے
ہڑکا میرے دل کو یہ ہر آن رہے گا
کب تک نہ بیٹے گا میرے خوابوں کا جزیرہ
کب تک یہ چمن آس کا دیوان رہے گا
کب تک نہیں لوٹیں گئیں بہاریں میرے گھر کی
کب تک میرا آنگن یونہی دیوان رہے گا
کب تک میرے حال پہ نئے کا زمانہ عامر
کب تک تو میرے حال سے انجان رہے گا
جانے گے لوگ اسے میرے نام سے شبیر
اور اس کا تعلق میری پہچان رہے گا
محمد شبیر احمد۔ سانگھڑ

غزل

جب باد گھر کر آتے ہیں
لب گیت خوشی کے گاتے ہیں
لپک کر ایسے سادان آتے ہیں
جب باد غم کے چھاتے ہیں
اور گیت لبوں پر آتے ہیں
کچھ یادوں کی جھنکار لے لے
کچھ جذبوں کی مہکار لے لے
وہ کیے سچے جذبے ہیں
جو سون بن کر چھاتے ہیں
ہاں آج بھی یاد ہے مجھ سے
سادان کی وہ پہلی جھڑی
جو آنکھ سے پہلے چٹکی تھی
پھر دھرتی پر جا رہی تھی
ایم افضل بٹ۔ ابو ظیبی

غزل

ذرا آنکھ تو ملا

حسن الالہ قام
ذرا آنکھ تو ملا
چڑے ہیں جام
ذرا آنکھ تو ملا
کہتے ہیں آنکھ آنکھ سے ملنا ہے بندگی
دنیا کے چھوڑ کام
ذرا آنکھ تو ملا
کیا وہ نہ آج آئیں گے تاروں کے ساتھ ساتھ
تہائیوں کی شام ذرا آنکھ تو ملا
ساتی تجھے بھی چاہے اک جام آرزو
کتنے لگیں گے دام ذرا آنکھ تو ملا
یہ جام یہ لبوں پہ تصور کی چاندنی

یہ پیارا آخر ہوتا ہے کیا

یہ پیار کوئی کرتا ہے کیوں

کوئی یہ سمجھائے مجھے

کوئی پیار کرنا سکھائے مجھے

میرے لئے بھی مسکرائے کوئی

مجھے اپنے دل میں بسائے کوئی

میرے لئے اپنی آنکھوں میں سنے سجائے کوئی

میری چاہت میں خود کو بھلائے کوئی

اس دنیا میں ایسا ہوتا نہیں مگر

مجھے اس کی نہیں تھی کچھ خبر

میں کسے چاہوں یہاں

کسے اپنا بناؤں یہاں

کوئی مجھے چاہتا ہی نہیں

میں اس دنیا میں آیا ہی کیوں

میں کسی کو بھاتا ہی نہیں

میں بھی جوانی میں جیتا مگر

میری جوانی کو لگی کسی کی نظر

شاہنواز احمد شانی

چاند جلتا رہا

میری آنکھوں میں آنسو کچھلتا رہا چاند جلتا رہا
تیری یادوں کا سورج نکلتا رہا چاند جلتا رہا
کوئی بستر پہ شبنم پیٹنے ہوئے خواب دیکھا کیا
کوئی یادوں میں کروت بدلتا رہا چاند جلتا رہا
میں تو یہ جانتا ہوں کہ جس شب مجھے چھوڑ کر تم گئے
آسمانوں سے شعلہ نکلتا رہا چاند جلتا رہا
رات آئی تو کیا کیا تماشے ہوئے تجھ کو معلوم ہے
تیری یادوں کا سورج ابلتا رہا چاند جلتا رہا
رات بھر میری پلکوں کی دلیز پر خواب گرتے رہے
دل تڑپتا رہا ہاتھ ملتا رہا چاند جلتا رہا
ایم وقار عزیز۔ آزاد کشمیر

اک بات کہوں گرسنتی ہو

اک بات کہوں گرسنتی ہو
تم مجھ کو اچھی لگتی ہو
کچھ چنچل سی کچھ خاموش سی لگتی ہو
ہیں چاہنے والے اور بہت
پر تم میں ہے اک بات الگ
تم اپنی اپنی لگتی ہو
اک بات کہوں گرسنتی ہو
تم مجھ کو اچھی لگتی ہو
یہ بات بات پہ کھو جانا
کچھ کہتے کہتے رک جانا
یہ کس ابھن میں رہتی ہو
کیا بات ہے ہم سے کہہ ڈالو
اک بات کہوں گرسنتی ہو
تم مجھ کو اچھی لگتی ہو
تم مجھ کو اچھی لگتی ہو

مرزا ابرار بیگ۔ کوٹلی

غزل

سوچا نہیں اچھا برا دیکھا سنا کچھ بھی نہیں
مانگا خدا سے رات دن تیرے سوا کچھ بھی نہیں
سوچا تجھے دیکھا تجھے چاہا تجھے
میری خطا میری وفا تیری خطا کچھ بھی نہیں
جس پر ہماری آنکھ نے موتی بچھائے دن رات
بھیجا اسے کاغذ وہی لکھا مگر کچھ بھی نہیں
اک شام کے سائے تلے بیٹھے رہے وہ دیر تک
آنکھوں سے کی باتیں مگر منہ سے کہا کچھ بھی نہیں
احساس کی خوشبو کہاں آواز کے جگنو کہاں
خاموش یادوں کے سوا گھر میں رہا کچھ بھی نہیں
”چار دن کی بات ہے کہ دل خاک میں ہو جائے گا

جب آگ پر کاغذ رکھا باقی بچا کچھ بھی نہیں
اک تیرے نام کے سوا دل کو پسند کچھ بھی نہیں

مرزا ابرار بیگ۔ کوٹلی

غزل

میرے ساتھی او جیون ساتھی میرا ساتھ نبھانا
اور کسی موڑ پر مجھ کو چھوڑ کر نہ جانا
چاہے دشمن بنے یہ زمانہ
اور کسی موڑ پہ چھوڑ نہ جانا
کتنے برس آئے بیت گئے
پیار کی بازی ہم جیت گئے
ہم سے ہمارا یہ سارا زمانہ
اور کسی موڑ پہ چھوڑ نہ جانا
زہر جدائی والا پی نہ سکوں گا
مجھڑ گیا تو جی نہ سکوں گا
یاد رکھنا یہ بھول نہ جانا
اور کسی موڑ پہ چھوڑ نہ جانا
کل آج کی بات نہیں ہے
چار دنوں کی ملاقات نہیں ہے
اپنا پیار ہے برسوں پرانا
اور کسی موڑ پہ چھوڑ نہ جانا

ایم منصب۔ گنگن پور

غزل

ساحل دل سے یادوں کی کشتیاں بھی لے جانا
ملن کی خوشیاں فرقت کی کنجیاں بھی ساتھ لے جانا
وہ رنگ دیو اور سندیے جو قید ہیں کتابوں میں
وہ خط وہ گلاب اور وہ تھلیاں بھی لے جانا
تیری پلکوں پہ چمکتے ستارے اور ان آنکھوں میں جمتی
ٹوٹے ہوئے سپنوں کی کرچیاں بھی لے جانا
تمہارے جھونے سہارے کہیں اور نہ ضرور کردیں مجھے

لفظوں کی یہ باتوں سی بیساکھیاں بھی ساتھ لے جانا
سانسوں میں بس گئی چلوہو میں رچ گئی ہیں
رگ و جاں میں پٹی یہ دیرینیاں بھی ساتھ لے جانا
تیرے غم میں پٹی ہوئی اداسی یوں پہروں اداس رکھتی ہے
دکھ درد کی وہ نشانیاں بھی ساتھ لے جانا

نگہت یاسمین۔ ملتان

غزل

کر بیٹھا ہوں اپنی ساری زندگی تیرے نام
دل تو کیا یہ جان بھی کر دی تیرے نام
سوچ رہا ہوں کیا لکھوں صبح لکھوں یا شام
ہم تو کر بیٹھے ہیں ہر لمحہ جان تیرے نام
خدا کرے تجھے کوئی غم نہ ملیں زندگی میں
اپنے دکھ اپنی خوشیاں بھی کر بیٹھا ہوں تیرے نام
اے میرے دل کے کلین سب سے حسین
میری چاہت میرا پیار تیرے نام
پری شاعری کا ہر لفظ تجھ پہ شروع تجھ پہ ختم
پری سوچ کا ہر رنگ ہے تیرے نام
تو اگر کر دے اظہار اپنی محبت کا
سافر دکھی کر دے گا اپنی زندگی تیرے نام
ساغر جی دکھی

بھولی بھالی لڑکیاں

کر کے محبت نبھانا بھول جاتی ہیں
لگا کے آگ سے پیٹنے میں بجھانا بھول جاتی ہیں
خود ہی دکھائی ہی یہ رستہ پیار کا
”وہ قدم ساتھ چل کے پھر کیوں بچھڑ جاتی ہیں
دیتی ہیں اتنا گہرا رزم جو عمر بھر نہیں بھرتا
اتنی سنگ دل ہیں مرہم لگانا بھول جاتی ہیں
کہا تھا نہ سافر دکھی مت چاہنا کسی کو ٹوٹ کر
یہ تو ناداں ہوتی ہیں اپنی وفا بھول جاتی ہیں

یاد تو آتے ہوں گے

غزل

غزل

تم جسے سن نہیں سکتے وہ کہانی میں ہوں
اپنے الجھے ہوئے ماضی کی نشانی میں ہوں
میرا ماحول ہے سنان حویلی کی طرح
اس میں لٹکی ہوئی تصویر پرانی میں ہوں
آؤ مل بیٹھیں کہ حکیل کا پہلو ٹٹلے

غزل

کہ ہم تمہاری اچھائی پر مرتے ہیں

رابعیہ علی۔ جیکب آباد

تیرے نام

اس دل کے چہنچاہٹوں میں ہے اک موم برساتوں کا
اک صحرا ہجر کی راتوں کا اک جنگل وصل کے خوابوں کا
اس چودھویں رات کے سائے میں جب آخری بار طے
تھے ہم
یہ دل پاگل کب بھولتا ہے وہ باغ سفید گلابوں کا
میرے خیمہ دل کے پاس کہیں اک جگنو بھر گیا اور پھر
سیلاب تھا ساری بستی میں اندازوں کا آوازوں کا
ہم لوگ جنوں کے عالم میں منزل کی طلب بھی بھول گئے
اب دل کو بھلا سا لگتا ہے صحرا میں عکس سراپوں کا
جن لفظوں کے کچھ معنی تھے وہ لفظ تو خواب ہوئے لیکن
اب شہر میں لگتا جاتا ہے میلہ نئی کتابوں کا
شاہد محمود دانش۔ شور کوٹ

شاہد محمود دانش۔ شور کوٹ

یہ دو کسی کو اپنی زندگی کا اتنا حق دے
کہ کچھ نہ باقی رہے اس کے روئے جانے سے
☆..... مرثوفاؤز-جرا نوالہ.....
تیری معصوم نگاہوں کے تقدس کی قسم
سو بھی جاؤں تو تیری یادیں جگا دیتی ہیں
☆..... مرثوفاؤز-جرا نوالہ.....
کبھی یاد آئیں تو پوچھنا ذرا اپنی خلوت شام سے
کے عشق تھا تیری ذات سے کے پیار تھا تیرے نام
☆..... محمد فاروق-رحیم یار خان.....
سای دنیا ڈھونڈی نہ کوئی آشنا نکلا
دل نے جس کو چاہا وہ بے وفا نکلا
☆..... تنویر احمد-کوہاٹ.....
تیرے آس پاس گھومتے ہیں میری زندگی کے معاملے
تجھے پالینے کے شوق میں ہم نے اپنا آپ گموا دیا
☆..... انعام علی-جنڈ.....
ہر شاخ چمن گل جلا دی الو نے
ہم اتنے روئے کہ آگ بجھا دی ہم نے
وہ پھر سے روئے لگے تو آنسو دیکھ کے ہم نے
تو پھر سے جلا دی شاخ چمن اس داستاں کی
☆..... عدنان دیکھی-کبوتر.....
تیرے پر آشوب شہر میں یہ سوچ کر آئے تھے ہم
تیرا ساتھ ہو گا اور یہ آنکھیں بھی نہ ہوں گیں نم
☆..... محمد واصف-واہ کینٹ.....
تیری نفرت میں وہ دم نہیں جو میری محبت کو مٹا دے ارشد
میری چاہت کا سمندر تیری سوچ سے بھی گہرا ہے
☆..... رحیم ارشد-خان بیلہ.....
تو یاد نہیں کیا کر محبت کے فقیروں کو
یہ خود کو مٹا دیتے ہیں کسی اور کی یاد میں
☆..... تنویر احمد-کوہاٹ.....
میں نے اس دور کے انسان سے محبت کی ہے
حرم عین کیا ہے تو رعایت کیسی

☆.....واحد بیوی۔ کراچی

☆.....جب بھی میری یاد اس کے دل کو گھائل کرے گی وہ میرا نمبر ڈائل کرے گی

☆.....جبرائیل آفریدی۔ ناصر آباد

☆.....گم صم ہوا آواز کا دریا تھا جو اک شخص

☆.....خجر بھی نہیں اب وہ ستاہ تھا جو اک شخص

☆.....اویس رحمن سعیدی۔ قصور

☆.....ہم سے زندگی کی حقیقت نہ پوچھو اے دوست

☆.....بہت پر خلوص لوگ تھے جو تنہا کر گئے

☆.....فرحت ساجن۔ خوشاب

☆.....عشق وہ کھیل نہیں جو ہر کوئی اسے کھیلے

☆.....جگر پھٹ جاتا ہے غم سیتے سیتے

☆.....تو قیر احمد۔ کوٹ مٹھن

☆.....تم قریب آ کر بھی کہتے دور ہو جان دنیا

☆.....کیا ہمارے درمیان اب بھی کوئی دیوار ہے

☆.....شاد نواز۔ گویڑہ

☆.....کچھ لوگ میری دنیا میں خوشبو کی طرح ہیں وہیں

☆.....روز محسوس تو ہوتے ہیں پر دکھائی نہیں دیتے

☆.....محمد نعمان۔ ہرنبش پورہ، لاہور

☆.....موت سے نہ ڈراے بندے، موت ایک دن آتی ہے

☆.....ڈرتا ہے تو اس سے ڈر جس نے موت لانی ہے

☆.....محمد افغان محمود۔ رکن

☆.....میری جان میرے دلبر میرا اعتبار کرنا

☆.....جتنا لیت آؤں اتنا انتظار کرنا

☆.....محمد افغان محمود۔ رکن ٹی

☆.....پہلے شکوہ تھا یہاں رونق بازار نہیں

☆.....اب جو بازار کھلے ہیں تو خریدار نہیں

☆.....سب کے ہاتھوں میں یہاں زہر کا پیالہ ہے مگر

☆.....اب کوئی بولے سچ واسطے تیار نہیں

☆.....رحیم اللہ۔ کراچی

☆.....اجازت ہو تو خواب میں تیرے چہرے کو بھیج کر دیکھ لوں

میں کوئی غم کا آنسو تو نہیں تھا جو آنکھ سے گرنا اور بھول کر..... لقمان حسن-ذریہ اسماعیل خان

وہ مجھ سے محبت کرتی ہے آتا نہیں دل کو یقین میری موت کی خبر سن کر وہ بولے "آمین"

..... جن زیب ساگر-مانسہرہ وعدہ تو کر گئے تھے کہ آئیں گے خواب میں مارے خوشی کے نیند نہ آئے تو کیا کروں

..... جن زیب ساگر-مانسہرہ کوئی پوچھ لے ہم سے اگر جینے کا سبب تو سحر دل کی دھڑکن، سانسوں کی روانی میں نام محمد کا ہو گا

..... علی باہر-سندری دوست کی خوشبو عشق سے کم نہیں ہوتی عشق کے بنا یہ زندگی ختم نہیں ہوتی ساتھ ہو اگر زندگی میں اچھے دوست کا تو یہ زندگی جنت سے کم نہیں ہوتی

..... محمد فرحت-گاؤں چانڈی بلوچاں تو جو بدلا تو بدل گئے ہم بھی پیار کرتے تھے بندگی تو نہیں کٹ ہی جائے گی تم بن بھی یہ تم کوئی شرط زندگی تو نہیں

..... ایلاغرل-حافظ آباد یوں تو خریدار تھے میرے دل کے بہت نوی بچ دیتا اگر اس میں یاد تیری نہ ہوتی

..... انعام علی-جنڈ غلوں کی دھوپ میں کاٹا ہے زندگی کا سفر میرے راستے میں کوئی شجر سایہ دار نہ تھا

..... ذاکر حسین-قلند آباد بن بادل برسات نہیں ہوتی، بن سورج ڈوبے رات نہیں ہوتی اسے وسم کی کا دل مت توڑنا، کیونکہ دل تو نئے کی آوازیں ہوتی

..... وسم احمد-گکومنڈی خوشبو بن کر تیرے دل میں بکھر جائیں گے پیار بن کر تیرے دل میں اتر جائیں گے محسوس کرنے کی کوشش تو کریں وسم دور ہوتے ہوئے بھی پاس نظر آئیں گے

..... وسم اینڈ ابراہم احمد-گکومنڈی

دل کی دھڑکن دل کے ساتھ ہوتی ہے آپ کی یاد ہمارے پاس ہوتی ہے آپ کو معلوم ہو یا نہ ہو کاوش ہماری دعا آپ کے ساتھ ہوتی ہے

..... رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ اے کاوش جدا ہونے سے محبت کم نہ ہو لاکھ غم ملیں پر تیری آنکھ نم نہ ہو

..... ایک ایسا سلسلہ ہو تیرے میرے درمیان فاصلے جتنے بھی ہوں پیار کم نہ ہو

..... رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ بی کر شراب ہم ان کو بھلانے لگے غم کو شراب میں ملانے لگے

..... کیا کریں یارو شراب بھی بے وفا نکلی نشے میں تو وہ اور بھی یاد آنے لگے

..... وسم پردیسی-گکومنڈی اس نے ہم کو دیکھا تو خود کو چھپا لیا نہ جانے لوگوں نے اس کو کیا کیا سکھا دیا گھر بھی اس نے بنایا تو مسجد کے سامنے اس کی یاد نے ہم کو نمازی بنا دیا

..... توقیر احمد رکھنا مت پرکھنے سے کوئی اپنا نہیں رہتا کسی بھی آئینے میں دیر تک چہرہ نہیں رہتا بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا کہ دریا جب سمندر سے ملتا ہے تو دریا نہیں رہتا

..... توقیر احمد ذکر کرتا ہے دل صبح و شام تیرا گرتے ہیں آنسو بنتا ہے نام تیرا کسی اور کو کیوں دیکھیں یہ آنکھیں جب دل پہ لکھا ہے صرف نام تیرا

..... شاہد نواز-گوجرہ جرم سقراط سے ہٹ کر نہ سزا دو ہم کو زہر رکھا ہے تو آپ بتا دو ہم کو ہم حقیقت ہیں تو تسلیم نہ کرنے کا سبب ہاں اگر حرف غلط ہیں تو منا دو ہم کو

..... تصور اقبال پردیسی-گوجرہ سحر ہونے سے پہلے گھر گئے ہیں

ستارے روشنی سے ڈر گئے ہیں میری آستین میں پل رہے تھے وہ اپنا کام آخر کر گئے ہیں

..... شاہد نواز-گوجرہ شاخوں سے پھول پھول سے خوشبو جدا نہ ہو آباد شہر دل میں کوئی دوسرا نہ ہو یوں کھوئے تیری یاد میں خود کو بھلا دیا

..... چیسے کہ ہم کو خود سے کوئی واسطہ نہ ہو

..... تصور اقبال پردیسی-گوجرہ کب تک یاد کروں میں اس کو کب تک اشک بہاؤں یارو رب سے دعا کروں میں اس کو بھول جاؤں

..... آج اس کی چاہت کا اک دریا میرے دل میں بہتا ہے قطرہ قطرہ خون بدن کا اس کی یاد کو چھوڑے ساری دنیا چھوڑے مگر تیرنی یاد نہ چھینچا چھوڑے

..... وسم اینڈ ابراہم احمد-گکومنڈی وہ رخصت ہوا تو ہاتھ ملا کر ہنس گیا وہ کیوں گیا یہ بھی بتا کر نہیں گیا یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا کیوں کہ وہ جلتا ہوا چراغ بجھا کر نہیں گیا

..... رئیس ارشد-شہر خان بیلہ تماشاؤں کی دل میں فضا ہوتی ہے حسرت لیوں پہ آئے تو دعا ہوتی ہے چلو اے دل ہی دل میں یاد کریں سنا ہے دل کو دل سے راہ ہوتی ہے

..... رئیس ارشد-شہر خان بیلہ جلتا ہوا دیا دیکھ کر خوش ہونے کی عادت تھی اس کی بس اس کو خوش رکھنے کے لئے ساری عمر ہم جلتے رہے

..... لقمان حسن-ذریہ اسماعیل خان عطر کی شیشی گلاب کا پھول جنت کا شہزادہ خدا کا رسول

..... افغان محمود-رکن شہی خون سے لکھ رہا ہوں سیاہی مت سمجھنا میں عشق ہوں تیرا مجھے اپنا بھائی مت سمجھنا

..... محمد افغان-رکن شہی ہمیں مطلب تو کوئی نہ تھا سحر تجھ سے بس یونہی چلے آئے تیری محفل میں ہم

..... بابر علی سحر-سندری کاش تم وہی، میں وہی ہو جاؤں سحر مانا کہ گزرا ہوا پل واپس نہیں آتا

..... بابر علی سحر-سندری ہجر میں عمر پھر رو لیں گے تھوڑی دیر تو سو لینے دے

..... محمد عمر-میاں چنوں ایک بار نگاہوں میں آ کر، پھر ساری عمر رلاتے ہیں چلو آج جس نے دکھ دیا فراز، آج اس کو بھول جاتے ہیں

..... بہادر عار پانی-گھوٹکی چلو اب کبھی کسی کی باتوں میں نہ آئیں گے چلو اب خود پہ بھی ناصر اعتماد کرتے ہیں

..... ناصر علی-ساہیوال جن کے ہونے سے میرا سانس چلا کرتی تھی کس طرح اس کے بغیر اپنا گزارا ہو گا

..... رابی خان-پشاور ڈھونڈے گا وہ مجھے انہیں گلیوں میں ایک دن ڈھونڈے گا اور مجھ کو نہ پائے گا دیر تک

..... فرید علی نمی-سیت پور ہم شہر کے لوگوں سے بھی انجان ہیں ساگر جس شہر محبت نے ہمیں لوٹ لیا ہے

..... فرید علی نمی-سیت پور کسی کی آنکھ میں میں کھلتا ہوں امتیاز کسی کے پھول سے دل میں بھی خار ہے میرا

..... ایس امتیاز احمد-کراچی دل میں اب یوں تیرے بھولے ہوئے غم آتے ہیں جیسے بچھڑے ہوئے کبھے میں صنم آتے ہیں (فیض احمد فیض) اے بی

..... دل کے مادوں کا نہ کر غم کہ یہ اندوہ نصیب زخم بھی دل میں نہ ہوتا تو گراہے جاتے

..... مہر محمد احسان نذیر-پشاور یوں نہ خوابوں میں آیا کرو دوست ہم نازک دل ہیں خوفناک چیزیں دیکھ کر ڈر جاتے ہیں

..... اختر علی-صوابی

تساری چاب سخن ہی میرا آنگن مکتا ہے
 نگاہیں سنگدلی ہیں بدن میں دل دھرتا ہے
 (جی'اے لاہور)
 ذکر شب فراق سے وحشت اسے بھی تھی
 میری طرح کسی سے محبت اسے بھی تھی
 (دقار حسین وی)
 مجھ کو بھی شوق تھا نے چروں کی دید کا
 رستہ بدل کے چلنے کی عادت اسے بھی تھی
 (شجاعت علی لاہور)
 یہ کون اس قدر مجھے دیران کر گیا
 جھانکوں جو اپنے آپ میں صحرا دکھائی دے
 (بلبل امتیاز ٹوبہ ٹیک سنگھ)
 جب تجھ کو تنہا میری تھی تب مجھ کو تنہا تیری تھی
 اب تجھ کو تنہا غیر کی ہے، جا تیری تنہا کون کرے
 (ریاض احمد ناز مغل)
 محبت کرنے والے کم نہ ہوں گے
 تیری محفل میں کہیں ہم نہ ہوں گے
 (ملک طاہر رضا)
 بات دن کی نہیں رات سے ڈر لگتا ہے
 گھر ہے کچا میرا برسات سے ڈر لگتا ہے
 (رانا اصغر علی، امین آباد)
 ادا سمجھوں، حیا سمجھوں یا اظہار وفا سمجھوں
 تیری یہ مسکراہٹ مجھ سے پچپانی نہیں جاتی
 (احمد بوٹا جاوید، شاہ جگر شاہ مقیم)
 اس کو غلاف روح میں رکھا سنبھال کر
 محسن وہ زخم بھی تو کسی آشنا کا تھا
 (یوسف رفیق کمالیہ)
 وہ میری آنکھ کے چشم تر میں رہتا ہے
 عجیب شخص ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے
 (محبوب الہی، بھیرہ)
 وہ داغ یار کا منظر فراز یاد نہیں
 بس ایک ڈوبتا سورج میری نگاہ میں ہے
 (سید قمر حسین، بھیرہ)
 دور دور کے ان دھندلوں میں

قربت کی منزل کب نظر آئے گی
 (انجاز احمد بٹ، لاہور)
 وہ تو ہے ہمیں ہو جائے گی الفت مجھ سے
 اک نظر تم میرا محبوب نظر تو دیکھو
 (زاہدہ فضل)
 دامن ہے کلوے کلوے ہونٹوں پہ ہے تیسیم
 اک درس لے رہا ہوں پھولوں کی زندگی سے
 (محمد بشیر نازہ)
 مجھ کو تو یاد نہیں تجھ کو خبر ہو شاید
 لوگ کہتے ہیں کہ تو نے مجھے برباد کیا
 (محمد بشیر، بھتنہ)
 ہائے آداب محبت کے تقاضے سافر
 لب بے اور شکایات نے دم توڑ دیا
 (گزار حسین شاکر)
 اپنی مٹی پہ ہی چلنے کا سلیقہ سیکھو
 سنگ مرمر پر چلو گئے تو پھسل جاؤ گے
 لفظ جب تک وضو نہیں کرتے
 ہم تیری گفتگو نہیں کرتے
 (نازیہ، ساہیوال)
 اپنی مٹی پہ ہی چلنے کا سلیقہ سیکھو
 سنگ مرمر پر چلو گئے تو پھسل جاؤ گے
 (بشیر احمد توقیر، اعظمیہ ابو طلحہ)
 کیا بتاؤں کہ روٹھ کر تجھ سے
 آج تک تجھوں میں کھویا ہوں
 تو مجھے بھول کر بھی خوش ہو گی
 میں تجھے یاد کر کے رویا ہوں
 (انجاز خان ناز)
 جب سے جدا ہوئے ہیں تیرے قافلے سے ہم
 لوگوں نے اپنی راہ کا پتھر بنا لیا!
 (جی'اے لاہور)
 وقت خوش خوش کانٹے کا مشورہ دیتے ہوئے
 رو پڑا وہ آپ مجھ کو حوصلہ دیتے ہوئے
 (عمران جاوید، لاہور)
 دل سے ہر گزری بات گزری ہے

کس قیامت کی رات گزری ہے
 (یوسف ثانی)
 گزرا جو اس دیار سے میں مدتوں کے بعد
 حیرت سے دیکھنے لگے دیوار و در مجھے
 (عاصم محمود)
 ملنے کی طرح ہم سے وہ پل بھر نہیں ملتا
 دل اس سے ملا جس سے مقدر نہیں ملتا
 (سہیل تبسم)
 آج روٹھے ہوئے ساجن کو بہت یاد کیا
 اپنے اجڑے ہوئے گلشن کو بہت یاد کیا
 (ریاض شاہد، فیصل آباد)
 ایسی بھی مجبوری کیا ہے آتے جاتے رہنا
 ممکن ہو تو گاہے بہ گاہے شکل دکھاتے رہنا
 (عاشق ریاض، فیصل آباد)
 بھڑکی شب میں قید کرے یا صبح وصال میں رکھے
 اچھا مولا تیری مرضی تو جس حال میں رکھے
 (الیاس عاشر انصاری، کمالیہ)
 کون بستے ہوئے اشکوں پہ نظر رکھتا ہے
 لوگ ہنستے ہوئے چروں کو دعا دیتے ہیں
 (عمران جاوید، لاہور)
 پھر اس کی یاد میں دل بے قرار ہے ناصر
 چھڑ کے جس سے ہوئی شہر شہر رسوائی
 (سہیل تبسم، لاہور)
 بھولے سے مسکرا تو دیتے تھے وہ آج فیض
 مت پوچھ ولولے دل ناگردوہ کار کے
 (یوسف ثانی)
 رسوائیوں کا آپ کو آیا ہے اب خیال
 ہم نے تو اپنے دوست بھی دشمن بنا لئے
 (رانا اصغر علی، ملووالا)
 یہ ادائے بے نیازی تجھے بے وفا مبارک
 مگر ایسی بے رخی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے
 (شاہد ملک، فیصل آباد)
 تیرے لب ہیں کہ جیسے پتھر مٹی گلاب کی

چھپا ہوا ہے تجھ میں حسن جہاں کا سہارا
 (نسرین تبسم، ملو، میلسی)
 تم مٹا سکتے نہیں دل سے میرا نام کبھی
 پھر کتابوں سے مٹانے کی ضرورت کیا ہے
 زندگی یوں بھی بت کم ہے محبت کے لئے
 روٹھ کر وقت گنوائے کی ضرورت کیا ہے
 (تاہید اعوان، ٹاؤن شپ)
 تم منہ سے کچھ نہ بولو، آنکھیں تو بتاتی ہیں
 کیا دل میں تمہارے ہے ہم خوب سمجھتے ہیں
 (نور فاطمہ، غازی آباد)
 تیری زندگی میں دکھوں کا نہ شجر لگے
 تجھے کبھی نہ سحر دشمن کی نظر لگے
 میرے گرد ویرانیاں ہیں بہت عمر
 تجھے کبھی نہ فروزاں کی نظر لگے
 (شاہدہ فاروق، لیاقت پور)
 تجھ سے ملے نہ تھے تو تیری آرزو نہ تھی
 دیکھا تو تیرے طلب گار ہو گئے
 (روینہ شاہین، لاہور)
 تجھے تو عشق نے مارا ہم سے دور رکھ کر
 یاد تیری ستاتی رہی مجھے تنہا چھوڑ کر
 (شہناز معراج، گوجرانوالہ)
 تمام رات میرے گھر کا ایک در کھلا رہا
 میں راہ دیکھتی رہی وہ راستہ بدل گیا
 (قیصرہ سہیل گوندل، ڈنگ شہر)
 تو نے چاہا ہی نہیں حالات بدل سکتے تھے
 میرے آئسو تری آنکھوں سے نکل سکتے تھے
 تو نے الفاظ کی تاثیر کو پرکھا ہی نہیں
 نرم لہجے سے تو پتھر بھی پھسل سکتے تھے
 (فرزانہ، ضلع انک)
 تجھ سے کہہ نہ سکے ہم اپنے دل کی بات
 میری خاموش محبت پر یہ الزام تو نہ لگا
 (راحیلہ ثانی، فیصل آباد)
 تم کو اس قرب کا احساس بھلا کیسے ہو

جو میرے دل میں ہے لفظوں میں ادا کیسے ہو
جو کبھی بھی پاس نہ تھا اس سے جدائی کیسی
جو کبھی مل نہ سکا اس سے گدہ کیسے ہو
(شاہدہ ناز میلی)

پیش سورج کی ہوتی ہے جلنا زمین کو پڑتا ہے
قصور آنکھوں کا ہوتا ہے رونا دل کو پڑتا ہے
(ناصرہ اختر، نثر نوالہ)

تیری معصوم نگاہوں کے تقدس کی قسم
دل تو کیا روح نے بھی تم سے محبت کی ہے
(کشور سلطانہ، کروڑ ضلعیہ)

تیرے معصوم ہاتھوں سے لکھا ہوا پایا کلمہ
کبھی چوما کبھی آنکھوں کو لگایا کلمہ
(نازیہ کنول، فورٹ عباس)

خواب سے آنکھ وہ مل کر جاگے
کتنے سوئے ہوئے منظر بادگے
ہم نے کلمہ پہ لکھا نام تیرا
حرف و معنی کے مقدر جاگے
(محمد ساجد مناس)

ہمیں نہ دیکھ زمانے کی گرد آنکھوں سے
تجھے خبر نہیں ہم تجھ کو کتنا چاہتے ہیں
(دقار حسین روکی)

خلق کائنات کے دلچسپ جرم پر
ہنستا تو ہو گا آپ بھی یزداں کبھی کبھی
(شجاعت علی لاہور)

پیش زمین پہ ہوتی ہے جلنا سورج کو پڑتا ہے
قصور آنکھوں کا ہوتا ہے ترپنا دل کو پڑتا ہے
(محمد بجل سوند خان لغاری، گاؤں پٹ گل محمد داؤد سندھ)

سوچتے ہیں حسرتوں کے موڑ پر شام و سحر
جائیں گے کہاں ضیاء ان کی گلی سے روشہ کر
(زاہد عمران اکاش، فقیر والی 126/KR)

ضروری تو نہیں کہ آگ میں جلے ہر بشر
بس چیزوں کو مقدر بھی بھٹک دیتے ہیں

(خضر حیات محمد حسین، بکرا، لاہور)

اے سورج تجھے معلوم کہاں رات کا دکھ
کسی روز میرے گھر میں از شام کے بعد
(ظہور اقبال، رحمت آباد کرک)

میرے پاس سے گزرے میرا حال تک نہ پوچھا
میں یہ کیسے مان لو کہ دور جا کے روئے
(خالد محمود، کوٹ مومن)

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا کچھ آرزو کریں
(چوہدری عمران، نعمان، عثمان عارف، لکھاریاں کینٹ ضلع بھارت)

ستارے ٹوٹ جائیں گے زمیں پر زلزلہ ہوگا
محمد تخت پر ہونگے عدالت پر خدا ہوگا
(حیدر علی مین، شکار پور)

قسمت آزما رہا ہوں مقدر آزما رہا ہوں
کسی بے وفا کے خاطر سلامی مشین چلا رہا ہوں
(الطاف فصیح عرفان اور رامیلا، مکاری ٹھٹھہ)

حقیقتیں آشکار کر دیئے صداقتیں بے حجاب کر دیئے
ہر ایک ذرہ دیکھ رہا ہے کہ آج مجھے آفتاب کر دیئے
(محمد احمد، حبیب احمد، فیصل انعم، احسان احمد، محمد صادق، خان پور کٹورہ)

ہونٹوں کو خاموش رکھ کر دل میں فریاد کرتے ہیں
پچھڑے ہوئے سے ملنے کی تمنا کرتے ہیں
(شانیہ ابراہیم، لاہور)

بدلتا ہوگا اے فاصلوں کو قربت میں
وہ میرے مان کو توڑے کبھی خدا نہ کرے
(نازیہ بٹ، ماڈل ٹاؤن لاہور)

ہمیں تو اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی تھی وہاں ڈوبی جہاں پانی کم تھا
(غلام عباس سومرو، گورنری کبیر)

وہ تھوڑا مغرور ہے تو کیا ہوا اے دل
ہم نے انہیں اسی ادا پہ محبوب بنا رکھا ہے
(ایم طاہر خان قیصرانی، ڈیرہ غازی خان)

وہ میرا ہو جو نگاہوں میں حیا رکھتا ہو
ہر قدم قدم ساتھ چلے عزم وفا رکھتا ہو
ناز اس کے نہ اٹھاؤں تو شکایت نہ کرنے
اور ہر رنج کے سینے کی ادا رکھتا ہو
(محمد زاہد انجم، پنن وال جہلم)

وفا تلاش نہ کر ان موسمی پردوں سے
بہار جاتی ہے تو یہ لوٹ کر نہیں آتے
(آصف مشتاق اینڈ محمد سلیم راجہ، کپاکھوہ)

اب بات دوستی کی نہیں خوصلے کی ہے
لازم نہیں کہ تو بھی میرا ہم خیال ہو
(انیس اقبال، فورٹ عباس)

رفاتوں کے نئے خواب خوش نما تو ہیں
گزر چکا ہے مگر اعتبار کا موسم
(شانکہ راہولی)

میں تجھ کو بھول جاؤں مگر ایک شرط ہے
گلشن میں جا کے پھول سے خوشبو جدا کرو
(طاہر منظور کالکی، غرلی)

تو خطوار نہیں اس کی بھی خبر ہے مجھ کو
لیکن ہم بھی نہیں اس عمدہ وفا میں جھوٹے
(فرح قاسم، دوکوہ)

تم تکلف کو بھی اخلاص سمجھتے ہو فراز
دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا
(ریحان ارمان، صادق آباد)

نہماری پیاس اگر بجھ بھی جائے اے ناصر
تم اپنے آہن کے گوشے میں کھلا رکھنا
(افشاں سید افسی، ملتان)

تازہ ہوا کے شوق سے میں اے ساکنان شر
اتنے نہ در بنا کہ دیوار گر پڑے
(مس عہرین، برمنگ راولا کوٹ)

تاروں بھرے آئینل میں پر نور سا چہرہ
آکاش کی وسعت میں کوئی چاند ہو جیسے
(فوزیہ عمر، آزاد کشمیر)

تم نہ آئے کبھی نزدیک تو اچھا ہی کیا
دگ ٹالوان ہیں یونہی شر میں چرچا ہوتا

(مصلح نذیر احمد پور شریف)

تم فاتح بھی پڑھ چکے ہم دشمن بھی ہو چکے
ہمیں خاک میں ملا کر اب آپ بھی سدھر جائیے
(نازیہ اشرف، چاچاں شریف)

تیری یادوں کے دیسے جب بھی جلاتا ہے خیال
حسن کچھ اور شب غم کا نکھر جاتا ہے
(آسیہ ملک، راولپنڈی)

تیرے پیار نے دل کو برباد اس طرح کیا
خود بربادی روپڑی کہ میں نے کیا کیا
(شہزادی گلنغم منگل، دیند)

تیری جدائی سے بچنے کا حل تلاش کروں
جو تیرے قرب میں گزرے وہ پل تلاش کروں
(مرست ناز، رحیم یار خان)

تو میرے شوق ملاقات پر تنقید نہ کر
اتنے لگتے ہیں مجھے تیری شبابت والے
(ارم قریشی، ممبر ٹیال)

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ کبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے
(نگلفہ شاہین، ہارون آباد)

تمہارے ہی سارے جی رہے تھے ہم
اب تم ہی نہیں تو کیا کریں گے جی کر
نہ کشش نہ ہے اب آرزو جینے کی
تم ہوتے تو کیا تھا مزہ جینے کا
(فرزانہ جیل، سندھ)

تو نے بھری دنیا میں مجھے رسوا کیا کیوں
غلط ہے دل میں کہ پیار میں نے کیا کیوں
(مونا مظفر گڑھ)

تیرے قریب رہے اور پیار کو ترے
چن نہیں رہتے ہوئے ہم۔ ہمار کو ترے
(گلناظف، منجی آباد)

تیرے شک کی نگاہوں کے اشارے عجیب ہوتے ہیں
نظروں سے نظریں ملنے والے نظاریے عجیب ہوتے ہیں
لیوں پر ہاتھ رکھ کر زلفوں کو جھٹکا دینا
تجسم بھرے ہونٹوں کے آپارے عجیب ہوتے ہیں

کترین شاعرانہ بیادوں کے نام

ایم شفیق تھا۔ امرہ خور

K کے نام۔ ایک

عجب لطف آ رہا تھا دیدار کی دل لگی کا آکاش
کہ نظریں بھی مجھ ہی پر تھیں اور پردہ بھی مجھ ہی سے تھا
جواد احمد آکاش۔ جند

لاہور کے دوستوں کے نام

میرے عیب انگلیوں پہ گھواؤ یارو
بس میری غیر موجودگی میں مجھے برا نہ کہنا
عبدالغفار تبسم۔ لاہور

اجنبی دوست کے نام

تم نے سہی کیا میں شعر نہیں ہوں
لیکن کسی کی ہے وفائی نے شعر کیا
کریم کٹی۔ سوئی گیس فیڈ

ملک طیب اعوان تھا۔ کھیری شریف

یونہی چھوڑ کر چلے گئے ہو جان من
ہماری غلطی کیا تھی بتا تو دیتے
ہم نے جنہیں پیار کیا ہے جرم تو نہیں
اگر جرم ہے تو اس کی سزا تو دیتے
ملک ایس خان۔ ہر پور ہزارہ

A ماسکرہ کے نام

اب ہم چھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں
باشم خان۔ چندور یا نہیں

نگن پور میں کسی اپنے کے نام

اے کہنا اداس ہے تیرے جانے سے
ہو سکے تو لوٹ آنا کسی بہانے سے

روشن کمال۔ حیدر آباد کے نام

تم نے ہر کھیت میں انسانوں کے سر بوئے ہیں
اب زمین خون اگھتی ہے تو شکوہ کیا؟
محمد امین قاتل پوری۔ قاتل پور

کسی اپنے کے نام

آج اداس ہوں تو کسی نے بھی آواز نہ دی محسن
کیا یہ مٹی کے انسان کسی سے وفا نہیں کرتے؟
ایم اشفاق بیٹ۔ لالہ سوئی

افضل جواد۔ کالا باغ

لیوں پہ تو جو تبسم سجائے پھرتا ہے
ہماری ذات کی نیند میں چرائے پھرتا ہے
بجھا بجھا سا وہ بے کیف سانولا چہرہ علی
نجانے کتنے غموں کو چھپائے پھرتا ہے
محمد علی۔ کالا باغ

آمنہ افضل اعوان۔ فیصل آباد کے نام

ہر پل ہر سانس میں ہر دل کی دھڑکن کے ساتھ لگتا ہے کہ تم ہو
گھر کی دیواروں میں موسم کے نظاروں میں لگتا ہے کہ تم ہو
گلشن کی بہاروں میں آسمان کے تاروں میں لگتا ہے کہ تم ہو
مگر میری جان آتم تم کہیں بھی نہیں ہو مگر پھر بھی لگتا ہے کہ تم ہو
محمد افضل اعوان۔ گوجرہ

مس صبا۔ کلر سیداں کے نام

یہ سوچ کر پگھوں میں چھپا لیتا ہوں آنسو صبا جی!
گر کر یہ میری آنکھ سے میری طرح تجا نہ ہو جائے
سفیر اداس۔ مظفر آباد

شار احمد حسرت کے نام

ان لڑکیوں سے تیری دوستی جاچی نہیں تار
بچے تیرے جوان ہیں کچھ تو خیال کر

تم نے بھی مجھے غیر سمجھا یہ ستم بھی کم نہیں
میں شریک زندگی ہوں تو شریک غم نہیں
(عاشی ندیم چوئیاں)
تیری آنکھیں کہ جیسے چمکتا ستارہ
وابستہ ہے ان سے مقدر ہمارا
اپنی مٹی پہ ہی چلنے کا سیتھ سیکھو
سنگ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے
(مرزا قادی عباس فیصل آباد)
تیرے کوچے سے اب میرا تعلق واجب سا ہے
مگر جب بھی گزرتا ہوں تو آنکھیں بیگ جاتی ہیں
(غیاث الدین چارسدہ)
دولت تو کوئی شے ہی نہیں اس کی طلب کیا
محروم ہے جو پیار سے وہ دل غریب ہے
(شجاعت علی لاہور)
وہ جو نگاہ ناز کا اک وار کر گیا
سینے میں میرے درد کو بیدار کر گیا
(ریاض احمد ناز مغل موٹو کھنڈا)
جانے کب تک تیری تصویر نگاہوں میں رہی
وہل گئی رات تیرے عکس کو نکلتے نکلتے
(محمد عمران نیاز عبدالکیم)
میں سمندر ہوں کہیں ڈوب نہ جانا مجھ میں
تم کو اندازہ نہیں ہے میری گہرائی کا
(دقار حسین وکی)
پتھر ہی لگیں گے تجھے ہر سمت سے آ کر
یہ جھوٹ کی دنیا ہے یہاں سچ نہ کہا کر
اب روتا ہے تجھ سے کئی بار کہا تھا
حالات کے دھارے کے مخالف نہ بہا کر
(موتا لاہور)
تیری رفاقتوں سے وہ سکون ملا مجھ کو
دھپ جل اٹھے ہیں اس غم کی زندگی میں
(سوراندیم منڈی ننگن پور)
تیرا درد دل میں چھپا لیا تجھے اپنا نہ ہم بنا سکے
رہیں دل کی دل میں حسرتیں تجھے حال دل نہ بنا سکے
(گنبد یوسف رحیم یار خان)

(روبی جمیل لاہور)

تیری بے رخی کے بعد قدرت نے یہ رنگ دکھائے
اک پل میں بے مروت ہو گئے تیرے شر کے لوگ
(عائزہ نورین بنجورو)

تم پوچھو اور میں نہ بتاؤں ایسے تو حالات نہیں
اک ذرا سا دل ٹوٹا ہے اور تو کوئی بات نہیں
(عمرانہ مسود لاہور)

تم سے پیار اتنا ہوگا یہ سوچا نہ تھا
دل بے قرار اتنا ہوگا یہ سوچا نہ تھا
(علیہ انمول گل لاہور)

تم مجھ سے پوچھتے ہو راہ رسم زندگی
مجھ کو غم حیات نے جینے کہاں دیا
(یاسمین ناز کوادر بلوچستان)

تنا کب کی تھی یار گلستان کی میں نے
اک پھول کو چاہا تھا سو وہ بھی ہم پانہ سکے
(صغری شفیق قصور)

تصور میں چلے آتے تمہارا کیا بگڑ جاتا
تمہارا کچھ نہ جاتا ہمیں دیدار ہو جاتا
(مس عبدالرب نوشہرہ)

تو کبھی تنہائیوں میں میرا ہم سفر تھا
سائے کی طرح ساتھ چھوڑ گیا شام ڈھلنے کے بعد
(روبی ناز گلگو منڈی)

تجھ کو پانا اگر ممکن نہیں مگر اتنا تو ممکن ہے
کہ تیری آرزو میں زندگی کی شام ہو جائے
(صبار حسن کوہالہ پاکستان)

تیرے خیال سے دامن بچا کے دیکھا ہے
دل و نظر کو بہت آزما کے دیکھا ہے
نشاط جاں کی قسم تو نہیں تو کچھ بھی نہیں
بہت دنوں تجھے ہم نے بھلا کے دیکھا ہے
(شیانہ عارف بلوچ پور)

تمام عمر ساتھ رہتا ہے کہاں کوئی
یہ بانجی ہوں مگر کچھ دور ساتھ چلو
(شکیلہ چوگی امرسہ)

شمرین-عارف والہ کے نام

بے اعتبار وقت بچے جننا کے رو پڑے
پا کر کبھی اسے تو کبھی کھو کے رو پڑے
ہمارے پاس خوشیاں مستقل ہی کہاں رہیں
باہر کبھی نئے بھی گھر میں آ کے رو پڑے
مدد حسین بلوچ-عارف والہ

سلیم خان-لکھن کے نام

تم میرے خواب میں رہتے ہو
دل کی کتاب میں رہتے ہو
بھولنا ہی تمہیں نامکون ہے
تم ہر سوچ ہر خیال میں رہتے ہو
ایم شہزاد-پھول نگر

اپنے پیار کے نام

سب کہتے ہیں چائی ختم نہیں ہوتی
کسی کو یاد کرنے سے زندگی ختم نہیں ہوتی
دن بھی گزر جاتا ہے رات بھی گزر جاتی ہے
جب تنہا ہوتا ہوں تو جی تیری یاد ختم نہیں ہوتی
محمد لقمان-انوان-سرطانوالہ

طاہرہ-کوٹلی دندلی کے نام

جب میں مر جاؤں گا میری لاش کا چرچا عام ہو گا
کفن چہرے سے بنا کر دیکھ لینا اب پہ تیرا ہی نام ہو گا
حافظ محمد شفیق عاجز-کوٹلی دندلی

ایمان-کراچی کے نام

ستم ہے وہ ستم کرتے ہیں
ہم پھر بھی اُن پر مرتے ہیں
اُس کی جھوٹی محبت میں غمخوار
ہم ساری عمر جلتے رہے
الہی بخش غمخوار-سیچ سکران

مس روینہ-ٹلہ جوگیاں کے نام

بے ربط خیالات کی دنیا سے نکل جا
تو ساتھ زمانے کے کسی روز بدل جا

ہے نام انگوں کا سہارا نہ لیا کر
کر دفن تمناؤں کو اس طور سنبھال جا
نگہبخت عزیز-لاہور

کریم کٹی-سوئی گیس کے نام

نہ ہم رہے نہ وہ خوابوں کی زندگی رہی
گماں گماں ہی مہک خود کو ڈھونڈتی ہی رہی
حریم شوق کا عالم بتائیں کیا تم کو
حریم شوق میں بس شوق کی کمی ہی رہی
جیلہ بانو-لاہور

مس کوثر-چوکی کے نام

بچے پائے کھونے کی آرزو، بچے کھو کے پائے کی جستجو
کیسے دل میں چھٹی رہی سدا، کوئی لذت غم آرزو
دل منسوب کو تلاش حتی ترے رو بہ تری چاہ کی
مگر آنکھ میری چمک گئی سر آئینہ مرے رویہ
رخسانہ سلطان-لاہور

ایس سلی-ہری پور کے نام

کر گئی پانچ تیری خوشبو مجھے
کھا گیا ہے حسن کا جادو مجھے
اس کی آنکھوں میں نظر آیا نہیں
میرے صے کا کوئی آنسو مجھے
تزیلہ حیف-چوکیاں

تزیلہ حیف-چوکیاں کے نام

میں جانتی ہوں اندھیرا نصیب ہے میرا
سحر نہ ہو گی مگر پھر بھی آس رہتے دو
شام ڈھلتے ہی درپے پہ بچھ گئیں آنکھیں
وہ اک قیاس ہے تو یہ قیاس رہتے دو
نیلو فر-راولپنڈی

سپاہی خضر علی-پاک کیمپ کے نام

ابھی کچھ دیر نگاہوں میں پیاس رہتے دو
دل اس کے پاس ہے تو اس کے پاس رہتے دو
بانو-گوجرانوالہ

زمس ناز-سکھر کے نام

کبھی رات کو سونے سے پہلے مجھے یاد کرنا
کچھ پا کر کھونے سے پہلے مجھے یاد کرنا
قدم قدم پر دنیا ستم کرے گی بہت
کسی بات پہ رونے سے پہلے مجھے یاد کرنا
جیل فدا خیر پوری-خیر پور میس

کرن فریدہ-چچہ وطنی کے نام

ملنے کی دل میں اک آس رکھنا
کبھی نہ خود کو میری جان اداس رکھنا
خوشی ملے گی اک روز بارش کی طرح
ان آنکھوں میں تھوڑی سی پیاس رکھنا
محمد اشرف زخمی-دل-پنجابی

کالا باغ کے دوستوں کے نام

پیار سے پیاری کوئی مجبوری نہیں ہوتی
بھئی اپنوں کی کبھی پوری نہیں ہوتی
دلوں کا جدا ہونا اک الگ بات ہے
نظروں سے جدا ہونا کوئی دوری نہیں ہوتی
محمد افضل جواد-کالا باغ

مصطفیٰ-کراچی کے نام

آزمائش رشتوں میں ضروری ہوتی ہے
نہ مل پاتا کسی کی مجبوری ہوتی ہے
یاد تو دور سے بھی کر سکتے ہیں لیکن
مل کر ہی دل کی حسرت پوری ہوتی ہے
رحیم اللہ-کراچی

K-خان پور کے نام

ٹنگی و جڑی کا وہ ہے آسان میری شکل کر دے
سائل کی طرف قہقہے نہ کسی شے کی طرف سائل کر دے
شاہد اقبال خٹک-کرک جندری

انیلہ نینا-کراچی کے نام

جس سے ہمیں بہت پیار تھا اس کو نہ مجھ پر اعتبار تھا
چھڑ کر چلی گئی وہ مجھے جس کے بن جینا ڈھار تھا

وہی ہے قرار کرے گی مجھے جس کا دیدار میرا قرار تھا
لوٹ آؤ میری تو زندگی تو بس تیرا پیدا تھا
عبدالرشید بزنجو-گڈانی، لمبیلہ

بھاگ گھر کے کسی اپنے نام

لوگ جب پوچھتے ہیں کہ کون ہے سنگ دل
جو تیری یہ حالت کر گیا رفاقت
میں مسکرا کے کہتا ہوں اس کا نام
ہر کسی کے لب پہ اچھا نہیں لگتا
رفاقت علی-بھاگ گھر

احمد عجمی اور افتخار مغل کے نام

وہ میرے کار میں تیرے ہاتھ کا تازہ نگاہ
اب یہ ڈائری میں چند سوچی چٹاں
میرے ہاتھوں سے اک اک کر کے اڑتی گئیں
تیری قسموں اور وعدوں کی ساری تتلیاں
مجید احمد جانی-لسان

مندرہ کے بے درو کے نام

بھر دفائیں بھی گردے تو کوئی نہ پوچھے گا قرار
یہ تیرے سارے ستم فقط میرے مر جانے تک ہیں
راجہ فیصل مجید-کراچی

مزل حسین-مداحی-کسوال کے نام

میں نے تم پر اعتبار کیا دوستی کا خود سے بڑھ کر اس وعدا
مگر کیا پتہ تھا یہ بھی بدل جاؤ گے دنیا کی طرح
مجھ کو بتاؤ میں نے تمہارا کون سا کوئی قصور کیا
کیوں بڑھایا تھا ہاتھ دوستی کا اب خود ہی ہے کھینچ لیا
محمد ارسلان احمد دکنی-ڈھوک مراد

F-راولپنڈی صدر کے نام

دیے تو بہت ہوتے ہیں کم لوگ مسافر
بہت سے چلے آتے ہیں ہم لوگ مسافر
ایک رستہ ہے اس رستے پہ اک بھیڑ لگی ہے
ایک دل ہے اور اس دل میں سو روگ مسافر
محمد خورشید امجدی-الاقی، ملتان

سیالکوٹ کی شام کول کے نام

جان ہے مجھ کو زندگی سے پیاری
جن کے لئے کر دوں قربان پیاری
جان کے لئے تو دوستی ساری
اب تم سے کیا چھپاتا تم ہی تو ہو جان ہماری
ایم افضل کھل-ننگانہ صاحب

کلسیدال کی مس صبا کے نام

نہ طبیعوں کی طلب ہے نہ دوا مانگی ہے
نہند میں چاہوں تیری زلفوں کی ہوا مانگی ہے
محمد خادم جنگ-ڈیرہ مراد جمالی

سبزآپ کے اکبر شاہین کے نام

تم مجھ سے دور ہے ہم تمہیں یاد بار بار کرتے ہیں
نجانے تم کس حال میں ہو ہم یہاں فریاد کرتے ہیں
مصطفیٰ گل-لیاری، کراچی

آئی-جوہر آباد کے نام

دھڑکن سے دھڑکن کو جگ لگا چاہت میں
بیٹا سا اک روگ لگا آنے لگی ہر سوسن کی خوشبو
اس خوشبو میں بسا ہے تو ہی تو
لیوں کو لیوں سے ملی راحت
روح سے روح ملی نئی جنت
محمد احسان دانش-جوہر آباد

میری پیاری امی کے نام

ہر موسم میں کھار تیرے دم سے تھا
موسم خزاں بھی بہار تیرے دم سے تھا
تجھ سے مجھ کے خود کو بے نصیب سمجھتی ہوں
خوش نصیبوں میں میرا شمار تیرے دم سے تھا
زمکس ناز-سکھر

کراچی کی سونیا کے نام

آئے تھے ہم دنیا میں ہمیں سرت تھی پیسے کی
مگر تم سے دل لگا بیٹھے تمہیں عادت تھی جان لینے کی
دن محمد بیٹی-کراچی

بھاؤ لکری شامہ اور کے نام

کسی سے جدا ہونا اگر اتنا آسان ہوتا محسن
تو جسم سے روح کو نکالے کبھی فرشتے نہ آتے
جیل پیدائش پوری-خیر پور میرس

شہداد پور کی شہزادی کے نام

یوں تیرے دیدار کے لئے ترستے رہے
آنسو بھی آنکھوں سے بہتے رہے
چھوڑ دیا تم نے غریب جان کر
پھر بھی ہم تم پر مرتے رہے
ظفر نور بھٹو-ادب ادوڑہ

این جی گوہر کے نام

تیری مسکراہٹ میری بچکان ہے
تیری خوشی مرا ارمان ہے
اے جان زندگی بس اتنا تو سمجھ لے
تیری دوستی میری جان ہے
حماد ظفر بادی-منڈی بہاؤ الدین

ایو فطیمی کے راجہ سکندر زمان کے نام

تو کل چلا جائے گا تو میں کیا کروں گا
تو یاد بہت آئے گا تو میں کیا کروں گا
راجہ فیصل مجید-کراچی

S خانوال کے نام

دھوکہ نہ دینا تجھ پہ اعتبار بہت ہے
دل تیری چاہت کا طلبگار بہت ہے
تجھے نہ دیکھوں تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا
ہم کیا کریں تجھ سے پیار بہت ہے
ایم سلیم ناز-خانوال

فیصل آباد کے امجد چاند کے نام

دیکھیں دے کر مگر جاتی ہیں سستی یادیں
دل وہ دروازہ ہے جو برسوں میں کہیں کھلتا ہے
رائے جاوید کھل-فورٹ عباس

شرمین رفیق-لاہور کے نام

صورت اُس کی خیالوں سے کیوں نہیں جاتی
نہند ہے آنکھوں میں مگر کیوں نہیں آتی
وہ ساتھ تھا تو موت کا خوف تھا مجھے
اب میں تنہا ہوں تو موت کیوں نہیں آتی
فاطمہ امانت-لاہور

انگل جی کے نام

آپ میری دعاؤں میں شامل ہیں اس طرح
پھولوں میں ہوتی ہے خوشبو جس طرح
خدا پاک آپ کی زندگی میں اتنی خوشیاں دے
زمین پہ ہوتی ہے بارش جس طرح
غلام قر-پنڈی بھٹیاں

اپنی چاہت کے نام

ہم کو جان سے پیاری تھی جو ساتھ ہمارا چھوڑ گئی
دھڑکن میں نام اُس کا تھا جو پیار کا رشتہ توڑ گئی
محمد عمران بٹ-ڈھوک ڈل

تمام پاکستانیوں کے نام

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بچ، غریبی میں نام پیدا کر
انتہا رشتی-کراچی

محمد اہل رحمان کے نام

حال دل، یار کو لکھوں کیوں کر
ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا
تم ہمارے کسی طرح نہ بنے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں دیتا
طارق سلیم وصال-اسلام آباد

ع-م-گلگت بلتستان کے نام

میں نے پوچھا ہے تجھے، تیری عبادت کی ہے
تجھ کو چاہا ہے صنم تجھ سے محبت کی ہے
محمود عالم حاکم-کراچی

مہترین شعرا بے پیادوں کے نام

جس کے لئے شعر لکھا گیا ہے اس کا نام و مقام

شہر

نام

شعر

شہر

شعر بھیجنے والے کا نام